

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۲۸

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	اجمالی فہرست
5	پیش لفظ
9	اثنائیسویں ^{۲۸} جلد
10	ضروری بات
11	فہرست مضامین مفصل
41	فہرست ضمنی مسائل
51	اذان ونماز ومساجد
53	رسالہ
53	رسالہ شمائیں العنبر فی ادب النداء امام المنبر
53	(منبر کے سامنے نداء کے بیان میں عنبر کے شامے)
65	الشمامة الاولى من عنبر الحديث
65	(عنبر حدیث کا شامہ اولیٰ)
113	الشمامة الثانية من صندل الفقه
113	(شامہ ثانیہ از صندل فقہ)
156	الشمامة الثالثة من مسک القرآن العظیم
156	(قرآن کریم کے مشک سے تیسرا شامہ)
174	الشمامة الرابعة من عود احراق الخلاف
174	(اختلاف کو خاکستر کر دینے والے عود و عنبر کا چوتھا شامہ)
335	اضافات افاضات
361	فضائل ومناقب
367	رسالہ
367	طرد الافاعي عن حمى هادى رفع الرفاعى ^{۳۳۶}
367	(سانپوں (موزیوں) کو دور کرنا اس ہادی کی بارگاہ سے جس نے امام رفاعی کو رفعت بخشی)

403.....	رسالہ
403.....	فتاویٰ کرامات غوثیہ
431.....	خلاصہ جواب تھانوی دیوبند
433.....	رسالہ
433.....	تنزیہ المكانہ الحیدریہ عن وصمة عهد الجاہلیۃ ^{۱۳۱۲ھ}
433.....	(زمانہ جاہلیت کے عیب سے مقام حیدری کی پاکی کا بیان)
469.....	رسالہ
469.....	غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق ^{۱۳۳۱ھ}
469.....	(تحقیق کی انتہاء حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کی امامت کے بارے میں)
491.....	رسالہ
491.....	الزلزال الانقی من بحر سبقة الانقی
491.....	(سب متیوں) سے بڑے پر ہیز کار کی سبقت کے دریا سے صاف ستھرا بیٹھا پانی

فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۸

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۳، ۷۶۵۷۷۷۲

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیب فہرست	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	مولانا ندیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسین
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیشنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۸۴
اشاعت	محرم الحرام ۱۴۲۵ھ / مارچ ۲۰۰۴ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰ / ۹۴۱۵۳۰۰

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۱۱	فہرست مفصل
۴۱	فہرست مسائل ضمیمہ
۵۱	اذان، نماز، مساجد
۳۶۱	فضائل و مناقب
	فہرست رسائل
۵۳	شہائم العنبر
۳۶۷	طرد الافاعی
۴۰۳	فتاویٰ کرامات غوثیہ
۴۳۳	تنزیہ المکانۃ الحیدریہ
۴۶۹	غایۃ التحقیق
۴۹۱	الزلزال النقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزان علم و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں :

- (۱) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ)
- مع الفیوضات المملکیة لمحہ الدولة المکیة (۱۳۲۶ھ)
- (۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیاناً للکل شیئی (۱۳۲۶ھ)
- مع التعليقات حاسم المفتوی علی السید البری (۱۳۲۸ھ)
- (۳) کفل الفقیہ الفأهم فی احکام قرطاس الداراهم (۱۳۲۴ھ)
- (۴) صیقل الرین عن احکام مجاورة الحرمین (۱۳۰۵ھ)
- (۵) هادی الاضحیة بالشارة الهندیة (۱۳۱۴ھ)
- (۶) الصافیة الموحیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة (۱۳۰۷ھ)

(۱۳۲۲ھ)

(۷) الاجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً چودہ سال کے مختصر عرصہ میں اٹھائیسویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی ستائیس جلدوں کی مشمولات کی تفصیل سنین اشاعت، کتب و ابواب، مجموعی صفحات، تعداد سوالات و جوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ _____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ _____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ _____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ _____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ _____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ _____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ _____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ _____ جنون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ _____ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ _____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ _____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ _____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ _____ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ _____ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲

۷۴۴	محرم الحرام ۱۴۲۰ _____ اپریل ۱۹۹۹	۱۵	۸۱	کتاب السیر	۱۵
۶۳۲	جمادی الاولیٰ ۱۴۰ _____ ستمبر ۱۹۹۹	۳	۴۳۲	کتاب الشریکۃ کتاب الوقف	۱۶
۷۲۶	ذیقعد ۱۴۲۰ _____ فروری ۲۰۰۰	۲	۱۵۳	کتاب البیوع کتاب الحوالہ کتاب الکفالہ	۱۷
۷۴۰	ربیع الثانی ۱۴۲۱ _____ جولائی ۲۰۰۰	۲	۱۵۲	کتاب الشہادۃ کتاب القضاء الدعوی	۱۸
۶۹۲	ذیقعد ۱۴۲۱ _____ فروری ۲۰۰۱	۳	۲۹۹	کتاب الوكالة کتاب الاقرار کتاب المصلح کتاب المضاربات کتاب الامانات کتاب العاریۃ کتاب الہبہ کتاب الاجارۃ کتاب الاکراہ کتاب الحجر کتاب الغصب	۱۹
۶۳۲	صفر المنظر _____ ۱۴۲۲ _____ مئی ۲۰۰۱	۳	۳۳۴	کتاب الشفعہ کتاب القسمہ کتاب المزارعہ کتاب الصيد و الذبائح کتاب الاضحیہ	۲۰
۶۷۶	ربیع الاول _____ ۱۴۲۳ _____ مئی ۲۰۰۲	۹	۲۹۱	کتاب الحظر ولاباحۃ (حصہ اول)	۲۱
۶۹۲	جمادی الاخریٰ _____ ۱۴۲۳ _____ اگست ۲۰۰۲	۶	۲۴۱	کتاب الحظر ولاباحۃ (حصہ دوم)	۲۲
۷۶۸	ذوالحجہ _____ ۱۴۲۳ _____ فروری ۲۰۰۳	۷	۴۰۹	کتاب الحظر ولاباحۃ (حصہ سوم)	۲۳
۷۲۰	ذوالحجہ _____ ۱۴۲۳ _____ فروری ۲۰۰۳	۹	۲۸۴	کتاب الحظر ولاباحۃ	۲۴
۶۵۸	رجب المرجب _____ ۱۴۲۴ _____ ستمبر ۲۰۰۳	۳	۱۸۳	کتاب المداینات کتاب الاشربہ کتاب الرهن کتاب القسم کتاب الوصایا	۲۵
۶۱۶	محرم الحرام _____ ۱۴۲۵ _____ مارچ ۲۰۰۴	۸	۳۲۵	کتاب الفرائض کتاب الشقی حصہ اول	۲۶
۶۸۴	جمادی الاخریٰ _____ ۱۴۲۵ _____ اگست ۲۰۰۴	۱۰	۳۵	کتاب الشقی حصہ دوم	۲۷

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر فتاویٰ رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلیٰ محسن اہلسنت

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، نیز اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیق انیق کو بھی ہم نے پیش نظر رکھا اور اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کی۔ عام طور پر فقہ و فتاویٰ کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں^{۲۰} جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا تھا لہذا اکیسویں^{۲۱} جلد سے مسائل حظر و اباحۃ کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ کتاب الحظر والاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب مداینات، اشربہ، رہن، قسم اور وصایا پر مشتمل پچیسویں^{۲۵} چھیسویں^{۲۶} جلد بھی منضہ شہود پر آچکی ہے۔ اب ابواب فقیہہ میں سے صرف کتاب الفرائض باقی تھی جس کو پیش نظر جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ باقی رہے مسائل کلامیہ و دیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث و فتاویٰ علیحضرت جو فتاویٰ رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبہوب و غیر مترتب طور پر مندرج ہیں، ان کی ترتیب و تبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظر عنایت، علیحضرت اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے روحانی تصرف و کرامت سے راقم نے یہ گھاٹی بھی عبور کر لی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پرو کر مرتب و منضبط کر دیا ہے واللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا:

(۱) ان تمام مسائل کلامیہ و متفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کر دیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال و استفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم و دوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(ه) رسائل کی ابتداء و انتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(و) کتاب الشتی کے ابواب سے متعلق علیحضرت کے بعض رسائل جو فتاویٰ رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے ان کو بھی موزوں و مناسب جگہ پر شامل کر دیا ہے۔

(ز) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہو گئی ہے لہذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتب کرنا پڑی۔

(ح) کتاب الشقی میں داخل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل و مفصل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

اٹھائیسویں جلد^{۲۸}

یہ جلد ۲۲ سوالات کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے سوائے رسالہ الزلال الانقی، شائم العنبر اور تنزیہ المکانۃ الحمید ریث کے کہ ان میں سے اول الذکر کا ترجمہ جانشین مفتی اعظم، فقیہ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب بریلوی ازہری دامت برکاتہم العالیہ اور ثانی الذکر کا ترجمہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد المنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ اور آخر الذکر کا ترجمہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جبکہ فتاویٰ کرامات غوثیہ پر حواشی حضرت علامہ مولانا جلال الدین قادری کے تحریر کردہ ہیں۔

پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشقی حصہ سوم کے ابواب، اذان، نماز، مساجد اور فضائل و مناقب پر مشتمل ہے تاہم متعدد دیگر عنوانات سے متعلق کثیر مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں لہذا مذکورہ بالا بنیادی عنوانات کے تحت مندرج مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی تیار کر دی گئی ہے تاکہ قارئین کو تلاش مسائل میں سہولت رہے۔ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) شبائم العنبر فی ادب النداء امام المذہب (۱۳۳۳ھ)

مسجد کے اندر اذان خطبہ کے عدم جواز پر انتہائی محققانہ بحث

(۲) فتاویٰ کرامات غوثیہ

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب معراج بارگاہ رسالت میں حاضری سے متعلق تین سوالوں کے جواب

(۳) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی (۱۳۰۰ھ)

افضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

(۴) طرد الافاعی من حی ہاد رفع الرفاعی (۱۳۳۲ھ)

سیدنا امام احمد رفاعی اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظمت کا بیان

(۵) تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصیۃ عہد الجاہلیۃ (۱۳۱۲ھ)

اس امر کا بیان کہ سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن ہمیشہ نجاست شرک سے پاک رہا۔

(۶) غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (۱۳۳۱ھ)

حضرت صدیق اکبر و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا بیان

ضروری بات

گو مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال پر ملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابل برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، مگر یہ اس سراپا کرامت وجود باجود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی مدظلہ جو علوم دینیہ و عصریہ کے مستند فاضل اور حضرت مفتی اعظم کی علمی و تجرباتی وسعت و فراست کے وارث و امین ہیں، نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج و ترقی کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے جامعہ کے طلباء کی تعداد میں خاصا اضافہ ہونے کے باعث متعدد تجربہ کار مدرسین مقرر کئے ہیں اور فتاویٰ رضویہ جدید کی اشاعت و طباعت میں بھی بدستور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے نقوش جلیلہ پر گامزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسب معمول سالانہ دو جلدوں کی اشاعت باقاعدگی سے ہو رہی ہے۔ بس آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہئے تاکہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے مشن کو ان کے جسمانی و روحانی نائبین بحسن و خوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سرانجام دیتے رہیں۔ فقط

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

جنوری ۲۰۰۵ء

لاہور، شیخوپورہ (پاکستان)

فہرست مضامین مفصل

۵۳	مقدمہ مصنف۔		اذان، نماز، مساجد
۵۳	حمد و صلوٰۃ۔	۵۱	فاسق اگر معلن ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ورنہ مکروہ تنزیہی، اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔
۵۵	کسی چیز کی خوبی اور خرابی کا معیار اللہ تعالیٰ کا اسے خوب اور نا خوب فرمانا ہے آدمی کی پسند اور ناپسند کو اس میں دخل نہیں۔	۵۲	یہ روایت محض بے اصل ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بزد کو واسطے مغفرت کے کوئی نماز بتائی تھی۔
۵۵	ناپسندیدہ امور کی اشاعت کے اسباب۔	۵۲	ولد الزنا اگر حاضرین سے علم میں زائد نہ ہو تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے ورنہ اس کی امامت اولیٰ ہے۔
۵۵	اشاعت منکر کے لیے حکومت کی جد و جہد اور اس کے رسوخ اثر کا استعمال۔	۵۲	ولد الزنا کی خلافت و بیعت کا حکم۔
۵۵	مستردین کا اس کو رواج دینے کے لیے آمادہ ہونا۔	۵۳	رسالہ ہبائکم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (خطبہ جمعہ کے لئے اذان مسجد سے باہر سنت ہے اور اس کے صحیح موقع و محل کا مدلل بیان۔

۶۱	اندرون مسجد اذان در بار الہی کی بھرمی ہے۔	۵۵	علمائے ربانیین کالوگوں کے اتباع اور قبول حق سے مایوس ہونا۔
۶۱	جوف مسجد میں اذان مشروعت اذان کی مصلحت کے خلاف ہے۔	۵۶	کسی امر کے نوپید ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی عہد میں اس کا پتانہ چلے بلکہ اس کے خلاف عمل درآمد ہوتا رہا ہو۔
۶۱	اندرون مسجد اذان پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں۔	۵۶	اس کا موجد اور عہد ایجاد پردہ خفا میں ہوتا ہے۔
۶۱	اذان اندرون مسجد آج کل بہت سے مقامات پر شائع و ذائع ہے مگر اس سے نہ اجماع ہوا نہ توارث۔	۵۶	وقت کے ساتھ برائی اچھائی اور اچھائی برائی بن جاتی ہے۔
۶۲	متعدد حدیثوں سے احیاء سنت کا ثبوت اور اس کی فضیلت پر مختلف کتب حدیث سے ایسی حدیثوں کی تخریج (حاشیہ)۔	۵۷	کسی وقت سنت پر عمل کرانا فطرت بدلنے یا پہاڑ منتقل کرنے یا اپنے پاس سے حکم گھڑنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔
۶۳	اس بات کا اشارہ کہ آئندہ صفحات میں بعنوان نجات قرآن و حدیث وفقہ سے ہم اس اذان کا بیرون مسجد ہونا ثابت کریں گے۔	۵۷	تخریج حدیث (حاشیہ)۔
۶۵	عزبر حدیث۔	۵۷	عادت کے خلاف حق بات بھی لوگ تسلیم نہیں کرتے۔
۶۵	شامہ اولیٰ ونفحہ نمبر اول۔	۵۸	قبول حق کے لیے سبقت کرنیو لوں کو بشارت۔
۶۵	حدیث ابو داؤد کی متعدد سندیں۔	۵۸	انصاف اور قبول حق کی دعوت۔
۶۶	متن حدیث اور اس امر کی وضاحت کہ مدار حدیث محمد بن اسحاق ہیں۔	۵۹	مسئلہ دائرہ کا اجمالی بیان۔
۶۷	سفیان بن عیینہ اور ابو معاویہ سے ابن اسحاق کی توثیق۔	۵۹	اذان جمعہ خطیب کے سامنے موضع صلوٰۃ سے باہر حدود مسجد میں ہونی چاہیے۔
۶۷	ابن اسحاق کے خلاف چند الزامات کی تردید (حاشیہ)۔	۵۹	یہ حدیث ابو داؤد سے ثابت ہے۔
۷۰	امام ابواللیث امام شعبہ علی ابن مدینی امام زہری سے ابن اسحاق کی تصدیق۔	۶۰	ان چھ مفسرین کا نام جنہوں نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس حدیث پر اعتبار کیا۔
۷۳	عاصم بن عبد اللہ بن قادم ابن حبان ابویعلیٰ یحییٰ بن معین ابن البرقی اور امام بخاری کی توثیقات امام ابن ہمام اور امام بخاری وغیرہ کی تصحیح۔	۶۰	ان فقہاء کے نام جنہوں نے اپنی کتابوں میں منصوص طور پر یہ مسئلہ ذکر کیا۔
		۶۱	تائیدات مزید۔

۷۴	درجات حسن میں روایت ابن اسحاق اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اور اسی کو ادنیٰ درجہ کی صحیح کہا جاتا ہے۔	۷۴	اس روایت میں تدلیس نہیں بلکہ حدیثی زہری ہے۔
۷۵	بعض ائمہ نے ابن اسحاق کی حدیث کو صحیح اور بعض نے حسن کہا۔	۷۵	راوی کسی شیخ سے کثیر الروایات ہو تو لفظ عن سے روایت میں بھی تدلیس نہیں۔
۷۶	ان ائمہ کا ذکر جن کے نزدیک ابن اسحاق میں تدلیس کے علاوہ کوئی عیب نہیں۔	۷۶	روایت بطور نزول ابن اسحاق کی عادت تھی۔
۷۶	ابن اسحاق کی کچھ مرویات ائمہ حدیث نے جن کی تائید و توثیق فرمائی (حاشیہ)۔	۷۶	مراسل کے اعتبار اور عدم اعتبار کی تاریخ۔
۷۶	محمد ابن عبد اللہ، یعقوب ابن ابی شیبہ، ابن حبان، مصعب زبیری کا ابن اسحاق کی طرف سے دفاع۔	۷۶	امام زین العابدین اور امام زید کا واقعہ۔
۷۷	نفس ۲۔	۷۷	ایسے جلیل القدر ۳۸ ائمہ حدیث کا ذکر جن کی عادت ارسال حدیث کی تھی۔
۷۷	ابن اسحاق پر تشیع کے الزام کی حقیقت۔	۷۷	صحابہ کے مراسیل مطلقاً مقبول دوسروں کے مراسیل بہ اتفاق امام اعظم و امام مالک و ابن حنبل مقبول ہیں البتہ ظاہر یہ اور جمہو رحمہم جو ۲۰۰ھ کے بعد ہوئے قبول نہیں کرتے۔
۷۷	تشیع، غلو فی الشیعہ اور رفض کی تعریف۔	۷۷	ابن اسحاق کی مروی حدیث کو ابوداؤد نے صحیح کہا۔
۷۸	ترتیب خلافت و فضیلت کی تشریح میں علامہ تفتازانی، ابن حجر مکی اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک۔	۷۸	لیث ابن سلیم جو ثقہ مدلس ہیں امام منذری نے ان کی سند کو حسن کہا۔
۷۸	عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان افضلیت میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا قول۔	۷۸	ابوزبیر کی معنعن روایت لیث ہو تو مقبول ہے۔
۷۹	لفظ شیعہ اور رمی بالتشیع میں فرق ہے۔	۷۹	صحیح مسلم کی چند حدیثیں بروایت ابوزبیر عن لیث نہیں مگر امام مسلم نے انہیں بھی مقبول رکھا ہے۔
۷۹	روایت میں بدعتی کے قبول اور رد کا معیار۔	۷۹	زید بن ثابت سے شادی شدہ زانیوں کے رجم کی روایت ہے اسی روایت میں ہے کہ عمر نے فرمایا کہ میں آیت کے نزول کے وقت بارگاہ رسالت میں تھا۔
۷۹	نفس ۳۔	۷۹	اس حدیث کی کسی تخریج میں یہ روایت عن عمر عن رسول اللہ نہیں سوائے مذکور روایت کے اور اس میں حضرت قتادہ کو مدلس کہا گیا اس کے باوجود روایت مقبول ہے۔

۸۶	فہمہ کی دو روایتیں متعارض منقطع ہونے کے باوجود مقبول ہوئیں۔	۸۶	نفر ۷۔	۹۶
۸۸	قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کی معنعن اور غیر معنعن دونوں ہی قسم کی روایتوں سے استدلال کیا اور علماء کے نزدیک مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس کی تصحیح ہے۔	۸۸	ماویلین کی اس تاویل کا رد جو خطیب کی پشت پر دروازہ ہونا بیان کرتے ہیں۔	۹۶
۸۸	کتاب الخراج کی اہمیت۔	۸۸	جو دروازہ خطیب کی پشت پر تھا وہ سائب ابن مزید کی ولادت سے سال دو سال پہلے بند ہو چکا تھا۔	۹۶
نفر ۳۔		۸۹	مجاز در مجاز۔	۹۷
۸۹	ابوداؤد میں اس حدیث کا ہونا اس کی صحت کی دلیل ہے۔	۸۹	نفر ۸۔	۹۷
۸۹	ابوداؤد کی عظمت اور اس کی صحت پر چھ اماموں کے نصوص۔	۸۹	علی باب المسجد سے علی مقابل الباب یصیق المنبر مراد لینا رکیک تبدیلی ہے۔	۹۷
۹۰	مزید آٹھ اماموں کی توثیق۔	۹۰	اس پر تین ایرادات۔	۹۸
نفر ۵۔		۹۳	نفر ۹۔	۹۹
۹۳	حدیث مسح میں امام زہری کے اکثر شاگردوں میں صرف ابن اسحاق نے ہی علی باب المسجد اور بین ید یہ کا اضافہ کیا تھا لہٰذا بین ید یہ کی زیادتی کو تسلیم کرتے ہیں اور علی باب المسجد کی زیادتی کو رد کرتے ہیں یہ بڑی زیادتی ہے۔	۹۳	اس حدیث میں مجاز بالجہف کی ایک اور رکیک تاویل کا رد۔	۹۹
۹۳	اس قسم کے اختلاف کے اعتبار پر واقع ہونے والے عظیم اعتراض کا ذکر اس سے ان محدثین پر اعتراض ہو گا جو مختلف روایتیں ایک ہی سیاق میں ذکر کرتے ہیں۔	۹۳	ایک اور رکیک تاویل پر قاہرہ رد (حاشیہ)۔	۹۹
۹۴	اس سے پیغمبر خدا کی ایک حدیث پر اعتراض خود قرآن عظیم میں ایک ہی واقعہ کی بیشی کے ساتھ کئی جگہ مروی ہے اس کا کیا جواب ہو گا۔	۹۴	علی باب المسجد کو اعلان اور بین ید یہ کو اذان کہنا بھی نجیف ہے۔	۱۰۲
نفر ۶۔		۹۵	اس پر تین ایرادات۔	۱۰۳
۹۵	"بین ید یہ" اور "علی باب المسجد" میں تعارض کے شبہ کا جواب۔	۹۵		

۱۰۹	در شفاف، نہر الماد، تقریب، کشف سے استناد۔	۱۰۴	نفرہ ۱۰۔
۱۱۰	تجربہ، کشف، تفسیر نیشاپوری، تفسیر خطیب فتوحات الہیہ اور کشف الغمہ کے حوالے۔	۱۰۴	زمانہ رسالت میں منبر کے محاذی کسی دروازہ کے نہ ہونے کا قول اور اس کا رد۔
۱۱۳	دوسرا شامہ فقہیہ۔	۱۰۴	مزید دروازوں کی تفصیل اور ان کا ذکر اور اس امر کی کہ دروازوں کے نام بعد میں رکھے گئے (حاشیہ)۔
۱۱۳	نفرہ ۱۔	۱۰۵	باب شمالی کے منبر کے سامنے ہونے کی بخاری میں تصریح۔
۱۱۳	نصوص فقہاء اذان بیرون مسجد کی تصریح۔	۱۰۵	نفرہ ۱۱۔
۱۱۴	دیوار اور کونا بیرون مسجد ہے (حاشیہ)۔	۱۰۵	یہاں دو سنتیں ہیں، اذان کا مسجد کے باہر ہونا، یہ تمام اذانوں کو عام ہے اور اذان خطبہ کا خطیب کے سامنے ہونا یہ اذان خطبہ کے ساتھ خاص ہے روایت زید میں دونوں سنتوں کا بیان ہے۔
۱۱۶	اذان اور اقامت کے مقامات مختلف ہیں۔	۱۰۶	اذان جمعہ کے لیے دروازہ کی کوئی خصوصیت نہیں حد و مسجد میں خطیب کے سامنے ہونے کی خصوصیت ہے۔
۱۱۶	خطبہ جمعہ اور دونوں میں طہارت مسنون ہے علت جامع مسجد میں خدا کا ذکر ہونا ہے۔	۱۰۶	مخالف کے اعتراضوں کا جواب۔
۱۱۷	مدخل کی عبارت۔	۱۰۷	دروازہ کی خصوصیت نہ ہونے کی حدیث انور سے تصدیق۔
۱۱۷	نفرہ ۲۔	۱۰۷	اذان خطبہ کے باب جمعہ میں مذکور نہ ہونے کی وجہ۔
۱۱۷	یہ نصوص اپنے عموم و اطلاق پر ہیں، نکرہ تحت النفی عموم ہے اور اطلاق عدم تقلید ہے۔	۱۰۷	نفرہ ۱۲۔
۱۱۷	مسننہ کا ذکر اذان حنفیہ کے استثناء کے لیے ہے۔	۱۰۷	اس حدیث کی عدم شہرت سے اس کے متروک العمل ہونے کا استدلال غلط ہے۔
۱۱۸	اذان مسننہ یا صحن مسجد میں ہو اس کے عموم کے لیے ہر ہر فرد کا حکم میں داخل ہو نا ضروری نہیں بلکہ دونوں فردوں میں کوئی ایک بھی حکم میں داخل ہو گیا تو عموم ثابت ہے۔	۱۰۸	کتب تفسیر میں اس حدیث کے چرچا کا ثبوت۔
۱۱۹	اذان بیرون مسجد کا حکم پنجوقتہ نماز کے لئے ہونے کا جواب۔	۱۰۸	خازن، تفسیر کبیر اور کشف کا حوالہ۔

۱۳۱	سنت بدلنے والوں کے لئے شدید وعید حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تبدیل سنت کی نسبت سخت فتیح امر ہے۔	۱۱۹	ائمہ کی عبارت فہمی کی قابل تعریف مثال اور اعلیٰ حضرت کی دقیقہ رسی۔
۱۳۲	نفقہ ۷۔	۱۲۰	نفقہ ۳۔
۱۳۳	اذان خطبہ کو اسکات حاضرین کے لیے مانا جائے تب بھی اس کی اندرونی ہال کے بجائے بیرونی سا بیان میں زیادہ ضرورت ہے تو لازم کہ باہری سا بیان میں ہو۔	۱۲۰	فقہاء کی عبارت میں آنے والے لفظ "قالوا" کے مختلف معانی کی عمدہ تفصیل۔
۱۳۴	نفقہ ۸۔	۱۲۲	نفقہ ۴۔
۱۳۴	اس جواب پر اقامت سے معارضہ کا جواب۔	۱۲۲	عام سے خاص پر استدلال کا حدیث سے ثبوت۔
۱۳۴	اقامت کو بھی اذان کہا جاتا اس قیاس سے اذان کو بھی اندر ہونا چاہیے۔	۱۲۲	ہر ہر جزئی کے لیے علیحدہ علیحدہ خاص نص ضروری ہے ورنہ شریعت معطل ہو جائے گی۔
۱۳۴	اس قیاس کا تفصیلی جواب	۱۲۳	مسجد میں اذان جمعہ مکروہ ہونے کا ذکر۔
۱۳۵	ایک مرجوح اور مخالف روایت "الاقامة احد الاذنین" کا تذکرہ۔	۱۲۴	باب جمعہ میں نہ ہونے کا مزید تذکرہ۔
۱۳۵	اذان و اقامہ میں مغایرت کے وجوہ۔	۱۲۴	نفقہ ۵۔
۱۳۶	نفقہ ۹۔	۱۲۴	امام قاضی خاں اور ان کے ہم رتبہ ائمہ کی مرسل روایت بھی مسائل مذہب میں شمار ہوتی ہے۔
۱۳۶	مسجد کے اطلاقات کا بیان	۱۲۵	مسئلہ دائرہ اذان کا بھی حکم ہے ورنہ دو ثلث یا تین ربلع مسائل مذہب اکارت ہو جائیں گے۔
۱۳۷	"انما یعمر مساجد اللہ" سے کیا مراد ہے۔	۱۲۵	نفقہ ۶۔
۱۳۷	قرآن شریف اور حدیث نبوی سے اس کی تائید۔	۱۲۵	مخالفین کا ایک اور حیلہ کہ اذان کے حکم سے خارج ہے۔
۱۳۸	مسجد کا تیسرا اطلاق جس میں صحن اور منارہ بھی داخل ہیں۔	۱۲۶	ایک جاہل کا قول کہ عہد رسالت میں اذان ہوتی ہی نہیں تھی اور دوسرے کا قول کہ عہد رسالت تک تو یہی اذان خطبہ مگر عہد عثمان سے اعلان حاضرین ہے۔
		۱۲۸	مخالفین کی ان باتوں کا چارہ وجوہ سے تفصیلی رد

۱۵۰	دوسری عبارتیں لفظ "لاینبغی" سے خالی ہیں اور جہاں یہ لفظ "لایؤذن" پر داخل نہیں۔	۱۳۹	اذان کی مسجد کی طرف اضافت اسی اطلاق کے لحاظ سے ہے۔
۱۵۰	لفظ "لاینبغی" کے معنی مستحب قرار دینا ائمہ متاخرین کی اصطلاح ہے، متقدمین کے یہاں یہ لفظ عام ہے۔	۱۴۰	مسجد کے اندر کنوئیں کی منڈیر، چوترہ، منارہ، حوض کی نگر پر اذان اس وقت جائز ہے کہ ان کی بنا مسجدیت سے پہلے ہو۔
۱۵۰	استحباب میں سنت بھی داخل ہے اور سنت کا معاملہ آسان نہیں۔	۱۴۱	تمام مسجدیت کے بعد مسجد میں اس کی دیوار یا چھت پر کوئی اور تعمیر منع ہے۔
۱۵۰	بسا اوقات "لاینبغی" وجوب کے لیے ہی آتا ہے۔	۱۴۱	مسئلہ کی اور وضاحت اور قطع صف کا مسئلہ۔
۱۵۱	وجوب کی دو تین مثالیں۔	۱۴۳	منحیہ الخالق اور مدخل کی عبارتیں۔
۱۵۲	عبارات خانیہ اور خلاصہ سے وجوب اور غیر وجوب دونوں ظاہر ہیں اور ترجیح نفی کو ہوتی ہے۔	۱۴۵	امام کافی کے قول کا محمل۔
۱۵۲	ابن امیر الحاج، غنیہ، بحر الرائق اور منحیہ الخالق سے مسئلہ پر استدلال۔	۱۴۵	ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی توضیح۔
۱۵۳	علامہ طحطاوی سے تائید،	۱۴۶	لفظ "قاهر علی المسجد" کی تشریح۔
۱۵۴	ایک اور ظاہر موافق مصنف۔	۱۴۷	خانیہ اور خلاصہ کی عبارت کا محمل۔
۱۵۴	کراہت مطلقاً شوافع کے نزدیک تنزیہی اور احناف کے نزدیک تحریمی ہے	۱۴۸	جامع الرموز اور جلابی عبارتوں میں تطبیق۔
۱۵۴	بیان جواز کے لیے افضل کا ترک حضور سے ثابت ہے جبکہ اذان کا مسجد میں ہونا ثابت نہیں	۱۴۸	قسنستانی کی روایت کی حیثیت۔
۱۵۵	جو امر کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دائر ہو اس کا چھوڑنا ہی واجب و شتمندی ہے	۱۴۹	قول مرجوح پر فتویٰ جہل اور خرق اجماع ہے۔
۱۵۶	قرآن شریف سے تیسرا شامہ	۱۴۹	نفرہ ۱۰۔
۱۵۶	نفرہ ۱۔	۱۴۹	خانیہ اور خلاصہ کے لفظ "لاینبغی" سے مخالفین کا سہارا۔
۱۵۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا منع اور اکلے فعل پر وعیدیں۔	۱۵۰	اور مصنف کے جوابات۔

۱۶۴	محقق علی الاطلاق کی دو نظیریں اور حلیہ میں اس کی تعریف	۱۵۷	یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت اور جلال کے لئے ہے
۱۶۶	حدیث شریف سے اس کی تصدیق	۱۵۷	مسجد دربار الہی ہے تو اس کی ہیبت و جلال کے لیے اجازت یا فتوں کے علاوہ رفع صوت ممنوع ہوگا
۱۶۷	اس حدیث اور حدیث ابن عمر کی تخریج اور مکمل تفصیل۔	۱۵۹	حدیث ابن ماجہ سے اس کی تائید
۱۶۷	نفرہ ۳۔	۱۵۹	ابن عدی، ابن عبد الرزاق، عبد اللہ بن مبارک، امام مالک کی حدیثوں سے مسئلہ کی تائید
۱۶۷	دوسری دلیل کا پہلا مقدمہ، انسانوں کے گھر میں انس پیدا کرنے، سلام کرنے اور اجازت کے ساتھ داخلہ کا حکم قرآن کی آیت میں	۱۶۰	امام مالک اور امام ابن مبارک کی مزید تصدیق
۱۶۸	دوسرا مقدمہ، زمین میں اللہ تعالیٰ کا گھر مسجدیں ہیں	۱۶۱	یہ حدیث ائمہ نے قبول کیا البتہ فقہاء کی دینی باتوں کا استثناء ہے
۱۶۸	دو حدیثوں سے مقدمہ دوم کی تائید	۱۶۱	مسجد میں بلند آواز سے جب ذکر الہی منع ہے تو اذان بھی منع ہونا چاہیے کہ یہ خالص ذکر نہیں
۱۶۸	نتیجہ اور حاصل کہ مسجد میں داخلہ کے لئے اذن اجازت بدرجہ اولیٰ ضروری	۱۶۱	امام عینی کی شرح بنایہ سے اس کی تائید
۱۶۹	مقدمہ قیاس ثانی بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس کام کی اجازت ہے اس کے خلاف کام کیا جائے	۱۶۱	بحر الرائق سے مزید تائید
۱۶۹	بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے مسجد میں گم شدہ چیزیں تلاش کی جائیں	۱۶۳	نفرہ ۲۔
۱۶۹	تین حدیثوں سے اس کا ثبوت	۱۶۳	بادشاہوں کے دربار سے مسئلہ کی توضیح
۱۷۰	بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسجد میں مصحف تلاش کرے، تلاوت کرنے کے لیے ہی کیوں نہ ہوں	۱۶۳	موجودہ پکچریوں سے اس کی مثال
۱۷۰	بے اجازت داخلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کھوئی ہوئی امانت مسجد میں تلاش کرے یا نہ کا مقدمہ یاد دینے کا ذریعہ	۱۶۴	منکرین کو عملی تجربہ کی ہدایت
۱۷۱	خلاصہ کلام یہ کہ امانت کی تلاش واجب اور کار آخرت مگر مسجد اس کار خیر کے لیے نہیں بنائی گئی	۱۶۴	اس قسم کے معاملہ میں حکم منصوص نہ ہو تو معاملہ مشابہہ پر موقوف ہوتا ہے۔
		۱۶۴	بزرگوں کے کلام سے اس کی نظیریں

۱۴۱	احادیث سے اس بات کا ثبوت کہ مسجد ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی	۱۴۱	تمام عالم اسلام میں سب کا اس پر تعامل ہے یہ اجماع ہے
۱۴۲	اذان خالص ذکر اللہ نہیں تو مسجد کے اندر اس کی اجازت نہیں اور اس میں اذان دینا بے اجازت داخلہ میں داخل اور ممنوع ہے	۱۴۲	پہلے اعتراض کا جواب مؤذن کا خطیب کے سامنے ہو ناسنت ہے لیکن لفظ بین ید یہ کی وجہ سے مؤذنین کے متصل ہونا ضروری نہیں
۱۴۳	چوتھا شامہ دفع اعتراض کے لیے	۱۴۳	لفظ بین ید یہ کا مفاد بے حائل مؤذن کا رخ خطیب کی طرف ہو نا ہے اور بس
۱۴۴	اس مسئلہ پر مخالفین کے اعتراضات ڈوبنے والوں کے تئیکے کے سہارے کی طرح ہے جن میں پانچ اعتراضات ہیں مصنف کی سب سے بحث	۱۴۴	لفظ بین ید یہ اندرون مسجد اور بیرون مسجد دونوں صورت کو شامہ مل ہے، البتہ فقہاء نے اندرون مسجد کو منع کیا ہے۔
۱۴۵	پہلا اجتماعی اعتراض، فقہاء نے اذان خطبہ کے لئے عموماً بین ید یہ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے ظاہر ہی معنی قریب خطیب اور ملاصق منبر ہیں	۱۴۵	لفظ بین ید یہ ترکیبی کے معنی حقیقی کا بیان
۱۴۵	دوسرا اعتراض، فقہاء نے اس کے لیے لفظ عند بھی استعمال کیا ہے اس کے معنی بھی قریب والصاق کے ہیں	۱۴۵	مسئلہ مجبوشہ میں لفظ بین ید یہ کے مجازی معنی مراد ہیں جو لحاظ معنی حقیقی ہونگے
۱۴۵	تیسرا اعتراض، بعض فقہاء نے علی المنبر کا لفظ بھی استعمال کیا جو قریب سے بھی زائد پر دلالت کرتا ہے۔	۱۴۵	پس لفظ بین ید یہ قرب و بعد سے قطع نظر سامنے کے معنی میں ہے
۱۴۵	چوتھا اعتراض، اذان لصیق المنبر کا عمل متواتر ہے مخالفین کی تعبیریں مختلف ہیں۔	۱۴۵	اور قرب کا لحاظ ہو تو حاضر اور مشاہد کے معنی میں ہے
۱۴۶	نفرہ ۱۔	۱۴۶	چونکہ قرب امر اضافی کلمی مشکک ہے اس لیے اس کی تعین موقع اور محل کے لحاظ سے بتقاضائے عقل ہوگی
		۱۴۸	لفظ بین ید یہ اصلاً ظرف مکان تھا اب زمانہ کے لیے بھی اس کا استعمال ہونے لگا مجھ کو قرآن میں یہ لفظ (بین ید یہ) ۳۸ مقامات پر ملا

۱۹۱	قرب کے افراد مختلفہ کی آیات سے مثال	۱۷۸	۲۰ مقامات میں قرب پر اس کی کوئی دلالت نہیں ایک مقام پر قرب حقیقی ترکیبی کے لیے ہے اور ۱۷ مقامات پر قرب کے لیے جس میں اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ تک پر اس کا اطلاق ہوا ہے
۱۹۱	مزید مثالیں	۱۷۹	ان مقامات کی قرآنی آیات کا تفصیلی بیان۔
۱۹۵	خطیب شریعی کی ایک عبارت سے دفع تعارض	۱۷۹	آیات مذکورہ کی دو قسمیں
۱۹۶	تنبیہ	۱۷۹	قسم اول
۱۹۸	حاصل کلام، قرب کی آٹھ نو مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہے کہ محض لفظ بین ید یہ سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے	۱۷۹	بیس آیات کا بیان
۱۹۹	صور مسئولہ میں مؤذن کے قرب کی حد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے خارج مسجد متعین ہے کہ حدود مسجد میں ہو تو اس حد سے دور اور مسجد کے اندر دونوں افراط و تفریط ہے	۱۸۳	قسم ثانی۔
۱۹۹	فقہ ۲۔	۱۸۳	اٹھارہ آیات کا بیان
۱۹۱	بین ید یہ کے معنی قرب تسلیم کرنے پر بھی قرب معنی اضافی ہے تو ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا	۱۸۸	اکیس ائمہ لغت و تفسیر کی شہادت
۱۹۹	مفردات راغب کی عبارت سے قرب ملاصق پر استدلال کر نیو الے کارڈ وزیر درباری اور عوام کی مثال کہ سب اپنے کو دربار سے آئیوا لے بتاتے ہیں	۱۹۰	تفصیل بالا سے ظاہر کہ لفظ بین یدی الخطیب کی دلالت اندرون مسجد پر نہیں منبر کے متصل تو دور کی بات ہے
۲۰۱	راغب سے استدلال کر نیوالوں پر دوسری طرح قدح	۱۹۰	لفظ بین ید یہ قرب کی دلالت کے لئے متعین نہیں
۲۰۲	مفردات راغب اور امام قدوری کی عبارتوں میں دفع تعارض کی ایک صورت	۱۹۱	فقہاء کی غرض صرف خطیب کا سامنا بتانا ہے
۲۰۳	امام راغب نے قرآن مجید اور تورات شریف کے درمیان دوہرا رسال کی مدت کو بھی قریب ہی بتایا	۱۹۱	اذان مسجد میں ہو یا باہر یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جو باب الاذان میں مذکور ہے
		۱۹۱	بین ید یہ کے معنی قرب تسلیم کرنے پر بھی قرب معنی اضافی ہے تو ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا

۲۱۳	مزید آیات اور احادیث سے معنی عند کی تفصیل	۲۰۳	مفردات راغب کی عبارت کے مزمومہ معنی پر ایک اور طرح سے رد
۲۱۳	عند کے استعمال کے مواقع	۲۰۴	مخالف کے اس اعتراض سے کہ بین ید یہ بعض مقام پر معنی قرب سے خالی بھی ہوتا ہے مخالف پر رد
۲۱۴	کنز و ہدایہ، مجتبیٰ، فتح القدیر، بحر الرائق اور در مختار سے عند کے معنی (بحیث یراہ) جہاں سے دیکھا جاسکے	۲۰۵	مستدل اور معترض کے موقف کا فرق
۲۱۵	عند کے معنی بین ید یہ سے زیادہ قریب کے نہیں	۲۰۵	اسلوب بیان کی ایک خامی پر مخالف کو تنبیہ
۲۱۵	وہم کی بیماری ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم توئی	۲۰۶	نقہ ۳۔
۲۱۵	نقہ ۴۔	۲۰۶	عند کے معنی کی تحقیق
۲۱۵	عند کے معنی پر مفردات راغب او مبسوط سے مخالفین کا استدلال	۲۰۶	مختلف علمائے اصول کے بیان سے اس امر کا ثبوت کہ عند قرب حقیقی اور حکمی دونوں کے لیے آتا ہے
۲۱۵	عند اور قریب دونوں کے معنی متعدد ہیں	۲۰۷	عند کا معنی قرب داخل ہے مگر اس کے لیے اتصال ضروری نہیں۔
۲۱۵	محافظة کی حد	۲۰۷	عند کا معنی قرب میں بین ید یہ سے زیادہ وسیع ہے
۲۱۸	نقہ ۵۔	۲۰۸	عند اور لدی کا فرق
۲۱۸	عند ظرف ہے جو زمان اور مکان دونوں کے لیے آتا ہے	۲۰۸	عند بعد کے لیے اور لدی قرب کے لیے ہے
۲۱۹	اذان عند المنبر سے مراد اذان وقت المنبر کیوں نہیں ہو سکتی	۲۰۸	رضی کے قول سے استدلال
۲۱۹	نقہ ۶۔	۲۰۸	ان الذی یغضون اصواتہم عند رسول اللہ کی تفسیر اور قرب و بعد کا نیرنگ
۲۱۹	اذان علی المنبر کی بحث	۲۰۹	لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ کی تفسیر اور عند کے قرب کی وسعت
۲۱۹	بعض مخالفین نے اذان علی المنبر کے معنی اذان عند المنبر بتایا اور خود عند کا حال معلوم ہو چکا	۲۱۰	مختلف قرآنی آیات سے معنی عند کی وضاحت

۲۱۹	بعضوں نے علی کو باء الصاق کے معنی میں بتایا	۲۲۳	جمعہ کے لیے سعی کا موجب اذان اول ہے یا اذان خطبہ، اس میں امام اعظم اور امام طحطاوی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے
۲۱۹	اولایہاں علی کا معنی باء میں ہونا محل نظر ہے	۲۲۳	اس اختلاف کے بیان کی اصل عبارت یہ ہے "والا مام علی المنبر" (شرح نقایہ اور مرقات ملا علی قاری)
۲۱۹	ثانیاً خود الصاق کے معنی اتصال حقیقی نہیں جیسا کہ مررت بزیڈ سے ظاہر ہے	۲۲۴	بعض متاخرین نے اس کو اپنے طور مختصر کیا اور "اذان علی المنبر" بنا دیا پس اس موقع لفظ اذان علی المنبر سے استدلال وہم ہے
۲۲۰	اس مطلب پر ترمذی علیہا سے استدلال	۲۲۴	اس امر کی تائید مزید
۲۲۰	بعض مخالفین نے علی المنبر کے معنی مجازی مبالغہ فی القرب بتایا	۲۲۴	اصل یہ ہے کہ لفظ عند اور علی سب تعبیروں کا اختلاف ہے، معبر وہی علی باب المسجد ہے اور اسی کو سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا
۲۲۰	جواب علی کے حقیقی معنی حسب تحریر کشف الاسرار وابن الممام و رضی الزوم وال التزام ہے	۲۲۵	فقہ ۷۔
۲۲۱	علی کے اس معنی کا قرآن عظیم سے ثبوت	۲۲۵	مسئلہ کی وضاحت ایک اور طرح سے کہ ان تمام عبارتوں میں علی المنارہ یا منبر وغیرہ الفاظ بطور تعارف و علامت مذکور ہیں اور جملہ "لا یؤذن" حکم ہے اعتبار حکم کا ہے علامت کا نہیں
۲۲۱	تو مخالفین کا معنی حقیقی درست ہوتے ہوئے معنی مجازی مراد لینا غلط ہوا	۲۲۶	علامت کے لیے تو جائز ہونا بھی ضروری نہیں ایک مثال سے مسئلہ کی وضاحت
۲۲۱	دوسرا جواب علی کے دوسرے معنی مجازی مصاحبت کے ہیں سیو طی، حدیث مبارک، قاموس اور فتوحات البیہ سے اس کی تائید	۲۲۷	شریعت میں اعتبار حکم منطقی ضمنی کا نہیں حکم حقیقی اصلی کا ہے
۲۲۲	اذان خطبہ مصاحب جلوس علی المنبر ہے پس مخالف کا استدلال یا تو حقیقت مجاز کا تصادم یا مجازین کا احتمال ہے	۲۲۷	لفظ علیک السلام اور السلام علیک مسئلہ کی وضاحت
۲۲۳	علی وقت اور زمانہ کے لیے بھی آتا ہے تو یہ عند زمانہ کا ہم معنی ہے	۲۲۷	مخالفین کا استدلال معنی اشارہ النص ہے اور جملہ لا یؤذن اپنے معنی پر عبارت النص ہے تو استدلال میں اعتبار اسی کا ہے

۲۳۳	فتاویٰ خانہ کی ایک عبارت	۲۲۸	کلمہ اذان علی المنبر جملہ محتملہ ہے اور لایۃ ذن فی المسجد صر احۃ النص ہے اس حثیت سے بھی اعتبار اسی کا ہے
۲۳۴	رد المحتار سے تعامل صحیح کی تعریف	۲۲۸	اجماع اور تعامل
۲۳۴	اجماع اکثری کے دلیل ہونے کے لیے شافعی مذہب کی ایک شرط	۲۲۹	نفر ۸۔
۲۳۴	اس باب میں مجدد الف ثانی کا ایک دردناک مکتوب	۲۲۹	اذان جمعہ کی تاریخ از روئے مذہب امام مالک مدخل، جو اہر ذکیہ اور زرقانی کی عبارتیں
۲۳۷	حاشیہ شامی کتاب الا جارہ کا ایک حوالہ علامہ شامی کا قول ہے کہ یہ قدیم برائی ہے کہ لوگ حق بات کو بھی ناحق سمجھنے لگتے ہیں	۲۳۱	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی روایات سے اندرون مسجد اذان متواتر ہونا تو بڑی بات ہے سنیت بھی ثابت نہیں
۲۳۸	نفر ۱۰۔	۲۳۱	حنفیہ اس کو مکروہ، مالکیہ اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اور دوسرے ائمہ سے خلاف ثابت نہیں تو کہیں اس اذان کی کراہت ہی اجماعی نہ ہوئی
۲۳۸	تورات کی بحث	۲۳۳	نفر ۹۔
۲۳۸	تورات تمام قرونوں کے تعامل کا نام ہے اس مسئلہ میں عام قرونوں کا تعامل کیسے ثابت ہوگا جب موجودہ زمانہ کا تعامل بھی ثابت نہیں۔	۲۳۳	تعامیل عام کی بحث
۲۳۸	فتح القدیر سے تورات کا بیان	۲۳۳	سکندری اور سقطی کی روایت ہے کہ اہل مغرب کا تعاون بیرون مسجد ہے۔
۲۳۹	مسئلہ تورات میں مصنف کی عظیم تحقیق	۲۳۳	ہندوستان کے اکثر شہروں کی شاہی مساجد میں اس کام کے لیے چبوترے بنے ہوئے ہیں وہ مسجدوں کا حصہ نہیں۔
۲۳۹	احوال کی چار قسم ہے (ا) جس کا حادث ہو نا معلوم ہو (ب) جس کے حدوث کا علم نہ ہو (ج) حدوث کا علم تفصیلی ہو کہ کب کس نے ایجاد کیا (د) حدوث کا علم ہو مگر کب اور کیسے کی تفصیل معلوم نہ ہو۔	۲۳۳	ایک غلط فہمی کا ازالہ، ایسے چبوتروں کو جو در حقیقت مسجد سے مستثنیٰ ہیں مسجد سمجھ کر لوگوں نے عام مسجدوں میں بھی اذان دینی جائز سمجھ لی۔
۲۳۹	ہر قسم کی مثال اور اس کا حکم، قسم رابع کا شرعی حکم معلوم کرنے کا قاعدہ کلیہ	۲۳۳	خلاف سنت تعامل جو از کی سند نہیں

۲۴۹	نفرہ ۱۳۔	۲۴۱	سنت ثابتہ کی مخالفت کی ایک استثنائی صورت
۲۴۹	توارث بعض غیر معتبر ہے۔	۲۴۳	مسئلہ اذان کی نوعیت کا تعین کہ اذان اندرون مسجد بدعت مردود ہے
۲۴۹	اذان فجر قبل فجر پر تعامل حرمین ہمارے ائمہ کے نزدیک غیر معتبر و نامقبول ہے	۲۴۴	اس اذان کے زمانہ عثمان غنی کی ایجاد اور اسی وقت متواتر ہو نے پر تھانوی کا سخیف استدلال اور اعلیٰ حضرت کا رد بلیغ
۲۵۰	حضرت اکمل الدین بابر قی کا ارشاد	۲۴۴	امام عینی کی عبارت کی تھانوی نے تحریف معنوی کی
۲۵۱	نفرہ ۱۳۔	۲۴۵	تھانوی کا ایک اور مغالطہ اور لصیق المنبر اذان کی ایجاد کا سہرا ہشام ابن عبد الملک کے سر۔
۲۵۱	حرم کے مؤذن کے فعل سے استدلال بھی غلط ہے	۲۴۵	اعلیٰ حضرت کا اظہار حقیقت کہ ہشام نے اذان اول کو مقام زوراء منارہ کی طرف منتقل کیا اور دوسری اذان اپنے حال پر باقی رکھی جیسی عہد رسالت میں تھی
۲۵۱	ملا علی قاری کی تصریح کہ آج بھی حرم میں اذان وہیں ہو رہی ہے جہاں حضور کے زمانہ میں ہوتی تھی۔	۲۴۶	امام زرقانی کے بیان سے اصل حقیقت پر استشاد تھانوی کے قول سے لازم آتا ہے کہ ائمہ ہدی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ کر ہشام کی پیروی کی
۲۵۱	توسیع حرم کی وجہ سے وہ جگہ احاطہ میں ہو گئی ہے	۲۴۷	نفرہ ۱۱۔
۲۵۱	چاہہ زمزم، مسجد نبوی میں اذان کے چبوترے سے تمثیل	۲۴۸	مدعیان توارث کی عقلی و نقلی دلیل کا رد
۲۵۲	مذکورہ بالا کا خلاصہ	۲۴۸	ہندیہ کی ایک عبارت سے مخالفین کا غلط سہارا
۲۵۲	خطبہ جمعہ کے استماع کی نموشی کے حکم سے استشاد	۲۴۸	اذان بین یدی الخطیب میں عہد رسالت کے بعد کسی قسم کا تغیر تاریخ سے ثابت نہیں
۲۵۲	تبلیغ تکبیر چیخنے کی ممانعت سے استشاد ایسے مکبر کی نماز کے فاسد ہونے کا فتویٰ دینے والے علماء کے اسماء	۲۴۹	عدم ثبوت کو دلیل عقلی قرار دینا بے عقلی ہے
۲۵۳	علماء دیوبند کے دعویٰ اتباع علمائے حرم کی حقیقت	۲۴۹	دلیل مذکور پر چھ رسالت اعتراضات

۲۶۱	۲۵۳	نفرہ ۱۴۔	اثر جو بیر کا بیان۔
۲۶۱	۲۵۳	تواریث باطل کے سلسلہ میں گزشتہ اباحت کا اجمالی اعادہ	اس اثر سے مخالفین کے استدلال کی تقریر
۲۶۲	۲۵۳	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سکوت کا شرعی عذر	مسجد کے اطلاقات ثلاثہ سے اس اثر کا پہلا جواب
۲۶۲	۲۵۶	بادشاہوں کے افعال پر علمائے حق کی خاموشی بوجہ دفع فتنہ کی مثال۔	ابوداؤد کی صحیح حدیث سے اس کے تعارض کا بیان
۲۶۳	۲۵۶	مسجد نبوی کی آرائش پر ولید کے غیر معمولی مصارف کا بیان	محمد بن اسحاق اور جو بیر کا تقابل
۲۶۳	۲۵۷	علماء پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے	کتب علی سے جو بیر پر پندرہ اماموں کی جرح
۲۶۳	۲۵۷	عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا احیاء سنت و امامت بدعت کا بل مدح ہے اور ان سے مقدمہ علماء سکوت میں معذور ہیں	مخالف کی الٹی سمجھ کہ ابن اسحاق کی معنعن حدیث نامقبول، اور جو بیر اپنے ضعف اور اس کا اثر منقطع ہونے کے باوجود مقبول
۲۶۵	۲۵۷	دونوں فریق کے طرز عمل سے ایک دوسرے پر الزام نہیں	جو بیر کے اثر پر صاحب فتح کی تین جرحیں اثر جو بیر اپنے مدلول پر اشارۃ النقص ہے مخالفین کا استدلال اثر جو بیر کے مفہوم سے ہے جو نامقبول ہے۔
۲۶۶	۲۵۸	حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات احیائے سنت کا ذکر جمیل اور دیگر علماء کا عذر	نفرہ ۱۶۔
۲۶۶	۲۶۰	انفرادی دلائل کی خبر گیری	حضرت طلق بن علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایات اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے یہی صاحب فتح اور صاحب غایۃ البیان کی تقریر کا مفاد
۲۶۸	۲۶۱	نفرہ ۱۵۔	اثر عبداللہ بن عمر میں صلوٰۃ مسعودی کے غلط حوالہ سے لفظ فیکہ کا اضافہ ہے ابن ماجہ کی ایک اور ضعیف روایت اور اس سے مخالفین کا غلط استدلال

۲۶۹	ایک دوسری روایت میں روایت بالا کی توضیح و تفسیر	۲۶۹	اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلان حج کا حکم دیا آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان کیا
۲۶۹	حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اندرون مسجد پر استدلال کی بیوقوفی	۲۷۵	اعلان حج کے وقت وہ پتھر مطاف میں دیوار کعبہ کے پاس تھا یعنی مسجد حرام میں تھا تو اعلان اندرون مسجد ثابت ہوا
۲۷۰	اسی ضمن میں حدیث نوار کی وضاحت	۲۷۵	واقعہ کی مختلف روایتیں
۲۷۱	نفع ۱۷۔	۲۷۶	مخالفین کے اس استدلال پر اعلیٰ حضرت کی تنقیدیں
۲۷۱	حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث کہ "مسجد کی طرف جاؤ" اس سے مخالفین کا غلط استدلال ان مدعیوں کو "مسجد میں جاؤ" اور "مسجد کی طرف جاؤ" کا فرق نہیں نظر آتا	۲۷۷	(۱) پتھر ایک ادھر سے ادھر ہونے والی چیز ہے چھ ہزار سال سے برابر ایک جگہ پڑا ہونا بالکل خلاف قیاس ہے ظاہر معترض کو مفید ہے مستدل کو نہیں
۲۷۱	حضرت عبد اللہ بن زید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رات میں یا قریب صبح پہنچے	۲۷۷	(۲) تاریخ قطبی میں اس پتھر کے تب سے اسی جگہ پڑا رہنے کی تصریح نہیں ہے تو روایت میں اس کا اضافہ غلط ہے
۲۷۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حجرہ شریفہ میں رہے ہوں یا مسجد میں بہر صورت حضرت عبد اللہ اس وقت مسجد میں تھے ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "مسجد کی طرف جاؤ" کا مطلب "مسجد میں جاؤ" ہرگز نہیں ہو سکتا	۲۷۷	(۳) قطبی کی روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پتھر کا ٹھکانا کہیں اور تھا ضرورۃً یہاں لایا اور لازماً کام کے بعد اپنے ٹھکانے پر واپس کیا گیا
۲۷۲	مسجد کے مختلف اطلاقات میں بھی اس کا جواب ہے	۲۷۷	(۴) حرم شریف کے منبر اور سیڑھیوں سے اس کی تائید
۲۷۳	نفع ۱۸۔	۲۷۸	(۵) پتھر کے دیوار کعبہ کے پاس ہونے سے اعلان اسی پر ہونا ضروری نہیں
۲۷۳	اذان اندرون مسجد کو قرآن سے ثابت کرنے کی جدوجہد	۲۷۸	(۶) اس امر کی تصریح کہ اعلان حج کے وقت پتھر دوسری جگہ تھا

۲۸۷	ذکر بالجسر کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے	۲۷۸	(۷) پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان کرنے کی روایت اسرائیلی ہے
۲۸۷	مسجد میں ذکر بالجسر کی ممانعت درر مسلک منقطع وغیرہ سے ثبوت	۲۷۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسرائیلی روایت قبول کرتے تھے
۲۸۷	مخالفین ذکر نے ممانعت کی جو وعیدیں ذکر کیس مذکورہ بالا علماء پر صادق نہیں	۲۸۰	سدرۃ المنتہی کے متعلق اسرائیلی روایت حضرت مولا علی سے اس امر کی تفصیلی روایت کہ اعلان شبیر کی پہاڑی سے ہوا
۲۸۸	ذکر بالجسر کی مخالفت میں عبد اللہ بن مسعود کے ایک اثر کی بحث	۲۸۱	یہ روایت اس کے لیے رائج ہے کہ مولا علی اسرائیلیوں سے روایت نہیں کرتے تھے اور واقعہ غیر قیاسی ہے اس لیے لازماً اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا
۲۸۹	نفرہ ۲۰۔	۲۸۱	(۸) ابن عباس کی روایت کہ اعلان جبل ابو قیس سے ہوا
۲۸۹	امام مالک بھی اذان کو مسجد میں منع فرماتے ہیں تو کیا ان پر بھی وہ وعیدیں صادق ہیں۔	۲۸۲	(۹) ایک روایت میں کوہ صفاء کا بھی ذکر ہے
۲۹۰	اذان خطبہ میں اصحاب مالک کے اختلاف کا بیان۔	۲۸۳	حضرت ابن عباس کی روایت میں تین یا دو اضطراب ہیں
۲۹۱	ملا علی قاری کی تاویلات بعیدہ کا ذکر۔	۲۸۳	بر تقدیر اعلان فی المسجد الحرام یہ حکم گزشتہ شریعت کا ہے جو ہم پر حجت نہیں
۲۹۲	ملا علی قاری کی تاویلات بعیدہ پر تنقید۔	۲۸۵	(۱۰) مقام ابراہیم کا کتاب کی تصنیف کے وقت مطاف میں ہونا خلاف مشاہدہ ہے
۳۰۳	نفرہ ۲۱۔	۲۸۵	(۱۱) مطاف کی غلط تعریف
۳۰۳	اذان خطبہ سے متعلق قسمتانی کا بیان اور اس کے حل سے مخا لفین کی در ماندگی	۲۸۶	نفرہ ۱۹۔
۳۰۴	چند توضیحی مقدمات	۲۸۶	اندرون مسجد اذان پر مخالفین کا قرآن سے ایک اور غلط استدلال
۳۰۴	مقدمہ اولی	۲۸۶	مسجد میں ذکر الہی کو روکنا از روئے قرآن و حدیث منع ہے اور اذان ذکر الہی ہے
۳۰۴	فقہاء بین یدی المنبر کہتے ہیں لیکن اس موقع پر مراد ان کی خطیب ہوتی ہے	۲۸۶	جواب: (۱) اذان محض ذکر الہی نہیں ہے
		۲۸۷	(۲) اذان روکنے کا مطلب ذکر الہی کو روکنا نہیں بلکہ مسجد میں آواز بلند کرنے کو روکنا ہے

۳۱۷	دو نوں قسم کے ملتتی پر تینوں زاویہ کے پیدا ہونے کا امکان	۳۰۵	بحر الرائق سے اس بات کی تصدیق اور عقل سے اسکی تائید
۳۱۷	توضیحات بالا کی روشنی میں مقام مؤذن کی توضیح	۳۰۶	مقدمہ ثانیہ
۳۱۸	قسنستانی کے لفظ قریئامنہ کی وضاحت۔	۳۰۶	مقدمہ لغویہ وسط اور وسط کا اطلاق وسط بالکون سے دائرہ کے اندر کا کوئی بھی مقام اور وسط بتحریک سین سے مراد ٹھیک وسط ہوتا ہے
۳۱۸	مؤذن کے بین یدی الخطیب ہونے کا مطلب	۳۰۶	آیات قرآنیہ، محاورہ اور صحاح سے اس کی تائید
۳۱۸	عبارت قسنستانی کی تقریر مخالف کی تعلیل	۳۰۷	مقدمہ ثالثہ
۳۱۹	مقام مؤذن کی صحیح تعیین	۳۰۷	زاویہ قائمہ، منفرجہ اور حادہ کا مقام حدوث
۳۲۰	قسنستانی عبارت کا اشارہ	۳۰۸	اصولیہ ہندسیہ توضیح دعوی
۳۲۰	شکل ہندسی سے مقام مؤذن کی تصویر	۳۰۹	ثبوت دعوی کی تقریر
۳۲۳	ایک اعتراض	۳۱۰	زاویہ غیر حادہ کے راس سے اس کے قاعدے پر نازل ہونے والا عمود قاعدہ کا نصف ہوگا جب مثلث کی دونوں ساقیں مساوی ہوں
۳۲۳	اعتراض کا جواب	۳۱۱	دعوی کی توضیح اور ثبوت
۳۲۳	متعدد قرائن سے مؤذن کے روبقلہ ہونے کی وضاحت	۳۱۲	زاویہ مختلف الساقین کے عمود کی مقدار کا بیان۔
۳۲۳	ایک دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۳۱۳	زاویہ منفرجہ کے عمود کی مقدار کا بیان
۳۲۴	مخالفین کے بیان کے مطابق مقام مؤذن کا ہندسی تصویر اور اس کا رد	۳۱۴	توضیح اور ثبوت
۳۲۶	قسنستانی کی عبارت سے پانچ استدلالوں کی غلط بیانیوں کی تفصیل	۳۱۴	مقدمہ خامسہ
۳۲۷	ایک نام نہاد طالب علم کی تحریف کی تفصیل	۳۱۴	مثلث دو شاخوں کے مختلف ملتتی پر پیدا ہونے والے زاویوں کا بیان
۳۲۸	قسنستانی کے بیان کی ہندسی تشریحات کرنیوالوں کی غلط بیانیوں کی تشریح۔	۳۱۵	توضیح اور ثبوت

۳۶۱	فضائل و مناقب	۳۲۹	غلط بیانیوں پر چار تنقیدیں
۳۶۷	رسالہ طور دالافاعی حیحی ہادرفع الرفاعی (سیدنا امام احمد رفاعی اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظمت کا بیان)	۳۳۰	مقدمہ عمود کی حقیقی نسبت کا بیان
۳۶۸	مقبولان بارگاہ احدیت میں ایک کو افضل دوسرے کو مفضل نہ بتائے	۳۳۰	زاویہ قائمہ اور منفرجہ کے عمود کے فاصلے کا بیان
۳۶۹	حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران اولیاء میں سے ہیں	۳۳۱	ہندی شکل
۳۷۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک روضہ انور سے بوسہ کے لئے نکالنا	۳۳۲	دو مزید تنقیدیں
۳۷۰	حضور سرکار غوثیت کا سب سے پہلا حج۔	۳۳۳	اختتام کتاب
۳۷۱	سرکار غوث پاک نے حضرت احمد رفاعی کے ہاتھ پر بیعت کی، غلط ہے۔	۳۳۵	اضافات اضافات
۳۷۱	سرکار غوثیت کی عطا سے سید احمد رفاعی قطیت پر فائز ہوئے	۳۳۵	نفرہ ۲۲۔
۳۷۳	ہر غوث اپنے دور میں سب اقطاب کا افسر ہے۔	۳۳۶	ایک عذر لنگ
۳۷۳	سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سے غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی تا ظہور امام مہدی غوث الکمل ہیں	۳۳۶	عرف کی بحث، مخالفین کا دعویٰ کہ ہم نے بین ید یہ کے جو معنی بتائے یہ عرف عوام ہے اس لیے اس کو کسی اصطلاحی اور فنی تحریر سے رد نہیں کیا جاسکتا
۳۷۵	حضور غوث پاک کی کرامات بے شمار ہیں	۳۳۶	اعلیٰ حضرت کی تنقیدیں
۳۷۶	سیدنا غوث پاک کی کرامت مردے جلانا بھی ہے	۳۳۳	معنی قرب کا بیان اور مثالیں
۳۸۰	بجہ الاسرار مستند و معتبر کتاب ہے	۳۳۳	قرب کی اقسام
۳۸۱	حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے	۳۳۳	قرب مطلق کی تفسیر میں گیارہ فقہی عبارتیں
۳۸۴	تمام جہان کے اولیاء نے گردنیں جھکا دیں	۳۵۲	مزید دو تنقیدیں
		۳۵۳	میزان فہم کا بیان اور ختم کتاب

۴۰۳	مسئلہ اولیٰ	۳۸۶	حضور غوث پاک نے فرمایا کہ میں جن و ملک و انسان سب کا پیر ہوں
۴۰۳	نظم	۳۸۷	اللہ تعالیٰ نے اولیاء میں حضور غوث پاک کا مثل نہ پیدا کیا نہ کبھی پیدا کرے
۴۰۵	شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے وقت براق کا شوقی کرنا، جبرئیل علیہ السلام کا اسے تنبیہ فرمانا، براق کا شر مندگی سے پسینہ پسینہ ہونا ثابت ہے	۳۸۸	حضرت احمد رفاعی نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تمام اولیاء کے سردار ہیں
۴۰۵	دلائل وحوالہ جات	۳۹۰	حضور غوث پاک شریعت و طریقت و حقیقت کے امام ہیں
۴۰۷	نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر	۳۹۱	اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک کے مخالف سے لڑائی کا اعلان فرمادیا
۴۰۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواح انبیاء علیہم السلام، جنت میں بلال، مقعد صدق میں اولیس قرنی اور بہشت میں زوجہ ابوطحہ وغیرہ کو دیکھا	۳۹۱	تبدیل
۴۱۰	روح غزالی کا جناب کلیم اللہ سے کلام کرنا	۳۹۲	امام ابن حجر مکی اور ملا علی قاری کی گیارہ عبارات
۴۱۰	شیخ تنجوی کی غاشیہ برداری	۳۹۳	حضور غوث پاک اور تمام مخلوقات میں زمین و آسمان کا فرق ہے
۴۱۰	سدرۃ المنتبیٰ پر جلوہ گری۔	۳۹۴	آپ کی مشہور کرامت کہ جب چاہیں ظاہر ہوں جب چاہیں نظر وں سے چھپ جائیں
۴۱۱	نور عرش میں چھپا ہوا شخص	۳۹۶	فرمان غوث پاک ہے بیشک میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں ہے
۴۱۱	مطالب چند قسم ہیں، ہر قسم کا مرتبہ جدا ہے	۳۹۷	حضرت سید احمد رفاعی نے قدی الخ ارشاد پر سر جھکا لیا
۴۱۱	اور ہر مرتبہ کا پایہ ثبوت علیحدہ ہے	۳۹۸	اولیاء متقدمین نے غوثیت مآب کی ولادت کی خبر تقریباً سو برس پہلے دی تھی
۴۱۱	بعض مطالب کا احادیث میں ظہور نہ ہونا مضر نہیں بلکہ کلمات علماء و مشائخ کا ذکر کافی ہے۔	۳۹۹	ابن السقا کا انجام اور اس کا سبب
		۴۰۳	رسالہ فتاویٰ کرامات غوثیہ (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب معراج بارگاہ رسالت میں حاضری سے متعلق تین سوالوں کے جواب)

۴۱۲	دور و اتیوں میں ظاہر تنافی کا جواب	۴۱۲	امور خارق للعادة اسباب ظاہر پر موقوف نہیں	۴۱۲
۴۱۳	مسئلہ دوم	۴۱۳	روح فی نفسا مادیہ نہ سہی تاہم مادے سے اس کا تعلق بدیہی ہے۔	۴۱۲
۴۱۳	ایک رسالہ کے مندرجات کے بارے میں پانچ سوالات اور ان کا جواب	۴۱۳	جسم جسم شہادت میں منحصر نہیں جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے	۴۱۲
۴۱۳	کیا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھا دیا	۴۱۳	شک نہیں کہ روح مفارق کی طرف نصوص متواترہ میں نزول و صعود وضع و تمکن وغیرہ اعراض جسم و جسمانیات قطعاً منسوب ہیں	۴۱۲
۴۱۲	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ میرے بعد اگر نبی ہو تا تو وہ پیران پیر ہوتے	۴۱۲	ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت ہے	۴۱۲
۴۱۴	کیا ارواح کی زنبیل غوث اعظم نے عزرائیل علیہ السلام سے چھینی تھی۔	۴۱۴	حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں مدت رضاعت پوری کرنا	۴۱۸
۴۱۴	کیا امام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روح غوث اعظم کو دودھ پلایا	۴۱۴	جواب سوال نمبر ۳۔	۴۱۸
۴۱۴	عوام کے عقیدہ میں یہ بات جہی ہوئی ہے کہ غوث پاک کا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ ہے اس کی کیا حیثیت ہے	۴۱۴	زنبیل ارواح چھین لینا خرافات مختصرہ جہال سے ہے	۴۱۸
۴۱۴	جواب سوال نمبر ۲۔	۴۱۴	رسل ملائکہ، اولیاء، بشر سے بالا جماع افضل ہیں	۴۱۸
۴۱۵	اقدام نبوت میں غیر نبی کا حصہ نہیں	۴۱۵	جواب سوال نمبر ۵۔	۴۱۹
۴۱۵	میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا	۴۱۵	وقت رکوب، براق یا صعود عرش غوث پاک کا پائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا نہ شرعاً محال ہے نہ عقلاً	۴۲۰
۴۱۵	اگر ابراہیم جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے	۴۱۵	سدرۃ المنتہی باعتبار اجسام کے منتہائے عروج ہے نہ کہ باعتبار ارواح کے	۴۲۰
۴۱۶	ابو محمد جوینی کا مقام	۴۱۶	اکابر اولیاء کا عروج روحانی	۴۲۰
۴۱۶	جواب سوال نمبر ۴۔	۴۱۶		

۳۶۴	ابن شیبہ الکلی	۴۲۱	بندگان خدا کا حضور روحانی
۳۶۴	سرکار غوث اعظم کے دو ہم عصر ولیوں کا خراج تحسین	۴۲۱	شان بلال وام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۳۶۴	سیدنا خضر علیہ السلام کا اظہار تعظیم	۴۲۳	مذکرہ وعظمت حارثہ بن نعمان ونعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۳۶۵	اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں	۴۲۴	نور عرش میں غائب مرد
۳۶۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بکثرت ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے تقریباً چودہ سو پائے ہیں	۴۲۴	غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مریدین سمیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے شب اسری بیت المعمور میں نماز پڑھی
۳۶۵	کثرت اسماء شرف مسٹی سے ناشی ہے	۴۲۶	مرثیہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "بابی انت وای یار رسول"
		۴۲۶	حضرات مشائخ کرام کے علوم سند ظاہری حد ثنا فلاں عن فلاں میں منحصر نہیں
۳۶۶	الصراط المستقیم کیا ہے	۴۲۶	بحجۃ الاسرار اور اس کے مصنف کے خلاف ایک بحرینی کے رسالے کا ذکر
۳۶۶	انعمت علیہم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں	۴۲۷	خلاصہ کلام (بالجملہ)
۳۶۶	انبیاء کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۴۲۷	مسئلہ ثالثہ
۳۶۶	ایک تفسیر کے مطابق ہر آیت نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔	۴۲۹	تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے
۳۶۶	اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو	۴۳۱	خلاصہ جواب تھانوی و دیوبند
۳۶۶	مولائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لال کافر کو مارنے والا قصہ بے اصل ہے	۴۳۱	خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا انسانی شکل میں حور ہیں اور حیض و نفاس سے پاک ہیں
۳۶۶	استن حنانه کو جنت کا درخت بنایا جائیگا	۴۳۲	عقیدہ کیا چیز ہے
۴۳۳	رسالہ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصہ عہد الجاہلیہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ عنہ کے کبھی بھی شرک کا ارتکاب نہ کرنے کا عمدہ مدلل بیان)	۴۳۲	حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون کون سے اولیاء سے افضل ہیں
		۴۳۲	مناقب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۳۴	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی عمر میں ایمان لائے	۴۳۴	آیت کریمہ "ذلک ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم و اہلہا غفلون" میں کون سے عذاب کی نفی ہے اور غفلت سے کیا مراد ہے
۴۳۴	جو عاقل بچہ اسلام لائے حکم اسلام میں وہ مستقل بالذات ہے	۴۳۴	قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں
۴۳۶	بچہ قبل بلوغ دین میں اپنے والدین کا تابع ہے جبکہ خود مسلمان نہ ہوا ہو	۴۳۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کفر سے منزہ ہیں
۴۳۶	حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار اقدس میں ہوئی	۴۵۰	زمانہ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحدہ یا غافلہ تھیں
۴۳۶	بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا	۴۵۱	باجماع ائمہ اشاعرہ حسن و قبح مطلقاً شرعی ہیں
۴۳۷	لقب "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ" کا سبب صدق مشتق قیام مہد کو مستلزم ہے	۴۵۱	حسن و قبح کے بارے میں بعض ائمہ ماتریدیہ کا موقف
۴۳۷	کفر تکذیب بے ادراک و تمیز نامنتصور	۴۵۲	حسن و قبح کے بارے میں تین اقوال ہیں
۴۳۸	ثبوت کافی کے محتاج دوا مر	۴۵۳	کفر اخبث معاصی ہے
۴۳۸	امر اول	۴۵۳	اشقائے عام مستلزم انتقائے خاص ہے
۴۳۸	امر دوم	۴۵۳	نا سمجھ بچے کو تبعیت والدین "یادار کافر" کہنے کا کیا معنی ہے
۴۳۸	اہل فترت تین قسم پر ہیں، موحد، مشرک، اور غافل	۴۵۴	مسئلہ مذکورہ میں عبارات علماء۔
۴۳۸	فہ بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ (حاشیہ)	۴۵۶	تکمیل۔
۴۳۹	علامہ زر قانی اور دیگر ائمہ (اہل فترت کے بارے میں) عبارات	۴۵۶	مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۴۴۱	آیت کریمہ "وما کننا معذبین حتی نبعث رسولاً" کی تفسیر	۴۵۶	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بت پرستی نہیں کی بلکہ بچپن میں پتھر مار کر بت کو منہ کے بل گر دیا۔
۴۴۲	غیر قطعی الدلالتہ نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا		

۴۶۲	مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق اینق	۴۵۶	بوقت ولادت صدیق اکبر آپ کی والدہ ماجدہ کو ہاتھ غیبی کی بشارت۔
۴۶۲	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت	۴۵۷	سولہ برس کی عمر سے لے کر آخر دم تک صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ عنہ وسلم کی معیت و خوشنودی میں رہے اور قیامت تک رہیں گے بلکہ حضور پر نور کے ساتھ خلد بریں میں داخل ہوں گے۔
۴۶۳	عبارات علماء سے تائید	۴۵۸	اس سوال کا جواب کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر ہمیشہ مسلمان تھے تو پھر تیرہ یا دس یا نو یا آٹھ برس کی عمر میں اسلام لانے کا کیا معنی ہے۔
۴۶۵	امیر المومنین فاروق اعظم و امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقام و مرتبہ	۴۵۹	حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سے مسلمان ہیں اور ابد الابد تک رہیں گے۔
۴۶۴	فضل جزئی اور فضل کلی میں فرق	۴۵۹	مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کا عالم ذریت سے روز ولادت اسلام میثاقی، سن ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری اور سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی تھا
۴۶۴	فضل جزئی مفضول کو بھی افضل پر مل سکتا ہے	۴۶۰	حکم بے تصور محکوم علیہ محال قطعی ہے
۴۶۵	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدیم الاسلام ہونے کے بارے میں ایک سوال کا جواب	۴۶۰	جس چیز سے ذہن اصلا خالی ہو اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممتنع عقلی ہے
۴۶۶	آیت کریمہ "ما کنت تدری ما لک کتاب ولا الا یماں و لکن جعلناک نوراً" کی تفسیر	۴۶۰	زمان فترت میں صرف توحید مدار اسلام مناط نجات و نافی کفر تھی
۴۶۶	صفات الہی کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہو سکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں	۴۶۱	صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے اس روز اسلام لائے ان کے اسلام سابق کے مخالف نہیں
		۴۶۲	مصنف علیہ الرحمہ کی تقریر سے روافض کا نفی خلافت صدیقی پر ایک سفیانہ استدلال اور یونہی تفضیلیہ کا قدم اسلام کو خاصہ حضرت مرتضوی قرار دینے کا باطل خیال مدفوع و مقہور ہو گیا

۴۶۹	رسالہ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی و الصدیق (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا بیان)	۴۶۹	اشارہ نمبر ۸ تا نمبر ۹۔	۴۷۶
۴۶۹	دو مسئلوں پر مشتمل استفتاء۔	۴۶۹	اشارہ نمبر ۱۰۔	۴۷۷
۴۶۹	مسئلہ اول	۴۶۹	مسئلہ دوم	۴۷۸
۴۶۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت رحلت یا کسی اور وقت اپنے بعد اپنا جانشین کس کو مقرر کیا۔	۴۶۹	خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے آیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل تھے یا کم	۴۷۸
۴۶۹	جانشینی اور نیابت دو قسم پر ہے۔	۴۶۹	افضلیت خلفاء اربعہ	۴۷۸
۴۶۹	قسم اول جزئی مقید کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لیے دوسرے کو اپنا نائب کرے۔	۴۶۹	خلفاء میں باہم ترتیب فضیلت	۴۷۸
۴۷۰	بعض جزئی مقید نائبین کے اسماء گرامی۔	۴۷۰	فضیلت تینہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر چند ارشاد ائمہ البیت	۴۸۰
۴۷۱	قسم دوم کلی مطلق کہ حیات مستحلف سے جمع نہیں ہو سکتی۔	۴۷۱	چند حدیث مرتضوی	۴۸۰
۴۷۱	جانشین کلی مطلق کے بارے میں علی الاعلان صحیح نام کسی کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص صریح نہیں فرمائی۔	۴۷۱	حدیث اول، دوم، سوم	۴۸۰
۴۷۱	مسئلہ مذکورہ کی تائید احادیث مبارکہ سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے بارے میں ارشاد۔	۴۷۱	حدیث چہارم	۴۸۱
۴۷۲	خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے بارے میں ارشاد علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۴۷۲	حدیث پنجم و ششم	۴۸۲
۴۷۳	نیابت کلی مطلق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جلیلہ واضحہ	۴۷۳	حدیث ہفتم، ہشتم، نہم	۴۸۳
۴۷۳	خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۷۳	حدیث دہم	۴۸۴
۴۷۴	اشارہ نمبر ۱۔	۴۷۴	کتاب مستطاب "سبع سنابل" بارگاہ رسالت میں قبول عظیم پر واقع ہوئی	۴۸۵
۴۷۴	اشارہ نمبر ۲۔	۴۷۴	میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کے فضائل و کمالات	۴۸۵
۴۷۴	اشارہ نمبر ۳۔	۴۷۴	مسئلہ تفضیل کے بارے میں کتاب "کاشف الاستار" کے چند اقتباسات	۴۸۶
۴۷۵	اشارہ نمبر ۴ تا نمبر ۷۔	۴۷۵		

۴۸۷	کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔	سات ان صحابہ کرام کے نام جن کو صدیق اکبر نے آزاد فرمایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)	۵۰۹
۴۹۱	رسالہ الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی (افضیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	شان نزول امامن اعطی واتقی	۵۱۰
۴۹۱	خطبہ کتاب	صدیق اکبر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتے میں خریدا	۵۱۱
۴۹۲	عربی اشعار در مدح علامہ مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمہ	حضرت عمار بن یاسر کے اشعار صدیق اکبر و بلال کے بارے میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)	۵۱۱
۴۹۶	عربی اشعار در مدح مولانا شاہ رضا علی نقشبندی علیہ الرحمہ	الاتقی سے کون مراد ہیں (تفاسیر کی روشنی میں)	۵۱۲
۴۹۶	سبب تصنیف کتاب	اتقی سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مراد لینے پر دلیل عقلی	۵۱۲
۴۹۹	تاریخ تصنیف	حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا آغوش رسالت میں پرورش پانا	۵۱۳
۵۰۰	یہ کتاب مصنف کی چند ہویں تصنیف ہے	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہ دیا جتنا ابو بکر کے مال نے"	۵۱۸
۵۰۰	تفسیر آیت کریمہ یا ایہا الناس انا خلقکم الخ	حضور ابو بکر کے مال سے قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے	۵۱۹
۵۰۱	فضیلت مدار تقویٰ پر ہے	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چالیس ہزار دینار خرچ کرنا	۵۱۹
۵۰۲	شان نزول ان اکرمکم عند اللہ اتقکم	فضیلت صدیق اکبر میں ایک ایمان افروز حدیث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	۵۲۰
۵۰۲	شان نزول اذا قبل لکم تفسحوا فی المجالس الخ	ابو بکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	۵۲۲
۵۰۳	نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ کی ممانعت (حدیث سے)	حدیث میں تو بانٹنا ہوں اللہ دیتا ہے	۵۲۳
۵۰۵	شان نزول وسیعجنہا الاتقی الخ	والدین کے احسان اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسان کا فرق	۵۲۴
۵۰۶	حضرت بلال کی آزمائش اور صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	غلام کو آزاد کرنا ایسا ہے جیسے اسے زندہ کرنا	۵۲۵
۵۰۹	حضرت عامر اور دیگر چھ صحابہ کو صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)		

۵۵۶	چوتھا مقدمہ: اتقی کی تفسیر تقی کرنے والا صرف ابو عبیدہ خا رجبی ہے	۵۲۶	شکر نعمت پر بمعنی برائے ذمہ از شکر عقلا محال ہے
۵۵۶	ابو عبیدہ قاسم بن سلام کی توثیق	۵۲۶	فضیلت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۵۹	پانچواں مقدمہ: اشقی کی تفسیر شقی سے مخالف کے استدلال کا جواب	۵۲۷	فرقہ تفضیلیہ کا رد بلیغ
۵۶۲	عبدالرحمن بن ملجم خارجی تھا	۵۲۷	فضیلت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انہیں افضل کہنے والوں کا رد
۵۶۳	صیغہ افعّل التفضیل کا معنی	۵۳۰	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مراد لینا آیت اتقی میں اجماعی ہے
۵۶۶	تفسیر نار تملظی اور انھا تملظی	۵۳۰	تفضیلیہ کے تین شبہات کا رد
۵۶۹	شان نزول ان الشکرکظم عظیم	۵۳۱	پہلا مقدمہ کہ الفاظ کو اپنے ظاہر سے پھیرنا منع مگر بہ حاجت شد یدہ
۵۷۱	قاضی بیضاوی اور قاضی ابوبکر شافعی پر ایراد	۵۳۲	دوسرا مقدمہ کہ تفاسیر میں جو کچھ ہے سب واجب القبول نہیں
۵۷۸	ابو عبیدہ کا اتقی کی تفسیر تقی سے کرنے پر رد۔	۵۳۲	تفسیر مرفوع بہت تھوڑی ہے اور علم تفسیر کی اہمیت
۵۷۹	ابوطالب کا نعتیہ قصیدہ اور عذاب میں تخفیف کا بیان	۵۳۳	تفسیر کے چار اصول اور موضوعات کی بحث
۵۸۵	امام رازی کے قول کی تضعیف	۵۳۹	تفسیر ابن عباس کی بحث
۵۸۶	تقویٰ کے درجات میں پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے	۵۴۲	موضوع اور ضعیف اقوال کے نقصانات
۵۸۶	اتقی کے معانی پر مزید بحث	۵۴۶	حدیث دین کا نظام ہے۔ مگر فقیر کے سوا سب کو گمراہی کا اندیشہ ہے۔
۵۸۹	علماء نے استخدام اور توریہ کو بد لغی کی عمدہ قسم شمار کیا ہے	۵۴۶	فقہ اثبات شبہات اور نادان عقل کو حاکم بنا کر نہیں حاصل ہوتا
۵۹۳	تفسیر عزیزی کے ایک قول پر کلام	۵۴۶	ضروری تہیہ بابت تفاسیر قرآن
۵۹۵	ابوطالب کے عذاب میں تخفیف سے متعلق صحیحین کی حدیث	۵۴۹	مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کا بیان
۵۹۹	کفر و ایمان کا کم زیادہ ہونا اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے	۵۴۹	تیسرا مقدمہ وجوہ تاویل کے بیان میں
		۵۵۲	وجوہ تاویل کی مثالیں

۶۲۰	اتقی اور اکرم (بمعنی افضل) میں فرق	۶۰۱	شبہات کا جواب چند وجوہ سے
۶۲۰	تقویٰ کی تعریف آیات و احادیث کی روشنی میں	۶۰۲	تفسیر عزیز میں منقول ایک شبہ کا جواب
۶۲۳	وجہ ثالث (۳)	۶۰۲	اسم تفضیل کی تفصیل و تشریح
۶۲۵	بطر دیگر اثبات مدعی پر منطقی دلیل	۶۰۶	علامہ جامی علیہ الرحمہ کے قول سے استدلال
۶۲۷	وجہ رابعہ (۴)	۶۰۷	رضی استر ابادی کے قول سے استدلال
۶۲۸	حدیث کہ تم میں افضل وہ ہے جو تم میں اتقی ہے	۶۰۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے معارضہ کا جواب
۶۳۰	خطبہ فتح مکہ	۶۰۸	حدیث "خاتمہ کا اعتبار ہے" سے معارضہ کا جواب
۶۳۱	آدمی کی دو قسمیں ہیں برو تقی اور فاجر و شقی	۶۰۹	شاہ عبد العزیز کے ایک ارشاد پر کلام
۶۳۲	حدیث من سرہ ان یکون اکرم الناس فلیتق الله	۶۱۰	رائج مذہب پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں زندہ ہیں
۶۳۲	وجہ خامس (۵)	۶۱۰	معتمد و مختار یہ ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں
۶۳۳	ایک اعتراض کا جواب	۶۱۰	صفت کا اطلاق کسی پر آئندہ کے لحاظ سے مجاز ہے
۶۳۳	وجہ سادس (۶)	۶۱۱	تحقیق رضوی بابت افعال التفضیل
۶۳۴	حدیث الکرم التقوی والشرف التواضع	۶۱۲	محمل آیت کا اگر بیان نہ ہو اتو وہ متشابہات میں شمار ہوگی
۶۳۴	حدیث الحیاء زینۃ والتقوی کرم	۶۱۳	صدیق اکبر کا پہلے اسلام لانا اشعار حسان کی روشنی میں
۶۳۴	حدیث مروءۃ عقلہ	۶۱۳	شان صدیق اکبر اشعار حسان کی روشنی میں رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۶۳۵	حدیث حسبہ خلقہ والشرف التواضع	۶۱۶	افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۳۵	حدیث الکرم التقوی و کرم المرء دینہ۔	۶۱۷	تفضیلیہ کی ایک منطقی دلیل کا رد بوجہ چند
۶۳۵	موضوع و محمول اور معرفہ و نکرہ سے متعلق ایک ضابطے کا افادہ	۶۱۷	وجہ اول (۱)
۶۳۷	لام جب عہد کے لیے نہ ہو استغراق کے لیے ہوگا (ضابطہ نحویہ)	۶۱۸	اہل جاہلیت کا نسب پر فخر کرنا
		۶۲۰	وجہ ثانی (۲)

۶۳۶	حدیث ان اولی الناس بیوم القیمة اکثرهم علی الصلوة	۶۳۷	وجہ صالح (۷)
۶۳۷	علمائے حدیث کی فضیلت پر استدلال	۶۳۸	حدیث احب الاعمال الی اللہ الصلوة الخ
۶۳۷	حدیث اکثر وامن الصلوة علی فی کل یوم جمعہ الخ	۶۳۸	احادیث فضائل اعمال میں ترتیب کا معنی اور زعم عجیب کا رد
۶۳۹	تکمیل، مبتدا کو خبر پر مقدم کرنے کی بحث	۶۳۹	تذکیل اس بارے میں کہ کلام میں خبر کو مقدم یا مؤخر کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے
۶۳۹	متون بسا اوقات اطلاق کی راہ چلتے ہیں اور ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں	۶۳۹	خبر کو مقدم کرنا کلام فصیح میں نادر نہیں
۶۵۰	علم فقہ کثرت مراجعت، عبارات فقہا کی تلاش کے بغیر حاصل نہیں ہوتا	۶۳۹	لقدّم خبر پر بعض احادیث سے استدلال
۶۵۰	چند غلط فتوؤں کی نشان دہی جو ناقص مفتیوں نے صادر کئے	۶۴۱	حدیث خیر کم لاهلیہ الخ
۶۵۲	خبر کو مقدم کرنے کے نکات و حکم	۶۴۲	حدیث خیر نساء رکن الابل الخ
۶۵۳	آیت ان اکرمکم سے متعلق ایک اعتراض کا ثانی جو اب (منطقی بحث)	۶۴۲	حدیث خیر الاصحاب عند اللہ خیر ہم لصاحبہ الخ
۶۶۰	تنبیہ، سفاء کے ایک اور اعتراض کا جواب بوجہ ثلثہ	۶۴۳	حدیث خیر الذکر الخفی
۶۶۱	حدیث لیس لاحد فضل علی احد الابال دین الخ (کسی کی کسی پر فضیلت نہیں مگر دین سے)	۶۴۳	حدیث افضل الصدقة سر الی فقیر
۶۶۳	حدیث فانک لست بخیر من اسود و احمر الخ (سیاہ فام اور سرخ سے تم کو فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے)	۶۴۳	آیت وان تخفوها و توتوها الفقراء فهو خیر کم
۶۶۳	حدیث خطبہ الوداع	۶۴۴	حدیث ان افضل الضحایا اغلاها واسمنها
۶۶۵	کل اکرم اتقی کے معنی کی تحلیل تین قضیوں سے اشعار: قد قدر اللہ فلا تنکر الخ (از اعلیٰ حضرت قدس سرہ)	۶۴۴	حدیث افضل العمال الایمان باللہ ثم الجهاد الخ
۶۶۶	خاتمہ، افضلیت صدیق اکبر کی قطیعت پر بحث	۶۴۵	حدیث ان اشد الناس تصدیقا للناس الخ
		۶۴۵	حدیث اکثر الناس ذنوبا یوم القیامة اکثرهم کلاما فیہا لایعنیہ۔

۶۷۶	علم یقین کا منکر کافر اور علم طہائیت کا منکر مگر اوہ بد مذہب ہے	۶۷۷	مالک بن انس اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۷۷	وزن اعمال، رویت وجہ کریم، مسئلہ اسراء مساوات وغیرہ قطعی بعلم طہائیت ہیں	۶۷۸	امام اعظم ابو حنیفہ اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۷۸	معتزلہ اور اگلے روافض کی عدم تکفیر	۶۷۹	امام شافعی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۷۹	تفضیلیہ کی عدم تکفیر، لیکن ابتداع (بد مذہب ہونا) ثابت ہے	۶۸۰	امام ابو الحسن اشعری اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۸۰	افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اجماع صحابہ	۶۸۱	امام حجة الاسلام غزالی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۸۱	ذکر مطلع القمرین کا	۶۸۲	حافظ ابن حجر عسقلانی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۸۲	تعارض نصوص کا معنی اور اس کی قسمیں	۶۸۳	امام احمد بن محمد قسطلانی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۸۳	مسئلہ افضلیت میں کلمات علماء کے درمیان تطبیق و توفیق	۶۸۴	امام عبد الباقی زرقانی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۸۴	مسئلہ ظنی میں آزادی اختیار کرنے والوں کو تنبیہ و تہدید	۶۸۵	حضرت ملا علی قاری اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۸۵	بعض کو خاطی جاننا بہتر اس سے کہ ائمہ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے	۶۸۶	شاہ عبد العزیز اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۸۶	فرمان علی: جو مجھ کو ابو بکر و عمر پر فضیلت دے گا اس کو مفتزی کی حد لگاؤں گا	۶۸۷	لطیفہ: مفتاح امام رازی سے سورہ والضحیٰ اور واللیل کے کجا ہونے پر نکات عجیبہ۔
۶۸۷	حدیث ادرؤ الحدود (حدود کو رفع کرو)	۶۸۸	سورہ والضحیٰ واللیل کے سلسلے میں افادات امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ۔
۶۸۸	حدیث فان الامام الخ (امام کا درگزر میں خطا کرنا عقوبت میں خطا سے بہتر ہے)	۶۸۹	لطیفہ: آیات کریمہ سے تفضیل صدیق اکبر بر مولا علی پر ایک نکتہ عجیبہ
۶۸۹	میمون بن مہران تابعی اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۹۰	تمام اجلہ صحابہ مقام فتاویٰ میں تمام اکابر اولیاء سے بلند و بالا ہیں

فہرست ضمنی مسائل

۴۳۴	جو عاقل بچہ اسلام لائے حکم اسلام میں وہ مستقل بالذات ہے		عقائد و کلام
۴۳۶	بچہ قبل بلوغ دین اپنے والدین کا تابع ہے جبکہ خود مسلمان نہ ہو	۷۷	تشیع، غلو، شیعہ اور رخصت کی تعریف
۴۳۷	کفر تکذیب ہے	۷۸	ترتیب خلافت و فضیلت کی تشریح میں علامہ تفتازانی، ابن حجر مکی اور امام مالک کا مسلک
۴۴۴	قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں	۷۸	عثمان غنی اور مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان افضلیت میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا قول
۴۵۱	باجماع ائمہ اشاعرہ حسن و قبح مطلقاً شرعی ہیں	۲۹۹	کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہو نا اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے
۴۵۱	حسن و قبح کے بارے میں بعض ائمہ ماتریدیہ کا موقف	۳۶۵	اللہ عز و جل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں
۴۵۳	کفر اخبث معاصی ہے	۴۱۵	اقدام نبوت میں غیر نبی کا حصہ نہیں
۴۵۳	نا سمجھ بچے کو تبعیت والدین "یادار کافر" کہنے کا کیا معنی ہے	۴۱۷	ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت ہے
		۴۱۸	رسل ملائکہ، اولیاء بشر سے بالا جماع افضل ہیں

۴۶۰	سیرت و فضائل سید المرسلین	زمان فترت میں صرف توحید مدار اسلام و مناط نجات و نافی کفر تھی
۳۶۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام بکثرت ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے تقریباً چودہ سو پائے ہیں	فضل جزئی اور فضل کلی میں فرق
۳۶۶	سورہ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے	فضل جزئی مفضول کا بھی افضل پر مل سکتا ہے
۳۶۶	انبیاء کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں	فرقہ تفضیلہ کا ردِ بلیغ
۳۶۶	ایک تفسیر کے مطابق ہر آیت نعت مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم	رائج مذہب پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں زندہ ہیں
۴۰۵	شب معراج حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے وقت براق کا شوقی کرنا جبرئیل علیہ السلام کا اسے تنبیہ فرمانا برا ق کا شر مندی سے پسینہ پسینہ ہونا اور تھرا کر زمین سے پیوست ہونا ثابت ہے	معمد و مختاریہ ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں
۴۰۸	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواح انبیاء علیہم السلام جنت میں بلال مقعد صدق میں اولیں قرنی اور بہشت میں زوجہ ابو طلحہ وغیرہ کو دیکھا	علم یقین کا منکر کافر اور علم طمانیت کا منکر گمراہ و بد مذہب ہے
۴۴۵	رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے والدین کریمین کفر سے منزہ ہیں	وزن اعمال، رویت وجہ کریم، مسئلہ اسراءِ مساوات وغیرہ قطعی بعلم طمانیت ہیں
۵۲۴	والدین کے احسان اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا فرق	معزولہ اور اگلے روافض کی عدم تکفیر
	فوائد تفسیریہ	تفضیلیہ کی عدم تکفیر، لیکن ابتداء (بد مذہب ہونا) ثابت ہے
۱۳۷	"انما یحرم مساجد اللہ" سے کیا مراد ہے	افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اجماع صحابہ
۱۳۷	قرآن شریف اور حدیث نبوی سے اسکی تائید	تمام اجلہ صحابہ مقام فنا و بقا میں تمام اکابر اولیاء سے بلند و بالا ہیں

۵۳۲	تفسیر مرفوع بہت تھوڑی ہے اور علم تفسیر کی اہمیت	۱۷۸	مجھ کو قرآن میں یہ لفظ (بین ید یہ) ۳۸ مقامات پر ملا
۵۳۳	تفسیر کے چار اصول اور موضوعات کی بحث	۱۷۹	ان مقامات کی قرآنی آیات کا تفصیلی بیان
۵۳۹	تفسیر ابن عباس کی بحث	۲۱۰	مختلف آیات قرآنی سے معنی عند کی وضاحت
۵۴۶	ضروری تنبیہ بابت تفاسیر قرآن	۳۲۲	الصرط المستقیم کیا ہے
۵۴۸	مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کا بیان	۳۲۲	انعمت علیہم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں
۵۶۶	تفسیر نارا تلتلی اور انھا تلتلی	۴۴۱	آیت کریمہ "وما کننا معذبین حتی نبعث رسولا" کی تفسیر۔
۵۶۹	شان نزول ان الشرک لظلم عظیم	۴۴۲	آیت کریمہ "ذلک ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم و اہلہا غفلون" میں کون سے عذاب کی نفی ہے اور غفلت سے کیا مراد ہے
۶۱۲	مجممل آیت کا اگر بیان نہ ہو تو وہ متشابہات میں شمار ہوگی	۴۴۶	آیت کریمہ "ما کنتم تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً" کی تفسیر
۶۵۳	آیت ان اکرمکم سے متعلق ایک اور اعتراض کا شافی جواب (منطقی بحث)	۵۰۰	یہ کتاب مصنف کی پندرہویں تصنیف ہے
۶۷۹	لطیفہ: مفاہیح امام رازی سے سورہ والضحیٰ اور واللیل کے یکجا ہونے پر نکات عجیبہ۔	۵۰۰	تفسیر آیت کریمہ یا ایہا الناس انا خلقنکم الخ
۶۸۰	سورہ والضحیٰ اور واللیل کے سلسلے میں افادات امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ	۵۰۲	شان نزول ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔
۶۸۲	لطیفہ: آیات کریمہ سے تفصیل صدیق بر مولانا علی پر ایک نکتہ عجیبہ	۵۰۲	شان نزول اذا قبل لکم تفسحوا فی المجالس الخ
	فوائد حدیثیہ	۵۰۵	شان نزول وسیجنہا الاتقی الخ
۶۲	متعدد حدیثوں سے احیاء سنت کا ثبوت اور اس کی فضیلت پر مختلف کتب حدیث سے ایسی حدیثوں کی تخریج (حاشیہ)	۵۱۰	شان نزول اما من اعطی واتقی الخ
۶۵	حدیث ابو داؤد کی متعدد سندیں	۵۱۲	الاتقی سے کون مراد ہے (تفاسیر کی روشنی میں)

۸۴	ابن اسحاق کی مروی حدیث کو ابو داؤد نے صحیح کہا۔	۶۶	متن حدیث اور اس امر کی وضاحت کہ مدار حدیث محمد بن اسحاق ہیں
۸۴	لیث ابن سلیم جو ثقہ مدلس ہیں امام منذری نے ان کی سند کو حسن کہا	۷۴	درجات حسن میں روایت ابن اسحاق اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اور اسی کو اونی درجہ کی صحیح کہا جاتا ہے۔
۸۵	ابوزبیر کی معنعن روایت لیث ہو تو مقبول ہے	۷۵	لبعض ائمہ نے ابن اسحاق کی حدیث کو صحیح اور بعض نے حسن کہا
۸۵	صحیح مسلم کی چند حدیثیں بروایت ابوزبیر عن لیث نہیں مگر امام مسلم نے انہیں بھی مقبول رکھا	۷۶	ابن اسحاق کی کچھ مرویات ائمہ حدیث نے جن کی تائید و توثیق فرمائی (حاشیہ)
۸۵	زید بن ثابت سے شادی شدہ زانیوں کے رحم کی روایت ہے اسی روایت میں ہے کہ عمر نے فرمایا کہ میں آیت کے نزول کے وقت بارگاہ رسالت میں تھا	۷۶	محمد ابن عبد اللہ یعقوب ابن شبیبہ ابن حبان مصعب زبیری کا ابن اسحاق کی طرف سے دفاع
۸۶	اس حدیث کی کسی تخریج میں یہ روایت عن عمر بن رسول اللہ نہیں سوائے مذکورہ روایت کے اور اس میں حضرت قتادہ کو مدلس کہا گیا اس کے باوجود روایت مقبول ہے	۷۹	روایت میں بدعتی کے قبول اور رد کا معیار
۸۶	فتح مکہ کی دو روایتیں متعارض منقطع ہونے کے باوجود مقبول ہوئیں۔	۷۹	اس روایت میں تدلیس نہیں بلکہ حدیثی زہری ہے
۸۸	قاضی ابویوسف علیہ الرحمہ نے ابن اسحاق کی معنعن اور غیر معنعن دونوں ہی قسم کی روایتوں سے استدلال کیا اور علماء کے نزدیک مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس کی تصحیح ہے	۸۰	راوی کسی شیخ سے کثیر الروایات ہو تو لفظ عن سے روایت میں بھی تدلیس نہیں
۸۹	ابو داؤد کی عظمت اور اس کی صحت پر چھ اماموں کے نصوص۔	۸۰	روایت بطور نزول ابن اسحاق کی عادت تھی
۹۳	حدیث مجوشہ میں امام زہری کے اکثر شاگردوں میں صرف ابن اسحاق نے ہی علی باب المسجد اور بین ید یہ کا اضافہ کیا، مخالفین بین ید یہ کی زیادتی کو تسلیم کرتے ہیں اور علی باب المسجد کی زیادتی کر دے کرتے ہیں یہ بڑی زیادتی ہے	۸۱	مراسل کے اعتبار اور عدم اعتبار کی تاریخ۔
۱۰۷	اس حدیث کی عدم شہرت سے اس کے متروک العمل ہونے کا استدلال غلط ہے	۸۳	صحابہ کے مراسیل مطلقاً مقبول دوسروں کے مراسیل بہ اتفاق امام اعظم و امام مالک و ابن حنبل مقبول ہیں البتہ ظاہر یہ اور جمہور محدثین جو سن ۲۰۰ء بعد ہوئے قبول نہیں کرتے

۱۵۰	لفظ "ینبغی" کے معنی مستحب قرار دینا ائمہ متاخرین کی اصطلاح ہے متقدمین کے یہاں یہ لفظ عام ہے	۱۳۵	ایک مرجوح اور مخالف روایت "الاقامة احد الاذنین" کا ہند کرہ
۱۵۰	استحباب میں سنت بھی داخل ہے اور سنت کا معاملہ آسان نہیں	۲۶۱	اثر جوہیر کا بیان۔
۱۵۰	بسا اوقات "ینبغی" وجوب کے لیے ہی آتا ہے	۲۶۲	ابوداؤد کی صحیح حدیث سے اس کے تعارض کا بیان
۱۵۳	کراہت مطلقاً شوافع کے نزدیک تنزیہی اور احناف کے نزدیک تحریمی ہے	۲۶۶	حضرت طلق بن علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ میں لفظ فی کی ظرفیت مجازی ہے یہی صاحب فتح اور صاحب غایۃ البیان کی تقریر کا مفاد ہے
۱۵۵	جو امر کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دائر ہو اس کا چھوڑنا ہی دانشمندی ہے	۲۶۸	اثر عبداللہ بن عمر میں صلوٰۃ مسعودی کے غلط حوالہ سے لفظ فیہ کا اضافہ ہے
۲۳۴	ردالمحتار سے تعامل صحیح کی تعریف	۲۸۸	ذکر بالجسر کی مخالفت میں عبداللہ بن مسعود کے ایک اثر کی بحث
۲۴۹	اذان فجر قبل فجر پر تعامل حرمین ہمارے ائمہ کے نزدیک غیر معتبر و نامقبول ہے		فوائد فقہیہ
۳۴۴	قرب مطلق کی تفسیر میں گیارہ فقہی عبارتیں۔	۹۵	"بین یدیہ" اور "علی باب المسجد" میں تعارض کے شبہ کا جواب
۶۵۰	علم فقہ کثرت مراجعت، عبارات فقہاء کی تلاش کے بغیر حاصل نہیں ہوتا	۱۱۴	دیواریں اور کونایرون مسجد ہے (حاشیہ)
	اقاء	۱۱۶	اذان اور اقامت کے مقامات مختلف ہیں
۱۴۹	قول مرجوح پر فتویٰ جہل اور خرق اجماع ہے	۱۲۰	فقہاء کی عبارت میں آیو الے لفظ قالو کے مختلف معانی کی عمدہ تفصیل
۶۵۰	چند غلط فتوؤں کی نشان دہی جو ناقص مفتیوں نے صادر کئے	۱۳۵	اذان و اقامت میں مغایرت کے وجوہ
	فوائد اصولیہ	۱۳۶	مسجد کے اطلاقات کا بیان
۱۲۲	عام سے خاص پر استدلال کا حدیث سے ثبوت		

۴۴۲	غیر قطعی الدلالہ نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا انکار نہیں کیا جاسکتا	۱۲۲	ہر ہر جزئی کے لیے علیحدہ علیحدہ خاص نص ضروری ہے ورنہ شریعت معطل ہو جائے گی
۴۶۰	جس چیز سے ذہن اصلاً خالی ہو اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممتنع عقلی ہے	۱۲۴	امام قاضی خاں اور ان کے ہم رتبہ ائمہ کی مرسل روایت بھی مسائل مذہب میں شمار ہوتی ہے
۶۷۰	تعارض نصوص کا معنی اور اس کی قسمیں	۲۰۶	مختلف علمائے اصول کے بیان سے اس امر کا ثبوت کہ عند قرب حقیقی اور حکمی دونوں کے لیے آتا ہے
	اسماء الرجال	۲۰۷	عند کا معنی قرب داخل ہے مگر اس کے لیے اتصال ضروریہ نہیں
۶۷	سفیان بن عیینہ اور ابو معاویہ سے ابن اسحاق کی توثیق	۲۲۷	شریعت میں اعتبار حکم منطقی ضمنی کا نہیں حکم حقیقی اصل کا ہے
۶۷	ابن اسحاق کے خلاف چند الزامات کی تردید (حاشیہ)	۲۲۸	کلمہ اذان علی المنبر جملہ محتملہ ہے اور لایو ذن فی المسجد صراحتہ النص ہے اس حثیت سے بھی اعتبار اسی کا ہے
۷۰	امام ابواللیث امام شعبہ علی ابن مدینی امام زہری سے ابن اسحاق کی تصدیق	۲۲۸	اجماع اور تعامل
۷۰	عاصم بن عبد اللہ بن قائد ابن حبان ابویعلیٰ یحییٰ بن معین ابن البرقی اور امام بخاری کی توثیقات	۲۳۳	تعامل عام کی بحث
۷۱	امام ابن ہمام، امام بخاری وغیرہ کی تصحیح	۲۳۳	خلاف سنت تعامل جواز کی سند نہیں
۷۶	ان ائمہ کا ذکر جن کے نزدیک ابن اسحاق میں تدلیس کے علاوہ کوئی عیب نہیں	۲۳۸	توارث کی بحث
۷۷	ابن اسحاق پر تشیع کے الزام کی حقیقت۔	۲۳۸	توارث تمام قرونوں کے تعامل کا نام ہے
۲۶۳	محمد بن اسحاق اور جوہر کا تقابل	۲۳۹	عدم ثبوت کی دلیل عقلی قرار دینا بے عقلی ہے
۵۵۶	ابو عبیدہ قاسم بن سلام کی توثیق	۲۳۹	توارث غیر معتبر ہے
	جرح و تعدیل	۳۶۵	کثرت اسماء شرف مستثنیٰ سے ناشی ہے
۲۶۳	کتب علل سے جوہر پر پندرہ اماموں کی جرح	۴۳۷	صدق مشتق قیام مبداء کو مستلزم ہے
۲۶۴	جوہر کے اثر پر صاحب فتح کی تین جرحیں	۴۳۷	تکذیب بے ادراک و تمیز نامتصور

۲۰۶	عند کے معنی کی تحقیق		بلاغت
۲۰۸	عند اور لدی کا فرق	۱۷۶	لفظ بین ید یہ ترکیبی کے معنی حقیقی کا بیان
۲۰۸	عند بعد کے لئے اور لدی قرب کے لیے ہے	۱۷۷	مسئلہ مجبوشہ میں لفظ بین ید یہ کے مجازی معنی مراد ہیں جو بلحاظ استعمال معنی حقیقی ہوں گے
۲۱۳	عند کے استعمال کے مواقع	۱۷۷	پس لفظ بین ید یہ قرب و بعد سے قطع نظر "سامنے" کے معنی میں ہے
۲۱۸	عند ظرف ہے جو زمان اور مکان دونوں کے لیے آتا ہے	۱۷۷	اور قرب کا لحاظ ہو تو حاضر اور مشاہد کے معنی میں ہے
۲۲۳	علی وقت اور زمانہ کے لیے بھی آتا ہے تو یہ عند زمانہ کا ہم معنی ہے	۱۷۸	لفظ بین ید یہ اصلاً ظرف مکان تھا اب زمانہ کے لیے بھی اس کا استعمال ہونے لگا
۳۰۶	مقدمہ لغویہ وسط اور وسط کا اطلاق وسط بالکون سے دائرہ کے اندر کا کوئی بھی مقام اور وسط بتحریک سین مراد ٹھیک وسط ہوتا ہے	۲۰۷	عند معنی قرب میں بین ید یہ سے زیادہ وسیع ہے
۳۴۳	معنی قرب کا بیان اور مثالیں	۵۸۹	علماء نے استخدام اور توریہ کو بدیع کی عمدہ قسم شمار کیا ہے
۳۴۳	قرب کی اقسام	۶۱۰	صفت کا اطلاق کسی پر آئندہ کے لحاظ سے مجاز ہے
۵۶۳	صیغہ افعیل التفصیل کا معنی	۶۳۹	تذیل اس بارے میں کہ کلام میں خبر کو مقدم یا مؤخر کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے
۵۸۳	التقی کے معانی پر مزید بحث	۶۳۹	خبر کو مقدم کرنا کلام فصیح میں نادر نہیں
	نحو	۶۳۹	تقدیم خبر پر بعض احادیث سے استدلال
۶۰۲	اسم تفصیل کی تفصیل و تشریح	۶۳۹	تکمیل، مبتدا کو خبر پر مقدم کرنے کی بحث
۶۰۶	علامہ جامی علیہ الرحمہ کے قول سے استدلال	۶۵۲	خبر کو مقدم کرنے کے نکات و حکم
۶۰۷	رضی استر ابادی کے قول سے استدلال		لغت
۶۱۱	تحقیق رضوی بابت افعیل التفصیل	۷۹	لفظ شیعہ اور رسمی بالتشبع میں فرق ہے

۳۰۸	اصولیہ ہندسیہ توضیح دعویٰ	۶۳۵	موضوع و محمول اور معرفہ و نکرہ سے متعلق ایک ضابطے کا افادہ
۳۰۹	ثبوت دعویٰ کی تقریر	۶۳۷	لام جب عہد کے لیے نہ ہو استغراق کے لیے ہوگا (ضابطہ نحو یہ)
۳۱۰	زاویہ غیر حادثہ کے راس سے اس کے قاعدے پر نازل ہونے والا عمود قاعدہ کا نصف ہوگا جب مثلث کی دونوں ساقین مساوی ہوں		منطق
۳۱۱	دعویٰ کی توضیح اور ثبوت	۱۷۸	چونکہ قرب امر اضافی کلی مشکک ہے اس لیے اس کی تعیین موقع اور محل کے لحاظ سے بتقاضائے عقل ہوگی
۳۱۲	زاویہ مختلف الساقین کے عمود کی مقدار کا بیان	۲۵۳	انقائے عام مستلزم انقائے خاص ہے
۳۱۳	زاویہ منفرجہ کے عمود کی مقدار کا بیان	۲۶۰	حکم بے تصور محکوم علیہ محال قطعی ہے
۳۱۴	مثلث کی دو شاخوں کے مختلف ملتی پر پیدا ہونے والے زاویوں کا بیان	۶۱۷	تفضیلیہ کی ایک منطقی دلیل کاروبور جوہ چند
۳۱۷	دونوں قسم کے ملتی پر تینوں زاویہ کے پیدا ہونے کا امکان	۶۲۵	بطر دیگر اثبات مدعی پر منطقی دلیل
۳۲۰	شکل ہندسی سے مقام موذن کی تصویر		ترغیب و ترہیب
۳۳۰	مقدار عمود کی حقیقی نسبت کا بیان	۱۳۱	سنت بدلنے والوں کے لیے شدید وعیدیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تبدیل سنت کی نسبت سخت قبیح امر ہے
۳۳۰	زاویہ قائمہ اور منفرجہ کے عمود کے فاصلے کا بیان	۱۵۶	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا منع اور اس فعل پر وعیدیں
	تاریخ و مہذکرہ	۶۷۲	مسئلہ ظنی میں آزادی اختیار کرنے والوں کو تنبیہ و تہدید
۵۲	یہ روایت محض بے اصل ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید کو واسطے مغفرت کے کوئی نماز بتائی تھی		ہندسہ
۶۰	ان چھ مفسرین کے نام جنہوں نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس حدیث پر اعتبار کیا	۳۰۶	زاویہ قائمہ، منفرجہ اور حادثہ کا مقام حد و ث
۶۰	ان فقہاء کے نام جنہوں نے اپنی کتابوں میں منصوص طور پر یہ مسئلہ ذکر کیا	۳۰۷	بیان مذکور کی تعبیرات مختلفہ

۳۷۰	حضور سرکار غوثیت کاسب سے پہلا حج	۸۲	امام زین العابدین اور امام زید کا واقعہ
۳۹۹	ابن سقا کا انجام اور اس کا سبب	۸۳	ایسے جلیل القدر ۳۸ ائمہ حدیث کا ذکر جن کی عادت ارسال حدیث کی تھی
۴۱۰	روح غزالی کا جناب کلیم اللہ سے کلام کرنا،	۹۶	جو دروازہ خطیب کی پشت پر تھا وہ سائب ابن یزید کی ولادت سے پہلے سال دو سال بند ہو چکا تھا
۴۲۳	مذکرہ و عظمت حارثہ بن نعمان و نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۲۲۷	ایک نام نہاد طالب العلم کی تحریف
۴۲۹	تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے	۲۲۹	اذان جمعہ کی تاریخ از روئے مذہب امام مالک۔
۴۳۴	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی عمر میں ایمان لائے	۲۳۴	اس باب میں مجدد الف ثانی کا ایک دردناک مکتوب
۴۳۶	حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنار اقدس میں ہوئی	۲۳۸	اذان بین یدی الخطیب میں عہد رسالت کے بعد کسی قسم کا تغیر تاریخ سے ثابت نہیں
۴۳۶	بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا	۲۵۶	مسجد نبوی کی آرائش پر ولید کے غیر معمولی مصارف کا بیان
۴۳۶	لقب "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ" کا سبب	۲۷۳	اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اعلان حج کا حکم دیا آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان کیا
۴۳۸	قس بن ساعدہ اور زید بن نفیل کا تذکرہ (حاشیہ)	۲۷۵	اعلان حج کے وقت وہ پتھر مطاف میں دیوار کعبہ کے پاس تھا یعنی مسجد حرام میں تھا تو اعلان اندرون مسجد ثابت ہوا
۴۵۰	زمانہ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحده یا غافلہ تھیں	۳۶۶	مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لال کافر کو مارنے والا قصہ بے اصل ہے
۴۵۶	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بت پرستی نہیں کی بلکہ بچپن میں پتھر مار کر بت کو منہ کے بل گرا دیا	۳۶۹	حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران اولیاء میں سے ہیں
۴۷۰	بعض جزئی مقید تابعین کے اسماء گرامی۔	۳۷۰	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک روضہ انور سے بوسہ کے لیے نکالنا
۴۸۵	کتاب مستطاب "سبع سنابل" بارگاہ رسالت میں قبول عظیم پروا قع ہوئی		

۵۲	ولد الزنا کی خلافت و بیع کا حکم	۴۸۵	میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات
۴۶۹	جانشینی و نیابت دو قسم پر ہے	۵۰۶	حضرت بلال کی آزمائش اور صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)
۴۶۹	قسم اول جزئی مقید کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لیے دوسرے کو اپنا نائب کرے	۵۰۹	حضرت عامر اور دیگر چھ صحابہ کو صدیق اکبر کا آزاد کرنا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)
۴۷۱	قسم دوم کلی مطلق کہ حیات مستحلف سے جمع نہیں ہو سکتی	۵۰۹	سات ان صحابہ کرام کا نام جن کو صدیق اکبر نے آزاد فرمایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)
۴۷۲	خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے بارے میں ارشاد علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۵۱۴	حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا آغوش رسالت میں پروش پانا
۴۷۳	خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۱۹	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چالیس ہزار دینار خرچ کرنا
	خواب	۵۶۲	عبدالرحمن بن ملجم خارجی تھا
۳۶۶	ایچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو		خلافت و بیعت

اذان و نماز و مساجد

مسئلہ ۱: از جھو نامار کیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت سید پیر ابراہیم صاحب مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر غیر منکوحہ عورت سے لڑکا تولد ہو اور قضائے الہی سے فوت ہو اس کی قبر پر خانقاہیں بنانا اور واسطے مرادوں کے دعا مانگنا اور صاحب القبر کو اولیا قبول کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر ایسا شخص صفت بالا میں متصف ہے اور مسجد میں امام ہے تو ہزاروں مقتدیوں کو تحقیق واقعات بالا کے نماز قبل از تحقیقات کا اعادہ کرنا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب:

جو شخص فاسق و فاجر ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر فاسق معین ہے تو کراہت تحریمی ہے اور اعادہ واجب ہے ورنہ تنزیہی اور اور اعادہ بہتر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲: از موضع چانڈ پور ڈاکخانہ بمنوئی تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علیگڑھ مسئلہ مرزا احسان بیگ صاحب زمیندار ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ بعد سلام مسنون معروض خدمت ہوں کہ نماز غفیرا کی بابت میں ذکر الشادتیں دیکھا ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ نے یزید کو واسطے مغفرت کے بتائی تھی مجھے اس نماز کے تلاش ہے میں پڑھنا چاہتا ہوں براہ مہربانی اس مسئلہ پر التفات مبذول فرما کر ترتیب نماز سے

اطلاع دیجئے۔

الجواب:

و علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ یہ روایت محض بے اصل ہے حضرت نے کوئی نماز اس پلید کی مغفرت کے لیے اس کو تعلیم نہ فرمائی۔

مسئلہ ۳:

از اسپتال دھام نگر ضلع بالسر اور سیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ یہاں ایک شاہ صاحب نے اپنے ایک مرید کو خلیفہ بنایا ہے وہ مرید بظاہر پابند شریعت ہے ذکر و اذکار کا پابند ہے آپ کے عقیدہ ہے اور آپ کا مداح علم انگریزی میں اچھی دخل ہے مسائل شریعت سے بھی اقلیت ہے سب باتیں صحیح ہیں لیکن وہ ولد الزنا ہے اب حضور والا سے عرض ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہ؟ اور بیعت جو ہو گا وہ عند الطریقت صحیح ہے یا نہ؟ اور جو ولد الزنا کو خلیفہ بنا دے وہ شاہ صاحب کیسے ہیں؟ اب خلیفہ سے جر مرید ہو ایسا شاہ صاحب دونوں مرید صحیح ہیں یا نہ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

ولد الزنا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ حاضرین سے علم میں زائد نہ ہو ورنہ اسی کی امامت اولیٰ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الاختیار ولو عد مت ای علة الکراهة بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر ولد الزنا من ولد الرشدة والاعی من البصیر فالحکم بالضد اھ ونحوہ فی شرح الملتقی للبهنسی وشرح درر البحار ^۱ ۔	اختیار میں ہے کہ جب کراہت کی علت معدوم ہو جائے یعنی دیہاتی شہری سے، غلام آزاد سے، ولد الزنا ثابت النسب سے اور اندھا بینا سے افضل ہو جائے اور درر البحار بھی ایسا ہے۔ (ت)

یو نہیں اگر وہ لائق خلافت ہے اسے خلافت دینی اور عقیدت کے ساتھ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کوئی حرج نہیں نہ اس پر نہ اس کے شیخ پر اس میں کچھ الزام قال تعالیٰ "لَا تَزِمُوا زِوَارَةً وَزُرَّاءُ خُرَّی" ^۲ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

^۱ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامة دار التراث العربی بیروت ۱/۷۶۷

^۲ القرآن الکریم ۶/۱۶۳

رسالہ رسالہ شمائے العنبر فی ادب النداء امام المنبر (منبر کے سامنے نداء کے بیان میں عنبر کے شائے)

بسم الله الرحمن الرحيم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

حمد اس وجہ کریم کو جس کا یہ اعلان ہے کہ سب تعریفیں میری ذات کے لیے ہیں اور افضل ترین درود و سلام اس ذات گرامی پر جس کے نام نامی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمینوں کی پستیوں میں فرمایا اور روز قیامت کی بھڑ میں اولین و آخرین سے منتخب فرما کر آپ کو اپنی مخصوص حمد و ثنا کی اجازت اور اذن دے گا۔ اور آپ کی آل و اصحاب اور آپ کے فرزند غوث اعظم پر، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری امت پر آمین!

اذن من الله الحق المبين ان الحمد لله رب العلمين
و افضل الصلوات و اعلی التسلیات علی من اذن
باسمه الکریم فی اطباق السموات والارضین و
سیؤذن بحمدہ العظیم و وصفه الفخیم علی رؤس
الاولین و الاخرین یوم الدین و علی اله و صحبه و
ابنه الکریم الغوث الاعظم و سائر حزبه اجمعین۔
امین!

و بعد: فہذہ سطور ان عدت یسیرۃ و بیزۃ، و فیہا علوم ان شاء اللہ عزیزۃ و عزیزۃ فی بیان ما ہو السنۃ فی اذان الخطبۃ یوم الجمعة سیئتها "شما ثم العنبر فی ادب ابلنداء المنبر" و الغرض بیان مآظہر من حقاً ثقی زبر الحدیث الجلی و الفقہ الحنفی معروضۃ علی ساداتنا علماء اہل السنۃ فی بلاد الاسلام للاستعانۃ بہم فی احیاء سنۃ نبینا الکریم علیہ و علی الہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم۔ والعبد الذلیل عائذ بجلال وجہ ربہ الجلیل، و جمال محیا حبیبہ الجلیل، علیہ و علی الہ الصلوٰۃ بالتبجیل من کل عین لاتنظر بالانصاف و تقوم بالخلاف علی قدر الا عتساف فضلا عن یخلد فی ارض اتباع الرواج؛ و تقدّمہ علی سنۃ صاحب التاج والمعراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و علی الہ و صحبہ و شرف و کرم۔	حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ چند سطریں ہیں بظاہر تھوڑی اور مختصر، مگر ان میں اذان خطبہ سے متعلق علوم و فنون کا سمندر سمٹا ہوا ہے ہم نے جس کا نام "ندائے منبر کے آداب میں عنبر کے شامے" رکھا جس سے ہمارا مقصد حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فقہ حنفی سے روشن ہونے والے تابناک حقائق کو جملہ علمائے اہل سنت عموماً اور خصوصاً علمائے حرمین شریفین کی خدمات عالیہ میں پیش کرنا ہے (اللہ تعالیٰ انہیں توفیق خیر عطا فرمائے، اور قیامت تک ان سے مذہب حق کی حفاظت و حمایت کا کام لے) تاکہ ہم رسول انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک مردہ سنت کی احیاء میں ان سے مدد حاصل کریں۔ یہ بندہ عاجز اپنے جلیل و بزرگ پروردگار کے وجہ کریم کے جلال اور اس کے حبیب لبیب کے چہرہ جمیل کی پناہ ڈھونڈتا ہے ایسی آنکھوں سے جو انصاف کو نہ دیکھ سکیں اور ظلم و اختلاف کا ارادہ رکھیں نہ دیکھ سکیں اور ظلم و اختلاف کا ارادہ رکھیں نہ کہ وہ جو رسم و رواج کی پابندی میں ثابت قدم ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریم پر اس کو ترجیح دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط

بندہ اپنے رب عظیم سے مدد مانگتے ہوئے (کہ وہی اچھا مددگار ہے) پھر اپنے حبیب رؤف و امین	یقول العبد المستعین برہ العظیم و هو نعم المعبین ثم بحبیبہ الکریم و هو

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کی حمایت چاہتے ہوئے
حمد و صلاۃ سلام و تشہد پڑھتے ہوئے عرض پرداز ہے۔

اے ہمارے سردار و اور بھائیو! اللہ تعالیٰ ہم پر اور آپ پر رحم
فرمائے اور ہم سب کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے آپ خوب
جانتے ہیں کہ تمام باتوں سے بہتر خدا کی کتاب ہے اور تمام
سیرتوں سے برتر سیرت رسول ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور سب چیزوں سے برے وہ تو ایجاد ہیں (جن کی دلیل قرآن و
حدیث نہ ہو) پسندیدہ چیز پسندیدہ ہی رہے گی چاہے لوگ
اسے ناپسند کریں اور ناپسندیدہ چیز ناپسندیدہ ہی رہے گی چاہے
سب لوگ اس میں مبتلا ہوں۔

بہت ساری ناپسندیدہ باتوں کی سرگزشت یہ ہے کہ پیدا ہو کر
پھیل جاتی ہیں اہل حق اس پر نکیر بھی کرتے ہیں لیکن یہ رد و
قدح ضائع ہو جاتی ہے جس کے چند اسباب ہوتے ہیں
(۱) ان نو ایجاد امور کی اشاعت کے لیے حکومت اپنا اثر و رسوخ
استعمال کرتی ہے۔ (۲) سرکش نفوس اسے رواج دینے پر آمادہ
ہو جاتے ہیں۔ (۳) علماء جو انہیں روک سکتے تھے ان کا خیال
ہوتا ہے لوگ اتباع نفس میں ایسا گرفتار ہیں کہ ہماری بات
سننے کو تیار نہیں اور ہم اس سلسلہ میں ہدایت کا حق ادا کر چکے
ہیں اب خاموش میں رہیں تو ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ عالم
یہ سوچ کر رشد و ہدایت

نعم الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی الہ و
صحابہ اجمعین حامدا و مسلما و مشہدا و مصلیا۔

قد علمتم یاسادتی و اخوتی رحمنا اللہ تعالیٰ و ایاکم
و بالسلامۃ حیانا و حیاکم ان خیر الحدیث کتاب
اللہ و خیر الہدی ہدی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و شر الامور محدثاتہا و ان المعروف معروف
و ان صار منکر او المنکر منکر و ان صار معروف و فافلر
بہا یحدث حدث و یشیع و ینکر علیہ بدء فیضیع
امال امر الامارۃ و نفوس امارۃ۔

و العالم یقول الہوی متبع و القول لا یسمع و قد
قضیت ماعلی فان سکت فلا علی فیدع۔ فلا یدعو۔
فالمنکر یربو ویفشو۔ و تنشؤ الصغار فتقتفی الکبار
فیظن متوارثا و ماکان الاحداثا۔ وایۃ ذلک کو نہ علی
خلاف السنۃ المرویۃ و مناوۃ الخصلۃ المرضیۃ و مع
ذلک اذا فتشتہ فی الصدر الاول۔ و القرون الاول لم
تر لہ اثر۔ و ان سالت

چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہی پھیلتی رہتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے چھوٹے لوگ اسے بڑھا دیتے ہیں بڑے لوگ ان کے پیچھے چلتے رہتے ہیں اور لوگ انہیں متواتر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ایک نوپید بات ہوتی اس کے نوزائیدہ ہونے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ سنت مرویہ کے خلاف اور خصائص حمیدہ کی ضد ہوتی ہے اور اسلام کے ابتدائی عہد میں اس کا کہیں پتا ہی نہیں ہوتا اسکی ایجاد کے وقت اور موجد کا پتا پوچھا جائے تو کچھ پتا ہی نہیں چلتا لوگ اس لاعلمی کو اس بات کا ثبوت مان لیتے ہیں کہ یہ شروع سے ہی ایسے ہی ہو رہی ہے حالانکہ نہ تو تاریخ اس کی تائید میں ہوتی نہ دلیل سوائے اس امر کے پتا نہیں کب سے ایسا ہی ہو رہا ہے لوگوں کی طبیعتیں اس درجہ خود فراموش واقع ہوئی ہیں کہ بہت سے قریب العہد نوپید امور کی تاریخ بھی ان لوگوں کو معلوم نہیں رہتی اور لوگ اسی کو سنت سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اس وقت برائی اچھائی بن جاتی ہے اور اچھائی برائی حدیث شریف میں ہے سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا سمجھا جانے لگتا ہے

متی حدث، ومن احدث لم تجد به خبر افيجعل الناس لعدم العلم ببديئه علم بعدمه و علم اعلی قدمه، وما اليه سبيل، مع خلاف الدليل، وانما تحكيم الحال عند الاحتمال و الافالحدث لا قرب اوقاته ولغفلة الناس عن هذا البنایة تفوه اللسنة انه السنة، وتصير النفوس اليه مطمئنة و عند ذلك يكون المعروف منكر او المنكر معروفا^۱۔ كما في حديث^۲ عن المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم ويكذب الصادق ويصدق الكاذب^۲ كما قد صح^۲

ابن عساكر نے محمد بن حنفیہ اور مسعودی سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا (ت) ابن ابی الدنیا اور امام طبرانی نے مجمع کبیر میں، امام ابو نصر سجزی نے کتاب الابانۃ میں، امام (باقی صفحہ آئندہ)

عہ: رواہ ابن عساكر عن محمد بن الحنفية و المسعودی عن النبي صلى الله عليه وسلم^۲ امنه۔ عہ: رواہ ابن ابی الدنیا و الطبرانی فی الکبیر و ابو نصر السجزی فی الابانۃ و

^۱ فیض القدیر تحت الحدیث ۶۹۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۲۶۲

^۲ المعجم الاوسط حدیث ۸۶۳۸، ۲۹۳

عن سيد الاطائب صلى الله تعالى عليه وسلم فمن القى عليهم السنة فكانها يحول جبلة او يحاول جبلا او يبتدع حكما من عنده قبله۔

وان القلب اذا امتلاء بشيئ لم يكديقبل غيره لداب مستمرا فان

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث بھی مروی ہے "تو جو انہیں کسی سنت پر ابھارے گویا ان کو فطرت بدل رہا ہے یا پہلا منتقل کرنے کا قصد کر رہا ہے یا اپنے پاس سے کوئی حکم گھڑ رہا ہے۔" اور دل میں جب کوئی بات سما جاتی ہے تو آدمی اپنی عادت جاریہ کے خلاف کچھ قبول ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن عساكر في تاريخ دمشق عن ابي موسى الاشعري رضى الله تعالى عنه بسند لاباس به والطبر في فيه والحاكم في الكنى ابن عساكر عن عوف بن مالك الاشجعي والطبراني في فيه والبيهقي في البعث وابن النجار عن ابن مسعود الطبراني في فيه عن امر المؤمنين امر سلمه ونعيم ابن حماد في الفتن عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنهم ولفظة حدیث امر المؤمنين لياتين على الناس زمان يكذب فيه الصادق ويصدق فيه الكاذب¹ الحديث وهو قطعة احاديث عند هم جميعا² منه۔

ابن عساكر نے تاریخ دمشق حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لاباس بہ سند کے ساتھ اس کو روایت کیا طبرانی نے کبیر میں حاکم نے کنی میں اور ابن عساكر نے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا طبرانی نے کبیر میں اور امام بیہقی نے بعث میں اور ابن نجار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، اور نعيم بن حماد نے "فتن" میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی) ام المؤمنین کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: لياتين على الناس زمان يكذب فيه الصادق ويصدق فيه الكاذب الحديث۔ اور یہ سب کے نزدیک حدیث کا ایک ٹکڑا ہے ۱۲ منہ

¹ المعجم الاوسط حدیث ۸۶۳۸ مکتبۃ المعارف الرياض ۲۹۳/۹

قراء لم یجاوز التراقی اوسیع لم یجاوز الاذن وما
 بهذا امر وانما قال له ربه وقول الحق ووعده الصدق
 "فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِینَ یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فِیَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
 اُولَئِكَ الَّذِینَ هَدٰی اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْاُولَآءِیَابَابِ" ^۱
 فالسبیل الاستماع ثم الانتفاء ثم الاتباع لان
 یقنع ولا یسمع، او یكون من الذین سعو او هم لا
 یسمعون فهم بالقرآن لا ینتفعون۔
 وانما النفع لمن كان له قلب مرید أو القی السمع وهو
 شهید۔
 فعلیک یا اخی القاء السمع وانقاء القلب عن الجزم او
 لا بایجاب اوسلب رجاء ان تجد حقاً فتد عن فان
 الحکمة ضالة المؤمن فتدخل او ذاک فی بشارۃ مولاک
 واللہ یتولی ہدای و ہدای۔
 ولنجل اولاماً وجده الفقیر فی هذه المسألة من
 الحدیث الکریم

نہیں کرتا۔ اگر کوئی بات اس کے خلاف پڑھتا ہے تو خلق کے
 نیچے نہیں اترتی اور سنتا ہے تو کان سے آگے نہیں بڑھتی جبکہ
 لوگوں کو اس ہٹ دھرمی کا حکم نہیں دیا گیا ہے وہ تو یوں فرماتا
 ہے "ہمارے ان بندوں کو بشارت دو جو اچھی بات سن کر اس
 کی پیروی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور وہی
 اہل عقل و بصیرت ہیں۔"
 تو راستہ تو سن کر انتفاع اور اتباع کا تھا نہ کہ قناعت کر کے بیٹھ
 رہنے اور نہ سننے کا۔ یا سن کر ان سنی کر دینے کا ایسے لوگ قرآن
 سے کچھ مستفید نہیں ہوتے۔
 نفع تو ان لوگوں کو پہنچتا ہے جو ارادہ قلبی اور سماع حضور کے
 ساتھ سنتے ہیں۔
 پس اے برادران محترم! غایت توجہ اور عنایت قلب کے
 ساتھ قبل از مطالعہ یک طرفہ فیصلہ کئے بغیر اس ارادہ سے کہ
 حق ہوگا تو قبول کروں گا۔ ہمارے معروضات سنیں کہ حکمت
 مومن کا گمشدہ مال ہے، اور اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے،
 ہماری اور آپ دونوں کی ہدایت فرمائے۔
 پہلے تو ہم احادیث کریمہ، فقہ مستقیمہ، بلکہ قرآن عظیم میں
 ایک فقیہ مسئلہ دائرہ میں جو کچھ

^۱ القرآن الکریم ۱۸۰/۳۹

پاسکتا ہے اسے اجمالاً بیان کرتے ہیں پھر ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ کی ضروری تفصیل بیان کریں گے کہ اجمال کے بعد تفصیل نفس میں زیادہ جاگزیں اور ظن و تخمین کو زائل کرنے والی ہوتی ہے پوری تفصیل کے لیے تو صحیح درکار ہیں مگر جب واجب بیان سے کام چل جائے تو مکمل تفصیل کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے "جو کلام مختصر اور کفایت کرنے والا ہو طویل اور الجھا دینے والے بیان سے اچھا ہے۔"

پس میں اس کی مدد کے ساتھ کہتا ہوں سنن ابی دود، صحیح امام ابن خزیمہ، معجم کبیر امام ابوالقاسم الطبرانی کی حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اذان خطبہ میں سنت یہ ہے امام مہنر پر بیٹھے تو اس کے سامنے حدود مسجد کے اندر (نہ کہ خاص مسجد میں) اذان دی جائے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد ہائے مبارک و مسعود میں اور دیگر خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ کرام و زمانہ تابعین و ائمہ مجتہدین میں ایسا ہی ہوتا رہا،

والفقه القویم بل ومن القرآن العظيم: ثم نفصله تفصيلاً باذن الفتاح العليم۔ لان التفصيل بعد الاجمال وقع في النفس واقمع للتكمين والحدث ولا ارید كل التفصيل لمابد فان المسئلة تحتل مجلد اولكن مآقل وكفى خير مماكثر والهي^۱ قاله ع النبي المصطفى صلى الله تعالى عليه وعلى اله افضل الصلوة والثنا۔

فاقول: وبه استعين: ارشدنا الحديث الصحيح الذي رواه ابو دود في سننه وامام الائمة ابن خزيمه في صحيحه. امام ابو قاسم الطبراني في معجمه الكبير ان السنة في هذا الاذان ان يكون بين يديه الامام اذا جلس على المنبر في حدود المسجد لاني جو فہ هكذا كان يفعل على عهد رسول الله تعالى عليه وسلم وعهد صاحبيه ابى بكر وعمر

ابو يعلى اور ضياء مقدسی نے مختارہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ۱۲ امنہ (ت)

عہ: رواه ابو يعلى او الضياء المقدسى في المختارة عن ابى سعيد الخدرى رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ امنہ

^۱کنز العمال حدیث ۱۶۱۲۴ مؤسسة الرسالة بیروت ۳۷۵/۶

کسی سے اس کا خلاف مروی نہیں اور معاذ اللہ رب العالمین وہ اس کے خلاف کہہ بھی کیسے سکتے تھے۔

اس حدیث پر بے شمار ائمہ مفسرین نے آیت مبارکہ "إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ" کی تفسیر میں اعتماد کیا چنانچہ کشاف میں زمخشری مفتاح الغیب میں امام رازی، لباب التأویل میں امام خازن، رغائب الفرقان میں امام نیشاپوری خطیب و جمل وغیرہ نے اسے ذکر کیا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف الغم عن جمیع الائمة میں اس پر اعتماد کیا عبارتیں سب کی آگے آرہی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارے ائمہ فقہ نے کثرت کے ساتھ فقہ کی کتب معتمدہ میں مسجد کے اندر اذان کی ممانعت فرمائی کہ مکروہ ہے فقیہ النفس امام قاضیخان نے خانیہ میں امام بخاری نے خلاصہ میں امام اسپجانی نے شرح طحاوی میں امام اتقانی نے غایۃ البیان میں امام عینی نے بنایہ میں

رضی اللہ تعالیٰ عنہما^۱ ولم یأتنا عن احد من الخلفاء الراشدين و غیرہم من الصحابة و التابعين و الائمة المجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تصریح قط بخلاف ذلك و ماکان لہم ان یقولوا او العیاذ باللہ ترک ماہناک۔

وقد اعتمد هذا الحديث كبار المفسرين في تفسير الكريمة "إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ"^۲ كالزمخشري في الكشاف، والامام الرازي في مفتاح الغیب والخازن في لباب التأویل، والنيسابوري في رغائب الفرقان، والخطيب والجمل وغيرهم واورده الامام الشعراني في كشف الغمة عن جميع الامة، كما سيأتيك نصوصهم ان شاء الله تعالى۔

ثم تظافرت كلمات علمائنا في الكتب المعتمدة على النهي عن الاذان في المسجد وانه مكروه، نص عليه الامام فقيه النفس في الخانية، والامام البخاري في الخلاصة، والامام الاسبيجاني في شرح الطحاوي، والامام الاتقاني في غاية البیان

^۱ سنن ابی دواؤد کتاب الصلوۃ باب وقت الجمعة آفتاب عالم پریس لاہو ۱۵۵/۱، المعجم الكبير حديث ۶۶۴۴ المكتبة الفيصلية بيروت ۱۴۶/۷

^۲ القرآن الكريم ۹/۶۲

۱ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں ۴ امام زندوستی نے نظم میں ۸ امام سماعی نے خزائن المفتین میں ۹ مختار زاهدی نے مجتبیٰ میں، ۱۰ محقق زین ابن نجیم نے بحر الرائق میں، "محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ میں، ۲ بر جندی نے شرح نقایہ میں، ۳ اقسستانی نے جامع الرموز میں، ۴ السید طحطاوی نے حواشی مراقی الفلاح میں، نیز اصحاب ۱۵ فتاویٰ عالمگیریہ، ۱۶ فتاویٰ تاتار خانہ اور مجمع البرکات نے اس کی تصریح فرمائی۔ ان حضرات نے نہ تو کسی جزء کا استثناء کیا نہ تخصیص کی طرف اشارہ فرمایا تو غیر مخصوص کی تخصیص کا ارادہ ایک ناقص رائے اور وہی قیاس آرائی ہے۔ اس مسئلہ میں مزید چند امور قابل غور ہیں (۱) جو مسجد میں اذان دینا و بارالہی کی بے ادبی ہے اس پر قرآن و حدیث اور عہد قدیم سے آج تک کا عرف شاہد ہے۔ (۲) جو مسجد میں اذان، مشروعیت اذان کے مقصد کے خلاف ہے۔ (۳) جو مسجد میں اذان کے جواز پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں اگر کہیں علامت یا اشارۃ النص یا احتمال و مجاز کے طور پر اس کا تذکرہ ہو بھی تو یہ اسی باب میں علی الترتیب حکم، عبارت النص اور صریح و حقیقت کے معارض نہیں ہو سکتے (۴) اندرون مسجد اذان گواہی بعض مقامات میں شائع و ذائع ہو مگر پورے عالم اسلام میں نہ تو اس پر اجماع ہوا ہے نہ عہد رسالت سے اس کا ثبوت ثابت ہے پس ایسے امر کا جواز

والامام العینی فی البنایۃ، والامام المحقق علی الاطلاق فی فتح القدير، والامام الزندوستی فی النظم، والامام السماعی فی خزائن المفتین و مختار الزاهدی فی المجتبیٰ، والمحقق زین بن نجیم فی البحر الرائق، والمحقق ابراہیم الحلبي فی الغنیۃ والبر جندی فی شرح النقایۃ والقہستانی فی جامع الرموز، والسید الطحطاوی فی الحواشی علی مراقی الفلاح واصحاب الفتاویٰ العالمگیریۃ، والفتاویٰ التاتار خانۃ و مجمع البرکات، ولم یستثنوا منہ فصلاً۔ ویلزموا بتخصیص اصلاً، والهجوم علی تخصیص النصوص من دون خصوص فہم مخصوص بل و ہم مرصوص۔ ثم ولنا القرآن العظیم والاحادیث والشاہد المطبق علیہ فی القدییم والحديث ان التاذین فی جوف المسجد اساءة ادب بالحضرة الالهیۃ۔ ثم هو خلاف ما شرع له الاذان۔ ثم لیس علیہ من حدیث ولا فقہ دلیل ولا برہان ولا یعارض العلامة الحکم ولا الاشارة العبارة ولا المحتمل الصریح ولا المجاز علی الحقیقة۔ ثم هو علی حالہ ہذا وان شاع فی زماننا فی بعض الاصقاع لم ینعقد قط علیہ الاجماع ولا علیہ تعامل فی جمیع البقاع۔ ولا هو متوارث من الصدر الاول،

نہ تو محتمل ہے نہ قابل قبول اور جو فعل شرعاً ناپسندیدہ ہو گو لاکھ معروف و مشہور ہو گو ہم اس کے ایجاد کا زمانہ متعین نہ کر سکیں مقبول و معروف شرعی نہیں ہو سکتا۔ اے سرداران امت علمائے اہلسنت اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو احیائے سنت کے لیے تیار کر رکھا ہے اور آپ کے رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں آپ کو اس کی دعوت دی ہے اس پر سو شہیدوں	فمثل هذا لا یحتمل ولا یقبل والمنکر لا یصیر معروفاً ولا فشا۔ ولا الحادث قدیمًا وان لم نعلم متى نشاء۔ ویا ساداتنا علماء السنة انتم المدخرون لاحیاء السنة وقد ندبکم الی ذلك نبیکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر ^۱ ما حدیث و وعدتم ^۲ علیہ اجر مائة

ترمذی نے حضرت بلال وابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمین سے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم سے روایت کی جس سے میری کسی مردہ سنت کو زندہ کیا اسے تمام عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر ملے گا ان کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

امام بیہقی نے کتاب الزہد میں ابن عباس سے انہوں نے رسول اللہ تعالیٰ وسلم سے روایت کی "جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنتوں پر مضبوطی سے عمل کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا"

ع۱: الترمذی عن بلال وابن ماجہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من احیاء سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الاجر مثل اجر من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئاً^۱۔ ۲۱ امنہ

ع۲: والبیہقی فی الزہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شہید^۲"

^۱ جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنة الخ میں کہنی دہلی ۹۲/۲، سنن ابن ماجہ باب من احیاء سنة قد امیتت ایچ ایم سعید کمپنی

کراچی ص ۱۹

^۲ کتاب الزہد الكبير للبیہقی حدیث ۲۰۹ دار القلم الكويت ص ۱۵۱

شہید۔ وان ۛتکونوا به مع نبیکم فی دار المزیّد۔ وانما تجی اذا امیتت وانما تموت اذا ترک الناس العمل بها وسکت عنها علماءؤ هم لما قد مر او شبه لهم فلمن احیا لاحقا جره ولمن سکت سابقا عذره علی ذلك مضى امر احياء السنن وتجديد الدين من سالف الزمن الى هذا الحین فالاستناد فی مثله بعمل الناس وعادتهم او سکوت من سلف قریب من سادتهم او زعم انه يلحقهم بذلك شین	کے اجر اور دار آخرت میں اپنی ہم نشینی کا وعدہ فرمایا ہے۔ سنت کا احیا جیسی ہوگا کہ لوگوں نے اسے مردہ کر ڈالا اور موت اسی صورت میں ہوگی کہ لوگ اس پر عملدرآمد ترک دیں اور اس وقت کے علماء مذکورہ بالا وجوہ کی بنیاد پر ان کی اس حر کت پر خموش رہے ہوں پس جو ایسی سنت زندہ کرے اسے اس کا اجر ملے گا اور جس نے خاموشی اختیار کی وہ معذور سمجھا جائے گا اسی نہج پر احیائے سنت کا معاملہ عہد قدیم سے آج تک چلتا رہا ہے اس لیے لوگوں کے عمل یا عادت یا کسی عمل پر ماضی قریب کے علماء کی خموشی سے استدلال اور یہ خیال کہ اگر مسئلہ دائرہ خلاف شرع ہوتا

امام سجزی نے کتاب الابانۃ میں حضرت انس اور انہوں نے حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ "جس نے میری سنت
زندہ کی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی
وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا"

اور امام ترمذی نے لفظ احب کے ساتھ روایت فرمایا ہے یا اللہ!
ہم سب کو آپ کی محبت عطا فرما! ۱۲۱ منہ

عہ: السجزی فی الابانۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ
عنه: من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی
الجنة^۱

رواہ الترمذی بلفظ من احب اللہم ارزقنا امین! ۱۲۱ منہ

^۱ کنز العمال بحوالہ السجزی عن انس حدیث ۹۳۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۸۴/

تو اس پر ان علماء کی نموشی ان کے لیے باعث عار ہوتی۔ یہ سب خیال کھلی جہالت اور واضح وہم پرستی ہے اور احیائے سنت کا سد باب ہے حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احیائے سنت کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور اس پر عظیم انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب ہم مہکتے شاموں اور لہکتے نفحات میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب پر مقدس درود اور مبارک تسلیمات نازل فرمائے۔ آمین	مع جلالہم۔ کل ذلك جهل واضح و و هم فاضح وسد لباب احیا السنة مع انه مفتوح بيد المصطفى سيد الانس و الجن صلى الله تعالى عليه وسلم و موعود عليه عظيم المنة۔ واما تفصيل کل مع اجملت هنا ففی شمائم زاکیات، فی کل شمائمہ نفحات طیبات و علی حبیبنا والہ اطیب الصلوة و انی التحیات۔

الشامة الاولى من عنبر الحديث (عنبر حدیث کا شامہ اولیٰ)

نفعہ ۱: انبانا شیخنا العلامة الامام شیخ العلماء
بالبلد الکرام السید احمد بن زین بن دحلان المکی
قدس سرہ الملکی بمکة مکرمة ۱۲۹۶ھ میں ہم سے بیان
کیا، ان سے شیخ عثمان بن حسن دمیاطی ازہری نے، ان سے شیخ
محمد امیر مالکی نے اور شیخ عبد اللہ شرفی شافعی ازہری نے ح،
ہم سے علامہ مولانا مفتی عبدالرحمن بن سراج مکی نے ذوالحجہ
۱۲۹۵ھ میں مولانا مفتی مکہ جمال ابن عبد اللہ ابن عمر کے
واسطہ سے بیان کیا، ہمیں حسین ابن صالح جبل اللیل مکی
نے باب صفحہ کے پاس اپنے گھر ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ میں بیان کیا اور
احمد ابن زید جبل اللیل نے بھی۔ دونوں حضرات

نفعہ ۱: انبانا شیخنا العلامة الامام شیخ العلماء
بالبلد الکرام السید احمد بن زین بن دحلان المکی
قدس سرہ الملکی بمکة مکرمة ۱۲۹۶ھ عن الشیخ
عثمان بن حسن الدمیاطی الازہری عن الشیخ
محمد الامیر المالکی والشیخ عبد اللہ الشرفی قاوی
الشافعی الازہری بن ح، وانبانا المولی المفتی العلامة
عبد الرحمن السراج مفتی البلد الحرام فی ذی
الحجة ۱۲۹۵ھ عن مفتیہا المولی جمال بن عبد اللہ
بن عمر ح وانبانا عالیا بدر جة السید حسین بن
صالح جبل اللیل المکی

نے شیخ عابد سندھی اور انھوں نے شیخ صالح غلانی اور سید عبد الرحمن اہل اور یوسف ابن محمد مزجاجی اور سید احمد و قاسم ابنائے سلیمان اور اپنے چچا محمد حسین انصاری سے ح، ہمارے شیخ سید امام عارف باللہ شاہ آل رسول احمدی نے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں ہم کو خبر دی، انھیں شاہ عبد العزیز دہلوی نے اور انھیں ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے اور انھیں شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی نے ح ان سب لوگوں نے اپنے مشائخ کرام سے جن کی معروف و مشہور سندیں امام ابو داود تک متصل ہیں انھوں نے اپنی سنن میں نفی، محمد بن مسلمہ، محمد اسحق زہری عن سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا: — "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے جاتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیتے۔ ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں ہوتا رہا۔" یہ حدیث حسن و صحیح ہے اس کے راوی محمد بن اسحق قابل بھروسہ، نہایت سچے امام ہیں۔ ان کے بارے میں امام شعبی، محدث ابو زرعہ اور ابن حجر نے فرمایا یہ بہت سچے ہیں۔ امام عبد اللہ

بیتہ عند باب الصفاق فی ذی الحجۃ ۱۲۹۵ کلاہما عن الشیخ عابد السندی المدنی عن الشیخ صالح الغلانی والسید عبد الرحمن بن سلیمان الاهدل و یوسف بن محمد المزجاجی والسید بن احمد و قاسم ابنی سلیمان وعبد محمد حسین الانصاری ح. و انبأنا شیخنا السید الامام العارف باللہ الشاہ آل الرسول الاحمدی فی جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ عن الشاہ عبد العزیز الدہلوی عن ابیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی عن الشیخ ابی طاہر بن ابراہیم الکردی المدنی ح. و غیرہم من مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ جیبعا باسنادیہم المعروفۃ الی ابنی داؤد فی سننہ قال حدثنا النفیل، نامحمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحق عن الزہری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجعۃ علی باب المسجد و ابی بکرو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما^۱ ہذا حدیث حسن صحیح محمد بن اسحق ثقۃ صدوق امام قال شعبۃ و ابو زرۃ و الذہبی و ابن حجر صدوق و قال الامام ابن المبارک

^۱ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت الجمعة آفتاب پریس لاہور ۱۵۵/۱

ابن مبارک فرماتے ہیں: "ہم نے انھیں صدوق پایا، ہم نے انھیں صدوق پایا، ہم نے انھیں صدوق پایا۔" امام عبد اللہ بن مبارک، امام شعبہ اور سفیان ثوری اور ابن عیینہ اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کیں اور ان کی شاگردی اختیار کی۔ امام ابو زرعة دمشقی نے فرمایا: "اجلہ علماء کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے، اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدق و خیر پایا۔" ابن عدی نے کہا: "آپ کی روایت میں ائمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں، اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔" امام علی ابن المدینی نے کہا: "کسی امام یا محدث کو ابن اسحق پر جرح کرتے نہیں دیکھا" امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں میں	انا وجدنا صدوقاً، انا وجدنا صدوقاً، انا وجدنا صدوقاً¹۔ تلخیص له اثمة اجلاء كابن المبارك وشعبة وسفيان الثوري وابن عيينة والامام ابى يوسف واكثر عنه في كتاب الخراج له۔ وقال ابو زرعة الدمشقي اجمع الكبراء من اهل العلم على الاخذ عنه قال وقد اختبره اهل الحديث فروا صدقا وخيرا²۔ وقال ابن عدى لم يتخلف في الرواية عنه الثقات والائمة ولا بأس به³۔ وقال على بن المديني ما رأيت احدا يتهم ابن اسحق⁴۔ وقال سفیان بن عیینہ جالست

سفیان ابن عیینہ کے اس قول سے اس شخص کا جھوٹ ظاہر ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ حضرت سفیان (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: وہ ظہر کذب من زعم الان ان قد جرحه سفیان

¹ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۷، کتاب الثقات لابن حبان ترجمہ محمد بن اسحق

دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۶

² تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۵

³ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹ دار المعرفہ بیروت ۳/ ۷۷۴

⁴ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۵

ابن اسحق منذ بضع سنین وسبعین سنة	ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت کرتا رہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن عیینہ، حاشاہ بل قد تلہذ و ذب عنہ وقال رایت الزہری قال لمحمد بن اسحق ابن کنت؟ فقال هل یصل الیک أحد؟ فدعا حاجبه وقال لا تحبہ اذا جاء^۱ وقال ایضا قال ابن شہاب وسئل عن مغازیہ فقال هذا علم الناس بها^۲ وقال ابن المدینی قلت لسفیان کان ابن اسحق جالس فاطمة بنت منذر فقال اخبرنی ابن اسحق انها حدثته وانه دخل علیها^۳ وقال ابن عیینة ایضا

ابن عیینہ نے ابن اسحق پر جرح کی ہے خدا کی پناہ انہوں نے تو ابن اسحق کی شاگردی اختیار کی ہے ان کی طرف سے مدافعت کی ہے اور فرماتے ہیں کہ امام زہری کو دیکھا کہ ابن اسحق سے پوچھا آپ کہاں تھے؟ انہوں نے جواب دیا کوئی آپ کے یہاں باریابی بھی تو پائے؟ (یعنی دربان روکے ہوئے تھا) تو امام زہری نے اپنے دربان کو بلا کر فرمایا آئندہ ابن اسحق کو اندرانے سے کبھی بھی مت رو کنا حضرت ابن عیینہ کی ہی روایت ہے کہ کسی نے امام زہری سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کے بارے میں پوچھا انہوں نے ابن اسحق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ اس کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں حضرت علی بن مدینی روایت کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ ابن اسحاق فاطمہ منذر کے پاس بیٹھے تھے؟ تو حضرت سفیان نے کہا کہ مجھ سے خود محمد بن اسحاق نے کہ

^۱ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۵ و ۵۰۴

^۲ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۵ و ۵۰۴

^۳ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۵ و ۵۰۴

اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھنا ان پر کچھ تنقید کی۔ امام ابو معاویہ نے فرمایا: "ابن اسحاق سب	وما یتھمه احد من اهل المدينة ولا يقول فيه شيئا^۱ وقال ابو معاوية كان اسحاق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہ مجھ سے فاطمہ نے حدیث بیان کی اور انکے پاس گیا (تو پاس بیٹھنے کی حقیقت صرف یہ تھی کہ ان سے حدیث سنی) ابن عیینہ نے تو ابن اسحاق کی تعدیل میں امام شعبہ کا وہ شاندار قول نقل کیا کہ یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں (کیا جرح ایسی ہی ہوتی ہے؟) ہاں آپ نے ابن اسحاق کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگوں نے ان پر قدری ہونے کا الزام لگایا ہے لیکن کیا یہ جرح ہے، اگر جرح ہو تو بخاری و مسلم ایسے مجروح راویوں سے بھری پڑی ہیں ان کے بہت سے راویوں پر قدر کا الزام ہے اگر یہ جرح ہوتی تو ابن عیینہ کا ابن اسحاق سے حدیث روایت کرنا تو بڑی بات ہے ان کا ساتھ بھی چھوڑ دیتے لیکن انہوں نے نہ تو ان کا ساتھ چھوڑا نہ ان کی شاگردی ترک کی نہ ہی عوام کے الزام کی تصدیق کی یہ تہمتیں بے اصل ہیں مزید ابن منیر کا کلام آ رہا ہے ۱۲ منہ۔

سمعت شعبۃ یقول محمد بن اسحق امیر المؤمنین فی الحدیث^۲ فہذا ما جرح بہ سفیان نعم ذکر ان الناس اتھموا بالقدر^۳ ولو کان ہذا جرح حافیا اکثر المجروحین فی الصحیحین، الا تری انہ کان یسمع ہذا ثم لا یتروک مجالسۃ ابن اسحاق ولا الاخذ منہ هل لیس منہ ما یدل علی تصدیقہ الناس فی ہذا فکم من تھمة لا اصل لہا، و سیأتیک کلام ابن منیر ۱۲ منہ۔

^۱ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۵

^۲ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۶، میز ان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹۷ دار المعرفہ بیروت

۳۶۹/۳

^۳ میز ان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹۷ دار المعرفہ بیروت ۳۶۹/۳

من احفظ الناس¹ وقال الامام ابن معين الليث بن سعد اثبت في يزيد بن ابي حبيب من محمد بن اسحق²۔

قلت ويزيد هذا كما قال ابن يونس روى عنه الاكابر من اهل مصر قلت كعمرو بن الحارث وحيوة بن شريح وسعيد بن ابي ايوب والليث بن سعد نفسه كلهم ثقات، اثبات، اجلا، ويحيى بن ايوب الغافقي صدوق خستهم من رجال الشيخين وعبد الله بن لهيعة صدوق حسن الحديث على ما استقر الامر عليه وعبد الله بن عياش كلاهما من رجال مسلم ومن غيرهم سليمان التيمي البصري وزيد بن ابي انيسة ثقتان من رجال الصحيحين وعبد الحميد بن جعفر المديني الصدوق من رجال مسلم واخرون كثيرون ففي هذا تفضيل لابن اسحق عليهما جميعا۔

وقال الامام شعبه لو كان لي سلطان لامرت ابن اسحق على المحدثين³ وقال ايضا محمد بن اسحاق امير المؤمنين في

لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے "اور امام ابن معین نے فرمایا "یزید بن ابی حبیب سے روایت کرنے والوں میں لیث بن سعد ابن اسحاق سے زیادہ ثبت ہے"

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ان یزید بن حبیب سے اکابر علمائے مصر نے روایت کی جیسے عمرو بن حارث، حیوة ابن شریح سعید بن ابی ایوب اور خود لیث بن سعد، یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں اور پانچویں یحییٰ ابن ایوب غافقی صدوق ہیں اور یہ پانچوں رجال شیخین میں سے ہیں عبد اللہ ابن لمیعہ صدوق اور حسن الحدیث ہے ان کے بارے میں اسی امر پر ائمہ رجال کی رائے مستقر ہوئی اور عبد اللہ بن عیاش یہ دونوں مسلم کے راویوں میں سے ہیں ان کے علاوہ سلیمان تیمی بصری، زید بن ابی انیسہ دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں اور عبد الحمید بن جعفر ممدنی صدوق رجال مسلم سے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق ان سب سے افضل ہیں۔

امام شعبہ نے فرمایا "میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا یہ تو امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں" ایک روایت میں ہے کہ

¹ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۵۰۴

² میز ان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷ دار المعروفہ بیروت ۳/ ۴۷۳

³ میز ان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷ دار المعروفہ بیروت ۳/ ۴۷۳

کسی نے ان سے پوچھا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ تو حضرت شعبہ نے فرمایا ان کے حفظ کی وجہ سے دوسری روایت میں ہے حدیث والوں میں اگر کوئی سردار ہو سکتا ہے تو وہ محمد ابن اسحق ہیں۔

علی بن المدینی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں پھر ان سب کے نام گنوائے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائرہ ہو گئے اور ابن اسحاق ان بارہ^۲ میں ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں مدینہ مجمع العلوم رہے گاجب تک یہاں محمد بن اسحاق قیام پذیر رہیں گے آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحق پر ہی بھروسہ کرتے تھے ہر چند کہ آپ حدیث میں ان کے استاد تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے ابن اسحق کے دوسرے استاد عاصم ابن عمر بن قتادہ نے فرمایا جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں دنیا میں تمام علوم باقی رہیں گے عبد اللہ ابن فائد نے کہا: ہم لوگ ابن اسحاق کی مجلس میں

الحدیث^۱ وفي رواية عنه قيل له لما قال لحفظه وفي اخرى عنه لوسو د احد في الحدث لسو د محمد بن اسحق^۲

وقال علي بن المديني مدار حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم على ستة فذكرهم ثم قال فصار علم الستة عند اثني عشر فذكر ابن اسحق فيهم^۳

وقال الامام الزهري لا يزال بالمدينة علم جم ما كان فيها ابن اسحاق^۴ وقد كان يتلقف المغازی من ابن اسحق^۵ مع انه شيخه وشيخ الدنيا في الحديث وقال شيخ الاخر عاصم بن عمر بن قتادة لا يزال في الناس علم ما بقي محمد بن اسحق^۶ وقال عبد الله بن فائد كنانا جلس الى ابن اسحق فاذا

^۱ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد اسحاق مؤسسة الرسالة بیروت ۵۰۶/۳

^۲ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد اسحاق مؤسسة الرسالة بیروت ۵۰۶/۳

^۳ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد اسحاق مؤسسة الرسالة بیروت ۵۰۴/۳

^۴ تہذیب الکمال ترجمہ محمد بن اسحاق ۵۶۴ دار الفکر بیروت ۴/۱۶

^۵ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسة الرسالة بیروت ۵۰۵/۳

^۶ تہذیب الکمال ترجمہ محمد بن اسحاق دار الفکر بیروت ۴/۱۶

ہوتے تو جس فن کا تذکرہ شروع کر دیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی۔ ابن حبان نے کہا مدینہ میں کوئی علمی مجلس حدیث کی ہو یا دیگر علوم و فنون کی ابن اسحاق کی مجلس کے ہمسرہ نہ ہوتی اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے۔ ابو یعلیٰ خلیل نے فرمایا محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث تھے روایت میں واسع العلم اور ثقہ تھے۔ یحییٰ ابن معین یحییٰ ابن یحییٰ و علی ابن عبد اللہ المدینی استاد امام بخاری، احمد عجل، محمد بن سعد وغیرہ نے کہا محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔ حضرت ابن البرقی نے فرمایا علم حدیث والوں میں محمد ابن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کی حدیث حسن ہے اور حاکم نے بوشنچی بخاری سے روایت کی کہ ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔	اخذ فی فن من العلم ذہب المجلس بذلك الفن¹۔ وقال ابن حبان لم يكن احد بالمدينة يقارب ابن اسحق في علمه ولا يوازيه في جمعه وهو من احسن الناس سباقا للاخبار² وقال ابو يعلى الخليلي محمد بن اسحق عالم كبير واسع الرواة والعلم ثقة³ وكذلك قال يحيى بن معين ويحيى بن يحيى وعلی بن عبد الله (هو ابن المديني شيخ البخاري) واحمد العجلي ومحمد بن سعد وغيرهم ان محمد بن اسحاق ثقہ⁴ وقال ابن البرقي لم ارا اهل الحديث يختلفون في ثقته وحسن حديثه⁵ وقال الحاكم عن البوشنحي شيخ البخاري هو عندنا ثقة⁶۔

¹ میزان اعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷۷ء دار المعرفة بیروت ۷۲/۳

² تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷۷ء مؤسسہ الرسالہ بیروت ۳/۵۰، کتاب الثقات لابن حبان ترجمہ محمد بن اسحاق

دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۶

³ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسہ الرسالہ بیروت ۳/۵۰

⁴ میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷۷ء دار المعرفة بیروت ۳/۵۷، تہذیب الکمال ترجمہ محمد بن اسحاق ۶۴۴/۵۶۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۶/۸۰

⁵ تہذیب الکمال ترجمہ محمد بن اسحاق ۶۴۴ مؤسسہ الرسالہ بیروت ۳/۵۰

⁶ تہذیب الکمال ترجمہ محمد بن اسحاق ۶۴۴ مؤسسہ الرسالہ بیروت ۳/۵۰

وقال المحقق في فتح القدير اما ابن اسحق فثقة لا شبهة عند نافي ذلك ولا عند محقق المحدثين¹ وقال ايضا توثيق محمد بن اسحق وهو الحق الابليج و ما نقل عن كلام مالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله اهل العلم² الخ وقد اطال الامام البخاري في توثيقه في جزء القراءة ولم يورده في الضعفاء له وانكر صحة ما يذكروا فيه من كلام مالك وما نقل عن علي ما يشعر بانكار صحته ما عن هشام -

وقد بينا وجهه في تحرير اتنا الحديثية واورده ولدي ابو لوى مصطفى رضا خاں حفظه الله تعالى في كتابه "وقاية اهل السنة عن مكر ديو بند والفتنة صنفه في الرد على وهابيه ديو بند اذ خالفوا في هذه المسالة وهم الذين حكم سادات علماء الحرمين الشريفين جيب عاكفهم وارتدادهم وان من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر³ لسببهم الله

محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں فرمایا ابن اسحق ثقہ ہیں ثقہ ہیں اس میں نہ ہمیں شبہ ہے نہ محققین محدثین کو شبہ ہے محمد ابن اسحق کی توثیق حق صریح ہے اور امام مالک سے ان کے بارے میں جو کلام مروی ہے وہ صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت روایت ان کے کلام کو کسی محدث نے تسلیم نہیں کیا اور امام بخاری نے تو جزء القراءة میں ان کی توثیق میں طویل کلام فرمایا اور ان کا تذکرہ اپنی کتاب "ضعفاء" میں بھی نہیں کیا اور ان کی جرح میں امام مالک کا جو کلام نقل کیا گیا ہے اس کی صحت سے انکار کیا ہے اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے ان کے بارے میں ہشام سے جو مروی ہے اس کا بھی انکار کیا ہے۔

ان سب باتوں پر ہم نے اپنی تحریروں میں جو علم حدیث سے متعلق ہیں روشنی ڈالی ہے اور ان سب کو میرے عزیز فرزند مولوی مصطفیٰ رضا خاں (سلمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنی کتاب "وقایہ اہل السنہ عن مکر دیوبند والفتنہ" میں جو وہابیہ دیوبندیہ کے رد میں ہے بیان کیا ہے کہ انہوں نے بھی اس مسئلہ میں مخالفت کی تھی اور اہل دیوبند پر تو ہمارے علمائے حرمین طہیین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور ان کے کفر میں شک کرنیوالوں کی بھی تکفیر فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے

¹ فتح القدير كتاب الصلوة باب صلوة الوتر مكتبة نوريه رضويه كھر ۳۷۰/۱

² فتح القدير كتاب الصلوة ۲۰۰/۱ وتحفة الاحوذی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۹/۲

³ حسام الحرمین علی منحہ الکفر والہین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

پروردگار عالم اور سید المرسلین محمد مصطفیٰ کو گالی دی ہے اللہ تعالیٰ آپ پر اور تمام نبیوں پر درود و سلام نازل فرمائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے بے سند تنقیدوں کا کیا خوب رد فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں ایسی تنقیدوں سے کم لوگ ہی کامیاب ہوئے جیسے امام شعبی کے بارے میں امام ابراہیم کا کلام حضرت عکرمہ کے بارے میں امام شعبی کا کلام اہل علم میں سے کسی نے اس قسم کی تنقیدوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی جب تک طرح طرح اور مدلل نہ ہو اور ایسی تنقیدوں سے کسی کی عدالت پر اثر نہیں پڑتا۔ امام احمد، امام یحییٰ بن معین اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر و محمد ابن یحییٰ یہ سب امام بخاری کے استاذ ہیں اور ابو داؤد، منذری اور ذہبی ان سب لوگوں نے محمد بن اسحاق کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور امام ذہبی اور سیوطی نے ان کو حسن کے اعلیٰ مدارج میں گردانا ہے تدریب میں ہے "صحیح کی طرح حسن کے بھی چند درجے ہیں" امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی حسن بہز ابن حکیم عن ابیہ عن جدہ اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور ابن اسحاق عن تمیمی اور ان کے امثال ہیں اور اسی کو	رب العالمین و محمد اسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی جمیع النبیین۔ ثم اجاب عنه البخاری فاجاد و اصاب و قد قال فیہا قال ولم ینج کثیر من الناس من کلام بعض الناس فیہم نحو ما یدکر عن ابراہیم من کلامہ فی الشعب و کلام الشعب فی عکرمہ و لم یلتفت اہل العلم فی هذا النحو الالبیان و حجة و لم تسقط عدالتهم الابرہان و حجة^۱ وحسن الامام احمد و یحیی بن معین و محمد بن عبد اللہ بن نمیر و محمد بن یحیی کلہم شیوخ البخاری و ابو داؤد و منذری و الذہبی حدیثہ و عدہ الامام الذہبی ثم السیوطی فی اعلی مراتب الحسن، قال فی التدریب الحسن ایضاً اعلی مراتب الصحیح، قال الذہبی فاعلی مراتبہ بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ و عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ و ابن اسحاق عن التیمی و امثال ذلك

^۱ تہذیب الکمال بحوالہ البخاری ترجمہ محمد بن اسحق ۵۶۴ دار الفکر بیروت ۶/۱۲ و ۷، تہذیب التہذیب بحوالہ البخاری ترجمہ

محمد بن اسحق مؤسسہ الرسالہ بیروت ۵۰۵/۳

مباہیل انہ صحیح و هو ادنیٰ مراتب الصحیح ^۱	ادنیٰ درجہ کی صحیح بھی قرار دیا ہے۔
صححه ابن المديني والترمذي وابن خزيمة و الامام الطحاوي وقد حسن الدار قطني بعض ماتفرده ابن اسحق وصححه الحاكم ^۲ وقد تبعها عليه	چنانچہ ابن مدینی، ترمذی ابن خزیمہ اور امام طحاوی نے اس کو صحیح کہا اور بعض وہ حدیثیں جن کے تنہا محمد بن اسحق راوی ہیں انہیں دار قطنی نے حسن کہا، اور حاکم نے صحیح فرمایا اور ان دونوں

سنن میں حدیث احمد بن خالد، ابن اسحاق، مکحول، محمود بن ربیع، عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب قرۃ خلف الامام میں نقل کر کے فرمایا علی بن عمر نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے، اور امام بیہقی نے اس کو ثابت رکھا ہے اور باب وجوب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو نقل کیا: ایک شخص نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! سلام کو تو ہم نے خوب سمجھ لیا ہے کہ نماز میں کیسے پڑھنا چاہیے اب یہ فرمائیے کہ جب ہم آپ پر درود پڑھیں اپنی نمازوں میں تو کیسے پڑھیں۔ اور فرمایا کہ دار قطنی اس کو حسن متصل قرار دیتے ہیں اور بیہقی اس کو برقرار رکھتے ہیں، ابن ترکمانی کہتے ہیں یہ حدیث ان الفاظ میں ہمارے علم میں ابن اسحاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی، پھر بھی حدیث باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی التشہد میں نقل کر کے کہا حاکم نے اس کی تصحیح کی اور دار قطنی نے تحسین، اور خود اس کو برقرار رکھا، ۱۲ امنہ

عہ: اور فی السنن حدیث احمد بن خالد عن ابن اسحق عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی القراءة خلف الامام وقال، قال علی بن عمر هذا السناد حسن^۲ و اقره البيهقي، وروی فی باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان رجلا قال: یا رسول اللہ! اما السلام عليك فقد عرفناه، فكيف نصلی عليك اذا نحن صلينا فی صلوتنا، وقال: قال الدارقطني: حسن متصل^۳، و اقره البيهقي وقال ابن التركماني لا اعلم احدا روى هذا الحديث بهذا اللفظ الامام محمد بن اسحاق^۴ واورده ايضا فی باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی التشہد ثم حکى الحاكم تصحيحه، ثم عن الدارقطني تحسينه و اقرهما ۱۲ امنه

^۱ تدرييب الراوى فى شرح تقريب النوى النوع الثانى قديمى كتب خانہ كراچى ۱۲۸/۱

^۲ الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷ دار المعرفۃ بيروت ۳/۲۶۹

^۳ السنن الكبرى كتاب الصلوۃ ۲/۱۶۳ و ۳/۷۸ دار صادر بيروت

^۴ الجوهر النقى بذييل السنن الكبرى باب وجود الصلوۃ على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲/۷۹، ۳/۷۸

حضرات کی امام بیہقی نے اتباع کی امام منذری اور امام ذہبی نے محمد بن اسحاق کو ائمہ اعلام میں شمار کیا اور صالح الحدیث قرار دیا اور فرمایا کہ ان کا اس کے سوا کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے سیرت میں منکر حدیثیں درج کیں۔ حافظ ابن حجر نے انہیں مدلسین کے طبقات میں ذکر کیا جن میں تدلیس کے علاوہ کوئی ضعف ہے نہ علت۔ امام نووی بھی فرماتے ہیں کہ ان میں تدلیس کے علاوہ کوئی کمی نہیں محمد بن عبد اللہ نمیری نے فرمایا ان پہ قدر یہ ہونے کا الزام ہے لیکن وہ اس سے کوسوں دور ہیں۔ يعقوب ابن شيبة فرماتے ہیں میں نے ان کے بارے میں علی ابن المدینی سے سوال کیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک ان کی حدیثیں صحیح ہیں میں نے امام مالک کی تنقیدوں کا ذکر کیا تو فرمایا وہ ان کے ساتھ رہے نہ انہیں پہچانا۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا اور فرمایا امام مالک نے ابن اسحق کی جرح سے رجوع فرمایا اور ان سے صلح کر لی اور انہیں تحفہ بھیجا۔	البيهقي، ووصفه المنذري والذهبي بأحد الأئمة الاعلام، وأنه صالح الحديث ماله ذنب إلا ما حشاني السيرة من مناكير¹ وأوردته الحافظ العسقلاني في طبقات المدلسين فيمن لم يضعف بشيئ لا عيب عليه إلا التدليس۔ وقال إمام النووي ليس فيه إلا التدليس وقال محمد بن عبد الله بن نمير رمى بالقدر وكان بعد الناس منه² وقال يعقوب بن شيبة سألت ابن المديني عن ابن اسحق قال حديثه عندي صحيح قلت فكلام مالك فيه قال مالك لم يجالس له ولم يعرفه³ وذكره ابن حبان في ثقاته وإن مالكا رجع عن الكلام في ابن اسحق واصطاح معه وبعث إليه هدية⁴

¹ میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷۷ء دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۶۹، تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسة

الرسالہ بیروت ۳/۵۰۵

² میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق ۱۹۷۷ء دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۶۹، تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسة

الرسالہ بیروت ۳/۵۰۵

³ میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق دار المعرفۃ بیروت ۳/۷۵۲

⁴ فتح القدیر کتاب الصلوۃ مکتبہ نوری سکر ۲۰۰/۱ و تحفۃ الاحوذی کتاب الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۹

مصعب زبیری، دہیم اور ابن حبان نے کہا ان پر حدیث کی وجہ سے جرح نہیں کی گئی اور ائمہ میں احمد، ابن مدینی، بخاری، ابن حبان مزنی، ذہبی اور محقق علی الاطلاق نے ان کی طرف سے دفاع کیا۔ یہ اور مزید اضافے میرے فرزند سلمہ کی کتاب "وقایہ اہل سنہ" میں ہیں والحمد للہ والہنۃ۔

نقہ ۲: تقریب کے قول "ان پر تشیع کی تہمت لگائی گئی ہے" سے دھوکا کھان پر رخص کا عیب لگانا بدبودار جہالت ہے رخص و تشیع میں زمین و آسمان کا فرق ہے بسا اوقات لفظ تشیع کا اطلاق حضرت مولا علی کو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دینے پر ہوتا ہے جبکہ یہ ائمہ بالخصوص اعلام کو فہ کا مذہب ہے صاحب تقریب نے خود بھی "ہدی الساری" میں فرمایا تشیع حضرت علی کی صحابہ سے زائد محبت کا نام ہے تو اگر کوئی آپ کو ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے تو وہ غالی شیعہ ہے اور اس کے ساتھ گالی اور بغض کا اظہار کرے تو غالی رافضی ہے۔

وقال مصعب الزبیری و دہیم وابن حبان لم یکن یقدح فیہ من اجل الحدیث^۱ وقد تکفل بالجواب عنہ الائمة احمد وابن المدینی والبخاری وابن حبان والمزی والذہبی والعسقلانی والمحقق حیث اطلق کما هو مفصل مع زیادات کثیرة فی کتاب ولدی المحفوظ بکرم اللہ تعالیٰ وقایة اهل السنة" واللہ الحمد والہنۃ۔

نقہ ۲: من الجہل الوحیم رمیہ بالرفض اغترارا بقول التقریب رمی بالتشیع^۲ وما بین التشیع والرفض کما بین السماء والارض فرما اطلقوا التشیع علی تفضیل علی علی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو مذهب جماعة من ائمة اهل السنة لاسیما ائمة الکوفة قال صاحب التقریب نفسه فی ہدی الساری التشیع محبة علی وتقديمه علی الصحابة فمن قد مه علی ابی بکرو عمر فهو غال فی تشیعه ویطلق علیہ رافضی والا فشیعی فان انضاف الی ذلك السب او

^۱ تہذیب التہذیب بحوالہ ابن حبان ترجمہ محمد بن اسحاق مؤسسہ الرسالہ بیروت ۵۰۷/۳، کتاب الثقات لابن حبان ترجمہ محمد

بن اسحاق ۴۰۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۳۶/۴

^۲ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن اسحاق ۵۷۳/۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۴/۴

اور اس کی پوری تحقیق ہماری تحریرات حدیثیہ میں ہے۔ مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے ہمارے نزدیک خلفائے اربعہ میں فضیلت خلافت ترتیب پر ہے حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تردد کے ساتھ۔ شرح مقاصد للتفتازانی میں ہے اہل سنت نے کہا کہ سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی اور بعض حضرت علی کو عثمان سے افضل مانتے ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعض ان دونوں کے درمیان توقف کے قائل ہیں۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صواعق محرقة میں ہے ائمہ کو نہ (انہیں میں سفیان ثوری ہیں) نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر بالیقین افضل گردانا اور امام مالک وغیرہ سے توقف مروی ہے۔ تہذیب التہذیب میں حضرت امام اعمش کے حالات میں تحریر ہے کہ ان میں تشیع تھا۔ فقہ اکبر ملا علی قاری میں امام صاحب کے بارے	التصريح بالبعض فغال في الرض¹ اهو تمام تحقیقہ فی تحریراتنا الحدیثیہ۔ وفي المقاصد للعلامة التفتازاني الافضلية عندنا بترتيب الخلافة مع تردد فيا بين عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما² وفي شرحه قال اهل السنة الافضل ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی و قد مال بعض منهم الى تفضيل علی علی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما والبعض الى التوقف فيا بينهما³ وفي الصواعق لامام ابن حجر جزم الكوفيون و منهم سفیان الثوري بتفضيل علی علی عثمان وقيل بالوقف عن التفاضل بينهما ورواية عن مالك⁴ اهو في تهذيب التهذيب في ترجمة الامام الاعمش كان فيه تشيع⁵ اهو في شرح الفقه الاكبر لعلی قاری روی عن

¹ هدی الساری مقدمہ فتح الباری فصل فی تبیین اسباب الطعن فی المذکورین مصطفی البابی مصر ۲۳۱/۲

² المقاصد علی ہامش شرح المقاصد البحث السادس الافضلية بترتيب الخلافة دارالمعارف النعمانية لاہور ۲۹۸/۲

³ شرح المقاصد البحث السادس الافضلية بترتيب الخلافة دارالمعارف النعمانية لاہور ۲۹۸/۲

⁴ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۵۷

⁵ تهذيب التهذيب ترجمہ سليمان بن مهران المعروف بالاعمش مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱۰/۲

میں لکھا ہے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان غنی پر حضرت علی کی فضیلت مروی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن صحیح وہی ہے جس پر جمہور اہلسنت ہیں اور فقہ اکبر میں اس کو ترتیب خلافت کے موافق رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ کا قول بھی ہے۔

پھر لفظ شیعہ اور رمی بالتشیع کا فرق بھی ملحوظ رہنا چاہیے۔ بخاری کے کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن پر تشیع کا الزام ہے۔ "ہدی الساری" میں ایسی بیس سندوں کی تفصیل ہے جو خاص مسانید بخاری میں ہیں تعلیقات کا تو ذکر ہی الگ رہا بلکہ رواۃ بخاری میں عباد بن یعقوب جیسار افضی ہے جس پر کوڑے کی حد جاری گئی تھی اور جرح میں شبہ کی تو کوئی اہمیت نہیں خود بخاری و مسلم میں بہت سے راوی ہیں جن پر انواع و اقسام کی بدعت کا شبہ کیا گیا اور اصول محدثین کی رو سے خود بدعتی بھی اپنے مذہب نامہ مذہب کا داعی و مبلغ نہ ہو تو اس کی روایت مقبول ہے۔

نفعہ ۳: اصل حدیث جسے ہم نے روایت کیا مسند احمد ابن حنبل میں اس سند کے ساتھ ہے یعقوب، ابی، ابن اسحاق حدیثی محمد بن مسلم بن عبید اللہ الزہری سائب بن یزید یہاں یہ

ابی حنیفہ تفضیل علی علی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما الصبیح ما علیہ جمہور اہل السنة و هو ظاهر من قبول ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی ما رتبہ ہنا وفق مراتب الخلافة^۱۔

ثم لا يذهب عنك الفرق بين شيعي ورمي بالتشيع وكم في الصحيحين ممن رمي به وقد عد في هدى الساري عشرين منهم في مسانيد صحيح البخاري فضلا عن تعليقاته، بل فيه مثل عباد بن يعقوب رافضی جلد ثم الشبهة لاقبيہ لها راسا فكم في الصحيحين ممن رمي بأنواع البدع وقد تقر عند هم ان المبتدع تقبل رواية اذا لم يكن داعية۔

نفعہ ۳: اصل الحدیث رویناہ فی المسند حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن ابی اسحق قال حدثنی محمد بن مسلم بن عبید اللہ الزہری عن السائب

^۱ منہج الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ الخ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۱۸۷

بن یزید ابن اخت نمر^۱ فقد صرح بالسماع فلا عليك من عنعنة هنا هذا وجه۔ وثانيًا ابن اسحق كثير الرواية عن الزهري و العنعنه عن مثل الشيخ تحمل على السماع قال الذهبي في مثله متى قال "نا" فلا كلام ومتى قال "عن" تطرق اليه احتمال التدليس الا في شيوخ له اكثر عنهم فان روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال^۲۔ لا سيما ابن اسحق فقد عرف منه النزول في اشياخ اكثر عنهم قال ابن المديني حديث ابن اسحق ليتبين فيه الصدق وهو من اروي الناس عن سالم بن ابي النضر وروي عن رجل عنه وهو من اروي الناس عن عمرو بن شعيب وروي عن رجل عن ايوب	حديث لفظ حدثنی سے مروی ہے تو اب اس روایت پر نہ تدلیس کا اعتراض ہو سکتا ہے نہ ارسال کا ایک جواب تو یہ ہوا۔ دوسرا یہ ہے کہ امام محمد بن اسحاق امام زہری سے کثیر الروایت ہیں اور ایسے راوی کا عنعنہ بھی سماع پر محمول ہوتا ہے امام ذہبی فرماتے ہیں راوی جب روایت میں لفظ عن سے کسی بات کا اضافہ کرے تو تدلیس کا احتمال ہوتا ہے مگر جب راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے وہ کثیر الروایت ہو تو یہ روایت متصل ہوگی۔ اور ابن اسحاق کے بارے میں معروف مشہور ہے کہ وہ ایسے اساتذہ کی حدیثوں کو بطور نزول بھی روایت کرتے جن سے وہ اکثر روایت کرتے ہیں علی بن المدینی فرماتے ہیں محمد بن اسحاق کی حدیثوں میں صدق ظاہر ہے وہ سالم بن ابی نضر سے بنسبت ان کے دوسرے شاگردوں کے کثیر الروایت ہیں پھر بھی ان کی روایت عن رجل عن سالم (یعنی اپنے سے کم درجہ کے آدمی کے واسطے سے بھی سالم سے ان کی روایت ہے) اسی طرح وہ عمرو بن شعیب کے شاگردوں میں بھی اروی الناس عنہ ہیں اور انکی

^۱ مسند احمد بن حنبل حدیث السائب بن یزید المکتب الاسلامی بیروت ۴۴۹/۳

^۲ میزان الاعتدال ترجمہ ۳۵۱۷ سلیمان بن مہران دار المعرفۃ بیروت ۲۲۴/۲

عنہ^۱، اھ

قلت وکذا هو من اروی الناس عن ابن شهاب وقدر
ینافی کتاب الخراج للامام ابی یوسف حدثنی محمد
بن اسحق عن عبد السلام عن الزهري^۲

و قال هذا كله على طريقة هؤلاء المحدثين اما على
اصولنا معشر الحنفية والمالكية والحنبلية الجمهور
فسواء العنونة ساقط عن راسه فان مبناه على شبهة
الارسال و حقيقته مقبولة عندنا وعند الجمهور
فكيف يشبهته۔

قال الامام الجليل السيوطي في التدریب فی عننة

روایت عن رجل عن ایوب عن عمرو بن شعیب بھی ہے۔
میں کہتا ہوں ابن اسحاق امام زہری کے بھی اروی الناس شاگرد
ہیں مگر قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "کتاب الخراج"
میں فرماتے ہیں مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ ان سے
عبد السلام نے روایت کی اور ان سے امام زہری نے (تو ابن
اسحاق کی یہ روایتیں لفظ عن سے ہونے کے باوجود تدلیس
نہیں ہے روایت متصل ہے)

تیسرا جواب: محمد ابن اسحاق کی تدلیس اور عنعنہ کے بارے
میں اب تک جو بحث تھی وہ ان محدثین کے مسلک کی بنیاد تھی
جو حدیث کی جرح میں عنعنہ اور تدلیس کا لحاظ کرتے ہیں لیکن
ہم حنفیوں، مالکیوں، حنبلیوں، جمہور علماء کے اصول پر عنعنہ
کا لحاظ ہی اصلاً ساقط ہے کیونکہ عنعنہ کے لحاظ کی وجہ تو یہ شبہ
ہے کہ تدلیس حدیث کے مرسل ہونے کا ڈر ہے اور ہمارے
اور جمہور کے نزدیک تو خود ارسال بھی سند کا عیب نہیں اور
حدیث مرسل بھی مقبول ہے تو پھر شبہ ارسال سے حدیث پر
کیا اثر پڑے گا۔

امام جلال الدین سیوطی نے تدریب میں فرمایا جمہور علمائے
کرام جو مراسیل قبول کرتے ہیں

^۱ تہذیب التہذیب ترجمہ بن اسحاق مؤسسة الرسالہ بیروت ۵۰۶/۳

^۲ کتاب الخراج احادیث ترغیب وتحذیر دار المعرفۃ بیروت ص ۹

وہ عنعنہ کو بھی قبول کرتے ہیں اسی میں امام جریر طبری سے منقول ہے کہ جملہ تابعین نے بالکلیہ مراسیل قبول کرنے پر اجماع کیا ہے نہ تو تابعین نے مراسیل کا انکار کیا نہ ان کے بعد ۲۰۰ ہجری تک کسی اور نے۔ صحیح مسلم اور جامع میں محمد بن سیرین تابعی سے ہے کہ لوگ احادیث کی سند کے بارے میں کسی سے سوال ہی نہیں کرتے تھے جب فتنہ واقع ہوا تو سوال کیا جانے لگا کہ اپنے راویوں کو ہم سے بیان کرو۔ میں کہتا ہوں کہ امام زید بن اسلم جو امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے پاس امام جلیل زین العابدین بیٹھا کرتے تھے اور اپنی قوم کی مجلس چھوڑ دیتے تھے نافع بن جبیر بن مطعم نے آپ سے کہا آپ اپنے لوگوں کی مجلس چھوڑ کر عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے غلام کی محفل میں بیٹھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آدمی وہیں بیٹھتا ہے کہ جہاں اس کے دین کا فائدہ ہوتا ہے (تاریخ بخاری) انہیں زید نے ایک	البدلس، قال جهور من يقبل المراسيل تقبل مطلقاً^۱۔ و فیہ عن الامام ابن جریر الطبری اجمع التابعون بأسرهم علی قبول المرسل ولم یات عنہم انکارہ ولا عن احد من الائمہ بعدہم الی راس المائتین^۲ وفی صحیح مسلم و جامع الترمذی عن محمد بن سیرین التابعی قال لم یکونوا یسئلون عن الاستاذ فلما وقعت الفتنة قالوا سوا النار جالکم^۳۔ قلت و هذا زید بن اسلم الامام مولی امیر المؤمنین الفاروق الذی کان الامام الاجل زین العابدین یجلس الیہ و یتخطی مجالس قومہ فقال له نافع ابن جبیر بن مطعم تخطی مجالس قومک الی عبد عمر بن الخطاب؟ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انما یجلس الرجل الی من ینفعه فی دینہ رواہ البخاری فی تاریخ^۴ زید

^۱ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی النوع الثانی عشر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۰/۱

^۲ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی النوع التاسع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۳/۱

^۳ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱

^۴ تاریخ البخاری باب الف ترجمہ زین بن اسلم ۱۲۸۷ دار الباز للنشر والتوزیع، المکرمة ۳۸۷/۳

حدیث بیان کی ایک آدمی نے ان سے کہا اباسامہ یہ کس سے اپ بیان کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اے بھتیجے! ہم سفہاء کے ساتھ نہیں بیٹھتے یہ اسے عطف بن خالد نے کہا۔

میں کہتا ہوں علمائے تابعین مثلاً سعید بن مسیب، قاسم، سالم، حسن، ابوالعالیہ، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح، مجاہد، سعید بن جبیر، طاؤس، امام شعبی، اعمش، زہری، قتادہ، مکحول، ابواسحق سبیعی، ابراہیم تیمی، یحییٰ بن کثیر، اسماعیل بن ابی خالد، عمرو بن دینار، معاویہ بن قرہ، زید بن اسلم، سلیم بن تیمی، امام مالک و محمد اور سفیان بن، کیا یہ سب حضرات اس لیے ارسال کرتے تھے کہ ان کی حدیثیں رد کردی جائیں مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں صحابہ کرام کے مراسیل باتفاق ائمہ جن میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل شامل ہیں یہ سب لوگ اسے مطلقاً مقبول رکھتے ہیں ہاں ظاہر یہ اور جمہور محدثین جو ۲۰۰ ہجری کے بعد ہوئے قبول نہیں کرتے۔ فصول البدائع مولیٰ خسرو میں ہے

هذا حدیث فقال له رجل يا ابا اسامة عن هذا فقال يا ابن اخي ما كنا نجالس السفهاء¹ قال له العطف بن خالد۔

قلت و قد اكثر الارسل ائمة التابعين سعيد بن المسيب والقاسم وسالم والحسن وابوالعالیة و ابراهيم النخعي وعطاء بن ابی رباح ومجاهد وسعيد بن جبیر و طاؤس والشعبی والاعمش و الزهري و قتادة و مكحول و ابوسحق السبيعي و ابراهيم التيمي و يحيى بن الكثیر و اسماعيل بن ابی خالد و عمرو بن دينار و معاوية بن قره و زید بن اسلم و سليمان التيمي ثم الائمة مالك و محمد و السفیانان افتراهم فعلموه لترو احاديثهم وفي مسلم الثبوت و شرحه فواتح الرحموت مرسل الصحابي يقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غيره فالاکثر و منهم الائمة الثلاثة ابو حنيفة و مالك و احمد رضي الله تعالى عنهم يقبل مطلقاً و الظاهرية و جمهور المحدثين الحداثين بعد المائتين لا² اهـ۔ و في فصول البدائع للعلامة

¹ تهذيب التهذيب ترجمہ زید بن اسلم مؤسسة الرساله بيروت ۱/۲۵۸

² فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفي الاصل الثاني منشورات الشريف الرضي قم ایران ۱۷۴/۲

اور محدثین کا ایسا طعن جو جرح بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا جیسے عنعنہ میں تدلیس کا طعن کہ اس میں شبہ ارسال ہے حالانکہ خود ارسال اسباب طعن سے نہیں ہے۔

چوتھا جواب: ابو داود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حنظلہ ابن ابی عامر سے روایت کی کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر وقت وضو کا حکم دیا گیا تھا لیکن یہ جب آپ پر مشقت ڈالنے لگا تو ہر نماز کے وقت آپ کو مسواک کرنے کا حکم ہوا اس حدیث میں بھی ابن اسحق نے لفظ عن سے روایت کی اس کے باوجود امام شافعی اپنی سیرت میں کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اس میں اختلاف ہے جس سے کوئی ضرر نہیں۔

پانچواں جواب: امام احمد نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی مجھے مسواک کے لیے اتنی بار حکم دیا گیا کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ فرض نہ کر دی جائے۔ امام زر قانی نے یہ حدیث مواہب کی شرح میں منذری وغیرہ سے روایت کی، اس روایت میں لیث بن ابی سلیم جو ثقہ مدلس ہیں،

مولی خسرو طعن البحد ثین بما لا یصلح جرحاً لا یقبل کا طعن بالتدلیس فی العنعنۃ فانہا و ہم شبہۃ الارسال و حقیقۃ لیست بجرح^۱، اھ

قلت: وروی ابو داود عن عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر ان رسول اللہ امر بالوضوء عند کل صلوۃ فلما شق ذلک علیہ امر بالسواک لکل صلوۃ^۲ فیہ ایضاً ابن اسحق وقد عنعن و مع ذلک قال الشامی فی سیرت اسنادہ جید و فیہ اختلاف لایضر^۳، اھ۔

وروی احمد عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرت بالسواک حتی خشیت ان یکتب علی^۴ نقل الزرقانی علی المواہب عن المنذری وغیرہ فیہ لیث بن ابی سلیم ثقہ مدلس

^۱ فصول البدائع

^۲ سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۷/۷

^۳

^۴ مسند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۰۹

اور حدیث کولفظ عن سے روایت کرتے ہیں منذری کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ چٹا جواب: حافظ ابن حجر عسقلانی نے نظم اللالی میں کہا "ابو زبیر کی معنعن مقبول نہیں اور اتصال پر محمول نہیں ہاں لیث سے ہو تو مقبول ہے" محدثین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے لیکن امام مسلم کی صحیح میں چند حدیثیں ابو زبیر بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہیں جن میں ابو زبیر حضرت لیث سے روایت نہیں کرتے چنانچہ امام ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں کہ "صحیح مسلم میں چند حدیثیں ایسی ہیں جن میں ابو زبیر جابر رضی اللہ تعالیٰ سے بواسطہ لیث کی تصریح نہیں کی ہے جس سے دل میں کچھ شبہ ہوتا ہے۔" میں کہتا ہوں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل میں تو ان حدیثوں کے بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا جہی تو انہوں نے یہ روایتیں اپنی صحیح میں درج کیں جس کو اپنے اور اپنے رب کے درمیان حجت قرار دیا۔ ساتواں جواب: ابن جریر نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی میں نے	وقد رواه بالنعنة^۱، اھ ومع ذلك قال عن المنذري اسناك حسن^۲، اھ وقال الحافظ العسقلاني في نظم اللالی معنعن ابی الزبیر غیر محمول علی الاتصال الا اذا كان من رواية الليث عنه الخ^۳ وهذا امر مقرر عند هؤلاء محدثين ونجد في صحيح مسلم احاديث عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیست من رواية الليث عنه قال الذہبی في المیزان في صحيح مسلم عدة احاديث مبالم یو ضح فیہا ابو الزبیر السباع عن جابروہی من غیر طریق الليث عنه ففي القلب منها^۴، اھ قلت: ولكن لم یکن منها فی قلب مسلم شیخ فادرجها فی صحیحہ الذی جعلہ حجة بینہ وبين ربہ عز وجل۔ وروی ابن جریر عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبعت

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد التاسع دار المعرفۃ بیروت ۲۳۸/۷

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد التاسع دار المعرفۃ بیروت ۲۳۸/۷

^۳ نظم اللالی

^۴ میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن مسلم ابو الزبیر المکی ۸۱۶۹ دار المعرفۃ بیروت ۳۹/۴

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول الشيخ والشيخة اذ انيا فارجموها البتة فقال عمر رضي الله تعالى عنه لما نزلت اتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم¹ الحديث۔

قال ابن جرير هذا حديث لا يعرف له مخرج عن عمر عن رسول الله تعالى عليه وسلم بهذا اللفظ الا من هذا الوجه وهو عندنا صحيح سند له لا علة فيه تو هنه ولا سبب يضعفه لعدالة نقلته وقديعل بان قتادة مدلس ولم يصرح بالسباع والتحديث²، اه
وهذا امام الحنفية امام الفقهاء المحدثين الحافظ الناقد البصير بعلل الحديث الامام ابو جعفر احمد الطحاوي رحمة الله تعالى عليه روى في كتاب الحجة في فتح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مكة حديثين احدهما

اپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بڑھیا بوڑھے زنا کریں تو انہیں ضرور سنگسار کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ (الحديث)

ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث کی کوئی تخریج عمر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بایں الفاظ سوائے اس روایت کے نہیں پھر بھی یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح اور مستند ہے اس میں کوئی ایسا عیب نہیں جو اس حدیث کو کمزور کرے تو اس کے ضعیف ہونے کا کوئی راستہ نہیں کہ یہ عادل راویوں سے مروی البتہ اس میں ایک علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ایک راوی حضرت قتادہ مدلس ہیں اور انہوں نے نہ تو سماع کی بات کی نہ لفظاً حدثناکہا۔

آٹھواں جواب: امام الحنفیہ، امام الفقہاء والمحدثین، حافظ، ناقد و بصیر، امام ابو جعفر احمد طحاوی نے شرح معانی الآثار "کتاب الحجة في فتح رسول الله مكة عنوة" میں دو حدیثیں روایت کیں ایک حضرت عمرؓ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اہل مکہ سے رخصت ہوئے اور دوسری

¹ کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۱۳۴۸۲ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۸/۵

² کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۱۳۴۸۲ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۸/۵ و ۱۹

حدیث امام زہری وغیرہ سے جس میں ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے مصالحت فرمائی" یہ دونوں حدیثیں مکمل نقل فرما کر ارشاد فرمایا کہ "اگر کوئی اعتراض کرے کہ زہری و عکرمہ کی مذکور منقطع ہیں،" فہد بن سلیمین، یوسف بن بسلول، عبد اللہ بن ادريس، محمد بن اسحق قال قال الزہری عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بیان کی یہ حدیث حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی طویل ایک بڑے ورق کی مقدار میں روایت کر کے فرمایا یہ حدیث متصل الاسناد صحیح ہے حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ اصطلاح میں قال کا حکم لفظ عن کا ہے کیونکہ دونوں میں سماع کی تصریح نہیں۔

اور امام نووی نے تقریب میں فرمایا کہ "تدلیس اسنادیہ نہیں کہ راوی اس سے روایت کرے جس کا معاصر ہو جب تک اس سے خود نہ سنے اور لفظ ایسے بولے جس سے وہم ہو کہ راوی نے خود اس سے سنا ہے جیسے قال فلاں یا عن فلاں مگر ان روایتوں میں جن کو

عن عکرمہ قال لما وادع رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل مکة، والاخر حدیث الزہری وغیرہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد صالح قریشا، الحدیثین بطولہما، قال بعدہ فان قلت ان حدیثی الزہری و عکرمہ الذین ذکرنا منقطعان قیل لکم وقدر وی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث یدل علی ما رویناہ حد ثنا فہد بن سلیمین بن یحیی ثنا یوسف بن بھلول ثنا عبد اللہ بن ادريس حد ثنی محمد بن اسحق قال قال الزہری حد ثنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما الحدیث فی نحو ورقۃ کبیرۃ قال فی اخرہ فہذا حدیث متصل الاسناد صحیح^۱ و معلوم ان "قال فلاں" کعن فلاں لعدم بیان السماع فیہما۔ قال الامام النووی فی التقریب تدلیس الاسناد بان یرعی عن عاصرہ ما لم یسبعہ منہ موہبا سماعہ قائلًا: قال فلاں او عن فلاں ونحوہ^۲، الا فی ما عنعنہ ابن اسحق ان حکم هذا

^۱ شرح معانی الآثار کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکة عنوة ایچ ایم کینی کراچی ۲۰۸۲۲۰۳/۲

^۲ التقریب للنووی مع تدرب الراوی النوع الثانی عشر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۶/۱

قیل الامام الحجة انه متصل الاسناد وانه صحيح
فقد رفع مكحول وابو اسحق السبيعي كلنا الشبهتين
الكلام في ابن اسحق وعدالته والاتيان من قبل
عننة بلفظ الكريم الصريح. والله الحمد۔

وهذا امامنا ثانی ائمہ مذهبنا الامام ابو یوسف رضی
الله تعالیٰ عنہم قد اکثر فی کتاب الخراج الاحتجاج
بأحادیث محمد بن اسحق معنعة و غیر معنعة و
قد قالوا کما فی رد المحتار و غیره ان المجتهد اذا
استدل بحديث كان تصحيحه فقد صحح الامام
ابو یوسف احادیث ابن اسحق و عننة کیف؟ وقد
ادرجها فیما اوجب العمل به اذ قال فی مبدء کتابه ان
امیرالمومنین ایدہ الله تعالیٰ سألنی ان اضع له کتاباً
جامعاً یعمل به فی جباية الخراج والعشور والصدقات
والجوالی و غیره ذالک مما یجب العمل به وقد فسر
ذلك و

محمد بن اسحاق نے لفظ عن سے روایت کیا ہو بیشک ان کی ایسی
روایت کا بھی حکم یہی ہے کہ وہ متصل الاسناد اور صحیح ہیں، وہ
امام حجتہ ہیں مکحول اور ابو اسحق سبعی نے ان سے دونوں
شبهوں کو دفع کیا ہے۔"

ہمارے امام مذہب ثانی الائمہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ نے کثرت کے ساتھ کتاب الخراج میں ان حدیثوں سے
استدلال فرمایا جو حضرت محمد بن اسحاق سے بصیغہ عن وبغیر
عن مروی تھیں اور علمائے حدیث نے تصریح کی ہے (جیسا
کہ رد المحتار وغیرہ صحیفوں میں ہے) کہ مجتہد کا کسی حدیث
سے استدلال کرنا اس حدیث کی تصحیح شمار ہوتا ہے تو قاضی ابو
یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابن اسحق کی معنعن اور غیر
معنعن حدیثوں کو اپنی کتاب میں داخل فرما کر ان کی تصحیح کی
اور استدلال بھی ایسی کتاب میں کیا جس کے واجب العمل
ہونے کی تصریح خود اس کتاب کے مقدمہ میں فرمائی آپ
لکھتے ہیں بے شک امیرالمومنین نے (خدا ان کی مدد فرمائے)
مجھ سے ایک ایسی جامع کتاب کی فرمائش کی جس پر وہ اپنی زندگی
بھر جبا یا خراج عشر صدقات اور جوالی وغیرہ میں عمل درآمد
کریں اور وہ احکام واجب العمل ہوں تو میں نے

ان کی تعبیر اور توضیح کر دی نفعہ ۴: روایت ابن اسحاق کی تائید و توثیق اور ان کی طرف سے دفاع کی مشقت سے اللہ تعالیٰ نے ہماری یوں کفایت کی کہ ان کی محولہ بالا حدیث کو اس امام نے اپنی مسند میں روایت کیا جن کے ہاتھ میں علم حدیث اس طرح نرم و ملائم ہو گیا تھا جیسے حضرت داود علیہ السلام کے دست کریم میں لوہا نرم کر دیا گیا تھا جن کے مجموعہ حدیث کے بارے میں علمائے حدیث کی یہ شہادت ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو اس گھر میں گویا نبی ہے جو کلام کر رہا ہے، ایسے امام میں یہ حدیث اپنی کتاب میں درج فرما کر سکوت کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ○ مقدمہ ابن صلاح میں حضرت ابو داود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس کتاب کے بارے میں منقول ہوا: "میں نے اپنی کتاب میں صحاح کو جمع کیا جو اس کے مشابہ اور قریب ہو۔" ○ فتح المغیث میں امام ابن کثیر سے انہیں کا یہ قول منقول ہوا: "اس کتاب میں میں جس حدیث پر سکوت کروں تو وہ حسن ہے۔" ○ ابو داود نے اہل مکہ کو ایک خط لکھا "اس	شرح تہ ۱، ۱۱ھ نفعہ ۴: کفانا البولی سبحانہ وتعالیٰ النظر فی توثیق ابن اسحاق و حجیۃ حدیثہ بأن الذی الین له الحدیث کما الین لداؤد علیہ الصلوٰۃ السلام الحدید^۲ رواہ فی کتابہ الذی قالوا فیہ من کان فی بیتہ فکانما فی بیتہ نبی یتکلم و سکوت علیہ۔ ○ وقد قال کما فی مقدمۃ الامام ابن الصلاح ذکر فیہ الصحیح وما یشبهه ویقاربہ^۳ ○ وفی فتح المغیث عن الامام ابن کثیر روی عنہ ما سکت عنہ فهو حسن^۴، ۱۱ھ ○ وفی رسالۃ الی اہل مکۃ

^۱ کتاب الخراج خطاب من المؤلف الی امیر المؤمنین ہارون الرشید دار المعرفۃ بیروت ص ۳

^۲ فتح المغیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری ۱/ ۸۷ و معالم السنن للخطابی ۱/ ۵

^۳ مقدمہ ابن صلاح الثانی معرفۃ الحسن من الحدیث فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

^۴ فتح المغیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری ۱/ ۹۰، تدرب الراوی بحوالہ ابن کثیر النوع الثانی الحسن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۵

کتاب میں اگر کوئی منکر حدیث ذکر کروں گا تو اس کا سبب بھی بیان کروں گا کہ کیونکر منکر ہے۔ ○ ابو عمر بن عبد البر نے کہا "جس حدیث کو ذکر کر کے ابو داؤد نے سکوت کیا، تو وہ ان کے نزدیک صحیح ہے۔" ○ امام منذری نے فرمایا "جس حدیث کی نسبت ابو داؤد کی طرف کروں اور ابو داؤد نے اس پر سکوت کیا ہو تو وہ ابو داؤد کے قول کے مطابق ہے یعنی درجہ حسن سے تو کم نہ ہوگی بسا اوقات صحیحین کے اصول پر ہوتی ہے۔" ○ ابن صلاح اور نووی دونوں اماموں نے فرمایا "امام داؤد کی کتاب میں جو حدیث مطلق مروی ہو وہ ان کے نزدیک حسن ہے۔" ○ امام ترکمانی جوہر النقی میں فرماتے ہیں "ابو داؤد نے جس حدیث کی تخریج فرما کر سکوت کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی تو اس حدیث کا کم سے کم درجہ حسن کا ہوگا جیسا کہ یہ بات مشہور و معروف ہے۔" ○ نصب الراہیہ میں امام زیلیعی فرماتے ہیں:	ماکان فیہ حدیث منکر نبینہ بما انہ منکر¹ ○ وقال ابو عمر بن عبد البر کل ماسکت علیہ فهو صحیح عندہ² ○ وقال المنذری: کل حدیث عز وتہ الی ابی داؤد سکت عنہ فهو کما ذکر ابو داؤد ولا یُنزل عن درجہ الحسن وقد یكون علی شرط الصحیحین³ ○ وقال ابن الصلاح ثم الامام النووی فی التقریب ما وجدنا فی کتابہ مطلقاً فهو حسن عند ابی داؤد⁴ ○ وقال العلامة ابن ترکمانی فی الجوہر النقی اخرجہ ابو داؤد وسکت عنہ فأقل احوالہ ان یکون حسناً عندہ علی ما عرف⁵ ○ وقال الزیلیعی فی نصب الراہیہ

¹ مقدّمہ سنن ابی داؤد مع سنن ابی داؤد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴، فتح المغیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۸۸ و ۹۸

² فتح المغیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۹۱

³ الترغیب والترہیب مقدمۃ الکتب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱

⁴ تقریب النووی مع تدریب الراوی النوع الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴

⁵ الجوہر النقی علی هامش السنن الکبری کتب الدعوی والبینات حیدر آباد دکن ۱۰/ ۲۷۱

"ابوداود نے حدیث قلتین روایت کیا اور اس پر سکوت فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے" ○ حضرت عراقی اور شمس الدین سخاوی نے "مقاصد حسنہ" میں فرمایا "اس حدیث پر ابوداود کا سکوت ہی ہمارے لیے کافی ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔" ○ محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں لکھتے ہیں "ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا تو یہ حدیث حجت ہے" ○ علامہ محمد ابن امیر الحاج فرماتے ہیں "ابوداود نے اس پر سکوت کیا تو یہ ان کی شرط کے موافق حجت ہے" ○ علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں فرمایا ابوداود اور ان کے بعد امام منذری نے اپنی مختصر میں اس پر سکوت فرمایا تو یہ ان دونوں کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔ ○ علامہ خطابی نے معالم السنن میں تحریر کیا "ابوداود کی کتاب صحیح اور حسن دونوں قسم کی	ان ابداود روی حدیث القلتین وسکت عنه فهو صحيح عنده على عادته في ذلك¹ ○ وقال الحافظ العراقي ثم الشمس السخاوی في المقاصد الحسنة يكفينا سكوت ابی داود عليه فهو حسن² ○ وقال المحقق علی الاطلاق في فتح القدیر سکت ابوداؤد فهو حجة³ ○ وقال العلامة محمد بن امیر الحاج رواه ابو داود وسکت عليه فيكون حجة على ما هو مقتضى شرطه⁴ ○ وقال العلامة ابراهيم الحلبی في الغنية سکت عليه ابوداود المنذرى بعده في مختصره وهو تصحيح منها⁵ اهـ ○ وقال الخطابی في معالم السنن کتاب ابی داؤد جامع لهذين النوعين

¹ نصب الراية كتاب الطهارة باب الماء الذي يجوز به الوضوء الخ نوريه رضويه پبليکيشن لاہور ۱۴۳

² المقاصد الحسنه تحت حدیث ۳۸۱ دار الكتاب العربی بیروت ص ۲۱۶

³ فتح القدیر کتاب الطهارة مکتبه نوريه رضويه سکھر ۱۵

⁴ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

⁵ غنیۃ المستمل شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۶

احادیث پر مشتمل ہے اور حدیث سقیم کی تو کئی قسمیں ہیں سب سے بے حیثیت موضوع پھر مقلوب پھر مجہول اور ابو داود کی کتاب سقیم کی تمام قسموں سے خالی اور بری ہے۔" امام بخاری نے اپنی کتاب "جزء القرۃ" میں لکھا علی ابن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے ابن سلق کی کتابیں دیکھیں تو سوائے دو حدیثوں کے اور کسی میں کوئی عیب نہیں پایا اور ممکن ہے کہ وہ دونوں بھی صحیح ہوں،" ان دونوں حدیثوں کو قسوی نے حضرت علی بن عبد اللہ سے روایت کیا۔ بحمد اللہ ہماری ذکر کردہ حدیث ان میں نہیں ہے دونوں میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے روایت کی کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے روز اونگھے اور دوسری حدیث زید بن خالد سے کہ تم میں سے کوئی جب اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو وضو کرے۔ یہ علی ابن المدینی اس پائے کے محدث ہیں کہ ان کے شاگرد امام بخاری کہتے ہیں کہ سوائے علی بن المدینی کے اور کسی کے	من الحدیث والحسن اما السقیم فعلى طبقات شرها الموضوع ثم المقلوب ثم المجهول، و کتاب ابی داود خلی منها بری من جملة وجوها¹ وقال الامام بخاری فی جزء القرۃ قال علی بن عبد اللہ نظرت فی کتاب ابن اسحق فما وجدت علیه الا فی حدیثین ویمکن ان یکون صحیحین²، اه و بینہما القسوی عن علی لیس حدیثنا هذا بحمد اللہ تعالیٰ منہما احد ہما عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نعت احدکم یوم الجمعة³ والاخر عن زید بن خالد اذا مسح احدکم فرجہ فلیتوضأ⁴ و علی هذا هو ابن المدینی شیخ البخاری الذی کان یقول فیہ البخاری ما استصغرت

¹ معالم السنن مع مختصر سنن ابی داود للمنذری مقدمہ الكتاب المکتبۃ الاثریۃ سائک ۱۱

² جزء القراءة خلف الامام للبخاری باب لادلیل علی ان القرآن رکن فی الصلوۃ ۶۰

³ جامع الترمذی ابواب الجمعة باب فی من ینعت یوم الجمعة امین کتب دہلی ۱۱/ ۶۹

⁴ موارد الظمان کتاب الطہارۃ باب ما جافی مس الفرج حدیث ۲۱۴ المطبعة السلفیہ ص ۷۸

نفسی الاعندہ^۱ فثبت بحمد اللہ تعالیٰ ان ابن اسحق ثقة وان الحديث حسن صحيح۔

نفعہ ۵: اکثر اصحاب لزہری لم یذکروا فی الحديث "علی باب المسجد" ولا "بین یدیہ" و ہما زیادة ثقة فوجب قبولہما ومن الظلم قبولہ فی ہذا لافى ذالک فلیس مستند کونہ "بین یدیہ" من الحديث الا زیادة ابن اسحق ومن اشد الجہل زعم ان ذکرہ ما لم یذکروا مخالفة لهم والا لا اضطربت الاحادیث عن اخرها الا افراد اعدیدة فبما من حدیث اتی بطریقین او اکثر الا و فی بعضہا ما لیس فی الآخر الانادر، ولا عبرة بالندر، ہذا وجہ۔

وثانیاً: کثیرا ماتری الاثمة المحدثین یجمعون الطریق فیقول احدہم حد ثنا فلان، و فلان عن فلان یزید بعضهم علی بعض ثم

سامنے میں نے اپنے کو چھوٹا نہیں محسوس کیا تو مذکورہ بالا تفصیلات سے بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ محمد بن اسحق ثقہ ہیں اور اذان خطبہ کے بارے میں ان کی بیان کردہ حدیث صحیح ہے۔

نفعہ ۵: امام زہری کے اکثر شاگردوں نے حدیث میں "علی باب المسجد" اور "بین یدیہ" کا ذکر نہیں کیا ہے ان دونوں ٹکڑوں کا ذکر صرف ابن اسحق نے کیا ہے جو ایک ثقہ روای کا اضافہ ہے اور اس کا قبول کرنا واجب ہے تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ "بین یدیہ" کو تسلیم کیا جائے اور "علی باب المسجد" کو ترک کر دیا جائے اور اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ ابن اسحق کے اس اضافہ کو اس وجہ سے ترک کیا جائے کہ صرف ابن اسحاق اس کے راوی ہیں اور ان کے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور اسی بنا پر اس اضافہ کو ان کی ثقہ راویوں کی مخالفت قرار دیا جائے اور حدیث کو مضطرب قرار دیا جائے اگر یہ ظلم روار کھا جائے تو چند معدود اور مختصر روایتیں ہی اضطراب سے محفوظ رہیں گی کیونکہ کون حدیث ہے جو دو یا دو سے زائد طریقوں سے مروی نہیں اور ہر طریقہ روایت کے متن میں کچھ ایسا حصہ بھی ضرور ہے جو دوسرے میں نہیں شاید ہی ایسا ہو گا کہ دونوں روایتوں کے الفاظ بالکل یکساں اور برابر ہوں اور نادر کا کیا اعتبار۔

ہامیہ: اکثر دیکھا گیا ہے کہ ائمہ محدثین چند سندوں کو ایک ساتھ جمع کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں فلاں فلاں

^۱ میزان الاعتدال ترجمہ علی بن عبد اللہ ۵۸۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰/۳

یسوق الحديث سیاقاً واحداً افتراهم یجمعون بین الضب والنون¹۔

و ثالثاً: مفسر القرآن العظیم من الصحابة و التابعین و ہلم جراکلبا فسروا واقعة ذکرک فی القرآن المجید زادوا اشیاء لیست فی القرآن العظیم فاذن کلہم یخالفون القرآن الکریم حاشم ہم۔

رابعاً: فی الصحیحین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا احد ثکم حدیثاً عن الد جال ما حدث به نبی قومہ انه اعور الحدیث فاذن یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و العیاذ باللہ تعالیٰ قد خالف جمیع الانبیاء علیہم السلام و الصلاة والسلام فی بیان واقعة و هذا لا یتفقہ بہ مسلم۔

و خامساً: السور القرانیة تذکر قصۃ موسی و غیرہا یزید

اور فلاں نے فلاں سے روایت کی جس میں بعض نے بعض سے زائد بیان کیا اور پھر پوری حدیث ایک ہی سیاق میں بیان کرتے ہیں تو کیا وہ لوگ مچھلی اور گوہ دونوں کو ایک ساتھ ہی ملا دیتے ہیں۔

ثالثاً: قرآن عظیم کے مفسروں میں، صحابہ ہوں یا تابعین (بعد کے لوگوں کا بھی یہی حال ہے) کہ کسی ایسے واقعہ کی تفسیر کرتے ہیں جو قرآن عظیم میں مذکور ہے تو اس واقعہ میں کچھ ایسا اضافہ بھی کرتے ہیں جو قرآن عظیم میں نہیں ہے، تو کیسا سب کے سب نے قرآن عظیم کی مخالفت کی پناہ بخدا!

رابعاً: صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں "میں تم سے دجال کے بارے میں وہ بات نہ بیان کروں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے بیان نہ کیا" تو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور انبیاء سے زائد بتا کر ان سب انبیاء کی مخالفت کی کون مسلم یہ کہے گا؟

خامساً: قرآن شریف میں حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے مختلف

¹ صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ ولقد ارسلنا نوحاً حالی قومہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰، صحیح مسلم کتاب الفتن باب

ذکر الد جال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۰۰

بعضہا علی بعض و حاشا للقران ان یتخالف
 نفحہ ۶: ما جہل من زعم ان الحدیث متناقض
 بنفسه فان قوله بین یدی رسول اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم یعارض قوله علی باب المسجد فلو کان علی
 الباب کیف یکون بین یدیہ و هذا فہم لایتصور
 الامن و ہم اذا جلس علی المنبر فتجاہ وجہک باب
 فالقائم علیہ هل یکون بین یدیک ام خلفک
 والصفوف الجلوس بینکم لا تحجبه عن نظرك
 الا ترى ان اللہ تعالیٰ سبی السماء بین ایدینا اذ قال و
 قوله الحق "اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰی مَا بَيْنَ اَیْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنْ
 السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" ^۱ و کم من جبال بینہما و بیننا و
 سیاتیک زیادۃ وافیۃ فی تحقیق معنی "بین یدیہ" ان
 شاء اللہ تعالیٰ۔

جگہ بیان کئے گئے ہیں کہیں کم کہیں کچھ زیادہ تو کیا قرآن
 شریف نے اپنے بیان کی خود مخالفت کی؟
 نفحہ ۶: وہ شخص بھی کیا خوب جاہل ہے جو یہ کہتا ہے کہ سائب
 بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث خود ہی متناقض ہے اس
 لیے کہ حدیث کے الفاظ خطیب کے سامنے اور مسجد کے دروازہ
 پر میں متناقض ہے۔ تو اگر باب مسجد پر ہوگی تو خطیب کے
 سامنے کیسے ہوگی؟ یہ شبہ سراسر وہم کی پیداوار ہے کیونکہ
 جب تم منبر پر بیٹھو اور تمہارے منہ کے سامنے مسجد کا دروازہ ہو
 تو دروازے پر کھڑا ہونیوالا کیوں تمہارے سامنے نہ ہوگا؟ کیا
 اس کو تمہارے پیچھے کھڑا ہونیوالا کہا جائیگا؟ شاید یہ سوچتے
 ہوں گے کہ اس صورت میں امام اور مؤذن کے بیچ میں
 صفیں حائل ہیں پھر سامنے کیسے ہوا! صفیں بیچ میں ضرور ہیں
 لیکن وہ مؤذن اور امام میں حائل نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن
 عظیم میں ارشاد فرمایا "کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان و زمین
 تمہارے آگے پیچھے ہیں" حالانکہ کتنے پہاڑ اس کے اور ہمارے
 درمیان میں حائل ہیں۔ "بین یدیہ" کی زیادہ تفصیل آگے
 آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

^۱ القرآن الکریم ۹/۳۴

نفحة ۷: اذا بطل زعمه التناقض انتقض ما بنى عليه
 من وجوب تاويل الحديث فان الشجرة تنبئ عن
 الثمرة ولكن ان تعجب فعجب قوله وان المراد
 بالباب الباب الذي كان في جدار القبلة قبل تحو
 يلها الى الكعبة المشرفة فيا لانصاف باب كان وبان
 وصار جدارا والباب الحقيقي هو جو دالان فاذا ذكر
 باب المسجد هل يذهب ذهن احد الى ان القائل لم
 يرد الباب بل الجدار فمثل هذا يكون تحو يلاو
 تعطيل وتبديلا لا تاويل ولا سيما والحاكي لهذا اعنى
 سيد السائب بن يزيد رضى الله تعالى عنه لم يشاهد
 ذلك الباب الكائن بالبائن قط۔
 فانه كان ابن سبع عند وفاة المصطفى صلى الله تعالى
 عليه وسلم فولادته سنة ثلاث

نظم ۷: اور جب "بین یدیه" اور "علی الباب" کا تناقض ختم ہو
 گیا تو اس پر حدیث کی جو تاویل مبنی تھی وہ بھی ختم ہو گئی کہ در
 خت بیچ کے بغیر نہیں آگ سکتا لیکن اس تاویل میں حیرت انگیز
 بات یہ ہے کہ مؤول کے نزدیک سائب بن یزید رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کی حدیث میں دروازہ سے مراد وہ دروازہ ہے جو
 دیوار قبلہ میں منبر کی پشت پر تھا تو خطیب کے سامنے منبر کے
 بالکل متصل کھڑے ہونے والے مؤذن کو مسجد کے دروازہ
 پر کہہ دیا اگرچہ مؤذن اور دروازہ کے بیچ میں خود خطیب اور
 منبر حائل تھا مگر کھڑے ہونے والے مؤذن کے سامنے ہی
 دروازہ تھا۔

یا للعجب! مؤول جس دروازہ کی بات کر رہا ہے وہ اب نہیں
 ہے اسے بند کر کے اب دیوار کر دیا گیا ہے وہ تو مراد ہو سکتا ہے
 اور حقیقی دروازہ جو فی الوقت موجود ہے اور خطیب کے سامنے
 ہے وہ مراد نہیں ہو سکتا کیسا ایسی صورت میں کوئی باب المسجد
 کہے تو کسی کا ذہن اس باب کی طرف منتقل ہو سکتا ہے کہ اس
 سے مراد موجود اور مشاہد دروازہ موجود نہیں بلکہ یہ دیوار مراد
 ہے اس کو تاویل نہیں کہتے یہ تو تحویل ہے تعطیل ہے اور
 تبدیل ہے خصوصا اس صورت میں کہ سائب ابن یزید رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بند شدہ دروازہ کو دیکھا بھی نہیں اس لیے
 کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

و اربع من الهجرة الشريفة وتحويل القبلة في السنة الثانية فهو يحكى ما شاهد ه فكيف يريد بألم يشاهده ثم انك تحتاج فيه الى مجاز في مجاز فان ذلك الباب كان في الجدار القبلي والمنبر دونه بينهما امر شاة والمؤذن دون المنبر فكيف يكون حقيقة على الباب افتري انه كان يؤذن متقد مالى جدار القبلة مستند برالنبى صلى الله تعالى عليه وسلم او متوجه الى ظهرة الشريف متد براللقبلة بل لو فرض هذا لم يكن ايضا حقيقة على الباب المبفوق دای محله الموجد لانه الان مسدود۔

وصال کے وقت سات سال کے تھے اس حساب سے ان کی ولادت ۳ ہجری میں ہوئی جب کہ تحویل قبلہ کا واقعہ ۲ھ کا ہے تو جب وہ اپنے مشاہدہ کی بات کر رہے ہیں تو یہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ وہ اس ان دیکھے دروازہ کی گواہی دیں گے پھر اس تاویل میں مجاز در مجاز ماننا پڑے گا کیونکہ یہ دروازہ قبلہ کی دیوار میں تھا اور اسی کے پاس منبر تھا اس دروازہ اور منبر کے درمیان بکری کے گزرنے بھر جگہ تھی اور منبر کے پاس مؤذن کھڑا ہوتا تھا ایسی صورت میں مؤذن حقیقی معنی میں دروازہ پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے کیونکہ حقیقی معنی میں دروازہ پر ماننے کی صورت تو یہ ہوگی مؤذن منبر سے آگے بڑھ کر قبلہ کی دیوار کے اندر والے دروازہ پر کھڑا ہو کر حضور کی پشت اقدس کے پیچھے قبلہ کی طرف پشت اور آپ کے پشت کی طرف رخ کرے بلکہ سچ پوچھو تو یہ اذان بھی دروازہ پر نہ ہوگی کہ دروازہ تو بند ہو کر اس جگہ دیوار بنادی گئی تھی۔

نفعہ ۸: اور دروازہ سے مسجد کا باب شمالی مراد لینا جو منبر کے سامنے واقع تھا اور "على باب المسجد" کے علی کو محاذات پر محمول کرنا اور مطلب یہ بتانا کہ مؤذن تو منبر سے متصل ہی کھڑا ہوتا تھا لیکن لفظ "على باب المسجد" سے اس کی تعبیر اس لیے کی گئی کہ دروازہ منبر کے سامنے تھا مؤذن اور دروازہ میں آنا سامنا

نفعہ ۸: ارادة الباب الشمالى الموجد اذ ذاك وتاويل على بالمحاذات اى كان يقوم المؤذن متصلا بالمنبر بين يدى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لكونه اذ ذاك على محاذات الباب الشمالى قيل له على باب المسجد كلام

مفسول مزدول۔

فأولاً: تجوز بعيد من دون قرينة والتكلم بمثله تغليط للسامع وتلبیس للسنة فلا یطن بالصحابی۔

ثانیاً: فیہ تضییع قوله علی باب المسجد لان الباب لماکان محاذیاً للامام فالقائم بین یدی الامام قائم علی محاذة الباب قطعاً اینماکان فذکره بعد ذکره لیس فیہ تخصیص ولا تو ضیح ولا افادة شیئ مقصود اذ لم یکن القصد شرعاً الاالی مواجهة الامام لاالی محاذة الباب فبقی لغوا عبثاً لا طائل تحته۔

وثالثاً: ان من اخنع الاباطیل ما یقضى وجوده علیه بالرحیل و ذلك ان التاویل انما یحتاج الیه اذالم یستقم المعنی الظاهر وانما احدث الظاهر لئلا یفاته بز عبك قوله بین یدیہ الا لمحاذة بلا حائل کما اعترفه به ابن اخت خالتك فالذی قام لصیق الامام اذا کان علی محاذة

تھایہ بے وزن اور حقیر کلام ہے۔

اولاً: بلا قرینہ معنی بعید مراد لینا اور ایسا کلام بولنا سامع کو غلط فہمی میں ڈالنا اور تلبیس سنت ہے صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی حرکت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً: اس تاویل کی رو سے "علی باب المسجد" کا لفظ بے سود ہے کیونکہ دروازہ جب امام کے سامنے ہے تو جو امام کے سامنے کھڑا ہے وہ دروازہ کے سامنے بھی کھڑا ہے تو لفظ "بین یدیہ" کے ذکر کے بعد لفظ "علی باب المسجد" نہ تو اس پہلے معنی کی تو ضیح ہوئی نہ تخصیص اور نہ ہی اس لفظ سے کسی معنی کا افادہ مقصود کیونکہ بقول مؤول مقصد تو امام کے سامنے کھڑا ہونا ہے دروازہ پر کھڑا ہونا نہیں ایسی صورت میں لفظ علی باب المسجد لغو اور بیکار ہوا جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

ثالثاً: اولاً یہ تاویل خود اپنے وجود کے ابطال کی دلیل ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ کلام کے معنی ظاہر درست نہ ہوں اور مخالف نے علی باب المسجد کو محاذات پر اس لیے محمول کیا کہ اس کے نزدیک بین یدیہ اور علی باب المسجد میں تضاد تھا اور بین یدیہ کے معنی محاذات بلا حائل ہیں جیسا کہ تمہاری خالہ کے ابن اخت نے اس کا اعتراف کیا اور اب تمہاری تاویل سے جب امام کے پاس کھڑا ہونے والا دروازہ

الباب كما اعترف الان، كيف لا يكون الذي على الباب محاذيا للامام ولا حائل ثمة يحجبه من النظر فصدق بين يديه فتاويلك باطل باستقامة المعنى الظاهر، واستقامته تقتضي لبطان التاويل فكان وجود حاكم بعده وهذا هو اشنع الابطال.

نفعه ۹: اشنع منه زعم ان عه العاطف

کے سامنے اور محاذی ہے تو دروازہ پر کھڑا ہونیوالامام کے محاذی و مقابل کیوں نہ ہو گا جب کہ دونوں کے درمیان حائل نہیں تو جب آپ کی یہ تاویل علی الباب کے معنی تو جب آپ کی یہ تاویل علی الباب کے معنی ظاہر کی تائید کرتی ہے تو اس تاویل کی کیا ضرورت ہے اسی لیے ہم نے کہا تھا کہ آپ کی تاویل اپنی تحریب کا سامان اپنے ساتھ ہی لائی ہے اور یہ بدترین بات ہے۔

نفعہ ۹: اس سے بری تاویل یہ ہے کہ

عہ: ومثله بل ابعده منه قول اعجاز الحق ان في رواية محمد بن اسحق تقديرا يعني اذ جلس النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على المنبر اذن بين يديه (بعد ما كان) على باب المسجد فالنداء بالفاظ مخصوصة على باب المسجد كان في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والشيخين، ثم جعل عثمان هذا النداء اذنا أي بالفاظ مخصوصة على مقام عال هو الزوراء على ما صرح به في البرقة^۱ فهذا هو التحقيق الحقيقي بالقبول

عہ اور اس سے بھی زیادہ بعید اعجاز الحق کا قول ہے کہ محمد بن اسحق کی روایت میں پورا ایک جملہ مقدر ہے یعنی عبارت یوں ہے "حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ پر ہونے کے بعد اذان آپ کے سامنے ہوتی" یعنی وہ ندا جو دروازہ پر ہوتی اذان کے الفاظ میں نہیں ہوتی تھی ایسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کے زمانہ میں ہوتا رہا پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس کو اذان ہی کے الفاظ میں مقام زوراء پر کہلا نا شروع کیا جو مسجد سے دور ایک بلند جگہ تھی ایسا ہی ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا یہ تحقیق لائق قبول ہے، (باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ مرقاة المفاتیح باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۲۰۴ المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۲۹۷

محذوف قبل قوله "على باب المسجد"

یہ کہا جائے کہ الفاظ حدیث میں لفظ "على الباب"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وبه ارتفاع التعارض في الروايات. وزين القول بالفاظه
الفصيحة فهذا الشدة [شفاهته لازنته] لم يقنع بحذف
حرف واحد ولو هبه ان "يؤذن" في الحديث على ---
ولعبر الله لوجز امثال هذه الحذفات في الكلام لهاك تحو
يل كل نص الى ماتهو ي الانفس للتائم فيقول من يبيع
الزنا للاعزب الحق ان في قوله تعالى "وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجِي" ¹
تقدير اي عني بعد ماتزو جتم لان المتاهل عند ه ما
يغنيه من الزنا المحرم عليه بخلاف الاعزب فانه
محتاج اليه و يقول من يبيع قتل الشبان الحق ان في
قوله تعالى "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي"

اور اس سے تمام روایتوں کا تعارض بھی اٹھ جاتا ہے مسئلہ اعجاز الحق
نے اپنی اسی بات کو فصیح الفاظ سے آراستہ کیا ہے لیکن اس کی یہ
تاویل بھی سخت گندی ہے کہ اس نے ایک لفظ کے مقررمانے پر
قناعت نہ کی پورا مرکب غیر مفید کر ڈالا اور یہ سوچ کر کہ حدیث
شریف میں يؤذن کا مطلب چونکہ اذان معروف ہے اس لیے باب
مسجد والا اعلان ہوگا اور اس کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی
طرف منسوب کر دیا واللہ العظیم اگر اس طرح کی خرافات کلام میں
جائز ہوں تو ہر شخص کو اپنی ہوائے نفس کے مطابق قرآن عظیم کی
آیتیں پھیرنا آسان ہوگا مثلاً جو لوگ کہتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کو
زنا جائز ہے وہ یہ کہنے لگیں گے کہ آیت شریفہ "وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجِي"
(زنا کے قریب مت جاؤ) میں یہ ٹکڑا مقدر ہے بعد تزوج جتم یعنی
جس کی شادی ہو چکی ہو وہ زنا کے قریب بھی نہ جائے کیونکہ شادی
کر لینے والے کو زنا کی حاجت نہیں بخلاف غیر شادی شدہ کے اس
کے پاس بیوی نہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ القرآن الکریم ۱۷/۳۲

والمعنی کان الاذان تأثرۃ بین

سے پہلے واویا او محذوف ہے اور مطلب یہ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تو کس طرح اپنی شہوت پوری کرے گا اسی طرح جو لوگ جوانوں کا قتل جائز رکھتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ" میں یہ ٹکڑا مقدر ہے بعد ما تحر م اور مطلب بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل نفس حرام کیا ہے یہ ہے کہ بوڑھے ہونے کے بعد انسانوں کا قتل حرام ہے کیونکہ کسی کو قتل اس لیے کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو اس کی ایذا سے نجات ملے اور بوڑھا ایذا پہنچانے کے لائق نہیں تو اس کا قتل حرام ہونا چاہیے بخلاف جوانوں کے کہ یہ فی الوقت ایذا نہ دیں ایذا دے تو سکتے ہیں اور موذی کو ایذا سے پہلے قتل کر دینا چاہئے اس طرح آیت میں صرف بڑھوں کے قتل کی ممانعت ہے جوانوں کے قتل کی نہیں بلکہ خود یہ مول اسی مسئلہ میں قرآن کی آیت کو بھی اپنے مقصد کے موافق بنا سکتا ہے مثلاً قرآن شریف کی آیت مقدسہ اذانو دی للصلوة من یوم الجمعة (جمعہ کے دن جب اذان پکاری جائے) میں یہ مقدر مان لے (باقی اگلے صفحہ پر)

حَرَّمَ اللَّهُ^۱ "تقدیر ایعنی بعد ماتحر م لان القتل لدفع الایذاء والہرم. اضعف من ان یوذی احدا بخلاف الشبَاب فَانہ ان لم یوذ حالاً فیستطیع ان یوذی وقتل الموذی قبل الایذاء ثم ہو بنفسه لم لا یستدل علی مزعمہ بأیة الجمعة قائلًا: الحق ان فی کلامہ تعالیٰ اذانو دی للصلوة من یوم الجمعة تقدیر ایعنی "اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ"^۲ داخل المسجد لصیق المنبریوم الجمعة ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم وما نسب التصریح بہ الی القاری فلم یصرح

^۱ القرآن الکریم ۱۷/۳۳^۲ القرآن الکریم ۹/۶۲

کہ اذان کبھی حضور کے سامنے منبر کے پاس ہوتی اور کبھی دروازہ پر یا مطلب یہ ہے کہ موزن بانگ دونوں جگہ دیتا منبر کے پاس والی تو اذان ہوئی اور دروازے کے پاس والا اعلان تھا جو اذان کے الفاظ میں نہیں ہوتا تھا یہ بات خود ہی اپنا بطلان کر رہی ہے کیونکہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کفارہ ظہار کی آیت صیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا (صحبت سے قبل مسلسل دو مہینے روزہ رکھنا ہے) میں یہ کہے کہ آیت میں لفظ من قبل کے پہلے حرف واو جو بمعنی او ہے

یدیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتارة علی باب المسجد او کان یکون فی المحلین غیران الذی علی الباب کان اعلما بغير لفظ الاذان و هذا بحکایتہ یعنی عن نکایتہ فہا مثله الا کمین یقول فی قوله تعالیٰ "فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتِمَّ آسَاءُ" ^۱ ان الواو بمعنی او محذوف قبل من "من قبل" والمعنی اما

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بہ ولم یکن وانما أبدی من عند نفسه عدة احتمالات شتی لما سبق الی وہبہ فاحتمال ہو بعدہ للتوفیق کما یأتی بعونه تعالیٰ بیانہ الشافی فی نفحة عشرین من الشمامة الرابعة ۲۱ منہ۔

اذانو دی للصلوة داخل المسجد لصيق المنبر من يوم الجمعة (جب مسجد کے اندر منبر سے متصل جمعہ کے دن اذان دی جائے) لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔۔۔۔۔ رہ گئی اس قدر نامعقول کی نسبت ملا علی قاری کی طرف تو یہ قطعاً غلط ہے انھوں نے اس امر کی طرف نہ کیا نہ کیا نہ تصریح بلکہ انھوں نے ایک وہم کی بنا پر حدیث کے الفاظ میں اختلاف تصور کرتے ہوئے اپنی طرف سے چند احتمالات کا ذکر کیا کہ ان مخالف الفاظ میں توفیق ہو جائے لیکن اختلاف ان کا واہمہ تھا تو یہ ساری توفیقات اسی کی پید وارمانی جائیں گی اس کی پوری تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ شامہ چہارم نفہ بستم میں آرہی ہے ۲۱ منہ۔

^۱ القرآن الکریم ۵۸ / ۴

متتابعین او قبل ان یتماسا۔

ثم اولال یس مبناه الاعلی زعم المقابلة بین "بین یدیه" و "علی الباب" وما هو الا وهم فی تباب فلو وجد العاطف لم یدل علی التوزیع بل علی جمع جمیع وهو مرادنا۔

ثم ثانیاً یلزم علی الثانی وجود التثویب فی الجمعة علی عهد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم وهو خلاف ماصر حواہ بل السائب نفسه رضی الله تعالی عنه یقول لم یکن للنبی صلی الله تعالی علیه وسلم مؤذن غیر واحد وکان التأذین یوم الجمعة حین یجلس الامام یعنی علی المنبر رواه البخاری¹

ثم ثالثاً: هذا الاذان هو المحکوم علیه فی الحدیث بکونه بین یدیه صلی الله تعالی علیه وسلم وبکونه علی الباب فکیف تفصیل بینہما بان ما علی

مقدر ہے اور ایت کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل دو مہینے روزہ رکھے یا عورت سے صحبت سے پہلے روزہ رکھے۔

پھر اؤٹا: اس کی تاویل کی بنا اس واہمہ پر ہے کہ لفظ بین یدیه اور علی الباب میں تقابل ہے دونوں ایک مصداق پر صادق نہیں آسکتے اور چونکہ یہ وہم باطل ہے اس لیے او بھی یہاں تقسیم کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اس بات کے اظہار کے لیے ہوگا کہ لفظ بین یدیه اور علی الباب دونوں ایک ہی ہیں یعنی جمع کے لیے ہوگا۔

چوتھا: علی الباب "اور" بین یدیه "دوالگ الگ نداؤں سے متعلق ماننے پر یہ لازم آئے گا کہ عہد رسالت میں نماز جمعہ کے لیے تثویب ہوتی تھی اور یہ تصریحات علماء کے بالکل خلاف ہے بلکہ خود سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مسعود میں ایک ہی مؤذن ہوتا تھا جو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی اذان دیتا یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

چوتھا: حدیث شریف میں تو ایک ہی اذان کے بین یدیه اور علی الباب ہونے کی تفصیل ہے اس تفصیل کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ دروازہ پر اذان سے مختلف

¹ صحیح البخاری کتاب الجمعة باب المؤذن الواحد یوم الجمعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۴

کلمات میں اعلان ہوتا تھا ہاں حرف عطف کے ساتھ معطوف کو بھی مقدر مانا جائے یعنی وبعد ماکان الاعلام علی باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر اعلان ہونے کے بعد سامنے اذان ہوتی یا لفظ یؤذن کو ہی عموم مجاز پر محمول کیا جاتا جس سے ڈبل مجاز بلکہ بلا کسی قرینہ مجزئہ کے ترک حقیقت ماننا لازم آئے تو یہ سب مخالفین کی ہوس ہے جس سے وہ حدیث کی تفسیر کے نام پر تغیر و تبدیل حدیث کرنا چاہتے ہیں)

فقہ ۱۰: اور مخالفین میں سے بعض جن کو ہم نے جہالت پر عار دلایا تھا اس نے حدیث پاک میں ایک ایسی علت پیدا کر نی چاہی جو سرے سے اس حدیث سے استدلال کو ہی ختم کر دے وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں کوئی دروازہ منبر کے سامنے تھا ہی نہیں پوری مسجد نبوی شریف میں صرف تین دروازے تھے پوربی رخ پر باب جبریل اور پچھم طرف باب السلام اور باب الرحمہ (شمال و جنوب میں کوئی دروازہ تھا ہی نہیں) یہ خبیث جہالت سے حدیث کو رد کرنا ہے مسجد شریف میں یہ تین دروازے ضرور تھے

الباب اعلام غیر الاذان الان تقدر مع العاطف معطوفاً وهو الاعلام او تحمل الاذان علی عموم المجاز فتتركب مجاز اعلی مجاز وترك الحقیقة من دون ضرورة ملجئة وثیقة اشنع مسلك واخنع طريقة و بالجملة امثال الهوسات لا یرتكبها الا من یکید النصوص بالتعطیل و یرید التغیر باسم التاویل۔

نفعہ ۱۰: وبعض من تعیرنا به الجهل اراد ان یردی فی الحدیث علة تهدمه عن اصله فزعم ان لم یکن فی زمنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للمسجد الکریم باب تجاه المنبر انما کان له ثلاثة ابواب. باب جبریل عہ فی الشرق و باب السلام و باب الرحمة فی الغرب و هذا هجوم علی رد الحدیث بالجهل الخبیث کان للمسجد الکریم ثلاثة ابواب باب جبریل

ابواب کے نام بعد میں رکھے گئے ہیں اور موجودہ دروازے بھی ٹھیک انہیں مقامات پر نہیں جہاں تھے بلکہ مسجد کی توسیع کے بعد انہیں دروازوں کی محاذات میں رکھے گئے منہ ۱۲ غفرلہ

عہ: هذا الاسامی حادثة ولا یقیت الابواب فی محل الابواب بل احدثت علی محاذاتها بعد الزیادات ۱۲ امنہ۔

مگر اور دروازے بھی تھے جن کی تفصیل یوں ہے پوربی جانب باب جبریل پھر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی سمت باب النساء قائم فرمایا پچھم طرف باب الرحمة پھر اسی طرف امیر المؤمنین نے باب السلام قائم فرمایا شمالی جانب باب ابی بکر پھر اسی طرف امیر المؤمنین نے ایک دروازے کا اور اضافہ فرمایا عالم مدینہ حضرت سید سمو دی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلاصۃ الوفاء میں اس کی تصریح فرمائی پھر باب شمال کے لیے کسی دوسرے حوالہ کی ضرورت نہیں بخاری شریف باب الاستسقاء کی یہ حدیث کافی ہے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اس دروازہ سے جو منبر کے سامنے تھا ایک جمعہ کو آیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے (الحديث) نفحہ ۱۱: یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہاں دو سنتیں ہیں جن میں ایک کا تعلق خاص اذان خطبہ سے ہے یہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت اذان کا اس کے سامنے ہونا ہے اور ایک عام سنت ہے جو ہر اذان کو عام ہے اور اذان کا حدود مسجد کے اندر اس کے صحن میں ہونا ہے نہ کہ خاص مسجد کے اندر اس کی تصریح

فی الشرق ثم زاد امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه باب النساء وباب الرحمة في الغرب ثم زاد امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه باب السلام وباب ابى بكر في الشمال ثم زاد امير المؤمنين بابا آخر كما فصله عالم المدينة السيد السهوي رحمه الله تعالى عليه في خلاصة الوفاء¹ و حسبك حديث البخاري في ابواب الاستسقاء عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه ان رجلا دخل يوم الجمعة من باب كان وجاء منبر رسول الله تعالى عليه وسلم قائم يخطب² الحديث۔

نفحه ۱۱: لا يذهب عنك ان ههنا سنتين، سنة خاصة باذان الخطبة و هو كونه بين يديه الخطيب حين جلوسه على المنبر، وسنة عامة لكل اذان و هو كونه في حد والمسجد او فنائه، لافي حد والمسجد او فنائه لافي جوفه كما تستمع نصوص

¹ وفاء الوفاء الفصل الثالث عشر دار احياء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۶ تا ۳۹۴

² صحيح البخاری ابواب الاستسقاء باب الاستسقاء في المسجد الجامع قديمي کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

الفقهاء عليه و قدسردنالك اسماء هم و قد ارشد
 حديث السائب رضى الله تعالى عنه اليهما معا۔
 فالاولى قوله بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم اذا جلس على المنبر، والاخرى قوله على باب
 المسجد فان باب المسجد في حدوده لاني جوفه و
 خصوصية الباب ملغاة قطعاً وانما لا يكون عليه لكونه
 وجاه المنبر لولا ذلك لم يكن على الباب بل على حافة
 المسجد او في فناءه بين يدي الامام فانكشف به
 سوالان كثير اما توردهما جهلة الهند الاول ان
 العلماء لم يذكروا من سنن هذا الاذان كونه على
 الباب قل لهم لم يذكروا مع انه غير مقصود في هذا
 الباب و ما مثله الا كمثل من يري حديث ان بلال
 رضى الله تعالى عنه كان يؤذن على سطح بيت ستنار
 نوارام زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنهما فيحسب
 ان السنة فيه كونه من سطح بين الجيران حتى لو
 كان على منارة او على جدار المسجد كان مخالفاً للسنة
 وهذا جهل منه بان القصد كان على محل عال لالى
 خصوص

ان فقہاء کے نصوص میں ہے جن کا نام ہم بیان کر چکے ہیں اور
 سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس حدیث میں
 ان دونوں ہی سنتوں کا بیان کیا ہے کہ اذان خطیب کے
 منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے ہوئی اور یہ کہ اذان مسجد
 کے دروازہ پر ہوئی اور دروازہ مسجد مسجد کی حد پر ہوتا ہے مسجد
 کے اندر نہیں لیکن اذان کی سنت میں دروازہ کی کوئی
 خصوصیت نہیں اہمیت صرف منبر کے سامنے ہونے کو ہے
 اگر کسی مسجد میں منبر کے سامنے دروازہ نہ ہو تو ایسا نہیں ہے
 کہ دروازہ ڈھونڈ کر وہیں اذان دی جائے بلکہ خطیب کے سامنے
 حدود مسجد اور صحن مسجد میں ہوگی اس سے دو سوالوں کا جواب
 ہو گیا جو اکثر کیا جاتا ہے اول یہ کہ علماء نے اس اذان کی سنتوں
 میں اس کا دروازہ پر ہونا ذکر نہ کیا جواب یہ ہے کہ اس لیے اس
 کا ذکر نہ کیا کہ دروازہ اس باب میں غیر مقصود ہے اس حدیث
 میں اس کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے دوسری حدیث میں سطح بیت
 نوارام زید کا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوارام زید
 پر اذان دیتے تھے تو اگر کوئی یہ گمان کرے کہ اذان میں یہ
 سنت ہے کہ پڑوسیوں کے گھر کی چھت پر ہو اور کوئی شخص
 منارہ یا مسجد کے دروازہ کے اوپر کھڑا ہو کر دے تو سنت کے
 مخالف ہے تو غلط ہے کیونکہ اس گھر کی چھت کے ذکر سے
 مقصد تو یہ ہے کہ بلند جگہ پر اذان ہونہ یہ کہ پڑوسی کے گھر کی
 چھت پر

دوسرا سوال یہ کہ فقہاء اس اذان کے لیے خارج مسجد ہونے کی شرط باب جمعہ میں ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا بتاتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے ہو جواب یہ ہے کہ خاص باب جمعہ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سنت صرف اذان جمعہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام اذانوں کی سنت ہے اس لیے علماء نے اس کو مطلق اذان کے باب میں ذکر کیا ہاں خطیب کے سامنے ہونا اذان جمعہ کے ساتھ خاص تھا تو اس کو باب جمعہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کے دو خاص و عام حکم کو شامل تھی اصولاً اس کو دو علیحدہ علیحدہ ابواب میں ذکر کرنا چاہیے تھا فقہائے امت نے ایسا ہی کیا یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ سائل کے قول کو تسلیم کیا جائے ورنہ ہمارے علماء کرام نے ابواب جمعہ کو بھی اس بیان سے خالی نہیں رکھا ان شاء اللہ آئندہ ہم اس کی شہادتیں پیش کریں گے۔

نفعہ ۱۲: اور جب ہر طرف سے عاجز آگئے تو کہا کہ لوگوں نے اس حدیث کا چرچا ہی نہیں کیا تو یہ متروک العمل رہی مگر یہ بات ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو عوام کے درجہ سے بالشت بھر بھی بلند نہ ہو سکا کیونکہ ہر چیز کو وہیں تلاش کرنا چاہیے جہاں اس کا ٹھکانہ ہو اور دوسری جگہ

سقف جار کذاھنأ، والثانی ان الفقہاء لایذکرونہ فی باب الجمعة سنیۃ اذان الخطبة خارج المسجد فی حدودہ انما یذکرون استئذان کونہ بین یدی الامام قل لہم ولم یذکرونہ ثمہ فانہ لایختص بہ بل ہو حکم مطلق الاذان الشرعی فمحل ذکرہ ہو باب الاذان لا باب الجمعة وقد ذکر وہ فیہ نعم کونہ بین یدیہ کان من خصوصیات اذان الخطبة فذکر وہ فی باب الجمعة اشتتمل الحدیث علی حکمین خاص وعام وکان من حقہما ان یذکر الخاص فی باب الخاص و العام فی باب العام و کذا لک فعلوا لکن العوام لا یفقیہون ہذا علی تسلیم زعمہم والافعلیاء نالہم یخلو باب الجمعة ایضاً عن افادۃ ہذا حکم کما ستری بعون العلی الاعلی۔

نفعہ ۱۲: اذا عجز وامن کل جهة قالوا هذا حدیث لم یخرج علیہ الناس فکان مہجوراً عندہم و ہذا کما تری قول من لم یتراجع عن العامیۃ شیئاً الحدیث وکل شیئ انما یطلب فی معدنہ ولا یضرہ عدم

نہ ملنے کی کوئی شکایت نہیں اور یہ بات اسی قبیل سے ہے کہ کسی چیز کے نہ ہونے پر اندھوں کی گواہی پیش کی جائے ورنہ علماء تو اس حدیث کا مسلسل ذکر کرتے رہے اور اس پر اعتماد کرتے رہے تفسیر خازن میں ہے: (جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے) اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اھ مختصراً

تفسیر کبیر میں ہے: اللہ تعالیٰ کا قول "جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے" یعنی ندا جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اذان نہیں دی جاتی تھی جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان

و جدانہ فی غیرہ مع ہذا ماہی الا شہادۃ نفی ولا سیباً من قوم عی ولوا بصرو النظر وان العلماء لم یز الوایور دونہ و یعتمد ونہ ففی تفسیر الخازن (اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعة) اراد بهذا الاذان عند قعود الامام علی المنبر لانه لم یکن فی عہد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نداء سواہ ولا بی داؤد قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد¹ اھ مختصراً۔

وفی تفسیر الکبیر: قوله تعالیٰ "اذانو دی" یعنی النداء اذا جلس الامام علی المنبر یوم الجمعة وهو قول مقاتل وانه كما قال لانه لم یکن فی عہد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نداء سواہ کان اذا جلس علیہ الصلوۃ والسلام علی المنبر اذن بلال علی باب المسجد وكذا

¹ لباب التأویل فی معالم التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیہ ۲۲ / ۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳ / ۲۹۰

دیتے ایسا ہی ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہما کے زمانے میں بھی تھا۔ تفسیر کشاف میں ہے (سورہ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی مؤذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اور اضافہ فرمایا اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر سے موسوم بہ زواء پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے مؤذن اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ در شفاف لعبد اللہ بن الہادی میں ہے: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ہی مؤذن تھے	علی عہد ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما^۱۔ وفی الکشاف: النداء الاذان وقالوا المراد به الاذان عند قعود الامام علی المنبر، وقد كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا انزل اقام للصلاة ثم كان ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی ذلك حتی اذا كان عثمان و کثر الناس وتباعدت المنازل زاد مؤذناً آخر فامر بالتأذین الاول علی داره التی تسمى "زواء" فاذا جلس علی المنبر اذن المؤمن الثاني فاذا نزل اقام للصلاة^۲۔ وفی الدر الشفاف لعبد اللہ بن الہادی: کان له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن واحد

^۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۹/۶۲ میدان الجامع الا زهر مصر ۸/۳۰

^۲ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت الآیة ۹/۶۲ دار الکتب العربی بیروت ۵۳۲/۴

فكان اذا جلس على المنبر اذن على باب المسجد فاذا نزل اقام الصلوة¹ اه

وكذا في النهر الباد من البحر لابي حيان: كذا لك كان في زمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا اصعد على المنبر اذن على باب المسجد فاذا نزل بعد الخطبة اقيمت الصلوة وكذا كان في زمن ابي بكر وعمر اى زمن عثمان كثر الناس وتباعدت المنازل فزاد مؤذنا آخر على داره التى تسمى الزوراء فاذا جلس على المنبر اذن الثانى فاذا نزل من المنبر اقيمت الصلوة ولم يعب احد ذلك²

وفى تقريب الكشاف (لابى الفتح محمد بن مسعود) كان لرسول الله صلى الله تعالى وسلم كذا الشيخين بعد مؤذن واحد مؤذن عند الجلوس على المنبر على باب المسجد³ اه

جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازہ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

نہر الباد من البحر لابی حیان میں بھی اسی طرح ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی، اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا پھر عثمان کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے اور مکانات دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اضافہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مؤذن دوسری اذان دیتا پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے اس اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشف لابی الفتح محمد بن مسعود میں حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں ایک ہی مؤذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

¹ الدر الشاف

² النهر الباد من البحر على هامش البحر المحيط تحت الآية ۲۲ / ۹ دار الفكر بيروت ۲۶۵

³ تقريب الكشاف محمد بن مسعود

اور جب آپ منبر پر سے اترتے نماز قائم فرماتے۔
اور تجرید کشف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے: حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ
مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے
تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا جب آپ منبر
پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا الخ (موافق
تفسیر کشف)

تفسیر خطیب و فتوحات الہیہ میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان "جمعہ
کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے" اس ندا سے وہ اذان
مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے کہ حضور صلی
اللہ تعالیٰ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں
ایک ہی مؤذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان
دیتا جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر ابو بکر و عمرو
علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے مدینہ
میں عہد عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آبادی

وفی تجرید الکشاف لابی الحسن علی بن القاسم: کان
لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا
جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا نزل اقام
الصلوة^۱، اھ

وفی تفسیر النیسابوری: النداء الاذان فی اول وقت
الظہر وقد کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب
المسجد^۲ الخ مثل ما فی الکشاف۔

وفی تفسیر الخطیب ثم الفتوحات الالہیہ: قوله تعالیٰ
"اذانو دی للصلوة" المراد بهذا ابلنداء الاذان عند
قعود الخطیب علی المنبر لانه لم یکن فی عہد رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نداء سواہ فکان لہ
مؤذن واحد اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد
فاذا نزل اقام الصلوة ثم کان ابو بکر و عمرو علی
بالکوفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ذلک حتی کان
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کثر الناس و

^۱ تجرید الکشاف

^۲ غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۹۶۲ / ۹ مصطفی البابی مصر ۱۳۸ / ۵۲

بڑھی اور مکانات دور دور تک پھیل گئے تو انہوں نے ایک اذان اور زائد کی۔ کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے اذان اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔	تباعدت المنازل زاد اذاناً آخر^۱، الخ وفی کشف الغمۃ للامام الشعرانی کان الاذان الاول علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا جلس الخطیب علی المنبر الی قوله وکان الاذان علی باب المسجد^۲، ۱۵



^۱ الفتوحات الالہیہ (الشہید بالجہل) تحت الآیۃ ۶۲/۹ مصطفیٰ البابی مصر ۳۴۳

^۲ کشف الغمہ باب صلوۃ الجمعۃ فی الاذان والخطبۃ وغیرہ ادار الفکر بیروت ۱/۱۸۵

الشامة الثانية من صندل الفقه

(شامة ثانیہ از صندل فقہ)

نفحه^۱: الحمد لله تظافرت النصوص على كراهة الاذان في المسجد والنهي عنه بصيغة النفي الاكد من صيغة النهي ففي 'الخانية' ^۲ والخلاصة ^۳ وخزانة المفتين ^۴ وشرح النقاية للعلامة عبد العلي ^۵ والفتاوى الهندية ^۶ والتاتارخانية ^۷ ومجمع البركات ينبغي ان يؤذن على المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد ^۱، اهـ و^۸ في البحر الرائق شرح كنز الدقائق وفي الخلاصة:	نفحه^۱: الله تعالى کے لیے بے شمار حمد ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے پر کثیر التعداد فقہی نصوص ہیں وہ بھی صیغہ نفی کے ساتھ جو ممانعت میں نہیں سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ 'خانیہ' خلاصہ، 'خزانہ المفتین'، 'شرح نقایہ للعلامة عبد العلي فتاویٰ ہندیہ'، 'تاتارخانیہ'، 'مجمع البرکات' میں ہے مئذنہ پر اذان دینا چاہیے یا مسجد کے باہر؟ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ^۸ بحر الرائق شرح كنز الدقائق اور خلاصة الفتاوى میں ہے:

^۱ الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب الثاني الفصل الثاني نوراني كتيب خانہ پشاور ۱/ ۵۵، فتاویٰ قاضی خان مسائل الاذان ۱/ ۳۷ و خلاصة

الفتاوى الفصل الاول في الاذان ۱/ ۳۹، خزانة المفتين فصل في الاذان ۱/ ۱۹ وشرح النقاية للبر جندی باب الاذان ۱/ ۸۳

مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ۹ شرح مختصر الامام طحاوی للامام اسبیجانی اور "مجتبیٰ شرح مختصر الامام قدوری میں ہے اذان نہ دی جائے مگر صحن متعلقہ مسجد میں منارہ پر۔ "بنایہ شرح ہدایہ لامام عینی میں ہے: اذان نہ دی جائے مگر صحن مسجد میں یا مسجد کے کنارے۔	ولایؤذن فی المسجد^۱، اھ وفی شرح مختصر الامام الطحاوی للامام الاسبیجانی ثم "المجتبیٰ شرح مختصر الامام القدوری لایؤذن الا فی فناء المسجد او علی المئذنة^۲ و"فی البنایة شرح الهدایة للامام العینی: لایؤذن الا فی فناء المسجد او ناحيته^۳۔

ناحیہ رکن اور جانب سب کے معنی ایک ہیں قاموس میں ہے ناحیہ جانب اور کنارے کو کہتے ہیں مصباح میں ہے الجانب الناحیہ جانب اور کنارہ ہی ناحیہ ہے۔ تاج العروس میں ہے پہاڑ اور محل کارکن اس کا کو نہ ہوتا ہے اور ہر شئی کارکن اس کا کنارہ ہی ہوتا ہے۔ جس کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے یا اس کے ساتھ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: الناحیة الركن، والجانب کلہا بمعنی فی القاموس الناحیة الجانب^۴ اھ وفی المصباح الجانب^۵ الناحیة وفی تاج العروس ركن الجبل والقصر جانبہ واركان كل شیئ جوانبه التي یستند اليها ویقوم بها^۶ اھ واللفظ مبنی من التنجی والاعتزال

^۱ البحر الرائق کتاب الصلوة باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۵، خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۴۹

۲

۳

^۴ القاموس المحيط باب الواو والیاء فصل النون مصطفى البابی مصر ۱/ ۳۹۷

^۵ المصباح المنیر تحت اللفظ "جنب" منشورات دار الهجرة قم ایران ۱/ ۱۱۰

^۶ تاج العروس باب النون فصل الرءاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۲۱۹

۱۲ غنیہ شرح منیہ میں اذان مسندہ پر یا خارج مسجد ہو اور اقامت مسجد کے اندر۔ ۱۳ نظم امام زند ویستی ۱۲ شرح نقایہ لشمس قہستانی ۱۵ حاشیہ مراقی الفلاح میں للعلامة سيد احمد طحطاوى میں ہے مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ ۱۶ غایۃ البیان شرح ہدایہ للعلامة اتقانی ۱۷ فتح القدیر شرح ہدایہ لمحقق علی الاطلاق میں ہے	فی ۱۲ الغنیة شرح المنیة الاذان انما يكون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله ۱ وفی ۱۳ نظم الامام الزند ویستی ثم ۱۴ شرح النقایة للشمس القہستانی ثم ۱۵ حاشیة مراقی الفلاح للعلامة السید احمد الطحطاوی ویکرہ ان یؤذن فی المسجد ۲ وفی ۱۶ غایة البیان شرح الهدایة للعلامة الاتقانی وفی ۱۷ فتح القدیر شرح الهدایة

قائم ہوتا ہے یہ لفظ علیحدگی اور جدائی کے معنی دیتا ہے جیسے جانب دوری اور انفصال کے معنی دیتا ہے اور کعبہ شریف کے دونوں رکن اسود اور یمانی کو دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں کعبہ سے خارج ہیں اور خلاصۃ الوفاء میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی شریف کے چاروں کونوں پر چار مینار بنائے اور فرمایا کہ یہ چاروں مینار زمین سے لے کر چاند تک خارج مسجد ہیں (منہ غفرلہ)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کالمجانب من المجانبۃ والانفصال وترى ركنی الكعبه الکریمۃ الاسود الیمانی خارجۃ منها۔

وذكر فی خلاصۃ الوفاء ان عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جعل للمسجد اربع منارات فی زوايا الاربع ثم قال کل ذلك من الهلال الى الارض خارج عن المسجد منه غفرلہ ۳

۱ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلوۃ سمیل اکبر می لاہور ص ۳۷۷

۲ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

۳ وفاء الوفاء الفصل السابع عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۶ و ۵۲۷

مصنف امام برہان الدین صاحب ہدایہ کا قول کہ (مکان ہمارے مسئلہ میں مختلف ہے) اس امر کا فائدہ دیتا ہے کہ اذان و اقامت کے مقامات کا اختلاف ہی معبود و معروف نیز حکم شرعی ہے کہ اقامت مسجد میں ہونا ضروری ہے اور اذان مندرجہ پر اور مندرجہ نہ ہو تو مسجد کے صحن میں ائمہ نے فرمایا کہ مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔

اور دونوں شارحین نے اپنی دونوں کتابوں میں جمعہ کے لیے طہارت مسنون ہونے کے مسئلہ میں اذان پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا "کافی میں دونوں مسئلہ میں علت جامعہ یہ بتائی کہ خطبہ اور اذان دونوں ہی مسجد کے اندر خدا کا ذکر ہے جن کے لیے طہارت سنت ہے، مسجد کے اندر کا مطلب حدود مسجد ہے کیونکہ اذان داخل مسجد مکروہ ہے۔"

یہ انہیں نصوص ہیں اور بیسویں نص امام ابن الحاج مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدخل میں ایک فصل تحریر فرمائی جس میں مسجد کے اندر اذان کی کراہت بیان فرمائی اور بتایا کہ مطلقاً سلف صالحین نے اس فعل کی نفی کی ہے تو اس عموم میں ائمہ اربعہ داخل ہو گئے اور ان سے پہلے کے صحابہ و تابعین بھی۔

للمحقق على الاطلاق: قوله (اي الامام برهان الدين صاحب الهداية) والمكان في مسالمتنا مختلف يفيد كون المعهود اختلاف مكانهما وهو كذلك شرعاً لا قائماً في المسجد ولا بد واما الاذان فعلى المئذنة فان لم يكن ففي فناء المسجد وقالوا لا يؤذن في المسجد¹، اهـ وقالوا في الكتابين في مسئلة سننية الطهارة لخطبة الجمعة قياً سا على الاذان مانصه: الاولى ما عينه في الكافي جامعاً وهو ذكر الله تعالى في المسجد اي في حدوده لكرهية الاذان في داخله²، اهـ

فهذه تسعة عشر نصاً وختم العشرین بکلام الامام ابن الحاج المکی مالکی فانه رحمه الله تعالى عقد في البدخل فصلاً للنهي عنه وفي نفى فعله من السلف الصالح مطلقاً فدخل فيهم ائمة المذاهب الاربعة جميعاً ومن قبلهم من الصحابة والتابعين رضي الله تعالى عنهم اجمعين وهذا مانصه۔

¹ فتح القدير كتاب الصلوة باب الاذان مكتبة نورية رضوية سکر ۲۱۵/۱

² فتح القدير كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة مكتبة نورية رضوية سکر ۲۹/۲

مدخل کی عبارت یہ ہے "مسجد میں اذان کی ممانعت کے بیان میں یہ گزر چکا کہ اذان کے لیے تین جگہیں ہیں مسجد کی چھت، مسجد کا دروازہ اور منارہ، اور جب ایسا ہے تو مسجد کے اندر اذان کی ممانعت کئی وجہ سے ثابت ہے اول یہ کہ گزشتہ بزرگان دین مسجد کے اندر اذان نہیں دیتے تھے "الح" یہ کل بیس نصوص ہوئے۔

نفعہ ۲: یہ نصوص اپنے عموم و اطلاق کے ساتھ سب کے سامنے ہیں اور اصول فقہ سے یہ ظاہر ہے کہ فعل نکرہ کے حکم میں ہے اور نفی کے تحت ہو تو عام ہے پس فقہاء کا قول لایوذن فی المسجد عام ہے اور باقی اقوال مطلق ہیں جن میں تخصیص و تقييد کا کوئی اثر نہیں تو ان کو اپنے عموم پر ہی جاری رکھنا ہوگا۔ اور جن کی عبارتوں میں منہ نہ کا ذکر ہے تو وہ خطبہ کی اذان کو اس حکم سے نکالنے کے لئے نہیں اولاً اس لیے کہ صدر اول کے بعد ہی لوگوں نے بلند منبر اور ان کے سامنے اذان جمعہ کے لیے چبوترے بنائے جیسا کہ شاہی مسجدوں میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے (اور ان کی بنا مخصوص شرائط کے ساتھ جائز بھی ہے) تو اذان جمعہ کے لیے یہی منہ نہ ہوئے اور

فصل فی النهی عن الاذان فی المسجد وقد تقدم ان للاذان ثلاثة مواضع، المنارة، وعلى سطح المسجد، وعلى بابيه، واذا كان ذلك كذلك فيمنع من الاذان في جوف المسجد لو جوه احدها انه لم يكن من فعل من مضى^۱ الى اخره۔

نفعہ ۲: بمرأى منك هذه النصوص بعبو مها واطلا قها فان الفعل كما عرف في الاصول في قوة النكرة و قد وقع في حيز النفي فقولهم لا يؤذن في المسجد عام و الباقي مطلق ولا اثر فيها للتخصيص والتقييد فو جب امرارها كما هي والتي فيها ذكر المئذنة فاقول: اولاً لا تؤذن بخرج اذان الخطبة فان الناس بعد الصدر الاول احد ثوا اعلاء المنابر دككا بحذائها لاذان الخطبة كما هو مشهور ههنا في الجوا مع السلطانية ستعلم جواز ذلك بشرطه فيصدق وعلى هذا الاذان

^۱ المدخل فصل فی النهی عن الاذان فی المسجد دار الکتب العربی بیروت ۲/ ۲۵۱

ان پر اذان، اذان علی المنذ نہ ہوئی تو اس حکم میں کہ منذ نہ پر اذان نہ ہو تو صحن مسجد میں ہو اذان جمعہ بھی داخل رہی۔ ٹائپا: (یہ جملہ اذان منذ نہ پر ہونی چاہیے نہ ہو تو صحن مسجد میں دی جائے) مطلق یا عام (اذان) کے لیے ایک حکم مرد ہے اور ایسے تردیدی حکم کا یہ تقاضا نہیں ہوتا کہ مطلق یا عام کا ہر ہر فرد حکم کے دونوں پہلوؤں سے متصف ہو بلکہ مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کو کوئی فرد بھی حکم کے دونوں پہلوؤں سے یکسر خالی نہ ہو کوئی فرد حکم کے ایک پہلو سے متصف ہو اور کوئی دوسرے پہلو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (اس تشریح کی رو سے مذکورہ بالا جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اذان خواہ پنج وقتہ ہو یا اذان خطبہ سب کو منذ نہ پر ہونا چاہیے (لا لئق اذان) منذ نہ ہی نہ ہو یا اس پر اذان نہ ہو سکی تو صحن مسجد میں ہو پس مذکورہ بالا حکم اذان جمعہ کو بھی شامل ہوا) (اعتراض) فتح القدر اور غایۃ البیان کی مذکورہ بالا عبارت کا ظاہر تو یہی ہے کہ یہ حکم صرف نماز پنج وقتہ کے ساتھ ہی خاص ہو کہ منذ نہ کی ضرورت اسی کے لیے ہے۔	ایضاً انہ علی المنذ نہ وان لم تکن فی الفناء۔ وثانیاً حکم علی مطلق او عام بفہو مردد انما یقتضی ان لا یخلو شیئی من افرادہ عن کلا الوجهین اما کون کل فرد یجری فیہ الوجہان فلا، و هذا ظاہر جدا۔ عبارة نسختی الفتح والعناية۔ واما الاذان فعلى المنذ نہ فان لم یکن بیاء تحتیة ای الاذان علیہا ففی فناء المسجد¹، وعدم کونہ علیہا یشمل الترتک والكف فیدخل فیہ کل اذان، وكذا علی نسخة تکن بتاء فوقانیة والضمیر للمنازة فان المراد الکون الشرعی والوجود حسیاً غیر الوجود لشیئی شرعاً و علی التنزل فزیادتہما لفظة قالوا قطعت هذا حکم عن سنن السابق و ذلك لان لا یوذن بمعنی لا یفعل الاذان وهو بعمومه

¹ فتح القدر کتاب الصلوة باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۱۵/۱

کان یشمل کل اذان لکن هذا التنزل الاخير لما كان الكلام في ما بين العبارتين في اذان المنائر خاصة فلولم يأتيا بقالوا لاشمل الظرف الحكم الى العهد ومقصود ههنا رحمه الله تعالى مع الاستبدال به على المسألة الخاصة افادة الحكم العام فزادوا قالوا فصار حكما منقولاً ولا عهد في المنقول عنه فلم يسر اليه عهد سياقه وبقي على محوضة اطلاقه ولعمري لا يو قف على اشاراتهم الابتو فيق من بركا تهم والله الموفق لارب سواه۔

اذان جمعہ تو عدم محاذات کی وجہ سے متعارف منڈنوں پر منع ہے (جواب) ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت یہ ہے: اما الاذن فعلی المئذنة وان لم يكن (ایک نسخہ) وان لم تكن (دوسرا نسخہ) فقی فناء المسجد، پہلے نسخہ کی تقدیر پر ترجمہ یہ ہوا "اگر منڈنہ پر اذان نہ ہوئی" اذان نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: اول اذان کا منڈنہ پر ہونا تو ممکن تھا مگر مؤذن نے سستی وغیرہ کی وجہ سے اذان منڈنہ پر نہ دی یا عدم اذان علی المنڈنہ بوجہ ترک مؤذن ہے اور دوسری صورت یہ کہ مؤذن منڈنہ پر اذان دینا چاہتا تھا لیکن وہ منڈنہ پر اذان اس لیے نہ دے سکا کہ شریعت نے اسے روک دیا کہ یہ منڈنہ خطیب کی محاذات میں نہیں اس لیے اس پر اذان منع ہے یہ عدم اذان مؤذن کو اذان سے کف و منع کی وجہ سے ہے ان میں پہلی صورت اذان بچوقت میں ہے اور دوسری جمعہ کی اذانوں میں اور عدم اذان کی ان دونوں صورتوں کے لیے حکم یہی ہے اذان صحن مسجد میں ہو تو جمعہ کی اذان کو بھی یہ حکم شامل ہوا اور دوسرے نسخہ کی رو سے ترجمہ یہ ہو گا کہ اگر منڈنہ نہ ہو تو اذان صحن مسجد میں ہوگی منڈنہ نہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں عدم حسی اور عدم شرعی، مسجد میں سرے سے کوئی منڈنہ ہی نہ ہو یہ عدم حسی ہے اور منڈنہ تو ہو مگر خطیب کی محاذات کی وجہ سے خطیب کی اذان کے لیے شرعاً معدوم ہیں تو حکم مذکور اذان جمعہ کے لیے بھی ہوا کہ صحن مسجد میں ہو تو بہر تقدیر اس حکم سے خطیب کی اذان خارج نہ ہوئی، ولله الحمد، اور کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حکم میں جمعہ کے خطیب کی اذان شامل نہیں تو بر سبیل تنزل گزارش ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اس کا بھی خیال رکھا ہے چنانچہ اپنی اسی عبارت میں مذکورہ بالا ٹکڑے کے بعد اسلوب بدل کر لفظ قالوا کے اضافہ کے ساتھ ایک عام اور تام حکم دیا۔ فرماتے ہیں: قالوا لا یؤذن فی المسجد فقہاء کا قول ہے کہ مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی اور یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ لا یؤذن فی المسجد کا حکم اپنے عموم کے ساتھ تمام اذانوں کو شامل ہے لیکن بطور تنزل جب ہم نے سابقہ

جملہ کو پہنچ وقتہ اذان کے لیے مخصوص مان لیا۔ تو یہ حضرات اگر عبارت کا اسلوب بدلے اور لفظ قالوا کا اضافہ کئے بغیر لا یؤذن فی المسجد کہہ دیتے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ حکم بھی اسی معبود اذان (بنیو قنہ) کے لیے ہے جس کا ذکر جملہ سابقہ میں ہے لیکن جب عبارت کا سابق بدل گیا اور قالوا کے اضافہ نے اسے ایک علیحدہ جملہ کر دیا تو وہ وہم بالکلیہ ختم ہو گیا اور یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ یہ ایک علیحدہ حکم جملہ اذانوں کے لیے مطلق اور عام ہے جس میں خطبہ کی اذان بھی شامل ہے۔ ہر گون کے کلام میں ان دو قائق کی طرف رہنمائی صرف توفیق الہی کا کرشمہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ آداب کی بھی توفیق بخشے۔ آمین!

فقہ ۳: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان دونوں اماموں کی عبارت میں لفظ قالوا نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ جب لفظ قالوا کہیں تو ما سبق سے تبری اور افادہ خلاف کا ہی فائدہ مراد لیں نہ یہ سب کی تسلیم شدہ اصطلاح ہے جیسا کہ کلام علماء کے تتبع و تلاش سے ظاہر ہوا۔

رد المحتار میں بے وضو آدمی کے حدیث و فقہ کی کتابوں کے چھونے کے بارے میں فرمایا "خلاصہ میں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چھو نامکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک چھو نامکروہ نہیں ہے اور فتح القدیر میں اس کی کراہت کا حکم فرمایا اور کہا کہ لوگوں نے کہا کہ مکروہ ہے بے وضو کا تفسیر فقہ اور سنت کی

نفعہ ۳: بتوفیقہ تعالیٰ ظہرت فائدة لفظہ "قالوا" فی ہاتین العبارتین ولیست فی غیرہما ولیس کلما قالوا "قالوا" ارادوا تبرأ۔ اوافادہ خلا ف کہا یشہد بہ التتبع ولا ہو مصطلح کل احد بل قال السید العلامة فی حاشیہ الدر المختار۔۔۔¹

وفی رد المحتار فی مسئلۃ مس المحدث کتب الا حادیث والفقہ قال فی الخلاصۃ یکرہ عندہما والا صح انہ لا یکرہ عندہ و مشی فی الفتح علی الکراہۃ فقال قالوا یکرہ مس کتب التفسیر والفقہ والسنن لانہا لا تخلو عن

اور جس نے اس مسئلہ میں لفظ قالوا کی زیادتی کی نسبت امام قاضیوں کی طرف کی غلط کیا جیسا کہ ان کی عبارت سے پتہ چلا۔ منہ حفظہ ربہ۔

عہ: ومن نسب فی مسئلتنا ہذہ زیادہ لفظہ "قالوا" الی الامام فقہہ النفس قاضی خاں فقد کذب وافتویٰ کہا تری منہ حفظہ ربہ۔

¹ یہاں علیحضرت نے غالباً طحاوی کی بھی کوئی عبارت نقل کی تھی جو پڑھی نہ گئی عبد المنان۔

کتبوں کو چھو نا تو اس عبارت میں لفظ قالوا کہہ کر سابقہ حکم کی تائید ہی کی

نہر الفائق میں ایک مسئلہ بیان کیا "بالغہ کی شادی غیر کفو میں کردی گئی اسے خبر ہوئی تو چپ رہی۔ یہ خموشی صاحبین کے نزدیک رضامندی نہیں۔ اور امام صاحب کے قول پر رضا مندی ہے بشرطیکہ شادی باپ دادا نے کی ہو درایہ میں اول کو لفظ قالوا سے بیان کیا ہے۔"

اسی طرح ان دونوں اماموں نے یہاں دونوں ہی طرح اثبات مدعا کیا ہے کہ پہلے قول میں وہ امام کے قول معتمد کی علت بیان کرنا چاہتے ہیں (مغرب میں اذان اور اقامت کے بیچ میں جلسہ سے فصل جائز نہیں) اور قالوا الا یؤذن فی المسجد سے اسکی تائید کرنا چاہتے تھے تاکہ اس کی مخالفت اور تبری کے درپے رہیں (تصدیق کے لیے ہدایہ کا یہ مقام اور اس کی وضاحت میں ان دونوں اماموں کا قول یفید کذا وہم کذلک شرعاً دیکھا جائے)

اور دوسرے قول میں کافی کے قول ہو ذکر اللہ تعالیٰ فی المسجد کی تاویل میں فرمایا ای فی حدودہ اور بغیر قالوا کے یہ جزم فرمایا کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے تو یہاں

آیات القرآن و هذا التعلیل یمنع من شرح النحو^۱
اھ ف جعلہ مشیاً علیہ۔

وفی نہر الفائق فی مسئلۃ ما اذا زوج البالغۃ غیر کفو فبلغھا فسکت لا یكون رضا عند ہما و قبیل فی قول الامام یكون رضا ان المزوج اباً او جذا جزم فی الدرا یۃ بالاول بلفظ قالوا^۲ اھ۔

ف جعلہ جز ما بہ کذا ہننا جزم الامامین بوجہین :
الاول مقصود ہما ہننا تعلیل القول المعتمد و هو قول الامام ان لا فصل بین اذان المغرب و اقامتہ بجلسۃ، راجع الہدایۃ و انظر الی قولہما یفید کذا و هو کذلک شرعاً فہما بصدد اثباتہ و تحقیقہ لا التبری عنہ و تزئیقہ۔

والاخر ما نقلنا منہما من قولہما الآخر حیث اولافیہ کلام الکافی۔ و جز ما بکراہتہ داخل المسجد فوضح الحق

^۱ ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۸

^۲ نہر الفائق کتاب النکاح باب الاولیاء والا کفاء قدیمی کتب خانہ کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۳

وللہ الحمد۔

نفعہ ۴: لیس بخاف علی کل من له حظ من علم او عقل علی ان الاستدلال علی الخاص بالعام صحیح نجیح تام وقد فعله رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ تلا آیة "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" ^۱ الایة۔ والصحابة بعده والائمة ولو كلفنا اثبات كل خاص بما يخصه لبطلت الشرائع وترك الانسان سدى، فان الشريعة لاتأتی الا باحكام عامة تشتمل الناس كافة فلو لم یکن الاحتجاج بالعام یطلب كل واحد حکماً اتي له بما لخصوص فما اجهل الوها بیه العنود ومن تابعهم من جهلة الهنود اذ یقولون ایتونا للنهی فیہ ذکر اذان الخطبة خاصة ویدانیہ قول من یقول منهم ان الفقهاء انما ذکر وا هذا الحكم فی باب الاذان ومن لم یدکر وہ فی باب الجمعة وقد مر کشف هذه الجهالة فی النفعۃ ۱۱ من

بے قالوا کے تبری اور اظہار خلاف کے لیے یہ جملہ ہوا تو حق واضح ہوا۔ اور حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ثابت ہے۔
نفعہ ۴: یہ بات کسی علم و عقل والے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عام سے خاص پر استدلال صحیح اور درست ہے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ

"فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" (جس نے ذرہ بھر بھلائی کی اس کا بدلہ پائے گا) میں برتا اور آپ کے بعد صحابہ و ائمہ اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے اپنا دستور العمل بنایا اگر ہر خاص کے ثبوت کے لیے خاص اسی کے بارے میں آیت اور حدیث کو ضروری قرار دیا جائے تو شریعت معطل ہو جائے گی اور انسان بے مقصد بھٹکتا پھرے گا حالانکہ شریعت میں احکام تو عام ہی ہوتے ہیں کہ سب لوگ اس پر عمل کریں اگر نصوص عامہ سے استدلال صحیح نہ ہو تو ہر شخص مطالبہ کرے گا خاص میرے نام حکم لاؤ تو یہ جاہل و ہابیہ اور مسئلہ اذان میں انکی اتباع کرنے والے سنی جملا کس درجہ نا سمجھ ہیں جو ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم کو ممانعت اذان کی کوئی حدیث دکھاؤ جس سے خاص طور سے اذان خطبہ کا ذکر ہو۔ اسی کے قریب ان لوگوں کی یہ بات بھی ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دینے کا حکم اذان کے باب

^۱ القرآن الکریم ۹۹ / ۷

میں ہے جمعہ کے باب میں نہیں اس لیے یہ حکم اذان جمعہ کے لیے نہیں ہوگا۔ اس کا تفصیلی جواب تو نفحات حدیثیہ کے گیارہویں صفحہ میں گزرا اس صفحہ فقہیہ میں بھی مزید گزارش ہے کہ شاید یہ نادان یہ سمجھ رہے ہیں کہ اذان جمعہ کے ساتھ وہی احکام خاص ہیں جو باب جمعہ میں مذکور ہیں مثلاً اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا ایسا ہر گز نہیں ہے وہ سارے ہی عمومی احکام جو اذان سے متعلق ہیں گو صرف باب اذان میں ہی ان کا ذکر کیوں نہ ہو سب کے سب اذان جمعہ پر بھی عائد ضرور ہوں گے تو اگر صرف باب اذان کا بیان ہی اذان جمعہ کے لیے کافی نہ ہو تو جمعہ کی اذان میں ان پر عملدرآمد کی کیا سبیل ہوگی؟ یہ بات تو بچوں پر بھی واضح ہے مگر نادان وہابیہ نادانی سے باز نہیں آتے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے خطبہ جمعہ با وضو مسنون فرمایا اور خطبہ کے مسئلہ کو اذان کے مسئلہ پر قیاس کیا کہ جیسے اذان کے لیے طہارت مسنون ایسے خطبہ کے لیے بھی اس سے یہ وہم ہوا کہ ان دونوں کے درمیان علت جامعہ ان دونوں کا نماز کے لیے شرط ہونا ہے یہ بات غلط تھی اس لیے ان دونوں شارحوں نے مذکورہ بالا علت کو چھوڑ کر اس کی علت جامعہ کی طرف رجوع کیا جس کو امام نسفی نے

النفحات الحدیثیة أترعم الجهلة ان اذان الخطبة ليس له من الحكم اماماً ذكر في باب الجمعة من كونه بين يدي الخطيب مثلاً كلابل يعتبر به سائر الاحكام المذكورة لمطلق الاذان في باب الاذان فلولم يكفه البيان ثمة من اين تأتي تلك الاحكام لهذا الاذان وهذا شيء لا يخفى حتى على الصبيان ولكن الوهابية واتباعهم قوم لا يفقهون۔

هذا ما كان طريق العلم رحم الله الامامين الاتقان والمحقق على الاطلاق واجدل قريهما يوم الطلاق حيث داوياً جهل هولاء بوجه لم يبق لهم عذراً ولا حيلة وذلك ان الامام صاحب الهداية في مسألة ندب الطهارة لخطبة الجمعة قاسرها على الاذان وذكر ما يؤهم ان الجامع كونه شرط الصلوة وهو ظاهر لبطان فالامامان الشارحان عدلامنه الى ماعين الامام النسفی

اپنی کتاب کافی میں متعین طور سے ذکر کیا تھا کہ خطبہ جمعہ اور اس کی اذان کے درمیان علت مشترکہ ان کا ایسا ذکر ہونا ہے جو مسجد کے اندر ہوتا ہے اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہو رہا تھا کہ اذان تو مسجد کے اندر ہونے والا ذکر نہیں یہ تو مسجد کے اندر مکروہ ہے تو ان حضرات نے جواب دیا کہ تغلیل میں اذان کو ذکر مسجد کہنے کا مطلب قلب مسجد نہیں حدود مسجد ہے اور اذان خطبہ اندرون مسجد نہ ہوتی ہو حدود مسجد میں تو ہوتی ہے اس اعتبار سے اس کو ذکر مسجد کہنا صحیح ہے تو اذان خطبہ کے مسجد کے اندر مکروہ ہونے کی اس سے بڑی اور کون سی نص چاہیے۔

نفعہ ۵: یہ مسئلہ کتب نوازل کا نہیں ہے نہ اسے مشائخ میں سے کسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے راوی وہی ائمہ اعلام ہیں جیسے امام قاضی خاں اور ان کے ہم مرتبہ حضرات ائمہ اور قاعدہ یہ ہے کہ یہ لوگ جب کسی مسئلہ کو مرسل روایت کرتے ہیں تو یہ مسائل مذہب میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ ان مشائخ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جب مشائخ میں سے کسی کی تخریج روایت کرتے ہیں تو مسئلہ کے ساتھ ان کا نام ضرور لیتے ہیں چنانچہ غنیۃ ذوالا حکام میں ہے او نگھنے کے مسئلہ کی تصریح امام قاضی خاں نے فرمائی اور یہ مسئلہ جب کسی کی طرف منسوب نہیں ہے

جامعاً فی الکافی و هو کونہا ذکر اللہ فی المسجد ای ذکر اموقتاً کالاذان و کان یرد علیہ ان الاذان لیس ذکراً فی المسجد لکراہتہ فیہ فالولاء بان المراد فی حدود المسجد فلوان اذان الخطبة کان یکون فی المسجد لما احتج الی التأویل اصلاً فقیلاً س خطبة الجمعة علی اذان الخطبة بجامع کون کل منہما ذکر اموقتاً فی المسجد کان اذن صحیحاً قطعاً وای شیء کان احق بقیاس الخطبة من اذانہا لکنہما اولاً فأرشدنا بأرشد بین من الشمس ان اذان الخطبة ایضاً مکروہ فی المسجد وای نص انص ترید من هذا ولله الحمد۔

نفعہ ۵: لیست المسئلة من النوازل ولا عزوها الی احد من المشائخ بل ارسلوها ارسلوا والذاکرون لها اولئك الائمة الاجلاء وامثالهم کالامام قاضی خان ونظرائہ اذا ارسلوا دل علی انه المذهب لما عرف من عادتهم عزوتخریجات المشائخ الی المشائخ قال فی الغنیۃ ذوی الاحکام فی مسئلة النعاس صرح به قاضی خان من غیر اسنادہ لاحد فافتضی کو نہ المذهب^۱ اھ فالتشکیک فیہ بانه غیر معزور

^۱ غنیۃ ذوی الاحکام علی ہامش الدرر الحکام کتاب الطہارة بیان نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۵

تو اس بات کی علامت ہے کہ یہ مذہب ہے تو مسئلہ دائرہ میں یہ شک پیدا کرنا کہ یہ خاص طور سے امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہیں اس لیے قابل قبول نہیں اس کا مقصد دو باتیں ہیں عام مسائل شرعیہ و فتاویٰ جن کی نسبت کسی کی طرف نہ ہو ان سے امام کی نسبت مرتفع ہو جائے اور بقیہ مسائل جو کسی شیخ یا امام کی نسبت مسائل امام کی طرف منسوب ہوں ان کا رد و ابطال ہو کہ جب غیر منسوب مسائل امام کی طرف منسوب نہ ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہوئے تو یہ مسائل جو بالتصریح غیر کی طرف منسوب ہیں ان کے رد و ابطال میں کون سا تردد کہ ان کے بارے میں تو یہ بالیقین معلوم ہے کہ یہ مسائل امام سے مروی نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذہب کے دو ثلث یا تین ربع مسائل اکارت ہو جائیں گے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مشائخ نے جن مسائل کی تصحیح یا ترجیح فرمائی ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کہ ان کی زندگی میں ان کے فتاویٰ مقبول اور معمول بہا تھے تو ان مسائل سے کیوں روگردانی جائز ہوگی، جن کو ان بزرگوں نے یقین کے ساتھ کسی اختلاف کا اشارہ کئے بغیر روایت کیا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

نقہ ۶: جب نصوص کی تخصیص ان کے بس سے باہر ہوئی تو سوچا کہ اذان خطبہ کو ہی اذان کی جنس سے خارج کر دیں تاکہ یہ خود اذان کی جنس سے خارج ہو جائے اور ہم تخصیص کی زحمت سے نجات پا جائیں تو وہ کہنے لگے کہ اذان تو غیر موجود مصلیوں کا بلاوا ہے اور اقامت مسجد میں موجود مصلیوں کو اطلاع ہے جیسا کہ ائمہ

الی سیدنا الامام الاعظم و لیس حاصلہ الا شیئان رفع الامان عن عامة مسائل الشرح والفتاویٰ الغیر المعزیة الی احاد و ابطال سائر ما فیہ من المعزیات الی مشائخ المذاهب لان الاول اذالم یقبل لعد م العلم لکونہ عن الامام فالا خراحدی بالرد للعلم بعدم کونہ عن الامام وانت تعلم ان فیہ ابطال ثلثی مسائل المذہب او ثلثة اربا عھا وانما کان علینا اتباع مارجحہ و صححوہ کما قالوا افتونا فی حیاتہم فکیف بما اتوا بہ جاز مین بہ من دون اشعار بخلاف فیہ واللہ البوفق۔

نقہ ۶: اذلم یأتی لهم تخصیص حاولوا ان یخرجوا اذان الخطبة من جنس کی یخرج بنفسه میا یشمل شیعی من احکام الاذان من دون حاجة الی تخصیص و ذلك ان الاذان اعلام الغائبین والاقامة

نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے فرمایا "اذان غیر موجود مصلیوں کا بلاوا ہے" پس یہ لوگ اذان خطبہ کو حاضر مصلیوں کی اطلاع مانتے ہیں غائبین کا بلاوا تسلیم نہیں کرتے اور اذان خطبہ اذان کے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی اذان نہیں جیسے وہ اذان جو نو مولود کے کان میں کہی جاتی ہے غزہ انسان کے لیے یا مسافر کے پیچھے اور غول بیابانی کا اثر دور کرنے کے لیے دی جاتی ہے اور دفن میت کے وقت منکر و نکیر کا جواب یاد دلانے کے لیے پکاری جاتی ہے جن کا مقصد حاضری مسجد یا دخول وقت کا اعلان نہیں ہوتا بلکہ مبارک کلمات سے تبرک یا بلا کا اندفاع ہوتا ہے۔	اعلام الحاضرین کما نص علیہ الاثمة منهم الامام العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری و فی الهدایۃ الاذان استحضار الغائبین^۱ فجعلوا اذان الخطبة اعلاماً لحاضرین لانداء للغائبین کی لا یکون اذنانا وکان بکلمات الاذان کا لاذان فی اذن المولود والمهموم وخلف المسافر ولدفع الغیلان وعند الاقبار لتذکیر الجواب و طرد الشیطان وامثال ذلك حیث لا یقصد به نداء الخاص الی مشی او اعلاماً لهم بدخول الوقت اصلاً بل التبرک واستدفاء البلا بتلك الکلمات الکریمۃ۔
اس کے بعد ان کی باتوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ایک جاہل کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان ہوتی ہی نہیں تھی اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جمعہ بے اذان کے ہی پڑھتے تھے تو کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	ثم اضربوا فاجعلهم یقول لم یکن عہ اذاناً من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم واذقیل له افکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الجمعة من دون اذان قال لیس فیہ انما

عہ: یہاں ایک بہت طویل حاشیہ ہے جو حل نہ ہو سکا۔ عبد المنان۔

^۱ الهدایۃ کتاب الصلوۃ باب الاذان المكتبة العربیہ کراچی ۱/ ۷۴

كان يصلي الصلوة كلها بسكته بدون اذان ولا يدري هذا
 المسكين ان هذا انكار للاجماع وتصريح القرآن
 فقد اجمعوا انه لم يكن من عهد رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم للجمعة الا هذا الاذان والله تعالى
 يقول "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ
 الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ" ¹ انما الامر بالسعي للغا
 ئبين دون الحاضرين لا استحالة تحصيل الحاصل
 والله تعالى يقول "وَذُرُوا الْبَيْعَ" ² وانما البيع والشراء
 كان في الاسواق لا في المسجد فدل النص ان اذان
 الخطبة على عهد رسول الله صلى الله تعالى كان نداء
 للغائبين الى الصلوة هذا هو الاذان المصطلح شرعي و
 صلوة مكة كانت قبل نزول الاذان فقياس الجماعة
 عليها جهل لا يقاس ولا يمان وغيره يقول نعم كان
 الاذان على عهد رسول الله وصاحبيه صلى الله عليه و
 عليهما وسلم فلما احدث ذوالنورين رضي الله تعالى
 عنه الاذان الاول كان هو الاذان و بقي هذا اعلاما
 للحاضرين و عليه فرع مفرع منهم انه لما كان في
 الزمن

تو کہ میں ساری نمازیں بغیر اذان کے ہی پڑھتے تھے اس مسکین
 کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اجماع امت و تصریح قرآن کا انکار ہے،
 کیونکہ سب کا اس پر اجماع کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے عہد میں خطبہ کے علاوہ کوئی اذان نہ تھی "اور اللہ تعالیٰ کا
 ارشاد ہے "اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ
 تعالیٰ کے ذکر کے لیے دوڑ پڑو" یہ مسجد کی طرف سعی کا حکم غا
 ئبین کے لیے ہی تو ہے یہ بھی فرمایا کہ بیع و شراء چھوڑ دو بیع
 و شراء تو بازار میں ہوتی ہے مسجد میں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان خطبہ مسجد
 میں موجود نہ رہنے والوں کو نماز کے لیے بلانے کے لیے ہی
 ہوتی تھی اور یہی اذان شرعی و اصطلاحی ہے اور مکہ کی نماز
 نزول اذان سے قبل ہوئی تو کوئی مومن اس پر نماز جمعہ کو قیا
 س نہیں کر سکتا اور دوسرے مخالف کا کہنا یہ ہے کہ بیشک
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما کے زمانہ میں یہی اذان خطبہ تھی لیکن حضرت عثمان غنی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب انھوں نے اذان اول
 ایجاد کی تو یہ اذان حاضرین کا اعلان ہو گئی، تو جب پہلے زمانہ
 میں یہ اعلان تھی تو باب مسجد پر ہونا ہی مناسب تھا اور عہد
 عثمان غنی میں جب یہ حاضرین کو خطبہ کے لیے

¹ القرآن الکریم ۹/۶۲

² القرآن الکریم ۹/۶۲

خاموش کرنے کے واسطے ہے تو اس کا مسجد کے اندر منبر کے قریب ہو نامناسب ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ بات بھی بالکل غلط اور ظاہر البطلان ہے کہ یہ بھی ہمارے علما کرام کے اجماع کے خلاف ہے۔ (۱) سارے ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ کے لئے دو اذانیں ہیں۔ (۲) جنہی کی اذان دہرائی جائیگی اقامت نہیں دہرائی جائے گی۔ دلیل یہ دی گئی کہ اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں۔ ہدایہ میں اس کی تصریح ہے، اور تکرار اذان کے جواز کے ثبوت میں اذان جمعہ کو ہی پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ کافی، تبیین، عنایہ اور درمختار میں ہے: "اذان کی تکرار فی الجملہ مشروع ہے۔" یہاں تک کہ پانچوں کتابوں کی عبارت میں اتفاق ہے، آگے کافی میں فرماتے ہیں: "اقامت کی تکرار تو بالکل جائز نہیں۔" تبیین میں صرف یہ ہے: "اقامت کا یہ حکم نہیں۔" عنایہ میں ہے: "بخلاف اقامت	الاول للاعلام ناسب باب المسجد وفي زمن عثمان رضي الله تعالى عنه صار للانصات فناسب داخل المسجد لدى المنبر۔ اقول: وهذا ايضا من ابيّن الاباطيل وخلاف اجماع ائمتنا الكرام فاولا قد اجمعوا للجمعة اذانين وثانيا يعاد اذان الجنب لا اقامته على المذهب وعلوه بان تكرار الاذان مشروع دون الاقامة كما في الهداية¹ واستشهدوا عليه باذان الجمعة قال في الكافي والتبيين والعناية والدر المختار وغيرهما فان تكرار الاذان مشروع في الجملة كما في الجمعة² الى هنا متفقون ثم قال في الكافي فاما تكرار الاقامة فغير مشروع اصلا³ وفي التبيين دون الاقامة⁴ وفي العناية بخلاف⁵ الاقامة

¹ الهدية كتاب الصلوة باب الاذان المكية العربية كراچی ۱۴۷۱ھ

² العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب الاذان مكتبة نورية رضوية سکر ۲۰۰۱ھ تبیین الحقائق كتاب الصلوة باب الاذان

دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۲۹ھ

³ البحر اثنى كتاب الصلوة باب الاذان تحت قول المصنف وكره اذان الجنب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۳۱ھ

⁴ تبیین الحقائق كتاب الصلوة باب الاذان دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۲۹ھ

⁵ العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب الاذان مكتبة نورية رضوية سکر ۲۰۰۱ھ

کے۔ "اور در مختار کی عبارت یوں ہے: "اذان کی تکرار جمعہ میں مشروع ہے نہ کہ اقامت کی تکرار۔" پس اذان ثانی اگر اذان اول کی طرح ہی اذان نہ ہو تو اس کی تکرار کس طرح ہوگی۔ (۳) علامہ بحر نے اپنی کتاب بحر الرائق میں صریح عبارت ارشاد فرمائی: "اس لئے کہ اذان کی تکرار شرعاً جائز ہے، جیسے جمعہ کی اذان کہ بار بار ہوتی ہے اس لئے کہ وہ غائبین کے اعلان کے لئے ہوتی ہے۔ تو اس کے بار بار کرنے میں فائدہ ہے کہ کسی نے پہلے نہ سنا ہو تو اب سن لے گا، البتہ اقامت کی تکرار جائز نہیں۔" (۴) اذان خطبہ کے اذان ہو کر اذان نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد کردہ اذان سے اعلام غائبین کی ضرورت پوری ہو گئی تو اب اذان خطبہ کی ضرورت نہیں رہی، تو یہ اذان نہ رہی۔ یا یہ وجہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی اذان ایجاد فرما کر یہ کہا کہ اب اذان خطبہ اذان نہ رہی بلکہ اس سے اطلاع حاضرین کا کام لیا جائے گا۔ پہلی بات تو باطل ہے کہ تشویب بھی تو اعلام بعد الاعلام یہ ہے جسے متقدمین نے مکروہ کہا اور متاخرین نے مستحسن گردانا۔ تو متاخرین اور متقدمین دونوں نے مل کر یہ طے کر دیا اعلام

ونظم الدر لمشر و عیة تکراره فی الجمعة دون تکرارها^۱۔ اہـفلولم یکن الثانی اذانا مثل الاول فا بین التکرار۔ وثالثا صریح نص البحر فی البحر لان تکراره مشروع کما فی اذان الجمعة لانه لاعلام الغائبین فتکریره مفید لا حتمال عدم سماع البعض بخلاف تکرار الاقامة اذ هو غیر مشروع^۲، اہـورابعا لم تغیر الاذان عما کان علیہ بحدوث الاول لان الا علام حصل با لاول فلا یحصل با لثانی فانسلخ ضرورة عن الاذانية وكونه اعلاما للغائبین امر لان امیر المومنین عثمان هو الذی قطعہ عما کان الاول با طل اجماعا فمما التثویب الاعلام بعد الاعلام وکره المتقدمون واستحسنه المتأخرون فكان هذا اجماعا عامنهم علی ان الاعلام مما یقبل

^۱ الدر المختار کتاب الصلوة باب الاذان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۳

^۲ بحر الرائق کتاب الصلوة باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۶۳

التكرار اذ لو استحال لاستحال ان يكون مكروهاً او حسناً وايضاً كفى للرد عليه كلام البحر، والثاني اشد واشنع واشر واخنع ان يكون امير المؤمنين بدل و حرف سنة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم حاشاه من ذلك نعم للخلفاء الراشدين ان يضيفوا سنة كما اضاف الاذان الاول يوم الجمعة وتبعه عليه المسلمون في عامة البلاد واما ان يغيروا سنته فكلاً، واجارهم الله تعالى عن ذلك الا ترى الى ما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي مجاب وذكر منهم التارك بسنتي رواه الترمذي¹ عن امر المؤمنين عائشة رضي الله تعالى عنها والحاكم عنها وعن امير المؤمنين علي رواه الطبراني في الكبير عن عمرو بن شعوان رضي الله تعالى عنهم بلفظ سبعة لعنتهم

تکرار کا امکان رکھتا ہے۔ اگر محال ہوتا تو نہ مستحسن ہو سکتا نہ مکروہ۔ پھر اس کے رد کے لئے صاحب بحر الرائق کا کلام ہی کافی ہے۔ دوسری بات باطل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی بری اور گندی بھی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بدل ڈالی۔ پناہ بخدا خلفائے راشدین اس سے بری ہیں وہ آپ کی سنتوں میں اضافہ کر سکتے ہیں اس میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ آپ نے جمعہ کے دن اذان کی سنت میں ایک اذان کا اضافہ کیا۔ جمیع اہل اسلام نے تمام شہروں میں اس کی اتباع کی۔ آپ کی سنت بدلنے سے اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ رکھا۔ تم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا، آپ فرماتے ہیں: "چھ آدمیوں پر میں نے لعنت کی، اور اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور ہر نبی محاب الدعوات نے۔ ان چھ آدمیوں میں سے ایک سنت بدلنے والا ہے۔" اس حدیث کو ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، حاکم نے ام المؤمنین اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور طبرانی نے کبیر میں عمرو بن شعوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلفظ سبعة لعنتهم

¹ سنن الترمذی کتاب القدر حدیث ۲۱۶۱ دار الفکر بیروت ۴/۶۱، المستدرک للحاکم کتاب الایمان ستة لعنتهم الخ دار الفکر بیروت ۱/

۳۶، المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورة واللیل اذا یغشی دار الفکر بیروت ۲/۵۲۵

وکل نبی مجاب^۱ والعجب ممن يقول ان عدم اعتبار
تغییر عثمان ضلالة بتعلیبه ولا یدری المسکین ان
نسبة تغیر السنة الی عثمان هو الضلال البعید،
هذا وجه وکفی به وجهاً وجیهاً الثانی حیث یسوغ
الاعلام مکرراً فمن الذی اخبر کم ان عثمان قطعه
عنه أقرانی قطعته ام امر المؤمن ان لا یتوبه وامره
ان یخففه او یخفیه ام تقولون علی عثمان ما لا
تعلیون ولا تعلیون انکم مسؤولون قال تعالی:
"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ
كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا" ۲ الثالث حصول الا
علام کان لا زمر الاذان ان کان علی وجه المعهود علی
عهد الرسالة فلا ینقطع عنه الا باحداث فیہ یقعده
عن الاعلام السالف وکیف یظن هذا بعثمان

وکل نبی مجاب روایت فرمایا، پس ان لوگوں کی کیسی بوالعجبی
ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تغیر سنت کی
نسبت کا انکار کرنیوالوں کے فعل کو ضلالت شنیعہ بتاتے
ہیں۔ اور خود ان مسکینوں کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کی طرف
تغیر سنت کی نسبت کرنا بہت بڑی گمراہی ہے اور اس کے
مردود ہونے کی سب سے بڑی وجہ خود وہی ہے۔ دوسری بات
کا یہ جواب بھی ہے کہ آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان خطبہ کی اذانیت
کو ختم کر دیا۔ کیا انھوں نے خود اس کا اقرار کیا یا انھوں نے
مؤذن کو حکم دیا تھا کہ وہ اذان کی طرف رجوع نہ کرے یا
انھوں نے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ اس اذان میں تخفیف کرے
یا اس کو پست آواز سے کہے، یا آپ لوگ امیر المؤمنین پر بے
جانے بوجھے افتراء کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے باز
پرس نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: اس پر کان بھی نہ دھرو
جس کا علم نہیں، بے شک کان، آنکھ، دل سب سے پوچھا جائے
گا۔ اس پر یوں بھی غور کرنا چاہئے کہ عہد رسالت کی اذان
خطبہ اگر حسب سابق اعلان کا فائدہ دے رہی تھی تو اس کو
اذانیت سے نکالنے کے لئے اس میں کچھ ایسا تصرف ناروا
ضروری تھا کہ اس سے اعلام

^۱ المعجم الكبير حديث ۸۹ المكتبة الفيصلية بيروت ۱/۲۳

^۲ القرآن الكريم ۱/۳۶

فَأَن فِيهِ تَقْلِيلُ الْفَائِدَةِ الشَّرْعِيَّةِ وَذَلِكَ أَنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ أَحَدُ الْإِذَانِ الْأَوَّلِ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ فَمَاذَا
كَانَ يَغْيِرُهُ هَذَا الثَّانِي إِنْ بَقِيَ عَلَى مَآكُنَ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ
الرِّسَالَةِ وَالْخِلَافَتَيْنِ كِيَسْمَعَهُ مَنْ لَمْ يَسْمَعْ الْأَوَّلِ
كَمَا تَقْدِرُ مِنَ الْبَحْرِ فَأَلْزَمَ يَزْعُمُ أَنَّ عِثْنَ أَحَدِ
فِيهِ مَا قَطَعَهُ مَنْ كَوْنِهِ أَعْلَامًا يَقُولُ بِمَلَاءِ فِيهِ أَنَّ
عِثْنَ غَيْرِ السَّنَةِ وَنَقْصُ الْفَائِدَةِ وَنَقْضُ الْمَصْلُحَةِ
فَكَانَ مَعَاذَ اللَّهِ مُحْضٌ مُحَادَّةٌ لِلْسَّنَةِ وَمُضَادَّةٌ وَإِنْ
عَدِينَا عَنْهُ، فَادْنَى أَحْوَالِهِ أَنْ لَا فَائِدَةَ فِيهِ فَيَكُونُ عِثْنَا
فِي الدِّينِ وَالْعِبَثِ كَمَا فِي الْهَدْيِ^۱ حَرَامٌ وَيَكُونُ
لِغَوَا "وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ" ۲

نفعہ ۷: تحریر ما تقرران بحث بقائہ بعد لخصوص
الانصات غیر محرر بل وقع مصادما للنص ولحرمة
الصحابۃ والاجماع اثبتنا ونصوص فقہائنا فکیف
یخرج علیہ، بل کیف یحل ان یتلفت الیہ

کا فائدہ ختم ہو جائے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بارے میں کسی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ
یہ تو دانستہ فائدہ شرعیہ کو ختم کرنا ہے۔ حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو دو دراز تک پھیلے ہوئے لوگوں کی
اطلاع کے لئے اذان اول کا اضافہ فرمایا تھا، تو اذان ثانی کو عہد
رسالت اور عہد صاحبین کی طرح اعلام غائبین کے لئے باقی
رکھنے میں کہ جن لوگوں نے پہلا اعلان نہ سنا ہو یہ دوسرا اعلان
سن کر تو مسجد میں ضرور جائیں گے کیا حرج تھا کہ
امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری اذان کی
اذنیت کو ختم کر دیتے، تو اس کی اذنیت کے ختم کرنے کی نسبت
حضرت ذوالنورین کی طرف کرنا ان پر الزام لگانا ہے کہ انھوں
نے سنت بدلی، فائدہ شرعیہ گھٹایا۔ اور دینی مصلحت توڑی۔
ورنہ اتنا تو ہے کہ ایک بے فائدہ کام کیا۔ اور ہدایہ میں ہے کہ
العبث حرام ہے، ایک لغو فعل ہوا، اور قرآن عظیم ان کے
اوصاف بیان کرتا ہے، وہ لغو سے پرہیز کرتے ہیں۔

نفعہ ۸: ہماری گزشتہ بحثوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اذان
ثانی کو اب صرف مقتدیوں کو خطبہ کے لیے خموش کرانے کی
غرض سے باقی رکھنا صحیح نہیں بلکہ یہ نص، حرمت صحابہ اور
ہمارے ائمہ کے اجماع اور نصوص فقہاء کے خلاف و مصادم
ہے تو اب یہ بات نہ ماننے کے قابل ہے نہ لائق التفات،

^۱ الهدایۃ کتاب الصلوۃ فصل و یکرہ للبطلی المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۱۸

^۲ القرآن الکریم ۳/ ۲۳

ولكن الرزية من ترك نصوص مذهبہ و تشبث
بذلك البحث وتحمل كل مأمور ثم زاد في الشطرنج
بغلة و هو ذلك تفريع الباطل انه اذن ناسب داخل
المسجد لدی المنبر ولم ذاك مع ان اهل المسجد
الصيفي ا حوج الى هذا الاعلام من اهل الشتوي
فانهم يرون الامام باعينهم فينصتون والقياس
على الاقامة جهل فان بالاقامة تترتب الصفوف من
الاول فالاول قال صلى الله تعالى عليه وسلم اتبوا
الصف المقدم ثم الذي يليه فما كان من نقص
فليكن في الصف المؤخر رواه احمد¹ في المسند و
النسائي وابن حبان وخزيمة والضياء كلهم في صحاح
هم بسند صحيح عن انس رضي الله تعالى عنه
ولعبري ان هذه ايضا كادت ان تكون سنة مهجورة
والله المستعان فناسب كون الاقامة في الصف الاول
بخلاف الاعلام بجلاس الامام فان اهل الخارج
احوج اليه كما ترى۔

لیکن تباہی تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنے مذہب کی نصوص
چھوڑ کر مذکورہ بالا غیر مفید بحثوں کا سہارا لیا اور بے مقصد
زحماتیں برداشت کیں پھر بے تکی حرکت یہ کی کہ اس پر ایک
تفریع باطل لگا دی کہ لہذا مناسب یہ ہے کہ اذان خطبہ مسجد
کے اندر منبر کے بالکل متصل ہو حالانکہ اس اذان کی غرض
اسکان سامعین مان بھی لی جائے تو اس اذان کے زیادہ ضرور
تمند حصہ صیفی و بیرونی صحن کے لوگ ہیں اندرونی دالان کے
لوگ تو امام کو منبر پر بیٹھا دیکھ کر خود ہی خموش ہو جائیں گے
ضرورت تو باہری صحن میں اذان دینے کی ہے تاکہ جو لوگ
امام کو نہیں دیکھتے مطلع ہو جائیں اس اذان کو اقامت پر قیاس
کرنا جہالت ہے کیونکہ اس کا مطلب تو جماعت کے لیے صف
لگانے کا ہے اور صف کے لیے پہلی صف سے درجہ بدرجہ
صفیں مکمل کرنے کا حکم ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا پہلے پہلی مکمل کرو پھر اس کے بعد پھر اس کے
بعد پھر اس کے بعد اور جو کمی ہو تو آخری صف میں ہو" اس
حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند، امام نسائی، ضیاء مقدسی ابن
خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں حضرت انس رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا اب لوگوں نے سرکار کی اس
سنت کو بھی ترک کر دیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اقامت تو پہلی
ہی صف میں ہونی چاہیے اور اذان خطبہ کے باہر والے زیادہ
محتاج ہیں۔

¹ مسند احمد بن حنبل عن انس رضي الله تعالى عنه المكتب الاسلامي بيروت ۳/ ۱۳۲، سنن النسائي كتاب الامامة الصف المؤخر نور محمد

کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۳۱، موارد الظمان باب ما جاء في الصف للصلوة حديث ۳۹۰ المكتبة السلفية ص ۱۱۳

۸: عدة طلبه حاولوا نقص كلية الاثمة "لا يؤذن في المسجد" بالاقامة فانها ايضا يقال عليها "الاذان" كما في حديث بين كل اذانين صلوة لمن شاء¹ مع انها في المسجد وفاقا. وجهوا ان اطلاق الاذان عليها تغليب او عموم مجاز. قال الامام العيني في عدة القارى المراد من الاذانين الاذان والاقامة بطريق التغليب كالعبرين والقمرين² وفي المواهب اللدنية عن امام الاثمة ابن خزيمة قوله "اذانين" يريد الاذان والاقامة تغليباً³ قال الزرقاني لانه شرعاً غير الاقامة⁴ وفي العيني ثم المواهب اولاً شترا كهماً في الاعلام⁵ قال الزرقاني

نقہ ۸: کچھ طلبہ ائمہ دین کے اس کلیہ کو کہ کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے یہ کہہ کر توڑنا چاہتے ہیں کہ اقامت کو بھی تو اذان کہا جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے "ہر دو اذانوں کے بیچ میں اس کے لیے نماز ہے جو پڑھنا چاہے" حالانکہ اقامت کا مسجد کے اندر ہونا ہی ضروری ہے تو فقہاء کا یہ حکم کلی نہیں رہا، اور اقامت کی طرح اذان بھی مسجد میں دی جاسکتی ہے، ان بے چاروں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اقامت پر اذان کا اطلاق تغلباً ہے یا بطور عموم مجاز امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں "اذانین سے مراد اذان و اقامت ہے جیسا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عمرین کہا جاتا ہے" اصطلاح بدیع میں اس کو تغلب کہا جاتا ہے مواہب لدنیہ میں امام الاثمہ ابن خزيمة سے اذانین سے مراد اذان و اقامت دونوں ہیں اور یہ تغلب ہے۔ زرقانی میں ہے "شریعت کے اذان اقامت سے الگ ہے" یعنی اور مواہب میں تغلب کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا "اقامت کو اذان اس لیے کہہ دیا کہ اعلان ہونے میں

¹ صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما بین کل اذانین صلوة لمن شاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۷

² عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما بین کل اذانین صلوة لمن شاء دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۲۰۷

³ المواہب اللدنیۃ الباب الثانی صلوة الجمعة الاذان لصلوة الجمعة المكتبة الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۱

⁴ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ صلوة الجمعة الاذان لصلوة الجمعة دار المعرفة بیروت ۷/ ۳۸۰

⁵ المواہب اللدنیۃ الباب الثانی صلوة الجمعة الاذان لصلوة الجمعة المكتبة الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۱، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

کتاب الجمعة باب الاذان دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۰۳

دونوں شریک ہیں۔" زر قانی نے فرمایا "ان دونوں میں تغلیب نہیں اس لیے لغت کے اعتبار سے اعلان کے معنی میں ہے۔ اور اقامت میں دخول وقت کا اعلان ہوتا ہے تو ان دونوں میں عام وخاص کا فرق ہے اور دونوں کے لیے اذان کا اطلاق لغوی ہی ہے۔" ایک مرجوح اور مخالف روایت "الاقامة احد الاذنين" اقامت دو اذانوں میں سے ایک ہے اس کو جو اس تغلیل کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اہل زبان کا مقولہ ہے القلم احدی اللسانین قلم دوزبانوں میں سے ایک ہے اسی لیے امام نسفی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اذان و اقامت دونوں ہی ذکر معظم ہیں جیسا کہ القلم احدی اللسانین کی تفسیر کی جاتی ہے کہ دونوں ہی مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں ان دونوں میں مغایرت پر دلالت کرنے والی ہدایہ، کافی، زیلعی، اکمل، دراور بحر کی عبارتیں ہیں کہ "اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں" انہیں سب کتابوں میں اس کی بھی تصریح ہے کہ "جنبی کی اذان دہرائی جائے اور اقامت نہیں دہرائی جائے گی" بحر الرائق میں ظہیر یہ سے ہے کہ "اگر اذان کو اقامت کی طرح ادا کیا	فلا تغليب لان الاذن لغة الاعلام وفي الإقامة اعلام بدخول وقت الصلوة كالاذان فهو حقيقة اللغوية في كل منهما¹ وما يقال في تغليب رواية مرجوحة مخالف للمذهب ان الإقامة احد الاذنين فهو كقوله "القلم احد اللسانين"² ولذا فسر الامام النسفی بان كل واحد منهما ذكر معظم كما يفسر هذا بان كلامهما يعرب عما في الضمير، الم تر ما قد منامن نصوص الهداية والكافي والزیلعی، والاكمل، والدر، والبحر، ان تکرار الاذان مشروع ولا يشرع تکرار الإقامة الم تعلم ما نصوا عليه في الكتب المذكورة جميعاً وغيرها ان اذان الجنب يعاد، ولا تعاد اقامته³ الم تسمع الى ما في البحر عن الظهيرية لو جعل

¹ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة الباب الثانی کتاب الجمعة یوم الجمعة دار المعرفة بیروت ۷/ ۳۸۰

² فیض القدیر تحت الحدیث ۵۲۱۶ ضح القلم علی اذنه دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۳۶

³ تبیین الحقائق باب الاذان ۱/ ۲۴۹ وبحر الرائق باب الاذان (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی) ۱/ ۲۶۳، الهدایة باب الاذان ۱/ ۷۴ والعناية علی

بأمش فتح القدیر باب الاذان ۱/ ۲۲۰

تو اذان دہرائی جائے اور اگر اقامت کو اذان کی طرح کہا تو نہ دہرائی جائے کیونکہ تکرار اذان مشروع ہے تکرار اقامت کیا تو استقبال قبلہ ضروری نہیں اور اگر اقامت کو اذان قرار دیا تو استقبال قبلہ کرے "اس کے علاوہ بھی کتنے مسائل ہیں جن میں اذان و اقامت کا فرق ہے ان سب اشادات کا حاصل یہ ہوا کہ اذان کے جملہ احکام کے اقامت پر طریقان کا دعویٰ کوئی سمجھدار آدمی نہیں کر سکتا ہاں جہل مرکب بڑی مشکل پہنچ رہا ہے۔

نفعہ ۹: اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سب کو علم کی توفیق بخشے مسجد کی دو اطلاقات ہیں (۱) زمین کا وہ حصہ جو نماز کے لیے وقف کیا گیا ہو مسجد کے حقیقی معنی یہی ہیں اس اطلاق میں مسجد کی بنیادیں مسجد میں داخل نہیں کہ بنیادیں اوصاف کے حکم میں ہیں جیسے کہ اطراف و حدود پس مسجد کا دروازہ اور دیواریں مسجد سے خارج ہیں اسی طرح اذان کے چبوترے، میناریں، حوض اور کنویں حدود مسجد یا جوف مسجد ہی میں کیوں نہ ہوں اگر تمام مسجدیت سے قبل بنائے گئے تو مسجد سے خارج ہیں ہاں مسجد مکمل ہو جانے کے بعد اگر ان چیزوں کو مسجد میں بنایا تو یہ وقف کو بدلنا ہوا جو جائز نہیں۔ واقف نے وقف کی ضرورت

الاذان اقامة يعيد الاذان ولو جعل الاقامة اذانا لا يعيد لان تكرار الاذان مشروع دون الاقامة^۱ وفيه عن المحيط لو جعل الاذن اقامة لا يستقبل ولو جعل الاقامة اذانا يستقبل^۲ الخ۔ الى غير ذلك من مسائل باينوا فيها بين الاذان والاقامة۔ وبالجملة الالتزام بأجراء احكام الاذان طرأ في الاقامة شيئاً لا يتفوه به من شم رائحة العلم، ولكن الجهل اذا تركب فهو الداء العضال۔

نفعہ ۹: اقول: وبالله التوفيق اعلم و فققنا الله تعالى و اياك ان للمسجد اطلاقين احدهما وضع الصلوة من الارض الموقوفة لها و هو الاصل و بهذا المعنى لا يدخل فيه البناء فان البناء من الاوصاف كالا طرف فالباب والجدار خارج عن المسجد۔ وكذا الدكة والمنار والحياض والابار وان كانت في حدوده بل في جوفه اذا بنيت قبل تمام المسجدية اما بعده فلا يجوز تغيير شيئ من الاوقاف عن هيئته الا بشرط الواقف

^۱ بحر الرائق كتاب الصلوة باب الاذان ۱/ ۲۵۷

^۲ بحر الرائق كتاب الصلوة باب الاذان ۱/ ۲۵۷

کے لیے اس کی شرط لگائی ہو تو اور بات ہے اور مسجد میں یہ ناممکن ہے کہ مسجد حقوق عبد سے بالکلیہ آزاد ہوتی ہے۔ در مختار کے کتاب الوقف باب احکام المسجد میں ہے: "اگر مسجد کے اوپر امام مسجد کے لیے کمرہ بنایا تو حرج نہیں کہ یہ مصالح مسجد میں ہے لیکن مسجد مکمل ہو گئی تو مسجد کی چھت پر منع کیا جائیگا اگرچہ یہ کہے کہ میری نیت پہلے ہی کمرہ بنانے کی تھی، اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔" "تاتار خانیہ میں ہے" جب خود واقف کا یہ حال ہے تو دوسرے کا کیا۔ ایسی تعمیر گو مسجد کی دیوار پر ہو اس کو بھی ڈھادینا چاہیے۔"

(ب) اس اطلاق میں زمین مع بنیادوں کے مسجد ہے، تو دروازے اور دیواریں سب مسجد میں داخل ہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ (مسجدیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے تعمیر کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔ امام احمد، دارمی اور ترمذی نے اس کو تخریج کیا، اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی روایت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کی حاضری اس کی عادت بن چکی ہے تو

لحاجة الوقف ومصلحته فكيف بالمسجد في براءته وحریتته و تمنعه من حق عبد وخیر ته: فی وقف الدر من احکام المسجد لو بنی فوقه بیتا لامر لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تاتار خانیة فاذا كان هذا فی الواقف فكيف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد¹، اه

والاخر الارض مع البناء وهو الاصل مع الوصف فالبنیان كالجدران والبنیان داخل بهذا المعنی فیہ و علی الاول قوله تعالیٰ "إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ"² اخرجہ الاثمة احمد والدارمی و الترمذی و حسنه وابن ماجه وابن خزيمة وابن حبان والحاكم وصححه عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأیتم الرجل یعتاد المسجد

¹ الدر المختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/ ۳۷۹

² القرآن ۱۸/۹

فأشهد والله بالایمان^۱ قال الله تعالى

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ^۲ فَعَمَّارَتَهَا
بِالصلوة فيها لو لم يكن ثم بناء كالمسجد الحرام في
زمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فما كان الا
ارضاً حول الكعبة مخلاة للطواف - وعلى الاخر قوله
عز وجل " تَهْدِي مَتَّ صَوَامِعُ وَبَيَّعُ صَلَواتُ وَمَسْجِدُ"^۳، فما
الهدم الا للبناء -

بل لا طلاق الثالث يشمل الفناء ولهذا جاز للمعتكف
دخوله ولا يعد به الامعتكفا في المسجد في البدائع
ثم رد المختار لو صعد اي المعتكف المنارة لم يفسد
بلا خلاف

اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مسجد تو وہی آباد
کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ "مسجد
کی آبادی تو نماز پڑھنے سے ہے اگرچہ وہاں کوئی مسجد کی
عمارت نہ ہو۔ جیسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے
میں مسجد حرام کا حال تھا کہ وہ کعبہ کے گرد کی زمین تھی جو
طواف کے لئے خالی چھوڑی ہوئی تھی۔ اور اس دوسرے معنی
پر ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: لهدمت صوامع وبيع
(تو البتہ یہود و نصاری) کے صوامع اور عبادت خانے ڈھا دیئے
جاتے اور بنی ہوئی عمارت ہی ڈھا ئی جاتی ہے۔

(ج) اور مسجد کا ایک تیسرا اطلاق بھی ہے اس اطلاق پر صحن کا
حصہ بھی شامل ہوتا اسی لیے تو معتكف کو اس میں جانا جائز
ہے اور اس کے بعد بھی وہ معتكف ہی رہتا ہے بدائع اور شامی
میں ہے: معتكف ایسے منارہ پر چڑھ سکتا ہے جس کا دروازہ
مسجد سے خارج

^۱ جامع الترمذی ابواب الایمان باب ما جاء في حرمه الصلوة ايمین کمپنی دہلی ۸۶/۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب

الاسلامی بیروت ۳/۲۸، المستدرک للحاکم کتاب الصلوة دار الفکر بیروت ۱/۲۱۳، ۲۱۲، موارد الظمان باب الجلو س فی المسجد للخیر

حدیث ۳۱۰، المکتبة السلفية ص ۹۹، صحیح ابن خزیہ باب الشهادة بالایمان بعبارة المسجد حدیث ۱۵۰۲، المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۷۹

^۲ القرآن الکریم ۱۸/۹

^۳ القرآن الکریم ۲۲/۴۰

ہو کیونکہ وہ مسجد میں شمار ہوتا ہے اور وہاں پیشاب و پاخانہ منع ہے، تو وہ بھی مسجد کے ایک کونہ کی طرح ہوا۔ اسی لیے لوگ کسی مسجد کے منارہ سے ہونے والی اذان کو سن کر کہتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہو گئی حالانکہ منارہ تو مسجد سے خارج بنا ہے اور چونکہ یہ محاروہ عرب و عجم میں شائع و ذائع ہے کہ اذان منارہ کو سن کر کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر اذان ہو گئی۔ اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے بھی ہیں جو آپ نے فرمایا تھا "جس مسجد میں اذان ہوتی ہو وہاں نماز پڑھنا سنت ہدی ہے" (مسلم)۔ اور فقہاء کرام کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ "مسجد میں اذان ہو چکی ہو تو جماعت میں شریک ہوئے بغیر مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے"

اس تفصیل کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ اذان اصل مسجد میں مکر وہ ہے وصف مسجد میں نہیں۔ اور تیج مسجد میں بھی نہیں اس کی تعبیریوں بھی کی جاسکتی ہے اذان مسجد بالمعنی الاول میں مکروہ ہے معنی ثانی اور ثالث میں نہیں۔ ائمہ کی نصوص سے بھی یہی ظاہر ہے کہ خاص مسجد کے اندر مکروہ ہے منارہ صحن اور حدود میں نہیں۔ حدیث سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مفاد ہے "کان

وانکان بابہا خارج المسجد لانہا منہ لانه یمنع فیہا من کل ما یمنع فیہ من البول و نحوہ فاشبہ زاویۃ من زوا یا المسجد^۱۔ وعن هذا تسمع الناس یقولون قد اذن فی المسجد اذا سبوا الاذان من منارته مثلاً وان كانت واقعة خارج المسجد و هذا محاورۃ سائغة شائعة عرباً و عجماً۔ ولا یقول احد قوموا فقد اذن خارج المسجد، و علی هذا نظائر قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان من سنن الہدی الصلوۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ رواہ مسلم^۲۔ وقول الفقہاء کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ^۳۔ اذا علمت هذا فاعلم ان الاذان انما یکرہ فی اصل المسجد لا فی وصفہ ولا تبعہ وان شئت قلت یکرہ فی المسجد بالمعنی الاول دون الثانیین الا تری الی ما قد تلونا علیک من نصوص الائمة کیف نہوا عن الاذان فی المسجد دون المئذنة و فناءہ والحدود بمرای منک حدیث الاذان علی باب

^۱ رد المحتار کتاب الصوم باب الاعتکاف دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲/۲

^۲ صحیح مسلم کتاب المساجد باب صلوۃ الجماعة و بیان التشدید فی التخلف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

^۳ الدر المختار کتاب الصلوۃ باب ادراك الفریضة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

الاذان علی باب المسجد" (اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی)۔ ابوالشیخ نے کتاب الاذان میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہر اجوڑا پہنے ہوئے مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہا تھا" دوسری حدیث میں انہیں سے ہے کہ "میں نے خواب میں ایک شخص کو ہر اجوڑا پہنے ہوئے مسجد کی چھت پر کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے کھڑا دیکھا جو کہہ رہا تھا" (الحديث) مدخل کی عبارت ہم پہلے نقل کرائے ہیں کہ "اذان منارہ پر یا سطح مسجد پر یا اس کے دروازہ پر ہونا چاہیے۔" ان عبارتوں سے چند فوائد حاصل ہوئے (۱) اذان چوتھے پر، منارہ پر، کنوئیں کی منڈیر پر، حوض کی لکری پر، اگرچہ یہ چیزیں مسجد کے اندر ہی ہوں جائز ہے جب کہ بانی نے اس کی بنا مسجد سے پہلے کی ہو وجہ اس کی یہ ہے وہ ابتداء سے ہی مسجد سے مستثنیٰ ہیں تو بانی ان مطلوبہ چیزوں کو بنا سکتا ہے اور لوگ اس کو اسی غرض سے استعمال کر سکتے ہیں، ایسے ہی کوئی جگہ جو خاص مسجد میں تمام مسجدیت سے قبل ہی وضو کے لیے خاص کر دی گئی ہو۔ یہ یوں بھی ممکن ہے کہ مسجد کے

المسجد، و اخرج ابو الشیخ فی کتاب الاذان عن عبد اللہ ابن زید الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت فیما یرى النائم کان رجلاً علیہ ثوبان اخضران علی سور المسجد یقول اللہ اکبر اللہ اکبر اربعاً^۱ الحدیث وفی اخری عنہ رأیت رجلاً علیہ ثوبان اخضران ونابین النور والیقظان فقام علی سطح المسجد فجعل اصبعیه فی اذنیہ ونادی^۲ الحدیث۔ وتقدم قول المدخل ان محل الاذان المنار او سطح المسجد او بابہ^۳ وبما قررنا والله الحمد تبینت فوائد، الاولی یجوز الاذان الدکة والمنارة وشفیر البئر وحریم الحوض وان کانت هذه الاشیاء داخل المسجد اذا کان البانی بناها قبل تمام المسجدية لان ذلك یرقی مستثنی ولا تشمله المسجدية فیجوز له ان یربى للناس ان یستعملوها کما اذا اعد فیہ موضعاً للوضوء وكذا اذا کنت بئراً وحوض مثلاً فی فناء المسجد

^۱ کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۲۳۱۴۲ موسسة الرساله بیروت ۳۳۱/۸

^۲ کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۲۳۱۴۳ موسسة الرساله بیروت ۳۳۱/۸

^۳ المدخل فصل فی النهی عن الاذان فی المسجد دار الکتب العربی بیروت ۲/۲۵۱

صحن میں کوئی حوض تھا کتواں تھا مسجد میں توسیع ہوئی یا مسجد کا احاطہ کیا گیا جیسے زمزم شریف کا کتواں کہ اب تو خاص مسجد حرام شریف میں ہے جب کہ اس کا اس جگہ مسجد حرام سے قبل ہونا بالکل ظاہر ہے، ہاں مسجد تمام ہونے کے بعد اصل مسجد میں نہ چبوترہ بنانا جائز ہے نہ منارہ نہ کتواں نہ حوض جیسا کہ ہم در مختار سے نقل کرائے کہ "تمام مسجدیت کے بعد دیوار یا چھت پر کوئی اور عمارت منع ہے" ہمارے علماء نے اس بات پر تنصیص کی ہے کہ "مسجد میں کتواں نہیں کھودا جا سکتا، پرانا ہو تو باقی رہ سکتا ہے جیسا زمزم کا کتواں خانہ، ہندیہ وغیرہ اسکی پوری تحقیق ہماری کتاب جد الممتار حاشیہ در مختار و شامی میں ہے اشباہ و نظائر کے باب احکام المسجد میں ہے" مسجد میں کلی وغیرہ منع ہے ہاں کوئی جگہ پہلے ہی سے ان امور کے لیے مقرر ہو تو اور بات ہے "ایسا ہی در مختار میں ہے۔ امام شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کے قول الاما اعد لذلک پر فرمایا: "یہ امر غور طلب ہے کہ واقف کی طرف سے ان امور کے لیے جگہ

فزید المسجد واحاط بها کبئر زمزم فی المسجد الحرام فان کونها اذک قبل المسجدية ابین و اظهر اما بعد تمام المسجدية فلا يجوز فی ارض اصل المسجد احداث دكة ولا منارة ولا بئر ولا حوض کما قد مناع الدر^۱ من منع بناء فوق جدار المسجد او سطحه فکیف ارضه هذا مناص عليه علماً ونا انه لا يحفر فی المسجد بئر ماء ولو كانت البئر قدیمة تترك کبئر زمزم^۲ اھ خانیة و ہندیة وغیر ہما و تمام تحقیق المسألة فی جد الممتار تعلیقاً تناف علی رد المحتار و قال فی الاشباہ والنظائر من احکام المسجد تکرہ المضضمة والوضوء فیہ الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلک لایصلی فیہ او فی اناء^۳ اھ ونحوہ فی الدر۔ قال الشامی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ قوله "الا فیما اعد لذلک" انظر هل یشترط

^۱ الدر المختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

^۲ فتاویٰ قاضیخان فصل فی المسجد نوکثور لکھنؤ ۱/ ۳۱، خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل السادس والعشرون فی المسجد مکتبہ حبیبیہ

کویت ۱/ ۲۲۷

^۳ الاشباہ والنظائر الفہم الثالث القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲/ ۲۳۰

مقرر کرنا شرط ہے یا نہیں" میں نے جد المبتار میں اس پر لکھا یہ شرط تو ضروری ہے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ واقف مسجد مکمل ہونے سے پہلے ان امور کے لیے یہ جگہیں متعین کرے مسجد مکمل ہونے کے بعد نہ واقف کو اس تعین کا اختیار ہے نہ کسی اور کو کہ اس صورت میں مسجد کو گندگی کے لیے پیش کرتا ہے۔ میں نے اس کا استنباط کتاب الوقف کی اس عبارت سے کیا کہ "واقف بھی مسجد کے اوپر امام کے رہنے کے لیے کوئی گھر نہیں بنا سکتا" مسجد مکمل ہونے کے بعد اس میں ان امور کے لیے جگہ نکالنے میں دوسری قباحتیں بھی ہیں مثلاً اس کی وجہ سے نماز کی جگہ جائے گی اور اس کی وجہ سے صف منقطع ہو سکتی ہے جبکہ حدیث شریف میں ہے "جس نے صفیں ملائیں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا اور جس نے صفیں قطع کیں اللہ تعالیٰ اسے رحمت سے دور کرے گا" (احمد، ابو داؤد، ابن خزیمہ، اور حاکم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ سند صحیح روایت کی) ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

اعداد ذلك من الواقف امر لا^۱ وکتبت فی جد المبتار اقول: نعم وشيخ اخر فوق ذلك وهو ان يكون الاعداد قبل تمام المسجدية فان بعده ليس له ولا لغيره تعريضه للمستقذرات ولا فعل شيخي يخل بحر مته اخذته مبياتي في الوقف من الواقف لو بنى فوق سطح المسجد بيتا لسكنى الامام^۲ ثم في احداثها في المسجد بعد ما صار مسجدا موانع اخرى فانها تشغل موضع الصلوة وتقطع الصفوف وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله۔ رواه احمد وابو داؤد^۳ والنسائي وابن خزيمه والحاكم بسند صحيح عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال العلامة القارى في المرقاة

^۱ رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة دار احياء التراث العربى بيروت ۱/ ۴۴۴

^۲ جد المبتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة المجمع الاسلامي اعظم گڑھ ہند ۱/ ۳۱۶

^۳ سنن ابی دواؤد كتاب الصلوة باب تسوية الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المكتب الاسلامي

بیروت ۲/ ۹۸، المستدرک للحاکم كتاب الصلوة دار الفكر بيروت ۱/ ۲۱۳

(من قطعہ) ای بالغیبة اوبعد م السداوبو وضع شیعی مانع^۱ وقد نهى العلماء عن غرس الشجر في المسجد وعلوه بأنه يشغل مكان الصلوة كما في الخانية و خزانة المفتين والهندية و غیر ہا واما اباحتہ لتقليل النزا اذا كانت الارض نزة لا يستقر اساطينها فللضرورة والضرورات تبیح المحظورات قال في البحر في غرس ليجذب عروق الاشجار ذلك النز فحينئذ يجوز، والا فلا^۲ ومثله في الظهيرية والبزاية وغيرهما قال في منحة الخالق: وفي قوله "الا فلا" دليل على انه لا يجوز احداث الغرس في المسجد ولا ابقاؤه فيه لغير ذلك العذر ولو كان المسجد واسعا كمسجد المقدس الشريف ولو قصد به الاستغلال او تجويز ابقاء ذلك بعد احداثه ولم يقل بذلك احد بلا ضرورة داعية ولان فيه ابطال

مرقاۃ میں "قطعہ" کا مطلب یہ تحریر فرمایا کہ صف سے غائب ہو کر یا صف میں لایعنی کام کر کے یا کوئی چیز بیچ صف میں رکھ کر جو صف کے ملنے سے مانع ہو علمائے کرام نے، مسجد میں درخت لگانے سے منع کیا کہ وہ نماز کی جگہ گھیرے گا ایسا ہی خانہ خزانۃ المفتین وغیرہما میں لکھا ہے اور مسجد میں نمی ہو تو اسے کم کرنے کے لیے درخت لگانا جائز ہے کہ یہ بہ ضرورت ہے اور ضرورتیں تو ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں بحر الرائق میں ہے: "مسجد کے نم فرش پر درخت لگا سکتے ہیں کہ اس کی جڑیں تری چوس لیں ورنہ درخت لگانا جائز نہیں" ایسا ہی ظہیریہ و زازیہ وغیرہ میں ہے۔ منحة الخالق میں بحر کے قول "والا فلا" پر فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسجد میں مذکورہ بالا ضرورت سے درخت لگانا جائز ہے اور ضرورت نہ ہو تو نہ درخت لگانا جائز ہے نہ اس کا باقی رکھنا۔ اور اگر مسجد وسیع ہو جیسے بیت المقدس اور اس کے کسی حصہ میں سامان رکھنا ہو تو یہ بھی منع ہے کہ اس سے مسجد کو گو دام اور دکان بنانے کی راہ کھلے گی اور اس کے باقی رکھنے میں جبکہ بلا ضرورت ہو مسجد میں دکان و مکان باقی رکھنے کی راہ استوار ہوگی حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور مسجد میں ایسی چیزیں تیار کرنے سے مسجد کی تعمیر کی

^۱ مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلوة باب تسویة الصفوف حدیث ۱۱۰۲ || المكتبة الحبيبیه کوئٹہ ۱۷۹/۳

^۲ بحر الرائق کتاب الصلوة فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلوة بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵/۳

اصلی غرض فوت ہوگی اس مسئلہ میں ایک رسالہ ابن امیر الحاج کے ہاتھ کالکھا ہوا میں نے دیکھا جسے آپ نے اس شخص کے رد میں تحریر فرمایا تھا جس نے بیت المقدس میں اس کو روا رکھا تھا اور اسی کے آخر میں بعض علماء کی تحریر تھی جس میں اس مسئلہ میں علامہ کمال ابن ابی شریف شافعی نے ابن امیر الحاج کی تائید کی تھی۔

میں نے جد الممتار میں ان سب باتوں کو لکھ کر تحریر کیا جو ان کو انصاف کی نظر سے دیکھے گا بلا توقف اس قسم کی تمام ایجادات کو (جن سے تعمیر مسجد کی اصلی غرض میں خلل واقع ہو) حرام قرار دے گا چاہے گھر ہو یا دکان، چبوترہ ہو یا منارہ خزانہ ہو یا گودام کنواں ہو یا حوض، درخت ہو یا کچھ اور الخ ایسے تمام مقامات پر ہماری مراد مسجد سے قسم اول (اصل مسجد) ہے۔

امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں فرمایا کہ اسی قسم سے وہ صندوق ہیں جن کو مسجد میں رکھنے کا رواج لوگوں نے قائم کر لیا ہے یہ نماز کی جگہ کو گھیرتا ہے اور اسی قسم کے وہ چبوترے ہیں جو مسجدوں میں اذان خطبہ کے لیے بعد میں بنائے گئے ہیں بلکہ ان کا حکم صندوق سے زیادہ سخت ہے کہ وہ بضرورت کھسک بھی سکتے ہیں جبکہ چبوتروں میں

مأبئی المسجد لا جله من صلوة واعتكاف ونحوهما وقد رايت في هذه المسألة رسالة بخط العلامة ابن امير الحاج الحلبي الفها في الرد على من اجاز ذلك في المسجد الاقصى، ورأيت في اخرها بخط بعض العلماء انه وافقه على ذلك العلامة الكمال ابن الشريف الشافعي¹

وقلت في جد الممتار بعد نقل ما هنا وغيره من نظر هذه الكلمات الشريفة بعين الانصاف لم يلبث في الحكم بتحرير كل احداث في المسجد يكون فيه شغل محل منه لغير مأبئي له سواء كان بيتاً او حائوتاً او دكة او منارة او غاسلاً او خزانة او بئراً او حوضاً او شجراً، أو، أو، الخ وعزيت به المسجد بالمعنى الاول۔ وقال الامام ابن الحاج المكي في المدخل و من هذا الباب ايضاً ما احدثه في المسجد من الصناديق البوبدة وذلك غصب لموضع مصلی المسلمين² قال و من هذا الباب الدكة التي يصعد عليها المودنون للاذان يوم الجمعة بل هي اشد من الصناديق اذ يمكن نقل

¹ منحة الخالق حاشية بحر الرائق مع البحر فصل لما فرغ من بيان الكرامة في الصلوة (بج) ايم سعيد كپنی كراچی ۳۵/۳

² المدخل فصل ذكر البدع التي احدثت في المساجد دار الكتاب العربي بيروت ۲/۲۱۱

یہ ناممکن ہے اور اسی قسم یعنی مسجد کی جگہ روکنے والے اور صفیں قطع کرنے والے وہ رفیع منبر ہیں جن سے نماز کی قابل ذکر جگہ گھر جاتی ہے جو مسلمانوں کی نماز کے لیے وقف تھی لمحضاً (اللہ تعالیٰ نصیحت کرنے والے اور قبول کرنے والے دو نون کو قبول فرمائے۔	الصنایٰ دیق ولا یمکن نقلها^۱ قال ومن هذا الباب ا یضاً اعنی فی امساك مواضع فی المسجد وتقطیع الصفوف بها اتخاذ هذا المنبر العالی فانه اخذ من المسجد جزءاً جیداً وهو وقف علی صلاة المسلمين^۲ اھ ملتقطاً فرحم الله من نص ورحم الله من قبل۔
(۲) امام کافی کے قول میں اذان کو جو ذکر اذان فی المسجد (مسجد کے اندر کا ذکر) کہا ہے تو اس سے مراد مسجد کی قسم ثانی ہے جس میں اصل مسجد اور وصف مسجد دونوں ہی شامل ہیں خطبہ اصل مسجد میں ہوتا ہے اور اذان وصف مسجد میں۔ تو مسجد میں ہونا خطبہ اور اذان دونوں ہی کی صفت ہے اگرچہ جگہ میں اختلاف ہو اور غایۃ البیان اور فتح القدر کے قول قالوا لا یؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان ممنوع ہے) اس سے مراد مسجد بمعنی اول ہے تو دقت نظر سے یہ پتا چلے گا کہ یہ بھی ہدایہ کے قول کی تاویل اور اس کے مقصد کی تعیین ہے اس میں ان کے کلام کو ظاہر سے پھیرنا نہیں اللہ تعالیٰ ہی آدمی کو حق کی توفیق دینے والا ہے	الثانیۃ^۱ المراد فی قول الکافی انه ذکر فی المسجد المعنی الثانی الشامل للاصل والوصف فالخطبة فی الاصل والاذان فی الوصف فشملاً لکون فی المسجد وان تفرق المحل و فی قول الغایة والفتح الکراهة الاذان فی داخل المعنی الاول فبدقة النظر لیس ما ذکر تاویل لکلامہ بل تبیین لہرامہ اذ لیس فیہ صرف عن ظاہرہ واللہ تعالیٰ الموفق۔
(۳) اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے	الثالثۃ^۲ المراد فی قول

^۱ البدخل فصل ذکر البدع التي احدثت فی المساجد دار الکتب العربیہ بیروت ۲/ ۲۱۱

^۲ البدخل فصل فی ذکر البدع التي احدثت فی المساجد دار الکتب العربیہ بیروت ۲/ ۲۱۶

قول "جس مسجد میں اذان ہوتی ہو وہاں سے اذان کے بعد بے جماعت چلا جانا منع ہے" اور فقہاء کے اقوال جو ذکر کئے جا چکے مسجد سے مراد معنی ثانی یا ثالث ہیں ابی داؤد اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ سے صحابہ کا قول نقل کیا کہ "عہد رسالت میں ایک انصاری نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے جسم پر دوہرے رنگ کے کپڑے تھے اس نے مسجد میں کھڑے ہو کر اذان دی" اس روایت میں لفظ قائم علی المسجد ہے اگر مسجد کے اندر کہنا ہو تا تو قائم فی المسجد کہتے اس حدیث شریف کی اور زیادہ تشریح و توضیح حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو الشیخ ابن ابی لیلیٰ کی دوسری روایت سے ہوتی ہے کہ "زید ابن عبد اللہ انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہرے رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے ایک منہدم دیوار کے ٹیلے پر کھڑے دیکھا جو اذان دے رہا تھا"

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قول الفقہاء البارین العنیان الاخیران و کذا فی حدیث ابی داؤد و ابی بکر بن ابی شیبہ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال حد ثنا اصحابنا جاء رجل من الانصار فقال يا رسول الله رأيت رجلا كان عليه ثوبين اخضرين فقام على المسجد فاذن¹ الا تراہ يقول قائم على المسجد، ولو اراد المعنى الاول لقال قائم في المسجد و قد اوضحته رواية ابی بکر بن ابی شیبہ الاخری و ابی الشیخ فی الاذان عن ابن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان عبد الله بن زيد الانصاري جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله رأيت في المنام كان رجلا قائم و عليه بردان اخضران على جذمة حائط فاذن² الخ

¹ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۴، المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاذان والاقامت حدیث ۲۱۲۳

دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۸۶

² المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاذان والاقامت حدیث ۲۱۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۸۵، کنز العمال بحوالہ ش و ابی الشیخ فی الاذان

حدیث ۲۳۱۴۶ مو سسۃ الرسالہ بیروت ۸/۳۳۳

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار لوگوں کو اہتمام سے نماز کے لیے جمع کیا حضرت عبد اللہ بن زید انصاری نماز پڑھ کر واپس ہوئے تو خواب میں اذان ہوتے دیکھی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ رات میں نے خواب میں اس طرح اذان ہوتے دیکھی کہ ایک آدمی ہر اجوڑا اپنے سقف پر اذان دے رہا ہے اس روایت میں سور اور سطح کا لفظ گزر چکا ہے۔ (۴) غانیہ اور خلاصہ کی عبارت "اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسجد میں ایک ایسا گھر بنالیا جائے جس میں چٹائی وغیرہ اسباب رکھے جائیں کہ عام اہل اسلام کی عادت اسی پر جاری ہے" اس عبارت میں مسجد سے مراد اس کے تیسرے معنی ہیں اور اس پر دلیل اسی عبارت کا یہ ٹکڑا ہے کہ "اہل اسلام کی عادت اسی پر جاری ہے" اس لیے کہ تعارف تو یہی ہے کہ مسجد بمعنی سوم میں ایسا کمرہ بنتا ہے۔ یا مسجد بمعنی اول میں تو اس جگہ کی مسجد یرت مکمل ہونے سے پہلے مسجد مکمل ہو جانے کے بعد اسی کا ایک ٹکڑا چٹائی اور فرش وغیرہ رکھنے کے لیے	ولسعید ابن منصور فی سننہ عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اهتم للصلوة کیما یجمع الناس لها فانصرف عبد اللہ بن زید فرأى الاذان^۱ الحدیث وتقدمت رواية سور المسجد و سطح المسجد۔ الرابعة^۲، المعنى الثالث هو المراد في فرع الخانية والخلاصة ولا بأس بأن يتخذ في المسجد بيتا يوضع فيه الحصر و متاع المسجد به جرت العادة من غير نكير^۲، اه ومن الدليل عليه حديث التعارف فانه المتعارف او بناءه قبل تمام المسجدية اما ان يتم المسجد ثم يأخذ احد قطعة منه فيجعلها بيت البواری فلم تجر به العادة ولا يحل السكوت

^۱ كنز العمال عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ حدیث ۲۳۱۵۲ مؤسسة الرسالة بیروت ۸/ ۳۳۶

^۲ فتاویٰ قاضی خان فصل فی المسجد نوکسور لکھنؤ ۳۱، خلاصہ الفتاویٰ کتاب الصلوة الفصل السادس والعشرون مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۲۸

علیہ۔

الخامسة^۱، قال في جامع الرموز لها يوذّن في المسجد فأنه مكرّوه كما في النظم لكن في الجلابي يوذّن في المسجد أو ما في حكمه لا في البعيد منه^۱ اه فرا د النظم المعنى الاول ومراد الجلابي المعنى الثاني فأ لمعنى يوذّن في حدود المسجد كما فسر به الامامان كلام الكافي أو ما في حكمه اي في فناء فان فناء المسجد له حكم المسجد كما في الهندية عن الامام السر خسي قال الفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد^۲ ومثله في كتب كثيرة ذكرناها في جد المتأر فلا استدراك بكلام الجلابي على كلام النظم كما فعل القهستاني الا ترى ان العلامة الطحطاوي رحمه الله تعالى كيف اقتصر في الحكم على حكاية ما في القهستاني

بنایا جائے نہ عادت اس پر جاری نہ خاموشی اس پر جائز۔

(۵) جامع الرموز میں ہے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے ایسا ہی نظم میں ہے لیکن جلابی میں ہے کہ مسجد میں یا اس جگہ میں جو مسجد سے دور اذان نہ دینی چاہیے تو نظم میں مسجد بمعنی اول میں اذان دینے کو مکروہ کہا ہے اور جلابی میں مسجد بمعنی ثانی مراد ہے یعنی مسجد میں دی جانے کا مطلب حدود مسجد میں ہے جیسا کہ امام القافی اور ابن ہمام نے صاحب ہدایہ کے قول ذکر فی المسجد کی تفسیر فی حدود المسجد سے کی تو جلابی کی عبارت میں لفظ اومانی حکم المسجد سے اسی کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ فناء مسجد مسجد کے حکم میں ہے ہندیہ میں بھی ایسا ہی امام سر خسی سے روایت ہے کہ "صحن مسجد کے حکم میں ہے" اور اسی کے مثل بہت ساری کتابوں میں ہے جس کی تفصیل ہم نے جد المتأر میں لکھی ہے تو حقیقت میں امام جلابی کا کلام "نظم" کی تردید نہیں جیسا کہ قہستانی نے سمجھا حضرت امام طحطاوی نے نظم کا یہ جزیہ قہستانی سے ہی نقل کیا لیکن قہستانی کے ادراک کو غیر معتبر جان کر

^۱ جامع الرموز کتاب الصلوة فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۲۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الحادی عشر فی المسجد الفصل الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/ ۴۱۲

چھوڑ دیا اور اگر نہ مانا جائے تو یا تو جامع الرموز والے قسستانی صاحب ائمہ اعلام کے مقابلہ میں اکیلے ہوں گے اور یہ تسلیم کر لیا جائے تو جلابی اور قسستانی کا یہ قول مرجوح رہ جائے گا کہ ان کی حثیت ائمہ سے اختلاف کرنے کی نہیں اور یہ طے ہو چکا ہے کہ قول مرجوح کے موافق فتویٰ حکم جہل اور خرق اجماع ہے اور سچ پوچھو تو خلاف بھی نہیں کہ ان کے قول فی المسجد کا معنی فی حدود المسجد واضح ہو گیا ہے۔ فقہ ۱۰: جب مخالفین کسی بات پر قادر نہ ہوئے تو ان میں سے بعض نے خانیہ عہ اور	عن النظم ولم يعرج على استندراكه اصلا علما منه بان الاستندراك مستدرک لا ینبغی نقلها کذا ینبغی التحقیق والله تعالیٰ ولی التوفیق ولولم یکن هذا لکان ذکر جامع الرموز بمقابلته تلك المعتمدات العظيمة بل ما تفرد به الجلابی بأزاء ما اتفق علیه اولئك الاکابر الا جلة مما ینبغی ان یستحی منه فانه لو فرض لکان خلافا لا اختلافا وقد تقرران الحكم والفتیابا لمرجوح جهل و خرق للاجماع فكيف ولا خلاف على التحقیق لما علمت من جلیل التوثیق وبالله تعالیٰ التوفیق۔ نفحہ ۱۰: اذ لم یقدر و اعلیٰ شیعی تعلق بعض الوهابیة بما فی

عہ: خانیہ کی عبارت یوں ہے: ینبغی ان یؤذن علی المنارة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد^۱ مخالفین کے مغالطہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ ینبغی کا تعلق دونوں سے ہے یعنی مسجد کے باہر اور منارہ پر اذان دینا مناسب ہے اور مسجد میں اذان دینا مناسب نہیں تو مسجد کی اذان زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہوئی تو گرنہ اندرون مسجد ہی اذان کا رواج ہو گیا تو کوئی حرج کی بات نہیں پھر اتنا او ایلا کیوں؟ اعلیٰ حضرت کے پہلے جواب کا مطلب یہ ہے کہ لفظ ینبغی کا تعلق صرف پہلے جملہ سے ہے اور دوسرا جملہ (لا یؤذن فی المسجد) اس سے خالی ہے جس کا مطلب اندرون مسجد اذان کی ممانعت ہے جیسا کہ دیگر کتب فقہ میں لا یؤذن یا یکرہ الاذان فی المسجد سے ظاہر ہے اس کی تائید صاحب بحر کی عبارت سے ہوتی ہے جنہوں نے یہ عبارت خلاصہ کے حوالہ سے نقل کی اور ینبغی کا لفظ چھوڑ دیا۔ عبد المنان اعظمی۔

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الصلوٰۃ مسائل الاذان نوکسور لکھنؤ/ ۳۷

خلاصہ میں آئے ہوئے لفظ ینبغی کا سہارا لیا اور سمجھا کہ معاملہ آسان ہے اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں حالانکہ اولاً دوسری کتابوں کی عبارتیں لفظ ینبغی سے خالی ہیں اور جہاں یہ لفظ ہے جملہ لایوزن فی المسجد پر داخل نہیں خود صاحب بحر نے خلاصہ سے یہی عبارت نقل کی اور جملہ اولیٰ میں آئے ہوئے لفظ ینبغی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

چنانچہ لفظ ینبغی کو مستحب کے معنی میں قرار دینا ائمہ متاخرین کی اصطلاح ہے کلام مشائخ میں یہ لفظ عام ہے جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے انہوں نے فرمایا کہ ایسا قرآن عظیم میں بہت وارد ہے مثلاً آیت قرآنی: مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ أَوْلِيَاءَ (ہمیں زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا ولی بنائیں) مصباح المنیر میں ہے ینبغی کے معنی وجوب اور استحباب دونوں ہی حسب طلب ہو سکتے ہیں۔
مثلاً: اس لفظ میں استحباب کے معنی سنت کو بھی شامل ہیں اور سنت کا معاملہ ایسا آسان نہیں بلکہ لفظ ینبغی بسا اوقات صرف معنی وجوب پر ہی دلالت کرتا ہے۔

نص الخائنية والخلاصة من لفظ "ينبغي" يريد به ان الامر سهل لا يعتنى به انت ترى عامة النصوص عربية عنها ثم لم يدخل على "لا يؤذن في المسجد" الا ترى ان البحر نقله عن الخلاصة هكذا ولم يلتفت الى "ينبغي" في الجملة الاولى۔

ثم استعماله في النذب اصطلاح المتأخرين وهو في كلام المشائخ اعظم كما في رد المحتار وغيره اُقال هو في القران كثير: مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ أَوْلِيَاءَ۔۔۔ قال في المصباح ينبغي ان يكون كذا معناه يجب او يندب بحسب ما فيه من الطلب¹ ثم ندبه يقابل الوجوب ويعم الاستئذان، وامر السنة ليس بهين بل ربما جاء "ينبغي" للوجوب

¹ رد المحتار کتاب الجہاد لفظ "ینبغی" يستعمل فی المندوب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۲۲

ہدایہ و کنز وغیرہ میں ہے: "جس نے گناہ کرنے کی قسم کھائی تو اسے توڑ دینا چاہیے۔" یہاں قسم توڑنا واجب ہے۔ صاحب ہدایہ اور بہت سارے ائمہ کا قول ہے: "مسلمانوں کو چاہیے کہ بے وفائی نہ کریں، مال غنیمت سے نہ چرائیں اور مثلاً نہ کریں۔" یہاں ترک غدر و غلول و مثلاً فرض ہے۔ فتح القدير میں ہے: "مسلمانوں کو چاہیے یعنی ان پر حرام ہے کہ غدر مال غنیمت کی چوری اور مثلاً کریں۔" اسی طرح امام قدوری اور صاحب ہدایہ وغیرہ کا قول ہے: "لوگوں کو چاہیے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کریں" محقق ابن ہمام فتح القدير میں فرماتے ہیں: "یعنی ینبغی کے معنی ہیں کہ ان پر چاند کی تلاش واجب ہے اور تلاش واجب علی الکفایہ ہے۔" اور جوہرہ نیرہ میں ایسا ہی ہے یعنی قدوری میں ینبغی بمعنی یجب ہے۔ قسّمہ میں ہے قاضی صدر الشہید کے استحسان	"كقول الهداية والكنز وغيرهما من حلف على معصية ینبغی ان یحنت^۱ فان الحنث واجب قطعاً و قول الهداية و كثيرین "ینبغی للمسلمین ان لا یغدر واولا یغلو ولا یمثلوا^۲ اه مع ان ترك الغدر والغلول فریضة فأنهما حرام و كذا المثلثة قال فی الفتح قوله و ینبغی للمسلمین ای یحرم علیهم ان یغدروا و یغلو و یمثلوا^۳ و قول القدوری والهداية و غیرهما ینبغی للناس ان یلتمسوا الهلال فی الیوم التاسع والعشرین من شعبان^۴ قال المحقق فی الفتح ای یجب علیهم وهو واجب علی الکفایة^۵ اه قال فی الجوهرة النیرة ای یجب الخ وقال فی القنیة فاستحسان القاضی الصدر الشہید

^۱ الهدایہ کتاب الایمان باب ما یكون یمیناً الخ المكتبة العربية کراچی ۲/ ۴۶۲، کنز الدقائق کتاب الایمان باب ما یكون یمیناً الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۵

^۲ الهدایة کتاب السیر باب کیفیة القتال المكتبة العربية کراچی ۲/ ۵۴۱ و ۵۴۲

^۳ فتح القدير کتاب السیر باب کیفیة القتال مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۵/ ۲۰۱

^۴ المختصر للقدوری کتاب الصور ص ۵۶ و الهدایة کتاب الصور المكتبة العربية کراچی ۱/ ۱۹۳

^۵ فتح القدير کتاب الصور فصل روية الهلال المكتبة النورية الرضوية سکر ۲/ ۲۴۲

^۶ الجوهرة النيرة کتاب الصور مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۱۶۷

میں ہے کہ رضاعی بھائی کورضاعی بہن کے ساتھ تنہائی میں نہیں رہنا چاہیے کہ ایسی حالت میں حرامکاری میں مبتلا ہونا غالب ہے۔ علامہ بیر ی فرماتے ہیں کہ یہاں بھی لفظ ینبغی کا مطلب وجوب ہے (شامی) المختصر اس بات کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ کلام مشائخ میں "ینبغی" بول کر واجب مراد لیا جاتا ہے۔

راہگاہ پھر خانہ اور خلاصہ کے کلام کا ظاہر مطلب عدم وجوب ہو تو اسی کلام کا ایک اور ظاہر بھی ہے جو اس کے معارض ہے کہ نہی بصیغہ اخبار کلام مشائخ میں عموماً وجوب فعل یا وجوب ترک کے لیے ہوتی ہے امام ابن الامیر الحاج نے "باب صفة الصلوة" مسئلہ قراءت میں فرمایا مسئلہ قراءت رکعتین اخیرین مصنف کے قول لا یزید علیہما شیئاً کا ظاہر ہی مطلب یہی ہے کہ اس سے زائد قراءت مباح نہیں اور غنیہ کے باب العید میں ہے "مصنف کے قول لا یتروک واحد منہما" کو دیکھنا کہ یہ عدم ترک کی خبر ہے، اور ائمہ و مشائخ کی عبارت میں اخبار وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔"

ینبغی للاح من الرضاع ان لا یخلو اباً ختہ من الرضاع لان الغالب هناك الوقوع فی الجماع^۱ افاد العلامة البیری ان "ینبغی" معناہ الوجوب هنا^۲ (الشامی) وکملہ من نظیر۔

ثم ان كان هو ظاهراً فعارضه في نفس الكلام ظاهر اخر وهو النهی بصیغۃ الاخبار فانه غالباً في كلامهم لا یجانب الفعل والتروک الا ان یصرف صارف قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ صفة الصلوة مسئلۃ القراءة فی الاخریین ظاہر قول المصنف لا یزید علیہما شیئاً" یشیر الی عدم اباحة زیادة علیہما^۳ ھ وفي عید الغنیۃ الایری الی قوله لا یتروک واحد منہما فانه اخبر بعدم التروک والاخبار فی عبارات الائمة والمشاخ یفید الوجوب^۴

^۱ القنیۃ المنیۃ لتتیمم الغنیۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان باب فی الخلوة باجنوب مطبوعہ مکتبہ بھارت ص ۱۶۶

^۲ رد المحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۶

^۳ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

^۴ غنیۃ المستمل فصل فی صلوۃ العید سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۵

بحر الرائق کے باب الامامت میں ہے "مصنف کے قول" اگر عورتیں جماعت کریں تو امام ان کے بیچ میں کھڑی ہو" مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے جس پر لفظ تقف دلالت کرتا ہے تو امام آگے بڑھ کر کھڑی ہو تو نگہار ہوگی اس کی تصریح فتح القدیر میں ہے "حاشیہ خیرر ملی منحة الخالق میں باب الاذان سے تھوڑے پہلے اسبیجانی کے قول "جنازہ غروب آفتاب کے بعد لایا گیا تو پہلے مغرب کے فرض پڑھیں پھر جنازہ پڑھیں پھر سنتیں ادا کریں" پر تشریح ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم برسمیل وجوب ہے کیونکہ علت یہ بیان کرتے ہیں کہ مغرب فرض عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور یوں بھی کہ عام طور پر فقہاء کے کلام میں ایسی عبارت سے وجوب ہی مراد ہوتا ہے علامہ سید طحطاوی در مختار کے حواشی میں فرماتے ہیں: "نہایہ میں ہے کہ دائرہ ہی جب بقدر سنت لمبی ہو تو زیادہ بڑھانے کے لیے تیل نہیں لگانا چاہیے نہایہ کے اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اس نیت سے تیل لگانا مکروہ تحریمی ہے کہ ایک مکروہ تحریمی کا ذریعہ بنے گا اور اگر یہ فعل مکروہ تنزیہی ہوتا تو اس کو لفظ لا یفعل

وفي امامة البحر الرائق: قوله فان فعلن تقف الامام وسطهن افاد بالتعبير بقوله تقف انه واجب فلو تقدمت اثبت كما صرح به في فتح القدیر¹ وفي حاشية العلامة الخیر الر ملی علی البحر ثم منحة الخالق قبیل الاذان علی قول الاسبیجانی (اذا جیئ بجنازة بعد الغروب بدؤا بالمغرب ثم بها ثم بسنة المغرب²) الظاهر ان ذلك علی سبیل الوجوب لتعليلهم بان المغرب فرض عین والجنازة فرض كفاية ولان الغالب في كلامهم في مثله ارادة الوجوب تأمل³ اه وقال العلامة السيد احمد الطحطاوی في صومر حواشی الدر: وفيها (ای فی النہایة) ولا یفعل (ای الدھن) لتطویل اللحیة اذا كانت بقدر المسنون وهو یقتضی ان الدھن لهذا القصد یکرہ تحریمًا لانه یفرض الی المکر وہ تحریمًا ولا کان مکر وہا تنزیہیًا

¹ بحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی) ۲۵۱/۱

² بحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی) ۲۵۲/۱

³ منحة الخالق علی بامش بحر الرائق کتاب الصلوة (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی) ۲۵۳/۱

سے منع نہ کرتے " اور ہمارا یہ ظاہر اسمیجائی، مجتبیٰ، بنائیہ، اتقانی اور فتح القدیر کی عبارتوں کے معارض بھی نہیں (کہ یہ بے اعتبار ٹھہرے)

خامساً: یہاں ایک اور ظاہر غیر معارض بھی ہے کہ نظم، حاشیہ مراقی الفلاح، غایۃ البیان اور فتح القدیر میں ہے کہ لفظ کراہت مطلقاً بولا جائے تو کراہت تحریمی مراد ہوگی ہاں کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اور بات ہے امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حدیقۃ ندیہ باب آفات الیدین میں رقمطراز ہیں "لفظ کراہت مطلق بولا جائے تو شوافع کے نزدیک کراہت تنزیہیہ پر محمول ہوگا اور ہمارے مذہب (احناف) میں تحریمی پر۔"

سادساً: مسجد میں اذان دینے میں بارگاہ الہی کی بے ادبی ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تیسرے شامہ میں بیان کریں گے تو اس سے پرہیز ضروری ہوا۔

سابعاً: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ بھی کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لیے افضل کو بھی ترک کر دیتے تھے جبکہ زمانہ رسالت میں کبھی بھی اذان کا مسجد کے اندر ہونا ثابت نہیں تو یہ

لما عبر بقوله ولا يفعل^۱ فظاهرنا هذا غير معارض من نصوص الاسبيجائي والمجتبي والبنائية والاتقاني وفتح القدیر۔

ثم ثمة ظاهر اخر غير معارض هناك وهو اطلاق الكراهية في النظم وشرح النقاية و حاشية مراقي الفلاح و غاية البيان وفتح المحقق حيث اطلق فانها كما عرف في محله اذا اطلقت كانت ظاهرة في التحريم الا بصارف وقال سيدي العارف بالله العلامة عبد الغني في الحديقة الندية من آفات اليد مانصهـ و الكراهية عند الشافعية اذا اطلقت تنصرف الى التنزيهية لا التحريمية بخلاف مذهبنا^۲۔

ثم فيه اساءة ادب بالاحضرة الالهية كما ياتي في الشامة الثالثة بعون الله تعالى فيجب التحرز عنه۔ ثم المعروف من عاداته صلى الله تعالى عليه وسلم ترك الفضيلة احياناً بياناً للجواز ولم يؤثر قط اذناً في زمنه صلى الله تعالى

^۱ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم الخ المكتبة العربية کوئٹہ ۱/ ۲۶۰

^۲ الحدیقة الندیة الصنف الخامس من الانصاف التسعة فی بیان آفات الید نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۲/ ۲۴۰

سب باتیں مل جل کر یہ ثابت کرتی ہیں کہ مسجد کے اندر اذان مکر وہ تحریمی ہے اور جس کو اس سے تسلی نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہے کہ یہ مسئلہ کراہت تحریمیہ و کراہت تنزیہیہ میں دائر ہے تو ایک امر مشکوک کو چھوڑ دینا دانشمندی ہے اور کم از کم اتنا تو ہے جس کے مانے بغیر چارہ نہیں کہ مسجد میں اذان مطلقاً مکر وہ ہے اور اہل عقل کے لیے ممانعت کا اتنا حکم ہی کافی ہے۔	علیہ وسلم دا خل المسجد فہم جموع هذا ینقدح فی الذہن انه یکرہ تحریمہا وان لم یقنع فلا اقل من ان الامر دار بین کراہتین مکر وہ قطعاً و یحتمل کراہۃ التحریم فما سبیلہ الا الترتک عند العقل السلیم ثم ان شئت فدع الاحتمال واقنع بالاجمال و قل ان الاذان فی المسجد مکر وہ منہی عنہ فان هذا القدر لا مفر منہ و فی هذا کفایۃ لا ولی الدرایۃ واللہ سبحنہ ولی الہدایۃ۔



الشامة الثالثة من مسك القرآن العظيم

(قرآن کریم کے مشک سے تیسرا شامہ)

نغمہ ۱: ہم نے اس شامہ کو یہاں تک اسے لیے مؤخر کیا کہ اس کو اختتام مشک قرآن سے ہوتا کہ اس میں رغبت کرنے والوں کی رغبت میں اور اضافہ ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز ایسے بلند نہ کرو جیسا آپس میں ایک دوسرے سے آواز بلند کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے آزمایا ہے

نغمہ ۱: اخرناها الى هنا ليكون "خُبْنُهُ مَسْكٌ" وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿١﴾ ۱۔ قال الله عز وجل: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَعْزُفُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ

^۱ القرآن الكريم ۸۳/۲۶ و ۲۷

ان لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دربار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی طرف رہنمائی کی کہ اس بارگاہ میں بلند آوازی جائز نہیں اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے اور وہاں پست آوازی پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

اور شبہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت و اجلال کے لیے ہے (صلی اللہ تعالیٰ وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب و احترام تو اس سے بدرجہا اعلیٰ و اہم ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس نے نہ سنا: "قیامت کے دن دربار الہی میں ساری آوازیں سہمی ہوں گی اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سن نہ سکو گے۔" مسجد اللہ تبارک و تعالیٰ کا دربار عالی ہے، واللہ العظیم اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہو نا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کر کے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے تو اجازت یافتہ انسانوں کے علاوہ (یعنی قاری اور خطیب) کسی کی آواز نہ نکلے پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سنا جاسکے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱﴾ "ارشدنا القرآن الکریم الی ادب حضرة الرسالة وانه لا يجوز رفع الصوت فيها و اوعده عليه الوعيد الشديد ان فيه لخشية حبط الاعمال والعباد بآلة الله تعالى وندب الی غض الصوت عنده ووعده عليه الوعد الجميل مغفرة من الله واجر عظیم۔

ولا شك ان ليس ذلك الا لهيبة المقام واجلال صا حبه صلى الله تعالى عليه وسلم فالحضرة الا لهية احق واعظم الم تسمع ربك عز وجل يقول "وَحَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا" ﴿۲﴾ وما المصلى الا حضرة العلى الاعلى عزو علا وتبارك وتعالى فلعمري لو يتذكر الناس حين حضورهم المساجد قيامهم بين يدي ربهم عز وجل يوم القيامة واستحضر واعظمة المقام وتفظنوا اين هم وبين يدي من هم لخشعت الا صوات للرحمن فلا يكاد يخرج صوت الا من اذن له الرحمن وقال صوابا كالقارى و

^۱ القرآن الکریم ۳۹/۳ و ۲

^۲ القرآن الکریم ۲۰/۱۰۸

اسی لیے احادیث کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔

الخطیب فكان الاصل في المساجد فيما لم يرد به الاذان ان لا تسمع الا همسا ولذا اتت الاحادیث عنه تنهی عن رفع الصوت فيها:

بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں زور سے چھینکنے کو ناپسند جانتے بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ مشائخ نے کہا مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ ہے لہذا وہ غیر عبادت کا محل نہ ہوگی سوائے اس کے جو انھوں نے درزی کے بارے میں کہا کہ جب وہ مسجد میں مصلحت کے لیے وہاں بیٹھے یعنی مسجد کی حفاظت اور بچوں کو مسجد سے دور رکھنے کے لیے تو اس ضرورت کے تحت اس کے لیے مسجد میں بیٹھ کر سلامی کرنے میں حرج نہیں اور وہ کپڑوں کو تہہ کرتے وقت انھیں سختی سے نہ جھاڑے انتی اور بسا اوقات کپڑوں کو لپیٹتے وقت ان پر ہاتھ مار کر سیدھا کرتے ہوئے آواز پیدا ہو جاتی ہے جس سے انہیں منع کیا گیا ایسے ہی وہ شخص جو ادب کو پہچانتا ہے اور جو باادب نہیں اس کا کوئی دین نہیں ہم اللہ سے اچھی توفیق کے طلبگار ہیں (ت)

عہ: وللبیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ علیہ عنہ کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ العطسة الشدیدة فی المسجد^۱، وفي البحر الرائق وغيره: قالوا ولا یجوز ان تعمل فیہ الصنائع لانه مخلص لله تعالیٰ فلا یكون محلا لغير العبادۃ غیر انھم قالوا فی الخیاط اذا جلس فیہ مصلحتہ من دفع الصبیان وصیانة المسجد لا بأس بہ للضرورة ولا یدق الثوب عند طیہ دقا عنیفاً^۲ انتھی وماذا عسی ان یر تففع صوت الثوب بضر ب الید علیہ عند طیہ یستوی وقد نہوا عنہ۔ وكذلك من یعرف الادب ولا دین لمن لا ادب له نسال اللہ حسن التوفیق منه عفی عنہ۔

^۱ شعب الایمان فصل فی خفض الصوت بالعطاس حدیث ۹۳۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲/۷

^۲ بحر الرائق کتاب الصلوة فصل لما فرض من بیان الکراہیۃ فی الصلوة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵/۱۲

ابن ماجہ نے واثلہ بن اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید و فروخت، لڑائی جھگڑا اور بلند آوازی سے محفوظ رکھو"	(۱) ابن ماجہ عن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و شرعاءکم و بیعکم و خصو ماتکم و رفع اصواتکم^۱
ابن عدی اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی وابن عساکر نے مکحول سے انہوں نے واثلہ سے اور ابوالدرداء اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی "اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور بے نیام تلواریں، حدیں قائم کرنے اور جھگڑنے سے محفوظ رکھو۔"	(۲) وابن عدی والطبرانی فی الکبیر والبیہقی وابن عساکر عن مکحول عن واثلہ وابی الدرداء وابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و سل سیوفکم و اقامة حدودکم و رفع اصواتکم و خصو ماتکم^۲
(۳) عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں محمد ابن مسلم، عبد بہ ابن عبد اللہ مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم روایت کی "اپنی مسجدوں کو اپنے پاگلوں، بچوں اور آواز بلند کرنے، تلواریں بے نیام کرنے بیج و شراء اور حدود قائم کرنے اور جھگڑوں سے محفوظ رکھو۔"	(۳) عبد الرزاق فی مصنفه قال حد ثنا محمد بن مسلم عن عبد ربه بن عبد الله عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبوا مساجدکم مجانینکم و صبیانکم و رفع اصواتکم و سل سیوفکم و بیعکم و شرائکم و اقامة حدودکم و خصو متکم^۳

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب یکرہ فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

^۲ کنز العمال بحوالہ عدو طوب و ق و کر عن مکحول عن واثلہ وابی الدرداء وابی امامہ حدیث ۲۰۸۳۴ / ۷۰، تاریخ دمشق الکبیر

ترجمہ العلاء بن کثیر ۵۵۸۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰ / ۱۵۳، المعجم الکبیر حدیث ۷۰۱ / ۷۰، المكتبة الفیصلیة بیروت ۱۵۶/۸

^۳ المصنف لعبد الرزاق حدیث ۷۲۶ / ۷۰، المكتبة الاسلامی بیروت ۴۲ / ۴۱ - ۴۲

(۴) امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عبید اللہ بن ابی حفص سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند پہنچائی کہ آپ نے فرمایا کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دیا اور مسجد کو اچھی طرح آباد کیا تو بدلہ میں اس کا جنت کا تحفہ ملے گا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کو اچھی طرح آباد کرنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا اس میں آواز بلند نہ کرو اور یادہ گوئی میں مبتلا نہ ہو۔"	(۴) والامام ابن المبارک عن عبید اللہ بن ابی حفص یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من اجاب داعی اللہ واحسن عمارۃ مساجد اللہ کانت تحفته بذلك من اللہ الجنة قبل یا رسول اللہ ما احسن عمارۃ مساجد اللہ قال لا یرفع فیہا صوت ولا یتکلم فیہا بالرفث^۱
(۵) امام مالک اور امام بیہقی رحمہما اللہ سالم ابن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے پہلو میں ایک کشادہ جگہ نکال دی تھی جسے بطیحاء کہا جاتا تو آپ فرماتے جسے بیفائدہ بات کرنی ہو یا شعر پڑھنا ہو یا آواز بلند کرنی ہو تو اس احاطہ میں آجائے۔" (۶) امام ابن مبارک و ابراہیم بن سعد نے اپنے نسخہ میں سعید بن ابراہیم عن ابیہ روایت کی "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کی آواز مسجد میں سنی تو فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں ہے تجھے معلوم نہیں کہ تو	(۵) امام مالک والبیہقی عن سالم بن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی الی جانب المسجد رحبة فسمیھا البطیحاء فکان یقول من اراد ان یلغظ و ینشد شعرا او یرفع صوتا فلیخرج الی هذا الرحبة^۲ (۶) والامام ابن المبارک و ابراہیم بن سعد فی نسخه عن سعید بن ابراہیم عن ابیہ قال سمع عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوت رجل فی المسجد فقال اتدری این انت

^۱ کنز العمال بحوالہ ابن مبارک عن عبید اللہ حدیث ۲۰۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۷۷۱

^۲ مؤطا لامام مالک کتاب قصر الصلوۃ فی السفر باب جامع الصلوۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۲

اتدري اين انت كره الصوت¹ وقد تقبلها ائمه الامة بالقبول حتى ان فقهاء نصوصا على كراهة رفع الصوت في المسجد بالذكر الا للمتفقه كما في الدر المختار² وغيره من معتمدات الا سفار فاذا كان هذا في الذكر فما ظنك بما ليس بذكر خالص كالاذان لاشتماله على الحيعلين قال الامام العيني في البناءية شرح الهداية فان قلت الاذان ذكر فكيف يقول انه شبه الذكر وشبه الشئ غير ه قلت هو ليس بذكر خالص على ما لا يخفى انما اطلق اسم الذكر عليه باعتبار ان اكثر الفاظه ذكر³ اه وفي البحر الرائق عن المحيط تحت قول الكنز يستقبل بهما القبلة ويلتفت يميناً وشمالاً بالصلاة والفلاح لانه في حالة الذكر والثناء على الله تعالى والشهادة له بالوحدانية ولنبية صلى الله تعالى عليه وسلم بالرسالة فالاحسن ان يكون مستقبلًا فاما الصلوة والفلاح دعاء الى	کہاں ہے آپ نے آواز کو ناپسند کیا۔" اس حدیث کو ائمہ نے قبول کیا۔ اور فقہاء نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا بھی مکروہ ہے ہاں اہل فقہ کی دینی بات چیت کا استثناء ہے ایسا ہی در مختار وغیرہ کتب فقہ میں مرقوم ہے تو جب ذکر الہی کا یہ حال ہے تو اذان جو خالص ذکر بھی نہیں کیونکہ اس میں حیعلین تو نماز کا بلاوا ہے امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا "اگر یہ شبہ ہو کہ اذان تو ذکر ہے اس کو ذکر کے مشابہ قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مغایرت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ اذان ذکر خالص نہیں ہاں اس کے بیشتر الفاظ ضرور ذکر ہیں اسی کا لحاظ کر کے اس کو ذکر کہا جاتا ہے۔" کنز کے قول "کلمہ شہادت کے وقت قبلہ کا استقبال اور صلاۃ و فلاح کے وقت دائیں بائیں مڑیں" کی تشریح میں بحر الرائق نے محیط سے نقل کیا "اذان میں کلمہ شہادتین حالت ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ہے اور اس وقت استقبال قبلہ ہی منا سب ہے اور صلاۃ و فلاح میں نماز کی طرف بلانا ہے۔"

¹ الزبد لابن المبارك باب فضل المشي الى الصلوة والجلوس في المسجد دار الكتب العلمية بيروت ص ۱۳

² الدر المختار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

³ البناءية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الاذان المكتبة الامداية مكة المكرمة ۱/ ۵۵

تو اس وقت یہی اچھا ہے کہ بلانے والا بلائے ہوؤں کی طرف متوجہ ہو۔" صلوۃ مسعودی میں ہے کہ بیشک اذان مناجات بھی ہے اور بلا وہ بھی مناجات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جبکہ بلا وہ میں لوگوں کو پکارنا ہے، مومن جب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہوتا ہے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور جب بلا وہ پر پہنچتا ہے تو اپنا چہرہ گھماتا ہے پھر شیخ ابوالقاسم صفار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نماز کی طرف دعوت دینا منادات ہے اور باقی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اذان اول سے آخر تک نماز کی طرف دعوت ہے پھر فرمایا ظاہر الروایہ یہ ہے کہ موزن جب "حی علی الصلوۃ" کہے تو سننے والا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کہے اور جب موزن "حی علی الفلاح" کہے تو سننے والا کہے "ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن" شیخ الاسلام برہان الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بندہ جب ذکر رحمان میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے پھر جب مخلوق کو ندا کرتا ہے تو شیطان لوٹ آتا ہے پھر جب کہا جاتا ہے "لا حول ولا قوۃ الا باللہ"	الصلوۃ واحسن الداعی بان یكون مقبلا علی المدعوین¹۔ وفی صلوۃ المسعودی رحمہ اللہ تعالیٰ: ان فی الاذان مناجاة و مناجاة المناجاة ذکر اللہ تعالیٰ والمناجاة نداء الناس وما دام فی ذکر اللہ یتقبل القبلة واذابلیغ المناجاة یحول وجہہ ثم قال الشیخ ابوالقاسم الصفار رحمہ اللہ تعالیٰ الدعاء الی الصلوۃ مناجاة و باقیہ ذکر اللہ تعالیٰ لکن ظاہر الروایة ان الاذان کله من اولہ الی اخر دعاء الی الصلوۃ ثم قال ظاہر الروایة ان الموزن اذا قال حی علی الصلوۃ یقول المستمع لا حول ولا قوۃ الا باللہ فاذا قال حی علی الفلاح ویقول المستمع "ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن" قال شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ما کان العبد فی ذکر الرحمن یفر الشیطان فاذا جاء نداء الخلق یعود فذا قیل "لا حول ولا قوۃ الا باللہ"

¹ بحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الاذان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۸

مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ "یفر^۱ انتھی ملتقطاً مترجماً۔

وَاِذَا كَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ وَلَمْ يَرِدْ فِي الشَّرْعِ الْاِذْنَ بِالْاِذَانِ
فِي الْمَسْجِدِ كَانَ دَاخِلًا تَحْتَ النَّهْيِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ۔

نفعہ ۲: نَسَمِعَ رَبَّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَعْا تَب قَوْ مَا

اِذْ يَقُولُ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ "اِذَا فَرَّقْتُ مِنْهُمْ يَحْشُونَ النَّاسَ

كَحَشِيَةِ اللَّهِ اَوْ اَسَدًا حَشِيَّةً"^۲۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ

"قَالَ اللَّهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" ^۳ وَلَقَدْ عَلِمَ

مَنْ غَشَى ابوابَ السُّلْطَانِ اَنَّهُ اِذَا كَانَ قَوْمًا خَارِجَ

الْحَضْرَةِ وَاَمْرَ الْمَلِكِ بَدَعَتْهُمْ لَمْ يَكُنْ لِلْحَجَابِ اَنْ

يُنَادُوهُمْ فِي الْحَضْرَةِ بَلْ يَخْرُجُونَ فَيُنَادُونَ وَلَوْ قَامُوا

عَلَى رَأْسِ السُّلْطَانِ وَجَعَلُوا يَصِيحُونَ بِالْبَدَاءِ لَا سَاوًا

الْاَدَبِ وَاسْتَجْلَبُوا الْغَضَبَ وَاسْتَحَقُّوا التَّأْدِيبَ وَمَنْ

لَمْ يَرِ الْمُلُوكَ فَيَنْظُرْ قِضَاءَ بِلَادِنَا كَفَّارَهُمْ وَمُسْلِمُو

هُمْ اِذَا اَمْرٌ وَاِبْنَاءُ الْخُصُومِ اَوَالِ الشُّهُو دَلِمَ تَقْدَرُ

الْاِعْوَانِ اِنْ

مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ "تو شیطان پھر بھاگ جاتا ہے انتہی التقاط مترجماً۔

پس جب صورت حال یہ ہے اور شریعت مقدسہ میں مسجد کے اندر اذان دینے کا ثبوت نہیں تو اذان مسجد ممنوع ہوگی ہمارا یہی کہنا ہے۔

نفعہ ۲: اللہ تبارک و تعالیٰ ایک قوم کی حالت بیان کرتا ہے،

"ایک گروہ آدمیوں سے خدا سے ڈرنے کی طرح ڈرتا ہے بلکہ

اس سے بھی زیادہ خوف کھاتا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"حالانکہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ سے ہی سب سے زیادہ ڈرنا

چاہیے اور جو آدمی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دیتا ہے خو

ب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص دربار کے باہر رہتا ہے اور با

دشاہ اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے تو درباران دربار کے اندر سے ہی

اسے پکارنے نہیں لگتے بلکہ باہر نکل کر آواز دیتے ہیں اگر یہ

دربار بادشاہ کے سر پر ہی کھڑے ہو کر چلانے لگیں تو بے

ادبی کے مرتکب ہوں گے بادشاہ کے غضب کے مستحق اور سزا

کے مستوجب ہوں گے۔ اور جو بادشاہوں کے دربار میں نہ جا

سکا ہو تو وہ ہمارے علاقہ کے ججوں کی کچہری میں حاضر ہونے

مسلمان ہوں یا غیر مسلم وہ دیکھے گا کہ جج گواہوں یا مدعی

و

^۱ صلوة السعدی باب بست ویکم در بیان باتگ نماز در مطبع محمدی بمبئی ۱۲/ ۹۰

^۲ القرآن الکریم ۱۳/ ۷۷

^۳ القرآن الکریم ۱۳/ ۹

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخْرُجُوْا مِنْ دَارِ الْقَضَاۤءِ ۚ بَلْ یَخْرُجُوْنَ خُرُوْجًا فِیْ دَعْوٰی وَهٰذَا مَشْهُوْهُ دَکُلْ یُّوْمٍ وَمِنْ اَنْکَرِ کُوْنِهٖ اِسْاَءَةٌ اَدْبٍ فَلِیَجْرِبَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَلِیَقْمَ بَیْنَ یَدَیْ حَاکِمِهِمُ الْمَسْیُ عِنْدَهُمْ جَج-و یرفع صوته ییا فلان یا فلان لناس خارج المكان فسیری ما یبدل البیان با لعیان وما ذلک الا لادب المقام وخشية الحکام "قَالَ اللهُ اَحَقُّ اَنْ تُخْشَوْهُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" ١ کیف ان امثال الامور البنية على الاجلال- المبنية من الادب انما تحال على الشاهد فیما لم یرد به النص. و الشاهد ههنا ما ذکرنا فوجب المصیر الیه وکان نداء الغائبین قائما فی حضرة المصلی اساءة ادب بالحضرة الا على وقلة خشية من الله تعالى۔

اما ما قلنا من الاحالة على الشاهد فشیء یشهد به العقل السليم والقلب الحاضر ومن تتبع وجد شواهد كثيرة فی کلام الاجلة الاکابر من ذلك قول الامام المحقق على الاطلاق فی فتح القدير: الثابت هو وضع

مدعا علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیتے ہیں تو چہر اسی انہیں کچہری کے کمرہ کے اندر سے نہیں بلاتے بلکہ دروازہ کے باہر کر پکارتے ہیں یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور جو اس کے بے ادبی ہو نے میں شبہ کرے وہ خود ہی اس کا تجربہ کرے کہ جج کے سامنے کھڑے ہو کر فلاں حاضر ہو فلاں حاضر ہو پکارنے لگے تو ہمارا بیان اس کے لیے مشاہدہ میں تبدیل ہو جائے گا تو اس کا سبب کچہری کا ادب اور حکام کا خوف ہی ہے پس اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہیے اور اس قسم کے امور تعظیم و اظہار ادب میں جہاں کوئی شرعی حکم منصوص نہ ہو معاملہ مشاہدہ پر ہی موقوف ہوتا ہے اور مشاہدہ کا حال ہم بیان کر چکے تو اسی کی طرف پلٹنا چاہیے اور غائب مصلیوں کو مصلی کے اندر کھڑے ہو کر پکارنے کو بارگاہ الوہیت میں بے ادبی ہی تصور کرنا چاہیے۔"

¹ القرآن الكريم ٩ / ١٣

(کہ قیام کی حالت میں) دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے یہ امر کہ وہ ناف کے نیچے ہو یا سینہ کے نیچے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس پر عمل واجب ہو تو اس معاملہ کو مشاہدہ پر محمول کرنا چاہیے کہ حالت تعظیم میں جہاں ہاتھ باندھنا معلوم و مشہور ہو وہی اختیار کیا جائے اور یہ زیر ناف ہے۔

انہی نظیروں میں سے حضرت محقق کا یہ قول بھی ہے جس کی ان کی شاگرد ابن امیر الحاج نے تحسین بھی کی ہے دعا میں گلے بازی (گانا) کو میں جائز تصور نہیں کرتا جیسا کہ آج کل کے قاری کرتے ہیں اور یہ فعل ایسے لوگوں سے بھی صادر ہوتا ہے جو سوال اور دعا کے معنی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور مذاق ہے اگر مشاہدے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی سائل جو بادشاہ سے اپنی حاجت کی درخواست کر رہا ہو اپنے سوال کو گویوں کی طرح گا کر آواز کی بلندی اور پستی گنگری اور آواز کی آرائش کے ساتھ مانگے تو ایسے سائل کو کھیل اور مذاق کی تہمت دی جائے گی کہ مقام الحاج و زاری کا ہے نہ کہ گانے کا۔

البیہنی علی الیسری و کونہ تحت السرة والصدر
کما قال الشافعی لم یثبت فیہ حدیث یوجب العمل
فی حال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم
فی القیام والمعهود فی الشاہد منه تحت السرة¹

ومن ذلك قوله ایضاً واستحسنه تلمیذہ المحقق ابن
امیر الحاج الحلبي جدا مانصه لا اری تحریر النغم
فی الدعاء کما یفعله القراء فی هذا الزمان یصدر من
فہم معنی الدعاء والسؤال وما ذلك الا نوع لعب فانه
لو قدر فی الشاہد سائل حاجة من ملک ادی سواله
بتحریر النغم فیہ من الرفع والخفض والتغریب
والرجوع کا لتغنی نسب البنتۃ الی قصد السخریة
واللعب اذ مقام طلب الحاجة التضرع لا التغنی²۔

¹ فتح القدیر کتاب الصلوۃ صفة الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۲۴۹

² فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الامامة مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۳۲۲

حلیہ میں اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا: حضرت محقق نے بہت عمدہ توضیح و افادہ فرمایا۔ اس قسم کی بہت سی نظیریں فتح القدر حلیہ اور غنیہ وغیرہ میں ہیں بلکہ میرا کہنا تو یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس طرف رہنمائی ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تم اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی شرم کرو جیسے اپنے خاندان کے دو نیک مردوں سے شرم کرتے ہو" اس حدیث کو ابن عدی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور سے روایت کی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافرمان ہے "اللہ تعالیٰ کو اس کا زیادہ حق ہے کہ آدمی اس سے انسانوں کی بہ نسبت زیادہ شرم کرے۔" اس حدیث کو احمد و ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور نسائی اور ابن ماجہ اور حاکم نے معاویہ ابن حیدہ سے روایت کیا۔	قال في الحلية وقد اجاد رحمه الله تعالى فيها اوضح و افاد¹ اه ومن ذلك اشياء فيه وفي الحلية والغنية وغيرها قلت ارشد اليه حديث "استحيى الله استحياءك من رجلين من صالح عشيرتك رواه ابن عدی² عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔" وحدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اللہ احق ان یستحی منه من الناس۔" رواہ احمد³ و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ و الحاکم عن معاویة بن حیدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

² الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن الزبیر الشامی دار الفکر بیروت ۲/ ۵۶۰

³ جامع الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی حفظ العورة اثنین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۱، سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب التستر عند الجماع (بیچ ایم

سعید کمپنی کراچی ۱۳۹، سنن ابی داؤد کتاب الحمام باب فی التعری آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۱

وحدیث "اذا صلی احد کم فلیلبس ثوبیه فان الله احق من یزین له" رواه الطبرانی^۱ فی الاوسط والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد اوضحہ ابن عمر اذ کسانا فعا ثوبین و هو غلام قد خل المسجد فوجدہ یصلی متوشحاً به فی ثوب فقال ألیس لك ثوبان تلبسهما؟ ارایت لو انی ارسلتک الی وراء الدار لکننت لابسهما؟ قال نعم قال فالله احق ان تتزین له امر الناس فقال بل الله رواه عبد الرزاق^۲ عن نافع۔

نفعہ ۳: قال البولی تبارک وتعالیٰ

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ غَيْرِ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا"

اور یہ حدیث: "نماز پڑھو تو پورے لباس میں کہ اللہ کے لیے زینت و آرائش کا سب سے زیادہ حق ہے" اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس کی وضاحت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہوئی کہ انہوں نے اپنے غلام نافع کو دونوں کپڑے پہنائے (یعنی مکمل جوڑا دیا) پھر انہیں مسجد کے اندر ایک ہی چادر میں لپیٹا ہوا دیکھا تو فرمایا کیا تمہارے پاس پہننے کے لیے پورا جوڑا نہیں ہے اگر میں تم کو گھر سے باہر کسی کام لے لیے بھیجتا تو مکمل جوڑا پہن کر جاتے یا ایک چادر لپیٹ کر؟ حضرت نافع نے جواب دیا ضرور پورا لباس پہنتا اس پر ابن عمر نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لیے زینت کی جائے حضرت نافع کو اقرار کرنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ۔ اسے عبد الرزاق نے نافع سے روایت کیا۔

نفعہ ۳: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! دوسرے کے گھر میں بے اُس پیدائے اور گھر والوں کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہو

^۱ المعجم الاوسط حدیث ۹۳۶۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۰/۱۷۰ السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب ما یستحب للرجل ان یصلی فیہ من

الثیاب دائرۃ المعارف العثمانیہ وکن ۲/۲۳۶

^۲ المصنف لعبد الرزاق کتاب الصلوٰۃ باب ما یکفی الرجل من الثیاب حدیث ۱۳۹۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۵۸

یہ تمھارے لیے بہتر ہے تاکہ نصیحت حاصل کرواگر کسی کو گھر میں نہ پاؤ تو جب تک اجازت نہ ملے گھر میں داخل نہ ہو۔
اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے انسانوں کے گھر میں بے اذن و انس داخلہ ممنوع فرمایا اور مسجدیں اللہ رب العزت جل و علا کے گھر ہیں۔ طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا "روئے زمین پر مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا کہ اس میں زیارت کو آئیوالوں

ذَلِكُمْ حَيْثُ كُنْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٠﴾ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ^۱

نہی اللہ سبحنہ عن دخول الانسان في بيت غيره
بغير اذنه (تسانسوا^۱ تستاذنوا) والمساجد بيوت
ربنا عزوجل اخرج الطبرانی في الكبير عن ابن
مسعود رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم ان بيوت الله في الارض المساجد

آیت کریمہ میں دو^۲ امر ہیں: (۱) استیذان (۲) سلام استیذان
مساجد میں ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ رہا سلام تو نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا کے قائم مقام ہے اس لیے
کہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دائمی ہے چنانچہ مسجد میں داخل ہو
نے والے یا مسجد سے نکلنے والے ہر شخص کو حکم ہے کہ وہ یوں کہے
"بسم الله والحمد لله والسلام على رسول الله" آخر تک پوری
دعا پڑھے جو متعدد مشہور احادیث صحیحہ میں وارد ہے (۱۲) (ت)

عہ: في الآية امران الاستيذان والسلام. فالاستيذان
في المساجد كما نبين، اما السلام فأقيم مقامه السلام
على حبيبہ صلى الله تعالى عليه وسلم فإنه حاضر دائماً في
حضرتہ فأمر كل من يدخل مسجداً أو يخرج منه ان
يقول بسم الله والحمد لله والسلام على رسول الله^۲ الى آخر
الدعاء الوارد في الأحاديث الصحيحة شهيرة كثيرة^{۱۲} منه۔

^۱ القرآن الكريم ۲۴/۲۸، ۲۷

^۲ الكتاب المصنف لابن أبي شيبة حديث ۲۵۸۱۲ دار الكتب العلمية بيروت ۵/۲۵۶

کی تکریم فرمائے گا۔" ابو بکر ابن شیبہ نے اسکو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتا کر نقل کیا۔

اور امام طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول نقل کیا: "مسجدیں بناؤ اور ان سے کوڑے صاف کرو تو جو خدا کے لیے گھر بنائے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیا۔"

اور بے اجازت داخل ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اجازت کسی اور کام کی ہے اور داخل ہونے والا کسی اور کام کی غرض سے داخل ہوا اسی نکتہ کی طرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا: "جس نے کسی آدمی کو سنا کہ مسجد میں اپنی کھوئی ہوئی چیز تلاش کر رہا ہے تو دعا کرے کہ خدا کرے تو اسے نہ پائے کہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں" امام احمد، امام مسلم، امام ابو داؤد،

وان حقا علی اللہ تعالیٰ ان یکرم من زارة فيه¹ (ورواہ ابو بکر بن شیبہ عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله)

وروی الطبرانی فی الکبیر والضعفاء فی المختارۃ عن ابی قرصافۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابنو المساجد و اخرجوا القمامۃ منها فمن بنی للہ مسجد بنی اللہ لہ بیتنا فی الجنة²

وعدم الاذن فی الدخول لشیئی کما یکون برفع المقيد كذلك برفع القيد فمن اذن له بالدخول لشیئی ودخل بغيره فقد دخل بغير الاذن والیہ یشیر قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لاردها اللہ علیک فان المساجد لم تبین لهذا رواہ احمد ومسلم³ وابو داؤد ابن ماجه عن ابی هريرة

¹ کنز العمال بحوالہ طب عن ابن مسعود حدیث ۲۰۷۴۰ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/۷۵۱

² المعجم الكبير حدیث ۲۵۲۱ المكتبة الفيصلية بیروت ۳/۱۹

³ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۰، مسند امام احمد بن حنبل عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۲۰، سنن ابی داؤد کتاب الصلوة باب کراهية انشاد الضالة فیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۷، سنن ابن ماجه ابواب المساجد والجماعات باب النهی عن انشاد الضوال فی المسجد (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶)

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے روایت کیا۔ مذکورہ بالا سبھی محدثین نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے اس حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس الفاظ میں روایت کیا: "تو اسے نہ پائے تو اسے نہ پائے تو اسے نہ پائے مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں، وہ تو جس کے لیے بنائی گئی ہیں بنائی گئی ہیں۔" عبد الرزاق نے ابی بکر ابن محمد سے روایت کی: "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں کھوئی ہوئی چیز تلاش کرتے سنا تو فرمایا اے تلاش کر نیوالے! پانے والا تیرے علاوہ ہو مسجدیں اس کام کے لیے نہیں ہیں۔" اس موضوع پر حدیثیں بہت ہیں اور یہ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ تلاوت کے لیے مصحف شریف کو ڈھونڈے یا کسی کی امانت جو اس کے پاس تھی کھو جانے پر مسجد میں تلاش کرے حالانکہ ایسی چیز کا تلاش کرنا واجب ہے ارشاد الہی ہے: "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے"	رضی اللہ تعالیٰ عنہ) هم جميعاً عن بريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا وجدته لا وجدته لا وجدته¹ ته انما بنيت هذه المساجد لما بنيت له¹ ولعبد الرزاق عن ابى بكر بن محمد انه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رجلا ينشد ضالة في المسجد فقال النبي صلى الله عليه وسلم ايها الناشد غيرك الواجد ليس لهذا بنيت المساجد² والاحاديث في الباب كثيرة وهو بعبو مه يشمل من ينشد مصحفاً ليتلوه بل ومن ينشد امانة ضلت عنه مع ان انشادها واجب عليه "ان الله يامرکم ان تؤدوا الامانت

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث بریدة الا سلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۶۰، صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن نشد الضالة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰، سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب النهی عن انشاد الضالة الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶

² المصنف لعبد الرزاق حدیث ۷۲۲ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۰

کہ امانت والوں کی امانت واپس کر دو" تلاش پانے کا مقدمہ ہے اور پانا دینے کا ذریعہ، اور جو واجب کا ذریعہ ہو وہ خود واجب ہے فقہاء نے اس عموم میں ہر گمشدہ چیز کی تلاش کو داخل کیا اور کسی خاص گمشدہ کا استثناء نہیں کیا اس کا مزید ہے کہ واجب کی ادائیگی ہر چند کہ عمل آخرت ہے پر سبھی عمل آخرت کے لیے مسجد نہیں بنائی گئی۔ حضرات امام احمد و مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "یہ مسجدیں گندگی پیشاب و پاخانہ کے لیے نہیں یہ تو صرف تلاوت قرآن ذکر الہی اور نماز کے لیے ہیں۔" بخاری وابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "یہ (مساجد) تو نماز اور ذکر الہی کے لیے ہی بنائی گئی ہیں۔" امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابو ضمہ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ذکر کا ہی ذکر کیا۔	إِلَى أَهْلِهَا"^۱۔ فالانشاد مقدمة الوجدان والوجدان مقدمة الاداء والا داء واجب، مقدمة الواجب واجب، وكذلك عزم الفقهاء فقالوا كره انشاد ضالة، ولم يستثنوا منه فصلا وذلك ان اتيان الواجب ان كان من اعمال الاخرة فمال لكل عمل الاخرة بنيت المساجد انما بنيت لمابنيت له احمد و مسلم عن انس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ان هذه المساجد لا تصلح لشئ من القدر والبول والخلاء وانما هي لقراءة القران وذكر الله والصلوة"^۲ وللبخاري وابن ماجه عن ابی هريره رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انما بنى لذكر الله والصلوة"^۳ ولا حمد في الزهد عن ابی ضمرة عن ابی بکر الصديق رضي الله تعالى عنه انما بنيت للذكر"^۴۔

^۱ القرآن الكريم ۵۸/۴

^۲ مسند الامام احمد بن حنبل عن انس بن مالك المكتب الاسلامي بيروت ۳/ ۱۹۱، صحيح مسلم كتاب الطهارة باب وجوب غسل البول

الشيخ قدس سره كتب خانہ كراچی ۱/ ۱۳۸

^۳ كنز العمال بحوالہ خ عن ابی هريره حديث ۲۰۷۹۵ مؤسسة الرسالة بيروت ۷/ ۲۶۲

^۴ كتاب الزهد (امام احمد بن حنبل) زهد ابی بکر حديث ۵۸۹ دار الكتاب العربي بيروت ۳/ ۲۵۸

وفی مسند الفردوس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کلام فی المسجد لغوا الا القرآن و ذکر اللہ تعالیٰ و مسالۃ عن الخیر او اعطاء^۱۔

وقد علمت ان لیس الاذان خالص ذکر ولو کان المسجد یبنی له لاتی الشرع بایقاعہ فیہ ولنقل ولو مرۃ و کیف یعقل ان شیئاً بنی له المسجد لا یفعل فیہ قط علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبقا ل فیہ ایضاً ان المساجد لم تبن لہذا کیف والاذان للذ عاء الی الحضرة والحضرة لا تبني لنداء الناس الیہا و فیہا، واللہ الموفق فہذا ما ظہر للعبد الضعیف من الکلام المجید والحديث الحبیذ والفقہ السدید وحلہ کما تری واضح بلا امتراء وان کان اخرہ من قبیل المتابعات والشواہد ولكن کله لمن تحلی با لانصاف ہیہات لما یقنع الکابر ویقنع الاعتساف

مسند الفردوس میں بروایت ابو ہریرہ مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد کے اندر تلاوت کلام اللہ، ذکر الہی اور بھلائی سے سوال اور اس کو دینے کے علاوہ ہر بات لغو ہے۔"

یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ اذان خالص ذکر الہی نہیں اگر مسجد اس کے لیے بنی ہو تو شرع شریف مسجد کے اندر اذان کا حکم فرماتی اور اس پر عمل درآمد ایک بار ہی سہی مروی ضرور ہوتا بھلا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ جس کام کے لیے مسجد کی تعمیر ہوئی وہی مسجد میں کبھی نہ ہوا نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں نہ خلفائے راشدین کے عہد میں تو یہی کہا جائیگا کہ مسجد اس کے لیے بنائی ہی نہیں گئی اور ایسا ہوتا بھی کیسے یہ تو دربار الہی کی حاضری کا اعلان ہے اور دربار اعلان کے لیے نہیں ہوتا اعلان تو دربار کے باہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اس ضعیف بندے پر کلام مجید حدیث مقدس اور فقہ مبارک سے یہی ظاہر ہوا باتیں سب کی سب ظاہر ہیں اگرچہ اخیر میں ہم نے شواہد اور متابعات سے کام لیا لیکن یہ سب بھی اہل انصاف کے نزدیک قطع مکابرہ اور دفع زیادتی کے لیے کافی ہے

^۱ الفردوس بما ثور الخطاب حدیث ۶۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۵۸

و نسال اللہ العفو والعافیة والرحمة الکافیة والنعمة الوافیة والعیشة الصافیة، والحمد لله رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ و بآرک وسلم علی سیدنا محمد والہ و اہلہ و حزبہ اجمعین۔	میں اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت رحمت کاملہ اور نعمت متکاثرہ اور عیش صافیہ کا طالب ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد ہے اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب اور ان کے گروہ سب پر درود سلام ہو۔



الشامة الرابعة من عود احراق الخلاف

(اختلاف کو خاکستر کر دینے والے عود و عنبر کا چوتھا شامہ)

حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام و رحمت ہو حق و ہدایت والے بزرگوں اور بھائیوں کو معلوم ہو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے کہ معاند و ہابیہ اور انکی پیروی کرتے ہوئے ابھرتے طلبہ سب کو اس امر نے تھکا دیا کہ ایک صحیح حدیث یا فقہ کی کوئی نص صریح پیش کریں جو اذان کے مسجد کے اندر منبر سے متصل ہونے کا افادہ کرے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ باطل کو سر بلندی عطا نہیں کرتا۔ پس وہ تنکوں کا سہارا لینے لگے ان میں پا نچ باتوں میں تو سب متفق ہیں بقیہ کچھ لوگوں نے انفرادی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
ليعلم سادتنا و اخوتنا اهل الحق والهدى حفظنا
الله تعالى و اياهم عن الردى ان الوها بية العنود
ومن تبعهم من طلبة الهند بذلوا جهدهم ليخرجوا
حديثا صحيحا او نصا في الفقه صريحا يفيد ان
السنة في هذا الاذان كونه في جوف المسجد متصلا با
لمنبر كما تعود ههنا فلم يقدر روا وما كان الله ليرفع
باطل راسا فجعلوا يتشبهون بكل حشيش فخمسة
اتفقوا على الاحتجاج

بہا:

(۱) نصو صہم ان هذا الاذان بين يدي الخطيب -

(۲) وتعبير بعضهم في مسئلة ان ايجاب السعي

بالاذان الاول او الثاني هذا الاذان بالذی عند

المنبر -

(۳) وبعضهم بالذی علی المنبر -

(۴) وزعموا ان كونه داخل المسجد ملاصق بالمنبر

هو التوارث فمن احتسب لنفسه يجمل ويقول من

القديم والذی تجرأ يقول من لدن رسول الله صلى

الله تعالى عليه وسلم وخلفاءه الراشدین رضی الله

تعالى عنهم اجمعين -

(۵) وزعموا ان عليه التعامل في جميع البلدان وجميع

عليه جميع اهل الاسلام وتغرد بعضهم من بعض

بشبهات اخرى ذات عجز و بجر والعبد الضعيف

بتوفيق الملك اللطيف عز جلاله یرید ان یرسل علیها

طردا طردا ویبین عوارها فردا فردا فلنبتدی بالاول ثم

نتبعها الباقي الاذل وماتو فبقی الا بالله علیہ

بحشیش بھی کی ہیں یہ بندہ ضعیف پہلے تو پانچوں متفقہ دلائل کا

ذکر فر دافر داس کا رد کر دے گا پھر انفرادی لچر اور پوچ دلائل

کی بھی خبر گیری کریگا پہلی پانچ باتیں یہ ہیں۔

(۱) اذان جمعہ کے لیے تمام فقہاء نے بین ید یہ (خطیب کے سا

منے) کا لفظ استعمال کیا ہے جس ظاہر ہے کہ یہ اذان مسجد کے

اندر منبر سے متصل ہونا چاہیے۔

(۲) اس مسئلہ کو بیان کرتے ہو کہ جس اذان کو سن کر جمعہ

کے لیے مسجد کی طرف جانا واجب ہو جاتا ہے وہ اذان اول ہے

یا ثانی۔ بعض فقہائے یوں تعبیر کی یہ وہی اذان ہے جو عند

المنبر (منبر کے پاس) ہوتی ہے۔

(۳) اور بعض فقہاء نے علی المنبر (منبر کے اوپر) فرمایا جو

پاس سے بھی زائد قریب پر دلالت کرتا ہے۔

(۴) معاندین کا یہ گمان فاسد ہے کہ اس اذان کا مسجد کے اندر

منبر سے متصل ہونا متوارث ہے (یعنی خلفاء عن سلف ایسا ہی

ہوتا چلا آیا ہے) توارث کے بیان میں جس نے احتیاط سے کام

لیا تو اتنا کہہ کر رہ گیا کہ قدیم سے ایسا ہوتا آیا ہے اور جو جرأت

بے جا کرتا وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زما

نہ اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

تو کلت والیہ انیب۔

نفحہ ۱: قد بینا بالحدیث والفقہ ان السنۃ فی هذا الاذان کونہ بین یدی الخطیب اذا جلس علی المنبر و لكن لیس فی الفظة بین یدیہ ما یقرأ عنہم ولا ما یمیل الیہ انما مفادہا ان یکون بحذاء المنبر قبالة وجه الخطیب من دون حائل یحجبه عنه وهذا یشمل داخل المسجد وخارجہ الی حیث تبقى المحاذاة والمشاہدۃ لیس فی مفاد اللفظ اکثر من هذا غیر ان الفقہ دلنا علی ان الاذان لا یکون فی جوف المسجد ولا بعیدا منه بحیث لا یعد ابلنداء ثمة نداء الی هذا المسجد بل فی حدودہ وفنائہ وارشادنا الحدیث فتعین هذا محلا له ولنکشف الستر عن وجه التحقیق فی مفاد هذا اللفظ۔

فاقول: و بالله التوفیق۔ اللفظ مرکب و معناه الحقیقی بحسب اجزائه التركیبیة وقوع الشیعی فی

(۵) ان سب کا کہنا ہے کہ تمام ممالک میں اسی پر عملدرآمد

ہے اور تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے۔

اب میں ان پانچ متفقہ باتوں کا تفصیلی رد اور بعد میں متفرقات سے بھی تعرض کروں گا اللہ تعالیٰ سے ہی میری توفیق ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

نفحہ ۱: ہم احادیث وفقہ سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ جب امام منبر پر بیٹھے تو اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے لیکن "سامنے" کے لفظ میں مخالفین کی آنکھ ٹھنڈی کرنے والی کوئی بات نہیں بلکہ اس کا مفاد صرف اتنا ہے کہ منبر کے سامنے خطیب کے چہرے کے مقابل ہو بیچ میں کوئی حائل نہ ہو جو روئے خطیب کا آڑ بنے یہ بات مسجد کے اندر اور باہر دونوں ہی صورتوں کو شامل ہے اس حد تک کہ مشاہدہ اور مقابلہ باقی رہے اصل لفظ بین یدیہ (سامنے) کا مفاد اس کے سوا انہیں البتہ فقہ نے ہم کو بتایا کہ اذان مسجد کے اندر نہ ہونی چاہیے بلکہ مسجد سے اتنی دور ہونی چاہیے کہ مسجد میں نہ شمار کی جائے بلکہ مسجد کے حدود اور اس کی فناء میں ہو احادیث مبارکہ نے بھی اسی کی طرف رہنمائی کی ہے جس سے اس مقام کی تعیین ہوتی ہے۔

اب میں اس لفظ کی تحقیق کرتا ہوں لفظ "بین یدیہ" دو حرفوں سے مرکب ان اجزائے ترکیبیہ کے اعتبار سے اس لفظ

کے معنی حقیقی یہ ہوئے کہ "آدمی کے دونوں ہاتھ کے درمیان جو فضا ہے" چاہے وہ آدمی کے آگے کی فضا ہو چاہے پیچھے کی کیونکہ دونوں ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو ان کے بیچ میں آدمی کے دونوں پہلو اور دونوں رانیں ہوتی ہیں اور انہیں دونوں کو جب منہ کے آگے یا پشت کے پیچھے دراز کیا جائے تو پہلی صورت میں آگے کی جانب دونوں ہاتھ کے بیچ کی فضا اور دوسری صورت میں پیچھے کی جانب کی اتنی فضاء "بین دی یہ" ہے اور دونوں ہاتھ لٹکانے کی صورت میں آگے پیچھے کا سوال ہی نہیں۔

لفظ "بین ید یہ" کے معنی ترکیبی حقیقی تو یہی ہیں لیکن یہ یہاں مراد نہیں ہو سکتے اور معنی حقیقی تفصیلی چھوڑ کر دوسرے معنی اجمالی مراد ہوتے ہیں یہ اطلاق کبھی لغوی ہوتا ہے اور کبھی عرفی اپنے معنی تفصیلی کے لحاظ سے یہ دوسرے معانی اگرچہ مجازی قرار دئے جائیں لیکن استعمال کے لحاظ سے حقیقی ہوتے ہیں لفظ بین ید یہ کا بھی یہی حال ہے کہ وہ سامنے اور مقابل کے معنی میں طے ہو گیا ہے قرب کے معنی سے قطع نظر میں طے ہو گیا ہے قرب کے معنی سے قطع نظر کر کے یا اس کا لحاظ کرتے ہوئے اور اس وقت میں اس لفظ کی تفسیر لحاظ کرتے ہوئے اور اس وقت میں اس لفظ کی تفسیر حاضر اور مشاہد سے کی جاتی ہے کیونکہ رویت عادیہ کے لیے قرب و مقابلہ شرط ہے جو مرئی ہے دیکھنے کے وقت قریب

الفضاء المحصور بین هذین العضوین من المضاف سواء كان امامه او خلفه اولاً ولا والفضاء محققاً او متخیلاً فانك اذا ارسلت یديك فلیس بینهما الا جنباك وفخذاك و او ان بستطهما قبالة وجهك او وراء ظهرك فكل ما وقع فی الفضاء المحصور بهما فهو بین یديك وهو امامك فی الاول وخلقك فی الثانی ولیس امامك ولا خلفك فی صورة الارسال۔

وانت تعلم ان هذا المعنى لا مساغ له هنا بل الامر ان المركب ربما لا يلاحظ الى معاني اجزائه التفصيلية ويصير باجمله دالا على معنى اخر لغة او عرفاً فهو ان كان مجازاً له بالنظر الى مفصله يكون حقیقتاً لغویة او عرفیة فیہ باعتبار اجماله وذلك فی لفظنا هذا معنی الامام والقدر اما مطلقاً من دون تخصیص بالقرب او مع لحاظه وحينئذ یفسر بالاحاضر المشاهد لان شرط الرؤية العادیة القرب و المقابلة فكل مرئی حین هو مرئی محاذ

قریب۔

وهذا منتهى مفاد اللفظ في نفسه و اختلاف حدود القرب تنشؤ من خصوصيات المقام لانه امر اضافي مشكك متفاوت غاية التفاوت فيلا حظ لكل مقام ما يستدعي وهي دلالة عقلية من الخارج لا من اللفظ ثم توسع فيه على الوجهين واستعير ظرف المكان للزمان فأريد به الماضي اما مطلقا او قريب لان جهة المضي جهة الظهور كالامام او المستقبل كذلك لان كل آت قريب وانت منوجه الى القابل فكأنه لك مقابل وعلى هذين الوجهين ورد في القرآن العظيم و المحاورات وبهما فسرته ائمة اللغة و التفسير الاثبات و وجدت اللفظة في القرآن الكريم في ثمان و ثلاثين موضعاً في عشرين منها دلالة على القرب وفي واحد جاء على حقيقة اجزائه التركيبية و في سبعة عشر فيد القرب على تفاوت عظيم فيه من الاتصال الحقيقي الى فصل مسيرة خمسمائة سنة جعلنا ما لا دلالة فيه على القرب فريقياً والبواقي فريقياً:

بھی ہے اور مقابل بھی ہے۔

لفظ "بین یک یہ" کا اصلی مفاد یہی ہے البتہ قرب چونکہ ایک امر اضافی حد درجہ متفاوت المعنی کلی مشکک ہے اس لیے اس کے مختلف درجات میں سے کسی ایک کی تعییب مقام کی خصوصیت کے لحاظ سے ہوگی اور قرب و بعد کے مختلف مراتب پر دلالت لفظ کے تقاضا سے نہیں عقل کے تقاضا سے ہے پھر اصل میں تو یہ لفظ ظرف مکان کے لیے تھا لیکن بعد میں ظرف زمان کے لیے مستعمل ہونے لگا یا تو مطلقاً زمانہ ماضی یا ماضی قریب کے لیے کیونکہ ماضی حضور کے قریب ہے اور اسی طرح مستقبل میں بھی کہ آنے والا زمانہ بھی مقابل اور متوجہ ہے قرآن عظیم اور محاورات عرب میں لفظ "بین" ید یہ "ان دونوں معنی میں وارد ہوا مفسرین نے اسی معنی سے اسکی تفسیر کی میں تنبیع اور تلاش سے قرآن پاک میں ۳۸ جگہ یہ لفظ پایا جن میں بیس مقامات پر قرب پر کوئی دلالت نہیں اور ایک مقام پر معنی ترکیبی حقیقی کے لیے ہے اور سترہ مقامات پر قرب کے لیے۔ مگر اس قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری تک پر قرب کا اطلاق ہوا ہے ہم نے ان سب آیتوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے :

قسم اول: (۱) سورۃ بقرہ (۲) سورہ طہ (۳) سورہ انبیاء (۴) سورہ حج، ان سب سورتوں میں آیات کے الفاظ یکساں ہیں "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ" ان کے پس و پیش کا اسے علم ہے۔ (۵) سورہ مریم شریف کی آیت "لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيَنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ"۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہمارے پس و پیش اور اس کے درمیان کی حکومت۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کا علم قریب یا بعید کے ساتھ خاص نہیں۔ (۶) سورہ بقرہ میں "قَالَ نَزَّلَهُ عَلَى قُلُوبِكُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" پاک نے قرآن عظیم کو آپ کے قلب پر اتارا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔ (۷) آل عمران میں نزل علیک الکتاب بالحق مصدق لما بین ید یہ آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔ (۸) سورہ انعام میں: "ہم نے اس مبارک کتاب کو اتارا جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔"	فمن الاول (۱) قول ربنا عز وجل فی سورۃ البقرۃ^۱ (۲) فی طہ^۲ (۳) فی الانبیاء^۳ (۴) فی الحج "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ"^۴ (۵) فی مریم "لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيَنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ"^۵۔ فعلم الله تعالى وملكه لا يمكن اختصاصه بقریب او بعید سواء اخذنا الطرف مکانیا او زمانیا او لحظ معنی عام کہا ہوا الانسب بالمقام الافخم (۶) فی سورۃ البقرۃ "قَالَ نَزَّلَهُ عَلَى قُلُوبِكُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ"^۶ (۷) فی آل عمران: "نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ"^۷۔ (۸) فی سورۃ الانعام: "وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ"^۸۔

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۵۵

^۲ القرآن الکریم ۲۰/۱۱۰

^۳ القرآن الکریم ۲۱/۲۸

^۴ القرآن الکریم ۲۲/۷۶

^۵ القرآن الکریم ۱۹/۶۳

^۶ القرآن الکریم ۲/۹۷

^۷ القرآن الکریم ۳/۳

^۸ القرآن الکریم ۶/۹۴

(۹) سورہ نلس میں "یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے افتراء نہیں ہے یہ تو گزرے ہوئے کی تصدیق ہے" (۱۰) سورہ یوسف میں "یہ بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق اور ہر شئی کی تفصیل ہے" (۱۱) سورہ سبا میں کافروں نے کہا ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں نہ اس پر جو گذشتہ ہے۔" (۱۲) سورہ ملکہ میں "جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی حق ہے اور گزرے ہوئے کی تصدیق ہے" (۱۳) سورہ حم السجدہ میں "یہ عزت والی کتاب کی باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے۔" (۱۴) سورہ احقاف میں سورہ احقاف میں "اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔" (ان سب آیات میں ہے کہ قرآن عظیم گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے)	(۹) فی یونس: "وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ" ^۱۔ (۱۰) فی یوسف: "مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلٌ كُلِّ شَيْءٍ" ^۲۔ (۱۱) فی سبا: "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ" ^۳۔ (۱۲) فی الملئكة: "وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" ^۴۔ (۱۳) فی حم السجدة: "وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۚ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ" ^۵۔ (۱۴) فی الحقاف: "قَالُوا أَلَيْقَوْمًا إِنَّ سَعْيَنَا لَنُؤْمِلُ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" ^۶۔

^۱ القرآن الکریم ۱۰/۳۷

^۲ القرآن الکریم ۱۲/۱۱۱

^۳ القرآن الکریم ۳۴/۳۱

^۴ القرآن الکریم ۳۵/۳۱

^۵ القرآن الکریم ۴۱/۴۲

^۶ القرآن الکریم ۴۶/۳۰

اور بلاشبہ قرآن عظیم تمام ہی گزری ہوئی آسمانی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے قریب کی ہو یا بعید کی اور گزشتہ کتابوں میں کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ اور کافر کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے۔ (۱۵) آل عمران کی یہ آیت بھی قسم اول میں ہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے کہ "میں تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی۔" (۱۶) سورہ مائدہ کی آیت "ہم ان نبیوں کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی" (۱۷) اور سورہ صف کی آیت "میں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا، اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے،" ان آیات میں لفظ "بین ید یہ" کہ حضور پر حمل کیا جاسکتا تھا لیکن مفسرین نے اس کی	فالقرآن الکریم مصدقاً لکل کتاب الہی نزل قبلہ قریباً وبعیداً ولا یخالفہ ^۱شیعی من کتب اللہ تعالیٰ و الکفرۃ ^۲بشیعی لایومنون۔ (۱۵) ومن ذلک فی ال عمران عن عبدہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام "وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیِّنَیْ مِنْ التَّوْرَةِ" ^۱ (۱۶) فی المائدۃ "وَقَفَّیْنَا عَلَیٰ اَنَّا رَاہُمْ بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیِّنَیْ مِنْ التَّوْرَةِ" ^۲ (۱۷) فی الصف "مُصَدِّقًا لِّمَا بَیِّنَیْ مِنْ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ یَّاتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَدُ" ^۳ فما فسر وہ الا بالقبیلة حملالہ علی نظائرہ فی القرآن العزیز

عہ ۱: تیرہویں آیت کی طرف اشارہ ہے

عہ ۲: گیارہویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔

عہ ۱: ناظر الی الایۃ الثالثۃ عشر ۱۲ منہ علیہ الرحمۃ۔

عہ ۲: ناظر الی الایۃ الحادیۃ عشر ۱۲ منہ۔

^۱ القرآن الکریم ۵۰/۳

^۲ القرآن الکریم ۲۶/۵

^۳ القرآن الکریم ۶/۶۱

تفسیر من قبلہ سے کی ہے کہ ذہن کا تبادر اسی طرف ہوتا ہے۔	وهو الذي يسبق الى الفهم وان امكن حمله ههنا على الحضور۔
(۱۸) اور سورہ بقرہ میں "تو ہم نے (اس بستی کا) واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کر دیا" اس کی تفسیر بھی "اگلی اور کچھلی امتیں" کی گئی جس کا ذکر گزشتہ امتوں میں مذکور اور بعد والی قوموں میں مشہور ہوا (بیضاوی)	(۱۸) فی سورة البقرة "فَجَعَلْنَاهَا لَكُمُ آيَةً لِّمَنِ يَذِّكُّهَا وَمَا خَلَقَهَا" ^۱ اعلیٰ التفسیر لما قبلها وما بعد ها من الامم اذا ذكرت حالهم فی زبر الاولین واشتهرت قصتهم فی الاخرین (بیضاوی) ^۲
(۱۹) اور حم سجدہ میں "اور جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے" حضرت حسن بصری سے اس کی تفسیر مروی ہے کہ رسول انہیں پہلی امتوں کے حادثات اور آخرت میں آنے والے عذاب سے ڈراتے (نسفی) یا گزشتہ اور آئندہ قومیں کہ انہیں پہلوں کی خبر پہنچی اور ہود اور صالح علیہ السلام نے نہیں دعوت دیتے ہوئے متاخرین کا حال بتایا (بیضاوی)۔	(۱۹) وفي حم السجدة "ادْجَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيُّدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ" ^۳ عن الحسن انذروهم من وقائع الله فيمن قبلهم من الامم وعذاب الاخره اه (نسفی) ^۴ او من قبلهم ومن بعد هم اذ قد بلغت خبر المتقدمين واخبرهم هود و صالح عن المتأخرين داعين الى الايمان بهم اجمعين (بیضاوی) ^۵
(۲۰) سورہ احقاف میں حضرت ہود نے اپنی قوم کو مقام احقاف میں ڈرایا اور اس کے پہلے سنانے والے گزر چکے تھے اور بعد میں آئے یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد اپنی	(۲۰) فی الاحقاف "ادْأَنْذَرْتُوهُمْ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتْ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ" ^۶ قبل هود (ومن خلفه) من بعده الى اقوامهم (ان لا تعبدوا

^۱ القرآن الکریم ۲/۶۶

^۲ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیة ۲/۶۶ دار الفکر بیروت ۱/۳۳۸

^۳ القرآن الکریم ۴۱/۱۳

^۴ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الاية ۴/۱۳ دار الکتب العربی بیروت ۴/۹۰

^۵ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الاية ۴/۱۳ دار الفکر بیروت ۵/۱۱۰

^۶ القرآن الکریم ۲۶/۲۱

تو مومن کی طرف کہ سوائے خدا کے کس اور کونہ پوجو (جلالین) قسم ثانی (۲۱) سورہ اعراف میں "اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا۔" (۲۲) سورہ فرقان میں "اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا۔" (۲۳) سورہ نمل میں "یادہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیریوں میں خشکی اور تری کی، اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خو شجرہ سناتی" (ان آیات میں بین ید یہ قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے)۔ (۲۴) اعراف میں "ہم ان پر آئیں گے ان کے آگے ان کے پیچھے اور دائیں بائیں" اس آیت میں شیطانوں کو وسوسہ کا بیان ہے جس کے لیے ان کا ان لوگوں کے قریب ہونا ضروری ہے جن کو وسوسہ دیں بے اس سے خدا کی پناہ)	۱ الا اللہ (جلال^۱)۔ ومن الثانی (۲۱) فی الاعراف "وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا لِّبَنِي يَدَيِّ رَحْمَتِهِ"^۲۔ (۲۲) وفي الفرقان "وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا لِّبَنِي يَدَيِّ رَحْمَتِهِ"^۳۔ (۲۳) فی النمل "أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا لِّبَنِي يَدَيِّ رَحْمَتِهِ"^۴ (فانہا تدل علی قرب المطر)۔ (۲۴) فی الاعراف "لَا تَبْتَغِهِمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ"^۵ فلا بد للموسوس من القرب والعياذ بالله تعالیٰ۔

^۱ تفسیر جلالین تحت الایۃ ۴۶/۲۱ اصح المطابع دہلی ص ۴۱۸

^۲ القرآن الکریم ۷۷/۵۷

^۳ القرآن الکریم ۲۵/۳۸

^۴ القرآن الکریم ۷۷/۲۳

^۵ القرآن الکریم ۷۷/۱۷

(۲۵) سورہ رعد میں "اس کے نگران اس کے آگے پیچھے ہیں۔" اس آیت میں نگرانی کا ذکر ہے جو قریب سے ہوتی ہے۔ (۲۶) سورہ سبأ میں "تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان وزمین۔" اس آیت سے سماء سے مراد آسمان دنیا ہے جو نسبتہ ہم سے قریب ہے اور ہم پر سایہ لگن ہے۔ (۲۷) اس میں ہے "اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں۔" اس آیت میں بادشاہ کے حسب مرضی کام کرنیوالوں کے اس کے سامنے ہونے سے مراد اس کی نگاہ میں ہونا ہے۔ (۲۸) اسی میں "تمہارے ان صاحب میں جنوں کی کوئی بات نہیں وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔" اس میں لفظ بین یدی قیامت کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔	(۲۵) فی الرعد "لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ"^۱ فان شان الحافظ القرب۔ (۲۶) فی سبأ "أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" ^۲ "يريد سماء الدنيا المرئية لنا الا قرب الينا۔" (۲۷) فیہا "وَمِنَ الْجِبِّ مَن يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ" ^۳ (الی قوله عز وجل يَّعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُونَ مِنْ مَّحَارِبٍ وَ تَمَاثِيلٍ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَتٍ" ^۴۔ فان المقصود من العمل بين يدي الملك ان يكون بمرأى منه على وفق ما يشاء۔ (۲۸) فیہا "مَا يَصَّاخِبُكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ" ^۵ "إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ" ^۶ "دل علی قرب القیامة۔"

^۱ القرآن الکریم ۱۱/۳۱

^۲ القرآن الکریم ۹/۳۴

^۳ القرآن الکریم ۱۳/۱۲ و ۱۳/۳۴

^۴ القرآن الکریم ۲۶/۳۴

(۲۹) سور لیس میں "ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار۔" یہاں لفظ بین ایدی اتصال حقیقی کے لیے ہے تاکہ نابینائی پیدا ہو " (پناہ بخدا) (۳۰) اسی میں ہے "جب ان سے کہا گیا کہ سامنے اور پیچھے کے عذاب سے بچو۔" یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذاب سے بچو۔ یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت سے بچو (جلالین) (۳۱) حم سجدہ میں "اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے انہوں نے انہیں مزین کر دیا جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے" مابین ایدیہم سے مراد امور دنیا اور شہوتوں کی اتباع اور خلفہم سے مراد امور آخرت (جلالین) (۲۳) سورہ حجرات میں "اے ایمان والو! اللہ و رسول پر سبقت نہ کرو اس آیت میں نفی کا مفاد حکم خدا رسول سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی ممانعت ہے اور اسکی شاعت	(۲۹) فی یس "وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا" ^۱۔ هذا على الاتصال الحقيقي ليورث العلي و العباد بالله تعالى۔ (۳۰) وفيها، (وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا كَغَيْرِكُمْ) (وَمَا خَلَقَكُمْ ^۲ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ) (جلال ^۳) (۳۱) فی حم سجدہ (وَقَبَّضْنَا لَهُمْ قُرْآنًا فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَاتَّبَعَ الشَّهَوَاتِ) (وَمَا خَلَقَكُمْ ^۴ مِنْ أَمْرِ الْآخِرَةِ) (جلال ^۵) (۳۲) فی الحجرات: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ" ^۶ فان المفاد النهی عن قطع امر قبل حکم اللہ ورسولہ و تصویر

^۱ القرآن الکریم ۳۶/۹

^۲ القرآن الکریم ۳۶/۲۵

^۳ جلالین تحت الآیة ۳۶/۲۵ اصح المطابع، دہلی ص ۷۰

^۴ القرآن الکریم ۴۱/۲۵

^۵ جلالین تحت الآیة ۴۱/۲۵ اصح المطابع، دہلی ص ۹۸

^۶ القرآن الکریم ۴۹/۱

شناعة هذا المحسوس وهو تقدم العبد على مولاه في
المسير وانما يستهجن من قرب ما۔

کو محسوس کے ساتھ مثل کر کے دکھایا گیا اگر چلنے میں غلام
آقا سے آگے چلنے تو برا ہے اور یہ برائی قرب کے ساتھ ہی
مخصوص ہے۔

(۳۳) فی الحديد "يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى
نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ" ^۱ کلمة "يسعى"
تدل علی ارادة ما ينور لهم فالمدلول القرب اما النور
فمتصل حقيقة۔

(۳۳) سورہ حدید میں "اس دن تم دیکھو گے کہ مومن کہ
مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور دائیں چلے
گا۔" یہاں کلمہ "یسعی" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آگے
اور دائیں سے مراد وہ جگہ ہے جو ان کے لیے روشن کی گئی ہے
تو یہاں بین ید یہ سے مراد قرب ہے "اور نور تو مومنوں سے
متصل ہی ہوگا۔

(۳۴) فی المجادلة "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الرَّسُولُ
فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ جُؤُكُمْ صَدَقَةٌ" ^۲۔

(۳۴) سورہ مجادلہ میں ہے: "اے ایمان والو! رسول کریم
سے بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ پیش کرو۔"
(۳۵) اسی میں ہے: "بات چیت سے قبل صدقہ پیش کرنے
سے ڈر رہے ہو" ان دونوں آیتوں میں مراد تعظیم رسول
ہے تو یہ قرب سے ہی ظاہر ہوگی۔

(۳۵) فیہا "أَعَشَفْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ جُؤُكُمْ
صَدَقَتٍ" ^۳ فان المقصود تعظیم الرسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ولا يظهر الا بالقرب۔

(۳۶) سورہ ممتحنہ میں ہے: "ایسا بہتان نہ ظاہر کرو جسے تم
نے اپنے ہاتھ اور پیروں کے نیچے گاڑا ہو۔" وہ لڑکا جو دوسرے کا ہو

(۳۶) فی الممتحنة (وَلَا يَأْتِيَنَّ بِهِمَا نَقَاتُ يَوْمَ بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلِهِمْ) ^۴ ای بولد ملقوٹ ینسبہ الی الزوج

^۱ القرآن الکریم ۵۷/ ۱۲

^۲ القرآن الکریم ۵۸/ ۱۲

^۳ القرآن الکریم ۵۸/ ۱۳

^۴ القرآن الکریم ۶۰/ ۱۲

عورت اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے اور اس کو شوہر کا حقیقی لڑکا بتائے تو عورت جب بچہ جنے گی تو وہ حقیقتاً اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے بیچ میں ہوگا تو یہاں بین ید یہ کے معنی حقیقی ترکیبی مراد ہیں۔" (۳۷) سورۃ تحریم میں "ان کا نور انکے آگے آگے اور دائیں چل رہا ہوگا۔" (۳۸) سورہ جن میں "اللہ تعالیٰ علم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں کرتا ان رسولوں کے آگے پیچھے نگران چلتے ہیں۔" یعنی فرشتے جو وحی کی تبلیغ تک ان کی حفاظت کرتے ہیں یہ سب آیات واضح ہیں۔ اسی سے ہے: "ہم نے (اس بستی) کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کر دیا" مشہور اور ظاہر یہی ہے کہ مابین ید یہ اور خلفہ سے مراد وہ امتیں	ووصف بصفۃ الولد الحقیقی فان الامر اذا وضعته سقط بین یدیہا ورجلیہا (جلال^۱) فهذا علی الحقیقة التרכیبیة۔ (۳۷) فی التحریم، "نُورُهُمْ یُسْطٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ"^۲ (۳۸) فی الجن، "عِلْمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهِ اَحَدًا ۖ اِلَّا مَنِ ارٰضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ"^۳ (یجعل و یسیر (من بین یدیہ) ای الرسول (ومن خلفہم رصدا) ملئکة یحفظونه حتی یبلغه فی جملة الوحي (جلال^۴) هذه و اوضحات۔ ومنها، "فَجَعَلْنَاهَا نَکَالًا لِّمَنِائِنٍ یَدِیْہَا وَ مَا خَلْفَهَا"^۵ علی الا ظہر الا شہر ای الامم التي فی زمانہا و

^۱ تفسیر جلالین تحت الآیة ۶۰ / ۱۲ اصح المطابع دہلی ص ۴۵۸

^۲ القرآن الکریم ۶۶ / ۸

^۳ القرآن الکریم ۷۲ / ۲۶ و ۷۲

^۴ تفسیر جلالین تحت الآیہ ۷۶ / ۲۶ و ۷۲ اصح المطابع دہلی ص ۷۷

^۵ القرآن الکریم ۲ / ۶۶

پس جو اس زمانہ میں تھیں اور ان کے بعد میں (جلالین) یا جو دیہات قریب تھے اور وہ جو دور تے یا ان دیہاتوں والے (بیضاوی) ایسا ہی آیت مبارکہ "جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے اس" آیت کے معنی یہ ہیں فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے حیلے برتے (مدارک)۔ ائمہ تفسیر ولغت کا بیان یہ ہے: اصحاب،^۱ قاموس،^۲ مختار الصحاح،^۳ تاج العروس وغیرہ میں بین یدى الساعة کے معنی قیامت سے پہلے اور صراح میں آگے جانے والے اور تاج العروس میں ہے کہ بین یدى الساعة ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو۔^۴ معالم التنزیل تفسیر سورہ حجرات میں بین الیدین کے معنی آگے ہے۔ اور	بعدها (جلال^۱) اولها بحضورتها من القرى وما تباعد عنها او لاهل تلك القرية وما حواليتها (بیضاوی^۲) وكذا "اِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ"^۳ علی معنی اتوہم من كل جانب وعملوا فيهم كل حيلة اھ (مدارك^۴)۔ واما تفسیر ائمة اللغة والتفسير ففي الصحاح، والقاموس ثم مختار الصحاح وتاج العروس وغيرها "بين یدى الساعة" ای قدامها^۵ وفي الصراح "بين یدى" پیش روئے^۶ او، وفي التاج "يقال بين یدى بك بکل شیء امامك^۷ اھ، وفي معالم التنزيل من الهجرات "معنى بين الیدین الامام والقدام^۸۔ و

^۱ تفسیر جلالین تحت الاية ۲/۶۶ ص ۱۱ المطالع ويلي ص ۱۱

^۲ انوار التنزيل (تفسیر بیضاوی) تحت الاية ۲/۶۶ دار الفكر بیروت ۳۳۸/۱

^۳ القرآن الکریم ۴۱/۱۴

^۴ مدارك التنزيل (تفسیر النسفی) تحت الاية ۲/۶۶ دار الكتب العربی بیروت ۹۰/۴

^۵ تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیا (یدی) احياء التراث العربی بیروت ۱۰/۱۹

^۶ صراح باب الواو والیاء فصل الیاء مطبع مجیدی کانپور ص ۵۹۸

^۷ تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء "یدی" احياء التراث العربی بیروت ۱۰/۱۹

^۸ معالم التنزيل (تفسیر البغوی) تحت الاية ۲/۶۶ دار الكتب العلمیہ بیروت ۴/۱۸۸

الخازن میں مابین یدیدہ کے معنی جو اس کے آگے ہو۔^۹ تفسیر ابو سعود اور فتوحات البیہ میں سورۃ یونس علیہ السلام میں بین یدیدہ کے معنی "اس کے آگے" اور "جلالین" میں سورہ رعد کے لفظ بین یدیدہ کے معنی "اس کے آگے"۔ اسی "میں" سورہ مریم کے لفظ مابین ایدینا کے معنی کے ہمارے آگے۔ اسی "میں" اور "دیگر تفاسیر میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں کے لفظ مصدر قالما بین یدیدہ کے معنی اس سے پہلے کی کتابیں ہے، "انموذج جلیل" میں ۲۷ ویں آیت کے تحت ہے: مابین یدی الانسان ہر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرے پھیرے بغیر پڑے۔^{۱۵} کرنی اور "فتوحات البیہ میں اسی آیت کے تحت ہے: انسان کے مابین یدیدہ وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔" تکملہ مجمع البحار میں ہے: فعلتہ بین یدیک کا ترجمہ "میں نے اس کو تیرے حضور میں کیا"۔

الخازن من آل عمران مابین یدیدہ فہو امامہ^۱ وفي ابی السعود و الفتوحات الالہیۃ من یونس علیہ الصلوۃ والسلام "بین یدیدہ ای امامہ^۲ وفي الجلال من الرعد بین یدیدہ قدامہ^۳ وفيہ من مریم مابین ایدینا ای امامنا^۴ وفيہ وفي غیرہ من البقرۃ وغیرہا مصداقاً لما بین یدیدہ قبلہ من الکتب^۵ ثم فی الانموذج الجلیل تحت الکریم السادۃ والعشرین " مابین یدی الانسان ہو کل شیء یقع نظرہ علیہ من غیر ان یحول وجہہ الیہ^۶ وفي الکرنی ثم الفتوحات الالہیۃ ایضاً تحتہا من المعلوم ان مابین یدی الانسا ن ہو کل ما یقع نظرہ علیہ من غیر ان یحول وجہہ الیہ^۷ وفي تکملۃ مجمع البہار فعلتہ بین یدیک ای بحضر تک^۸۔

^۱ لباب التأویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۳/۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲۲/۱

^۲ الفتوحات الالہیۃ (تفسیر الجمل) تحت الآیۃ ۱۰/۳۷ دار الفکر بیروت ۳/۳۷۳

^۳ تفسیر جلالین تحت الایۃ ۱۱/۱۱۱ اصح المطابع دہلی ص ۲۰۱

^۴ تفسیر جلالین تحت الایۃ ۱۹/۲۴ اصح المطابع دہلی ص ۲۵۸

^۵ تفسیر جلالین تحت الایۃ ۲/۹ اصح المطابع دہلی ص ۱۵

^۶ الانموذج الجلیل

^۷ الفتوحات الالہیۃ (تفسیر للجمل) تحت الایۃ ۳۴/۹ المصطفی البابی حلبی مصر ۳۶۱/۳

^۸ تکملہ مجمع بحار الانوار حرف الباء "ید" مکتبہ دار سعودی عرب ۵/۳۱

اور^{۱۸} عنایۃ القاضی میں آیۃ الکرسی کے مابین ید یہ کے معنی لکھے ہیں کہ مابین ید یہ کا اطلاق امور دنیا پر ہے کہ وہ تمہارے سامنے ہیں۔ اور حاضر کی تعبیر مابین ید یہ سے کی جاتی ہے۔ اور امور آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز تمہارے پیچھے ہو۔ اور جمل^{۱۹} میں اسی آیت کی تفسیر میں مابین ید یہم کے معنی "جو حاضر و مشاہد ہو" لکھے ہیں^{۲۰} خطیب شربنی اور^{۲۱} جمل میں بین ید ی اللہ ورسولہ کے معنی "ان دونوں کے حضور کئے ہیں کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ ہمیں ید یہ ہے، اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے۔ (پوری بات آگے آرہی ہے) تو قرآن عظیم احادیث کریمہ اور قدیم وجدید ائمہ کی نصوص سے ظاہر ہو گیا کہ قول فقہاء یوزن بین ید ی الخطیب کی دلالت مسجد کے اندر ہونے پر بھی نہیں چہ جائیکہ منبر کے پاس ہو۔ اولاً: لفظ بین ید یہ افادہ قرب میں متعین نہیں جیسا کہ پہلے ذکر کی ہوئی ہیں	وفي عنایة القاضی من اية الكرسى اطلاق ما بين ايد يهم على امور الدنيا لانها حاضرة والها ضريعب عنه بذلك. وامور الاخره مستتره كما يستتر عنك ما خلفك¹ وفي الجمل منها ما بين ايد يهم اي ما هو حاضر مشاهد لهم² وفي الخطيب الشر بيني ثم الجمل (بين يدي الله ورسوله) معناه بحضرتهما لان ما يحضره الانسان فهو بين يديه ناظر اليه³ الخ "ياقي تمامه۔ فاستبان لك بالقرآن العظيم والحديث ونصوص ائمة القديم والحديث ان لا دالة اصلا لقول الفقهاء يوزن بين يدي الخطيب على كون الاذان داخل المسجد فضلا عن كونه لصيق المنبر۔ فاولاً: لا يتعين في افادة القرب كما يظهر من عشرين

¹ عنایة القاضی حاشیة الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الاية ۲/۲۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۸۰/۲

² الفتوحات الالہیہ (تفسیر للجمل) تحت الاية ۲/۲۵۵ المصطفی البابی حلبی مصر ۲۰۷/۱

³ الفتوحات الالہیہ (تفسیر للجمل) تحت الاية ۱/۱۴۹ المصطفی البابی حلبی مصر ۱۷۴/۱، السراج المنیر (الشر بنی) تحت الاية ۱۴۹/۱ نو

لکھنؤ ۶۰/۴

آیتوں سے ظاہر ہوا اور پہلے ذکر کئے ہوئے ائمہ لغت و تفسیر کی تصریحات سے ظاہر ہوا فقہاء کی غرض تو یہ بیان کرنا ہے کہ اس اذان میں مسنون خطیب کا سامنا ہے جیسا کہ نافع شرح قدوری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ جب مؤذنین خطیب کے سامنے اذان دے لیں فقہاء کو اس عبارت سے صرف سامنا بتانا ہے یہ بات کہ اذان جو جو ف مسجد میں نہ ہو نہ مسجد سے دور ہو بلکہ مسجد کے حدود و اطراف میں ہو یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو باب الاذان میں بیان کیا گیا ہے اور اس دوسرے مسئلہ سے سامنے کی دوری متعین ہوتی ہے۔

ثانیاً: اور اگر بین ید یہ کے معنی قریب تسلیم بھی کر لیے جائیں تو قرب اسی کے حساب سے ہوگا

(۱) دیکھو ایکسویں^۱ آیت میں بین ید یہ کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش آئی بلکہ اس طرح جیسا قرآن عظیم میں ہے: "ہوانے بادل کو اٹھا لیا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا تو اس سے بارش ہوئی۔"

(۲) ۲۲ ویں آیت میں آسمان کو

آیۃ تلو نا اولا و مباد ذکر نا من کتب اللغة والتفسیر سابقاً فانبأ غرضهم افادہ ان السنة فی هذا الاذان مضاً ذاة الخطیب کما قال فی النافع شرح القدوری اذن المؤذنون بین یدی المنبر ای فی حذاء^۱ اھ فھذا هو المقصود بالافادة ههنا اما ان الاذان لا یکون فی جوف المسجد ولا بعیدا عنه بل فی حدودہ وفنائہ فمسألة اخرى معلومة فی محلها وبها تتعین محل هذا المحاذاة کما قد منال۔

وثانیاً: سلمنا القرب فهو امر اضافی و قرب کل شیء بحسبہ الاتری۔

(۱) الی الایۃ الحادیۃ والعشرین دلت علی قرب المطر لکن لیس ان تھب الریاح فی نزل بل کما قال عزوجل "حَتَّىٰ اِذَا اَقْلَمْتَ سَحَابًا ثِقًا اَلَسُقْنَةُ لِبَدٍ مَّيْمَةٍ فَاَنْزَلْنَاهُ اِلَیْہِ الْمَآءَ"^۲۔

(۲) فی السادسة والعشرین

^۱ نافع شرح القدوری

^۲ القرآن الکریم ۷/ ۵۷

ہمارے قریب (بین ید یہ) بتایا اور وہ ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری پر ہے حضرت ترجمان القرآن علامۃ الکتاب افضح العرب اور اعلم القوم باللسان سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیۃ الکرسی کے یلم مابین اید یلم کے معنی زمین سے آسمان تک بتائے اور ما خلفہم کے معنی آسمان متعین فرمائے طبرانی نے سے کتاب السنہ میں روایت کیا (۳) ۲۷۷ ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے (بین ید یہ) چیزیں بناتے تھے حالانکہ وہ شیاطین تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر وہ عظیم الشان عمارتیں مجسمے اور میدانوں کی طرح وسیع و عراض لگن بڑی بڑی دیکھیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں بنا ہی نہیں سکتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں جن پر مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے تو شیطان تو ان	جعل السماء بین ایدینا و بیننا و بینہا مسیرۃ خمس مائۃ سنة و هذا ترجمان القرآن علامۃ الکتاب من افضح العرب واعلمہا باللسان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقول فی تفسیر آیۃ الکرسی یعلم ما بین ایدیم یرید من السماء الی الارض وما خلفہم یرید فی السموات (رواہ الطبرانی فی کتاب السنۃ) (۳) فی السابعة والعشرين ذکر عمل الجن بین یدی سیدنا سلیمان و هؤلاء الجن هم الشیاطین کہا قال تعالیٰ "وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ وَعَوَاصٍ" ^۲ و ما کان لہم ان یدخلوا الحضرة السليمانية ليعملوا اثمه محارب و ما ثیل و جفا ناکال جواب و قد ورر رُسیت تکفی واحدة منها الف رجل۔ وروی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن سیدنا سعید بن جبیر قال کان یوضع لسليمان عليه السلام عليه الصلوة و السلام ثلاثمائة الف كرسي فيجلس مومنو الانس مما يليه و مومنو الجن من ورائهم ^۳ اه

^۱ الدر المنثور بحوالہ الطبرانی فی السنۃ تحت الایۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۲

^۲ القرآن الکریم ۳۸/۳۷

^۳ تفسیر القرآن العظیم تحت الایۃ ۱۷/۲۷ حدیث ۱۶۱۹۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ ۲۸۵۵/۹

سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔ (۴) اٹھاؤ یوں آیت میں ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ مبعوث کئے گئے (احمد و شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو روایت کیا) اور اللہ تواللہ تعالیٰ نے آج ۱۳۳۳ھ تک امت مرحومہ کو مہلت دی اور اس کے بعد بھی یہ امت باقی رہے گی اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت باقی رہے گی اس کے باوجود یہ مہلت قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ ایک خدا کو پوجیں (احمد و ابویعلیٰ اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا)۔ (۵) انجیل "بین یدی القرآن" ہے اور ان دونوں کے بیچ میں چھ سو سال	فما كانت الشياطين الا ورا ع كل ذلك (۴) وفي الثامنة والعشرين ارشد الى ان بعثة نبينا صلي الله تعالى عليه وسلم بقرب القيامة كما قال صلي الله تعالى وعليه وسلم بعثت انا والساعة كماها تين (رواه احمد والشيخان¹ عن سهل بن سعد وهم والتر مذي عن انس رضي الله تعالى عنهما) وقد ا مهل الله الامة المرحومة الى وقتنا هذا الفاو ثلثمائة وخمسا ربعين سنة وسنزيد والحمد لله الحبيد ولم ينأف ذلك الاية ولا قوله صلي الله تعالى وسلم بعثت طين يدى الساعة بالسيف حتى يعبد الله تعالى وحده لا شريك له (رواه احمد² و ابويعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه وعلقه البخاری)۔ (۵) الانجيل بين يدي القرآن وبينهما في النزول اكثر من ستمائة

¹ صحيح البخارى كتاب الرقاق باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعثت انا الخ قدري كتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳، صحيح مسلم

كتاب الفتن باب قرب الساعة قدري كتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۶، مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالك ۳/ ۱۲۴، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۳۷ و ۲۷۵

² مسند احمد بن حنبل عن عبد الله بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۹۲ و ۵۰

سے زائد کا فاصلہ ہے ۳۱ اور توریت انجیل کے مابین یہ یہ ہے ان دونوں کے درمیان حسب روایت جمل انیس سو پچھتر ۱۹۷۵ سال کا فاصلہ ہے۔ اور یونہی توراۃ قرآن کے بھی بین یہ ہے تو توریت و قرآن شریف کا فاصلہ لگ بھگ تین ہزار سال کا ہوا۔

(۶) یہ بات یقینی ہے کہ غروب آفتاب کے وقت سمجھ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہونے والا عربی میں کہتا ہے: "الشمس بین یدی" اور فارسی میں کہتا ہے: "آفتاب پیش روئے است"، اور "ہندی میں کہتا ہے: "سو رج میرے منہ کے سامنے ہے۔" حالانکہ ان دونوں کے درمیان تین ہزار سال کی مسافت ہے اور یہی بات ثریا کی طرف رخ کر کے بھی کہتا ہے جبکہ اس کے اور ثریا کے درمیان آٹھ ہزار سال کی راہ ہے۔

(۷) انتیسویں آیت میں لفظ "بین یدیہ" سے مراد اتصال حقیقی ہے اس لیے کہ اندھا پن بے اس کے متحقق نہیں ہو سکتا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ بین یدیہ کے مدلول کی جولان گاہ اتصال حقیقی سے شروع ہو کر آٹھ ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے تو اس کی اصل حاضر و مشہود کے لیے ہے اور محل و مقصود کے لحاظ سے اس حضور میں اختلاف ہو سکتا ہے مثلاً

سنة. والتوراة بين يدي الانجيل وبين عيسى وموسى على ما في الجبل الف وتسعمائة وخمس وسبعون سنة وكذا هي بين يدي والفرقان وبين نزوليهما نحو من ثلاثة الاف سنة۔

(۶) لا یرتاب احد ان المواجه المغرب حين تدرت الشمس للغروب ان يقول ان الشمس بين يدي وبألفاً رسیة آفتاب پیش روئے من است "او بالهندیة" سورج میرے منہ کے سامنے ہے "مع ان بینہما مسیرة ثلاثة الاف سنة وكذا يقول للثریا اذا واجهها وبينهما مسیرة ثمانیة الاف سنة۔

(۷) فی الکریمة التاسعة والعشرين ارید الاتصال الحقیقی لان العی لا یحصل الا بذاک فظہر ان القلب المدلول بلفظ بین یدیہ له عرض عریض منبسط من الاتصال الحقیقی الی مسیرة ثمانیة الاف سنة۔ انما اصله الحاضر المشہود و الاختلاف لا اختلاف المحل والمقصود فمثلاً

(۱) الثریا تری من مسيرة کذا (۲) الشمس من کذا (۳) السبائة من میسرة خمسائة سنة فکان هی القرب فیہا (۴) وفي العیلة من حیث یرون فلا یفتروا ولا یزیغوا (۵) المصلی ما مور بقصر بظرة علی موضع سجود فہذا هو موضع شہود فلن یکن المرور بین ید یہ الا اذا مر بحیث لو صلی صلوۃ الخاشعین یقع علیہ نظرہ وهو المراد بموضع سجودہ کما افادہ المحققون (۶) فی قولک جلست بین ید یہ یحتاج الی قرب اکثر مایفید مجرد الابصار فانه یكون للمکالمۃ والسمع اقصر مدی من البصر والیہ اشاروا فی الکشاف و المدارک والشر بینی وغیرہا بقولہم "حقیقة قولہم جلست بین یدی فلان ان یجلس بین الجہتین المسامتین لیبینہ و شمالی قریب منہ فسمیت الجہتان یدین لکنہما علی سبت الیدین مع القرب منہما تو سعا کما یسی الشبیعی باسم غیرہ اذا

(۱) ثیریاتی دور سے (۲) اور سورج اتنی دور سے (۳) اور سیارے پانچ سو برس کی راہ سے تو ان اشیاء میں یہ قریب کہا جائے گا (۴) اور مزدوروں میں اتنی دور سے کہ نگرانی ہو سکے، مزدور سست نہ پڑیں اور کھسک نہ سکیں (۵) اور مصلیٰ کو حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہ موضع سجود پر رکھے تو اس کے موضع سجود میں اتنی ہی دوری اصل ہے اور مصلیٰ کے سامنے سے گزرنا تبھی کہا جائے گا جب گزرنے والا خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نگاہ کی زد میں آئے اور یہ موضع سجود ہی ہے جس کی تحقیقین نے تصریح کی ہے (۶) مقولہ "جلست بین ید یہ" میں مراد حدود بصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہو گا کہ یہ بیٹھنا بات چیت کے لیے ہے جس کا تعلق سماع سے ہے اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود و مختصر ہے چنانچہ کشاف، مدارک اور شری بنی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا قول "جلست بین یدی فلان" کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو مقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے ان دونوں جہتوں کو دو ہاتھ سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں ابھیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں اور یہ مجازا ہے جیسا کہ دو پاس والی چیزوں میں ایک کا نام دوسری کو

جاوڑہ^۱ وهذا هو تمام عبارة الخطيب الموعود قلت: تنبيه: وفي قولهم اولا حقيقة قولهم و اخر اتوسع اشارة الى ما قدمت من انه مجاز باعتبار معاني الاجزاء التفصيلية حقيقة باعتبار الاجمال۔ (۷) يريد رجل قراءة القرآن العظيم وهو محدث فيقول لعبدہ قم بالمصحف بين يدي فيدل على القرب محيث يمكنه القراءة منه ويختلف باختلاف نظرة حديد او كليلا واختلاف خط المصحف دقيقا و جليلا۔ وهذا ما قالوا في مصحف موضوع بين يدي المصلي، او رحل وهو لا يحمل ولا يقلب انما يقر آمنه بالنظر فيه لا تفسد في الصلوة عند هب، وعند تفسد كما في الهندية^۲ وغيرها۔	دے دیا جاتا ہے اھ" (خطیب شربنی کی یہی عبارت ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا۔) تنبیہ: اس عبارت میں اس معنی کو شروع میں حقیقی کہا اور بعد میں مجازی قرار دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے تفصیلی کے معنی کے لحاظ سے تو یہ مجاز ہے اور اجمال کے لحاظ سے معنی حقیقی۔ ایک شخص قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہے مگر خود نے وضو ہے تو وہ اپنے خادم سے کہتا ہے میرے سامنے قرآن عظیم لے کر بیٹھ جا جاؤ تو یہاں قریب سے ایسا قریب مراد ہو گا کہ پڑھنا ممکن ہو اور یہ قریب تیز نگاہی اور ضعف بصارت کے اعتبار سے مختلف ہو گا اور تحریر کے جلی اور خفی ہونے کے لحاظ سے بھی متعدد ہو گا۔ اور یہی بات مشائخ نے اس مصحف شریف کے بارے میں کہی جو نمازی کے سامنے رکھا ہوا ہے یا رحل میں ہے، نمازی نہ تو اسے اٹھاتا ہے اور نہ ہی ورق الٹتا ہے بلکہ فقط اس دیکھتا ہے اور قرأت کرتا ہے تو صاحبین کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہو گی جبکہ امام اعظم کے نزدیک فاسد ہو جائیگی جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔

^۱ تفسیر الکشاف تحت الایۃ ۱۴۹/۱ دار لالکتب العربی بیروت ۴/ ۵۰-۳۹، مدارال تنزیل (تفسیر النسفی) تحت الایۃ ۱۴۹/۱ دار

لالکتب العربی بیروت ۴/ ۱۶۵، السراج المنیر (تفسیر الشربنی) تحت الایۃ ۱۴۹/۱ نوکسور لکھنؤ ۴/ ۶۰

^۲ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الصلوة الباب السابع نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۰/۱

تم کسی کے آگے کچھ کھانے کے لیے رکھ دو تو یہ اسی حد تک ہو گا جہاں تک اس کا ہاتھ پہنچ جائے جیسا کہ حدیث بخاری جو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "میں تھوڑی سی تر کھجوریں لایا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیں جنہیں آپ نے تناول فرمایا۔" (۹) دو شخص آمنے بیٹھ کر ایک پیالے میں کھا رہے ہوں اور ان میں سے ایک شخص پیالے سے کوئی شے لے کر اپنے سنا تھی کے قریب جیسا کہ حدیث بخاری جو سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں کد و تلاش کرنے لگا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے رکھنے لگا۔ (۱۰) ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی یہ اتصال حقیقی پر محمول ہے جیسا بنا دی یہ اتصال حقیقی پر محمول ہے جیسا کہ تو نے جانا۔	(۸) تضع شیئاً بین ید ی أحد لاکله فهذا علی ما اتصل یدہ الیہ کحدیث البخاری عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جئت بقلیل رطب فوضعتہ بین ید ی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاکل^۱۔ (۹) مقاً بلان علی صحفة یا کلان منها فیأخذ احد منها شیئاً منها ویضع بین ید ی صاحبہ فهذا علی جانب الصحفة الذی یلی صاحبہ کحدیث البخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجعلت اتتبع الدباء واضعه بین ید یدیه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۲۔ (۱۰) "جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا"^۳ علی الاتصال الحقیقی کیا علت۔

^۱ صحیح البخاری کتاب الاطعمہ باب الرطب والتبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱۸/۲

^۲ صحیح البخاری کتاب الاطعمہ باب الثريد قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱۵/۲

^۳ القرآن الكريم ۹/۳۶

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب کے یہ مختلف معانی موارد اور مقامات کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان معانی پر دلالت کرنے میں خود لفظ "بین ید یہ" کو کوئی دخل نہیں اور جب صورت حال یہ ہے تو لفظ بین ید یہ سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے جس سے اذان کا منبر کے متصل یا مسجد کے اندر ہونا سمجھا جائے نہ کہ یہ حکم دیا جائے کہ اذان منبر سے لگ کر دی جائے اور چونکہ اس قرب کے مدعی وہ لوگ ہیں اور لفظ بین ید یہ سے اس مدعی پر وہی لوگ استدلال کرتے ہیں تو انہیں ہی علیحدہ سے کوئی دلیل لانی چاہیے کہ یہاں اس لفظ سے مراد یہی قرب ہے اور یہ بھلا ان کے بس کی بات کہاں! اور وہ خود یہاں بین ید یہ کے معنی متعین کرنے سے عاجز ہوں تو ہم سے دریافت کریں ہم تمہارا نہیں بتاتے ہیں کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جو اس لفظ کا مدلول ہے یعنی موجود و مسابہ جسے دیکھنے کے لیے چہرہ دائیں یا بائیں موڑنے کی ضرورت نہ پڑے قرب کے تمام افراد میں یہی معنی مشترک ہے اور اس معنی پر اضافہ تو موقع استعمال کی خصوصیت سے مستفاد ہوتا ہے جو مسئلہ دائرہ میں مسجد کی باہری حدیں اور بیرونی صحن ہے بات مکمل ہو گئی اور مسلک حق مؤید باللیل ہو گیا اللہ تعالیٰ کا

وباً لجملة كل هذه الاختلافات انما تنشؤ من اختلاف المقامات ولا دلالة على شئ منها للفظ بين ید یہ واذ كان الامر على ما وصفنا بطل الاستدلال به على الاتصال او القرب الاخص حتى يستفاد منه كون الاذان داخل المسجد فضلا عن كونه لصيق المنبر وهم المستدلون فليأتوا ببرهان ان كانوا صادقين واني لهم ذلك واذ قد عجزوا والله الحمد فيسالوننا ان نتبرع ونفيدهم ان القر المدلول هو ان يكون ظاهرا مشاهدا لا يحتاج معه في رؤيته الى تحويل الوجه كما قد منّا التنصيص به عن الائمة هذا هو القدر المشترك والزيادة تستفاد من خصوص المقام كما علمت وهي ههنا كون الاذان في حدود المسجد وفنائها فتم الامر وحصل النصر فظهر امر الله وهم كارهون

والحمد لله رب العلمین۔

ثالثاً: نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم العدل وما کان عہدہ فهو الفصل الم تسمع من الحديث الصحيح ان هذا الاذان کان یکون بین ید یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی باب المسجد فعلم ان هذا القدر من القرب هو المراد ههنا فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم ای من زاد فی القرب فادخل الاذان فی المسجد بالمعنی الاول فقد تعدی فی سنة المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن نقص منه فجعل هذا الاذان خارج المسجد بالمعنی الثالثة فقد ظلم ومن جعله داخل المسجد بالمعنیین الاخرین و خارج المسجد بالمعنی الاول فهو الذی بالحق حکم و حکم اللہ و رسولہ اجل و احکم جل و عز و تعالیٰ و تکرر و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نفحہ ۲: ظهر مما زهر والله الحمد سفاضة من تشبث ههنا يقول الراغب في مفرا دته يقول: يقال

فیصلہ ظاہر ہو گیا مگر یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں ہم تو اس ظہور حق پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہی کرتے ہیں۔

حاشیہ: یہاں بین ید یدہ کی حد متعین کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم العدل ہیں اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ہوتا تھا وہی حق و باطل کے درمیان امتیاز ہے جسے حدیث صحیح سے سنا جا چکا کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی تو یہاں قرب کی یکم رسول یہی حد مقرر ہوئی اور جو اس پر اضافہ کرے یا اس میں کمی کرے وہ ظلم و تعدی کرنے والا ہے پس جس نے اس قرب مروی میں اضافہ کر کے داخل مسجد کر دیا تو اس نے سنت رسول پر زیادتی کی، اور جس نے اس قرب میں کمی کی کہ ہر سہ معنی مسجد سے اس کو خارج کر دیا اس نے بھی ظلم کیا اور جس نے دواخری معنی کے اعتبار سے خارج مسجد کیا اور معنی اول کے اعتبار سے داخل مسجد کیا، اس نے حق کے موافق حکم کیا، اور حکم اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

نفحہ ۲: الحمد لله گزشتہ صفحات میں تحقیقات کے جو گلشن لہلہائے ان سے ان صاحب کی ناسمجھی ظاہر ہو گئی جنہوں نے اذان خطیب کے داخل مسجد ہونے پر مفردات امام راغب

هذا الشیعی بین یدیک ای قریباً منك^۱، اھو بکلام
الکشاف والهدارک: حقیقة قولهم جلست بین یدی
فلان^۲ الخ

فأولاً، لانکر ان اللفظ ربماً یلا حظ فیہ القرب ولكن
قد علمت ان للقرب عرضاً بعيداً۔

وثانیاً: لم یدر ان الزیادة فی جلست بین یدیہ
مستفاد من خصوص الجلوس کما بینا وله ایضاً عر
ض عریض فالوزیر الاعظم والسوقی حضر افامر
السلطان بالجلوس، کلاهما یقول جلست بین یدی
الملك ولكن شتان ما قرب الوزير وقرب من فی صف
النعال اولعله لم یجلس الا على عتبة الباب فینقلب
السند علی من استذا ذ صدق علی من فی الباب کونه
بین یدی من فی صدر

اصفہائی کے اس قول سے استدلال کیا کہا جاتا ہے کہ یہ چیز
تمھاتے سامنے ہے یعنی تم سے قریب ہے اور کشاف اور
مدارک کے مذکورہ بالا قول سے "میں فلاں کے سامنے بیٹھا
الخ"۔

اولاً: ہم تو اس کا اعتراف ہی کرتے ہیں کہ لفظ بین یدیہ بسا
اوقات قرب کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن خود قرب میں
بھی تو بڑی وسعت ہے۔

ثانیاً: انھیں یہ امر محسوس ہی نہ ہوا کہ یہاں لفظ بین یدیہ کے
معنی مشترک حاضر و مشاہد پر قرب کی زیادتی جلوس کی
خصوصیت سے مستفاد ہے پھر اس جلوس خاص کے بھی متعدد
مراتب ہیں ایک بازاری آدمی اور وزیر اعظم دونوں بادشاہ
کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دونوں ہی اپنے بارے میں
کہتے ہیں کہ میں بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا، لیکن دونوں پاس
میں کتنا فرق ہوتا ہے کہ وزیر بادشاہ کے ساتھ صدر میں ہوتا
ہے اور عام آدمی جو تانکا لے کر جگہ بلکہ چوکھٹ کے باہر تو اس
لفظ سے قرب پر استدلال الٹ گیا کہ دربار کے دروازہ کی
چوکھٹ کے پاس بیٹھنے والا بھی صدر میں بیٹھنے

^۱ المفردات فی غرائب القرآن الباء مع الیاء تحت اللفظ "بین" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۸

^۲ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الایة ۴۹/۱ دار الکتاب العربی بیروت ۱۶۵/۴، تفسیر الکشاف تحت الایة ۴۹/۱ دار الکتاب

العربی بیروت ۳۴۹/۴

المجلس والمحراب۔

ثالثاً: حفظت شيئاً وغابت عنك أشياء ايها لراغب الى قول الراغب هل تظنه مخالفاً للنصوص التي قد مناً عن ائمة اللغة وجهاً بذة التفسير ام لا؟ فعلى الاول ما الذي راغبك عنهم الى من شذوهم الجم الغفير وعلى الثاني الميكفك ما للحاضر المشاهد من القرب فان الرؤية العادية مشروط لها لقرب ام زعمت ان القرب حد معين لا تشكيك فيه فاذن لا يحاً ورك ال مثلك سفيه وهذا ربنا تبارك وتعالى قائلًا وقوله الحق "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" ¹ بل قال عز وجل "اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ" ² والحساب بعد قيام الساعة بنصف اليوم، واليوم كان مقداره خمسين الف سنة۔

والے کی طرح بین ید یہ اور پاس ہے۔

ثالثاً: راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنی بتائے وہ ان آئمہ لغت و تفسیر کے خلاف ہے یا موافق، اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لغت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی، اور اگر خلاف نہیں تو حاضر و مشاہد میں جتنا قرب ہے اس پر قناعت کیوں نہیں، حالانکہ روایت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لا بدی ہے، یا تم قرب کے ایک متعین حد مانتے ہو اور اسے کلی مشکل نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے جیسا نا سمجھ ہی دے سکے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے قول حق میں فرماتا ہے: "قیامت قریب ہوئی اور چاند شق ہو چکا"۔ بلکہ اسی قدوس و پروردگار نے فرمایا: "لوگوں کے حساب کی گھڑی آپہنچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کر رہے ہیں۔" حالانکہ حساب قیام قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا، اس وقت ایک دن کی مقدار آج کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

¹ القرآن الکریم ۵۴/۱

² القرآن الکریم ۲۱/۱

رابعاً: امام قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا اشیاء کی حفاظت کے دو طریقے ہیں (۱) نگران کے ذریعہ حفاظت جو ہرہ نیرہ میں اس کی تشریح فرمائی کہ محافظ چیز سے اتنا قریب ہو کہ اسے دیکھتا رہے اور اگر اتنا دور ہو یا کہ چیز نگاہ سے اوچھل ہو گئی تو یہ حفاظت نہیں ہے امام قدوری اور صاحب جوہرہ نے قرب و بعد کا مدار دیکھنے نہ دیکھنے پر رکھا تو کلام راغب میں بھی قرب سے مراد یہی حاضر و مشاہد ہونا چاہیے جیسا کہ دیگر ائمہ لغت و تفسیر کی تحقیق ہے۔

خامساً: اس مسئلہ سے خود امام راغب کو شکایت ہو گئی کہ اس نے میری پوری بات یاد نہیں رکھی کیونکہ ان کی پوری بات تو یہ ہے: "محاروہ ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے یعنی تم سے قریب ہے اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل اقوال میں لفظ بین ید یہ سے یہی قرب مراد ہے (مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانی سے کہلایا) جو ہمارے سامنے ہے سب خدا کے لیے ہے (اور قرآن کے لیے خود فرمایا) اپنے سے آگے والے کتاب توراۃ

ورابعاً: ذکر الامام القدوری فی کتاب الحرز علی ضربین منهاً حرزاً لحافظ^۱ فقال فی الجوہرۃ النیرۃ "هذا اذکان الحافظ قریباً منه بحیث لا یراہ فلیس بحافظ^۲، ۱ھ" فانظر جعل ما یری قریباً و مانا یری بحیث لا یری بعیداً فهذا هو معنی القرب فی کلام الراغب موفق لمأ نص علیہ الائمة الاطائب۔

خامساً: یقول لك الراغب اراغب انت عن بقیة كلامی یا غفول فان كلامه هكذا "یقال هذا الشیء قریب منك و علی هذا قوله: له ما بین یدینا و مصداً قالماً بین یدی من التوراة الخ و قوله قال الذین کفروا لن نؤمن بهذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ ای متقدماً له

^۱ المختصر للقدوری کتاب السرقة مطبع مجیدی کانپور ص ۲۵۰

^۲ الجوہرۃ النیرۃ کتاب السرقة مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۲۶۱

کی تائید کرتا ہے اور کافروں کا قول نقل کیا کہ ہم نہ تو قرآن پر ایمان لائیں گے نہ اس سے پہلے کی کتابوں مثلاً انجیل وغیرہ پر۔ اس پوری عبارت میں امام راغب نے بین ید یہ کے معنی قریب بتا کر اس کا مصداق لہ مابین ایدینا کو قرار دیا، تو کیا فرشتوں نے ہمارے سامنے کہہ کر صرف اپنی متصل اشیاء مراد لی، کیا صرف وہی اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں؟ سادساً: اسی معنی قریب کی فرع مصداقاً لما بین یدی من التوراة کو کہا جن میں دو ہزار سال کا فاصلہ ہے تو جب یہ عظیم زمانی فاصلہ لفظ بین ید یہ کے معنی قرب کے منافی نہیں تو قرب مکافاتی میں مسجد کے حدود اور اس سے متصل زمین کا فاصلہ بین ید یہ کے معنی قرب کے کیا منافی ہو گا جو عام طور سے سو ہاتھ بھی نہیں ہوتا بلکہ کئی مساجد میں بیس ہاتھ بھی نہیں ہوتا۔ سابعاً: اگر امام راغب کے قول "قوله وقال الذي كفر واكوما سبق والے قولہ پر ہی معطوف قرار دیجئے تو اب لگ بھل تین ہزار سال کا فاصلہ بھی قریب ہی ہو گا اور اس کو جملہ مستأنف	من الانجيل ونحوه^۱ اھ (باختصار)" فأنظر على ما حمل القرب وقد جعل مفرعاً إليه "له ما بين ايدينا" اتراه يقول ان مراد لاملئكة تخصيص ملك الله تعالى بما يليهم۔ وسادساً: فرع عليه "مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ"^۲ وبينهما الفأسنة فاذا لم يمنع هذا الفصل الكثير الزماني من القرب لم يمنع منه الفصل القليل المكاني بين المنبر و حرف المسجد وربما لا يبلغ مائة ذراع بل ولا في كثير من المساجد عشرين۔ وسابعاً: ثم قال الراغب انزل عليه الذكر من بيننا اي من جملتنا وقوله لن نؤمن بهذا القرآن ولا بالذي بين يديه اي

^۱ المفردات في غرائب القرآن الباء مع الياء تحت اللفظ "بين" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۸

^۲ القرآن الكريم ۵۰/۳

قرار دیا جائے تو اب یہ لفظ بین ید یہ کے دوسرے معنی کا بیان ہوتا کہ بین ید یہ کے معنی (جیسے قریب ہوتے ہیں ویسے اس کے ایک معنی) جملہ کتب ماضیہ بھی ہیں جو بعید تر ہیں اسی طرح امام راغب کے ہی بیان سے بین ید یہ کے، معنی قریب و بعید دونوں ہی ثابت ہوئے پھر آپ کو معنی قرب پر اصرار کیوں ہے؟

ہامنا: چلئے ہم نے امام راغب کے قول کی وہی مراد تسلیم کر لی جو آپ کو مرغوب ہے مگر اس کو کیا کہیے گا کہ صحابی رسول حضرت سائب بن زید عربی رضی اللہ عنہ جو خود بھی صاحب زبان ہیں اور آپ اور آپ کے امام راغب دونوں سے زیادہ عربی زبان کی باریکیاں سمجھتے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی اذان جمعہ کو بین ید ی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں اور علی باب المسجد بھی کہتے ہیں یہ حدیث گرامی تو آپ کی کھجتی کے منہ پر ایسی مہر ہے جس کا ٹوٹنا ممکن ہے ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے ہیں۔

ہاسعاً: مستدل نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ بین ید یہ بعض مواقع میں قرب سے خالی بھی ہوتا ہے اور صرف سامنے اور

متقد مآلہ من الانجیل ونحوہ^۱ انتھی فہذا تفسیر
آخر لبین ید یہ "تقییداً بقرب فقد افاد کلاً الو
جہین واقتصرت علی الاول بالشین والبین۔"

وثامناً: سلمنا لك ان مراد راغب ما تريد ولكن هذا
صاحب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم السائب
بن يزيد العربي صاحب اللسان يقول كان يوذن
بين ید یہ رسول الله صلى الله تعالى وسلم علی باب
المسجد^۲ هو اعلم باللسان امر انت وراغبك و با
لجملة احديث في جبهة حجا
جكم كية لاتمحي فلله الحمد،

تاسعاً: اعترف هذا المستدل بأن بين ید یہ في بعض
المواضع بحسب المقام تكون خالياتكون خاليا عن

^۱ المغردات في غرائب القرآن الباء مع الباء تحت اللفظ "بين" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۸

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت الجمعة آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۵/۱

معنی القرب دالا علی مجرد المحاذاة قال کہا صار
واقعا فی بعض الایات القرینیة ایضا لکن ههنا ای فی
مسئلة الاذان لم یصرح بهذا فی کتاب (۱۷ متر
جہا) فقد اقران بین یدیدہ یستعمل علی کلا الوجهین
وانہ ورد فی القرآن العظیم ایضا بالوجهین ثم یقول
لم یصرح به ههنا فی کتاب یا مسکین انت المستدل
واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فبا ینفعک عد
م التصریح انه انما کان علیک ان تبدی تصریحا
بنفیہ ولكن الجہل بمسالك الا حتجاج یأتی بالعجا
ئب۔

ثم قوله لما لا یریدہ ولا یرضاه کہا صار واقعا فی بعض
ایات القرآن ایضا یلمح الی شیء اصعب فان مثل
هذا الکلام فی مثل هذا المقام یقال

مقابل کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ بعض آیات قرآنی میں
بھی واقع ہوا ہے مگر مسئلہ اذان میں جو لفظ بین یدیدہ آیا ہے
اس کے معنی صرف وہ محاذاة ہے جو قرب سے خالی ہو اس کی
تصریح کسی نے نہیں کی ہے اھ۔ مقام حیرت ہے کہ "بین ید
یہ" کو قریب و بعید دونوں کے لیے مان کر اور یہ تسلیم کر کے
کہ قرآن عظیم میں ایسا وارد ہے اور مستدل ہو کر سادگی سے یہ
کہنا کہ مسئلہ متنازعہ میں بین یدیدہ کے معنی بعید ہونے کی تصریح
کے کہیں سے ثابت نہیں (اٹلی بھیرویں الاپنا ہے) اس عدم
ثبوت سے مستدل کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ آپ کا استدلال تو اس
احتمال کے تسلیم کرتے ہی ختم ہو گیا کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"
اب تو اگر آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مسئلہ اذان
میں اس لفظ کے معنی بعید نہیں مراد ہیں تو بات بنتی اور یہ آپ
کے بس سے باہر ہے جہی تو معنی محتمل مراد نہ ہونے کی تصریح
کے عدم سے استدلال کرنے لگے سبحان اللہ! یہ بھی پتہ
نہیں کہ مستدل کا موقف کیا ہے اور معترض کو کس بات سے
فائدہ پہنچتا ہے۔

اسلوب بیان کی خامی یہ جملہ جیسا کہ قرآن کی بعض آیات
میں واقع ہوا یہ بتانے کے لیے بولتے ہیں کہ یہ جو واقع ہوا سہو
او خطاء

لما وقع سهوا أو خطأ على خلاف الجادة نسال الله العفو والعافية۔

عاشراً: اذ قد ثبت في القرآن العظيم فلم انت راغب عنه الى قول الراغب وتزعم ان المفاد هو الذي قاله لا ما وقع في القرآن الكريم فان زعمت ان ما انت فيه ليس محله كان عليك ابداء ما هو محله وان في القرآن لا ههنا واثبات كل ذلك بالبينة والا فلم تقر بان في القرآن المجيد ثم انت عنه تحيد ولا هول ولا قوة الا بالله العلي العزيز الحبيد۔

نفعه ۳: نص ائمتنا في الاصول ان "عند للحضور" قال الامام الاجل فخر الاسلام البزدوى في اصوله والا ما صدر الشريعة في التنقيح والتوضيح، واقرة العلامة سعد التفتازاني في التلويح (عند للحضرة^۱) وفي تحرير المحقق على الاطلاق وشرحه التقرير لتليذه المحقق الحلبي (عند للحضرة) الحسية

واقع ہوا کیا قرآنی آیات کے لیے یہ اسلوب بیان صحیح ہے اللہ تعالیٰ سے ہم عفو کے طالب ہیں

عاشراً: جب تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ "بین ید یہ" کے معنی قرآن میں بعید مقابل کے لیے ہے تو اس سے منہ موڑ کر اس کے راغب کے بیان کے مطابق قریب لینے کی کیا وجہ ہے اگر کوئی وجہ فرق تھی تو آپ کو دونوں ہی پہلو کے لیے دلیل دینی چاہیے تھی کہ قرآن میں بعید ہونے کی یہ وجہ ہے اور اذان میں قریب مراد ہونے کی دلیل یہ ہے اور جب آپ کے پاس تفریق کی کوئی دلیل نہیں تو قرآن عظیم سے رخ موڑ کر راغب کا دامن پکڑنا کار ذلیل ہے۔

نفعہ ۳: ہمارے اماموں نے اصول کی کتابوں میں تحریر فرمایا کہ عند حضور کے لیے ہے چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی نے اپنے اصول میں اور امام صدر الشریعہ نے تنقیح و توضیح میں اور علامہ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا کہ "عند حضور کے لیے ہے محقق علی الاطلاق اور ان کے شاگرد رشید محقق حلبي کی شرح تقریر میں ہے کہ عند حضور حسی کے لیے ہے جیسے آیت کریمہ فلما راه مستقرا عندہ،

^۱ اصول البزدوی باب حروف البحر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱۳

اور حضور معنوی کے لیے جیسے وقال الذی عندہ علم من الکتاب اس نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا اور اسی طرح امام اجل ابو البرکات نسفی نے منار میں اور اس کی شرح کشف الاسرار میں اور علامہ شمس الدین الفناری نے فصول البدائع فی اصول الشرائع میں مولا خسرو نے مرات الاصول اور اس کی شرح مرقات الوصول میں فرمایا کہ عند حضور حقیقی یا حکمی کے لیے آتا ہے مدقق بہاری نے مسلم الثبوت میں ملک العلماء بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں فرمایا کہ عند حضور حقیقی کے لیے ہے جیسے عندی کوز (میرے پاس پیالہ ہے)۔ اور معنوی کے لیے جیسے عند یدین لفلان (مجھ پر فلاں کا قرضہ ہے)۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ حاضر پیش نگاہ ہے اور جو پیش نگاہ ہے قریب ہی کہا جائے گا تو نہ تو عند کے معنی سے قرب کے انکار کی گنجائش اور نہ عند کے لیے ساتھ چپکا ہونا ضروری ہے اور سچ پوچھو تو عند اپنے مفاد میں بین ید یہ سے بھی زیادہ وسیع ہے نہ یہ کہ	نحو فلما راہ مستقرۃ عندہ والمعنویۃ نحو قال الذی عندہ علم من الکتاب^۱ اھ وقال الامام الاجل ابو البرکات النسفی فی المنار وشرحه کشف الاسرار والعلامة شمس الدین الفناری فی الفصول البدائع فی الاصول الشرائع والعلامة مولی خسرو فی مرآة الاصول وشرحه مرآة لوصول (عند للحضرة الحقیقة او الحکمیۃ اھ)^۲ وفی مسلم الثبوت للمدقق البھاری وشرحه فواتح الرحموت للملک العلامة بحر العلوم مر عبد العلی (عند للحضرة الحسینیۃ) نحو عندی کوز (والمعنویۃ) نحو عندی دین لفلان^۳ اھ۔ ومعلوم ان کلاً حاضر بالمرأى وکل ما بالمرأى قریب فلا القرب ینکر ولا فی الاتصال یحصر فماد عند اوسع من مفاد "بین ید یہ" فضلاً عن ان یزید ضیقاً علیہ وقد فرقا بین لدی

^۱ التقرير والتحجیر مسئلہ عند للحضرة دار الفكر بیروت ۱۰/۲

^۲ مرآة الاصول شرح مرآة الاصول، فصول البدائع فی اصول الشرائع

^۳ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسائل الظروف مسئلہ عند للحضرة منشورات الشریف الرضی قم ایوان ۲۵/۱

عند کو بین ید یہ سے تنگ مانا جائے چنانچہ عند اور لدی میں یہی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ عند قریب و بعید دونوں کے لیے اور لدی خاص طور سے قریب پر دلالت کرتا ہے رضی نحوی نے شرح کافیہ میں تحریر کیا: "عند اپنے تصرفات میں لدی سے اعم ہے کہ وہ پاس اور دور دونوں میں مستعمل ہے اور لدی کا استعمال بعید میں ہوتا ہی نہیں ہے۔" اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خود قریب کی جولانگاہ بھی بہت وسیع ہے مزید آیات قرآنیہ سے ہم اسے واضح کرتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔" نفی اولیٰ قرآنیہ میں واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لیے کچھ خاص نہیں بلکہ جو پاس ہے اور جو باب مسجد کے پاس ہے سب کے لیے یہی حکم ہے محراب رسول اور دروازہ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے سبھی

وعند بان عند يستعمل في القريب والبعيد ولدى مختص بالقریب۔ قال الرضی فی شرح الکافیۃ عند اعم تصرفاً من لدی لان عند يستعمل فی الحاضر القریب وفيما هو فی حرك ان كان بعيداً بخلاف لدی فانه لا يستعمل فی البعيد^۱، والقرب كما علمت ذو وسع بعید و لنوضح ههنا ایضاً بآیات الکلام الحمید۔

(۱) قال اللہ عز وجل: "إِنَّ الَّذِينَ يَعْصُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ"^۲ (الایة)۔ "ومرت فی النفحة الا ولی القرائیہ امر کل من فی مشہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغض الصوت ولا یختص بالذی یدیه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسواء فیہ من لدیہ ومن علی الباب کلہم عند رسول اللہ بلا ارتیاب

^۱ الرضی فی شرح الکافیۃ "الظروف" لدی و لدن و قحط عوض دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۲۳

^۲ القرآن الکریم ۳۹/ ۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یحل لاحد ان یشیخ ویصرخ فی حضرۃ او یرفع صوتاً فوق ضرورتہ ولو کان مفاد "عند" مایز عمون لشمیل هذا الوعد الجمیل بمغفرة واجر عظیم من قام بحضرۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی فصل عدة اذرع فجعل یشیخ مع اخر صیاحاً شدیداً منکراً فاذا کان منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفصل شبر مثلاً او تکلم هو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غصّ صوتہ وهذا لا یقول بہ مسلم لہ عقل۔

(۲) قال جل وعلا: "هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ

عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰی يَنْفَضُوْا"^۱۔

وهذا وسع من ذاك یشمل کل من فی خدمتہ وان لم یکن الان فی حضرۃ۔

کے لیے چیخنا اور چلانا منع ہے بلکہ یہ کیسے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دوری پر کھڑا چیخ رہا ہو یا صرف اس کے لیے خاص ہو گی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک باشت کی دوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے یا خود حضور ہی سے کلام کرے اور چار ہاتھ دور کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت و مغفرت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقلمند مسلمان ایسا کہہ سکے گا۔

(۲) ارشاد الہی ہے: "یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ نہ کرو تا کہ یہ ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔"

یہاں عند کا مفہوم پہلے والی آیت سے بھی وسیع ہے کیونکہ یہاں تو عند سے مراد وہ سبھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہیں اگرچہ فی الحال حضور سے بہت دور ہوں۔

^۱ القرآن الکریم ۶۳/ ۷

(۳) قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: "يَقُولُونَ طَاعَةً فَإِذَا بَرَأُوا مِنْ عُنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّنُونَ" ^۱۔

هذا في المنافقين وما كانوا يلو نه صلى الله تعالى عليه وسلم في المجلس انما كان ذلك لابي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما ثم لا يختص بمن كان اقرب منهم بالنسبة الى الاخر يشمل هو جميعا۔

(۴) قَالَ المولى سبحانه وتعالى "إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۖ فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ" ^۲۔

عبت كل متق ولکن این احاد الصلحاء من العلماء و العلماء من الاولياء والاولياء من الصحابة والصحابة من الانبياء

(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں): "ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، اور جب آپ کے پاس دے دور ہو جاتے ہیں تو ان کی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی جو آپ کے سامنے کہہ چکے۔"

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے قریب کی جگہ تو ابو بکر و عمر، عثمان و علی و دیگر مخلصین صحابہ کے لیے تھی منافقین تو ادھر ادھر آنکھ پچا کر بیٹھتے تھے اگر کچھ کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں تو عند کہہ کر سبھی منافقین مراد ہیں قریب بیٹھنے والے ہوں یا دور۔

"بے شک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور ہوں گے۔"

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن اس میں کہاں بہ نسبت اولیاء کے کسی صالح مسلمان کا درجہ اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ، اور بہ نسبت انبیاء کے

^۱ القرآن الکریم ۴/ ۸۱

^۲ القرآن الکریم ۵۴/ ۵۵، ۵۴

کسی ولی کا درجہ اور کہاں سید الانبیاء اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا درجہ ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثری سے بھی زیادہ فاصلہ ہے مگر سب کو عند اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔

(۵) اسی طرح اللہ عز وجل کا ارشاد گرامی ہے "بے شک متقین کے لیے رب کے پاس جنت نعیم فرمایا ہے۔"

(۶) دوسری آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: "اس نے دعا مانگی یا اللہ! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنا دے۔"

(مذکورہ بالا آیت کے تحت) حضرت سلمان و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک بی بی کی دعا قبول کر لی تو کیا وہ انبیاء و اولیاء سے بھی زیادہ قرب الہی کی طالب تھیں وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قرب کا وہ مقام جو ان کے لائق ہو، چاہے حضرت خدیجہ و فاطمہ و عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو چہ جائیکہ

والانبياء من سيد الانبياء صلى الله تعالى عليه وسلم فرق لا يقدر ولا يقدر بشر ان يتصور اعظم بالوف الآف مرات ما بين الفلك الا على وما تحت الثرى وقد شملت كلهم عند-

(۵) مثله قوله عز وجل "إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ" ۱

(۶) فی آية اخرى وقال العلى الا على تبارك وتعالى "إِذْ قَالَتْ رَبِّ انِّي عِنْدَكَ بِبَيْتًا فِي الْجَنَّةِ" ۲

ومعلوم ان الله تعالى قد اتجأ لها وقد فرج لها ففى الدنيا ون بيتها كما فى حديث سلمان ۳ و حديث ابى هريره بسند صحيح رضى الله تعالى عنهما وما كانت لتطلب اقرب المنازل وان تفضل على الانبياء والرسل عليهم وعليها الصلوة والسلام بل قربا يليق بها وان لم يساوى ما لخديجة وفاطمة وعائشة رضى الله تعالى عنهن

^۱ القرآن الكريم ۲۸/ ۳۴

^۲ القرآن الكريم ۲۶/ ۱۱

^۳ جامع البيان (تفسير ابن جرير) تحت الآية ۲۲/ ۱۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸/ ۱۹۲، الدر المنثور تحت الآية ۲۲/ ۱۱ دار احیاء

التراث العربی بیروت ۸/ ۲۱۳

انبیاء عظام علیہم الرحمہ والرضوان کے درجہ کے برابر ہو۔ (۷) اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا "شہداء اللہ تعالیٰ پاس زندہ ہیں۔" تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بلند اور کہاں اللہ تعالیٰ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی منزل بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔ (۸) اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے "جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں ان فرشتوں میں باہم درفت کا کتنا تفاوت ہے ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے مگر تفاوت ہوں یقیناً معلوم ہے قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک متعین مقام ہے۔" (۹) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "کافروں نے خدا سے مکر کیا ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے۔" کافروں کے مکر کے لیے اللہ تعالیٰ سے	فضلاً عن الانبیاء الکرام علیہم الصلوٰۃ السلام۔ (۷) وقال عزوجل فی الشہداء "بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" ¹ این رجل من احاد الشہداء من سیدہم حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بل من نبی اللہ یحییٰ وغیرہ ممن استشهد من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ (۸) قال جل ذکرہ فی الملتکة "قَالَ الَّذِیْنِ عِنْدَ رَبِّكَ "صَفَا وَتَهْم فِیْہَا بَیْنَهُمْ مَعْلُولٌ مَرَّغِیْرٌ مَفْهُومٌ "وَمَا مِثْلًا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ" ³ (۹) قال عز من قائل "وَقَدْ مَكَّرُوْا مَكْرَہُمْ وَعِنْدَ اللّٰہِ مَكْرُہُمْ" ⁴ واما ان لیکر الکفار ان یکون

¹ القرآن الکریم ۳/۱۶۹

² القرآن الکریم ۳۱/۳۸

³ القرآن الکریم ۳۷/۱۶۳

⁴ القرآن الکریم ۱۲/۴۶

کوئی قرب نہیں نہ قرب مکانی کہ یہ ذات باری کے لے محال ہے نہ قرب مرتبی کہ مگر تو نہایت ذلیل چیز ہے لامحالہ اس آیت میں قرب سے مراد حضور یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں تو حضور علمی ہوا۔ (۱۰) اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا قربانی کے جانور ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے معالم التنزیل میں فرمایا الی البيت العتیق کا مطلب عند البيت العتیق ہے یعنی حرم کی پوری زمین (چنانچہ دوسری جگہ) ارشاد ہوا پورے حرم کے قریب نہ جاؤ آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منحر عند البيت العتیق قرار دیا جب کہ حدود حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دوری پر ہے۔ (۱۱) احادیث کریمہ میں بہت سے تابعین فرماتے ہیں ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے پتہ نہیں یہ باطل کوش یہاں قربت کو کتنے قرب پر محمول کریں گے۔ (۱۲) دربان کہتا ہے میں ابھی بادشاہ کے پاس سے آ رہا ہوں حالانکہ وہ دروازہ سے	لہ قرب من العزیز الجبار لا مکاناً لا ستحالتہ ولا مکلاً نہ لا ستہانتہ وانما هو للحضور ای حاضر بین ید یہ لا یخفی علیہ فیرجع الی معنی العلم۔ (۱۰) قال سبحانه ما اعظم شانہ "لَمْ يَجْعَلْهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ" ^۱ یعنی البدن قال فی المعالم ای عند البيت العتیق یرید ارض الحرام کلہا قال فلا یقربوا المسجد الحرام کلہ ^۲، اہ جعل جمیع الجزاء الحرم اذ کلہا منحر عند البيت ومعلوم ان کثیراً منها علی فصل فراسخ من البيت الکریم۔ (۱۱) ترى التابعین یقولون فی احادیثہم کنا عند عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فلا ادری علی ای قرب یحصلہ المطلون۔ (۱۲) یقول الحاج جئت من عند الملك وما کان الا علی

^۱ القرآن الکریم ۲۲/۳۳

^۲ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۲/۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۳۲

آگے بڑھ نہیں سکتا۔ (۱۳) مکہ کا رہنے والا اپنا پتہ بتاتا ہے کہ میرا گھر باب السلام کے پاس ہے حالانکہ بسا اوقات دو نو فاصلہ دو سو ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتا۔ (۱۴) شاگرد استاذ کے پاس مکمل تین سال رہا حالانکہ قیام اس کا مسجد میں ہوتا ہے اور شیخ کی مجلس میں اسے آخری صف میں بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔ (۱۵) یہ کہاں کا انصاف ہے فقہار کے کلام میں آئے ہوئے لفظ عند سے تو اذان ثانی کے متصل منبر ہونے پر استدلالی کیا جائے اور فقہائے کرام نے خود لفظ عند کے جو معنی بتائے ہیں اس سے روگردانی کی جائے ہدایہ، کنز، تنویر وغیرہا میں فرمایا یہ عبارت کنز کی ہے جس نے مسجد سے ایسا سامان چرایا جس کا مالک سامان کے پاس تھا اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا ان کی شرح مجتبیٰ، فتح القدیر، بحر الرائق اور در مختار میں فرمایا الفاظ در مختار کے ہیں "سامان کے مالک کے پاس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور ہو جہاں سے اپنا سامان دیکھ رہا ہو۔"	الباب۔ (۱۳) یقول مکی بیعتی عند باب السلام وربما کان بینہا اکثر من مائتی ذراع۔ (۱۴) یقول التلمیذ جلست عند شیخی ثلث سنین کو امل وان لم یکن قیامہ الا فی مسجدہ وجلسہ الا فی اخریات مجلسہ۔ (۱۵) اتوخذ لفظة عند من کلام بعض الفقہاء ولا یؤخذ ما ابانوا من معنی عند قال فی الکتاب الہدایۃ والکنز والتنویر وغیرہا واللفظ للکنز من سرق من المسجد متاعاً وبہ عندہ قطع^۱ فقال علیہ فی شروحہا المجتبیٰ وفتح القدیر وبحر الرائق والدر المختار وغیرہا والنظم للدر: "عندہ ای بحیث یراہ"^۲۔

^۱ کنز الدقائق کتاب السرقة فصل فی الحرز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹

^۲ الدر المختار کتاب السرقة فصل فی الحرز مطبع مجتبیٰ دہلی ۳۳۴/۱

مذکورہ بالا شواہد سے یہ ثابت ہو گیا کہ عند کے معنی بھی اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے بین ید یہ کے معنی میں بیان کیا اور ان دونوں لفظوں کی کوئی دلالت اذان کے داخل مسجد ہونے پر نہیں چہ جائیکہ منبر سے متصل مراد لی جائے مگر جب کوئی وہم آدمی کے دماغ میں جم جاتا ہے تو وہ جو چیز بھی دیکھتا ہے اس کو وہی وہی چیز سمجھتا ہے اور کوئی بات سنتا ہے تو وہی چیز اس کے خیال میں جیسا کہ بھوکے سے پوچھا جائے کہ ایک ایک کتنا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے دو^۱ روٹی۔

نفعہ ۴: الحمد للہ رب العالمین گزشتہ اظہار سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہو گئی جو اس موقع پر بھی امام راغب کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "لفظ عند قرب کے لیے وضع کیا گیا ہے تو کبھی مکان کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے لیے جیسے کوئی کہے میرے پاس ایسا ہے اور کہیں رتبہ اور مرتبہ کے لیے ہوتا ہے یا مبسوط میں امام سرخسی کے قول سے استدلال کرتے ہیں عند قرب بیان کرنے کے لیے ہے۔"

عند کا ترجمہ فارسی میں "نزد" اور ہندی

فظهر ان معنى عند لا يشيد على ما بينا من مفاد بين يديه ولا دالة لشبهي منهما ان لا اذان داخل المسجد فضلا عن كونه لصيق المنبر ولكن اذا رسخ في القلب وهم فكما يسمع يتوهمه بعناه كما قيل لسغبان واحد مع واحد كم يصير قال خبز ان-

نفعہ ۴: استبان ما بان والله الحمد جهالة من تمسك هنا بقول الراغب "عند" لفظ موضوع للقرب فتارة يستعمل في المكان وتارة في الاعتقاد نحو ان يقال عندي كذا وتارة في الزلفى والبنزلة^۱ وقول المبسوط "عند عبارة عن القرب"^۲ وبان ترجمته بالفارسية نزد وبالهندية

^۱ المفردات في غرائب القرآن العین مع النون تحت اللفظ "عند" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۵

^۲ المبسوط للسرخسی کتاب الکفالة باب الکفالة بالنفس دار الكتب العلمية بيروت ۲۲۴/۱۹

میں "پاس" ہے کیونکہ ہم نے قرب کے تمام موارد کا ذکر کر دیا ہے جس کے لیے آیات کے اعادہ کی ضرورت اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان تمام آیتوں میں لفظ "عند" کا ترجمہ دونوں زبانوں میں لفظ نزد و پاس سے کیا گیا ہے جبکہ ان موارد میں قرب کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔

جیسا کہ آیت اقتربت الساعة (قیامت قریب ہوئی) اور آیت اقتر للناس حسابهم (لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب ہوا) وغیرہ سے ظاہر ہے (کہ لفظ قرب اپنے دامن میں صدیوں کا فاصلہ سمیٹے ہوئے ہے) اور یہ بات بچوں تک پر واضح ہے ہم نے ان سے بارہا ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور وہ کیسے جواب دیتے وہی جواب تو خود ان پر لوٹتا ہے یہ ہے کہ جب حق ظاہر ہوتا ہے زبانیں گوئی ہو جاتی ہیں۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے ایک دینار مساوی دس درم یا زائد کا ایک ہلکا پھلکا منبر بنایا جسے ایک آدمی بلا تکلف و بے زحمت و مشقت جہاں چاہے اٹھالے جائے اذان منبر

پاس وقد افد ناك من موارد القرب ما يغني عن اعادته وجميع الايات التي تلونا انما ترجموا عنع فيها باللسانين بلفظة "نزد پاس" مع ما فيها من العرض العريض كما بينا۔

وكذلك في "اقتربت الساعة"¹ "اقترب للناس حسابهم"² وغير ذلك مما لا يخفى على الصبيان، وقد سئلنا هم مرارا عن مسألة فقهية فلم يجب احد منهم الى الان وكيف يجيبوا وما لهم به يدان واذا بنغ الحق كلا اللسان۔

صورتها زيد صنع منبرا تبلغ قيمته دينار عشرة دراهم او اكثر وهو خفيف بحيث يذهب به رجل واحد لا ينؤا به ولا يؤدة شبي من

¹ القرآن الكريم ۵۳/۱

² القرآن الكريم ۲۱/۱

حبلہ واذا ہبہ فاذا اناء فی المسجد حین المنبر کان المتولی یستعیرہ من مآب لکہ ثم اذا فرغ یردہ الیہ و ذات یوم قضیت الصلوۃ و انتشر وافی الارض و المنبر بعد فی مکانہ و مالکہ قام بحذائہ علی باب ا خر مسترقا و حانت التفاتۃ من زید فاخذ المنبر و اشر د فحل یقطع هذا الواہابی السارق شرعاً لا فان قالوا لا فقد خالفوا نصوص الائمة اذ قالوا من سرق من المسجد متاعاً و ربہ عندہ بحیث یراہ قطع^۱ و ان قالوا نعم فقد کان شرط القطع ان یکون ربہ عندہ لیکون محرراً بالحفاظ اذا المسجد لیس بمحرر ز فقد ا عترفوا ان القائم علی باب المسجد او فی حدودہ او فناءہ حذاء

کے وقت زید اسے مسجد میں لے کر پہنچا متولی مسجد نے اسے مالک سے عاریتہ مانگ لیا کہ نماز سے فارغ ہو کر واپس کر دیں گے بعد نماز لوگ تو ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور منبر وہیں پڑا رہ گیا اور مالک سامنے مسجد کے دروازہ پر یا حدود مسجد کے اندر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا اور نگرانی کرتا رہا اس اثنا میں ایک وہابی چوری کی نیت سے مسجد کے اندر دوسرے دروازے سے داخل ہوا اور مالک کے ایک ذرا رخ پھیرنے کا انتظار کرتا رہا جیسے ہی مہلت پائی مبسرع لے کر نکل بھاگا سوال یہ ہے کہ وہ وہابی چوری کی علت میں ماخوذ ہو گا یا نہیں اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ تو داخل مسجد اذان کے حامی اگر یہ جواب دیں کہ نہیں تو ائمہ فقہ کی نص صریح کے خلاف ہو گا کہ ان کا ارشاد "جس نے مسجد کے اندر کے سامان کو چر یا جبکہ مالک اس سامان کے پاس ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان نظر آ رہا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا" اگر یہ جواب دیں کہ ہاتھ کاٹا جائیگا تو کاٹنے کی شرط یہ تھی کہ مالک سامان کے اتنے پاس ہو کہ اس کا محافظ قرار دیا جائے کیونکہ مسجد خود محفوظ جگہ نہیں تو ان لوگوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ مسجد کے دروازے

^۱ بحر الرائق کتاب السرقة فصل فی الحرز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۵۹، الدر المختار کتاب السرقة فصل فی الحرز مطبع مہتابی دہلی ۱/ ۳۳۴

کے پاس اس کے فناء میں منبر کے سامنے کھڑا ہونے والا منبر کے پاس ہی ہے یہ تو ہمارا دعویٰ تھا جس کا اعتراف مخالف نے کیا اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار پاک اور مبارک تعریفیں جس سے وہ راضی ہوا اور جسے پسند کرے۔

نغمہ ۵: اگر ہم ان لوگوں کے معیار فہم پر اتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند ظرف زمان اور مکان دونوں ہی کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: "ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو" یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو اور خود وقت بھی مکان اور اجسام دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو ارشاد الہی ہے: "اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے" حنین ایک جگہ کا نام ہے یہی حال یوم بدر، یوم احد، یوم دار، لیلة العقبة، لیلة المعراج اور لیلة الغار کا ہے صحیحین کی حدیث ہے: "ومن لہا یوم السبع" سبع کا لفظ با کے سکون کے سات بھی مروی ہے

المنبر قائم عند المنبر فثبت ان الاذان عند المنبر وذلك ما اردناه والله الحمد حمد اکثیر اطیباً مبارکاً فیہ کما یحبہ ویرضاہ۔

نغمہ ۵: لئن نزلنا الی مثل مدار کہم فلا شک ان عند ظرف زمان و مکان قال تعالیٰ:

"خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" ^۱ ای ثیابکم وقت کل صلوٰۃ والوقت یضاف الی الامکنۃ والا جسام ایضاً اذا کان لہ اختصاصاً بها قال تعالیٰ:

"يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذَا عَجَبْتُمْ كَثْرَتَكُمْ" ^۲ انما حنین اسم مکان و کذا یوم بدر یوم احد یوم الدار لیلة عقبۃ لیلة المعراج لیلة الغار فی الصحیحین: "من لہا یوم السبع" ^۳ سبع بسکون الباء مکان المحشر

^۱ القرآن الکریم ۷/ ۳۱

^۲ القرآن الکریم ۹/ ۲۵

^۳ صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب منہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۴

تو لفظ سبع سے مراد مکان محشر ہوگا اور باء کے ضمہ کے ساتھ تو شیر مراد ہوگا اکثر علماء کے نزدیک یہی رائج ہے پس ان مقامات میں یوم کی نسبت مقام کی طرف ہے تو ایسا کیوں صحیح نہ ہوگا کہ اذان عند المنبر کے معنی اذان وقت منبر ہو کیونکہ اس اذان کو منبر سے ایک نسبت خاص ہے۔

نغمہ ۶: اذانیوں نے بعض فقہاء کے قول اذان علی المنبر سے استدلال کیا تو ان میں سے بعض نے علی کی تفسیر عند سے کی اور ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ خود لفظ عند میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے ان کے دل کو چین ملے اور ان میں سب سے بڑے جاہل نے کہا کہ علی معنی میں باء کے ہے مطلب یہ کہ باء الصاق کے لے آتا ہے تو لفظ اذان علی المنبر کا مطلب ہوگا وہ اذان جو منبر کے متصل ہو اس بات سے قطع نظر کہ یہاں علی کا باء کے معنی میں ہو خود محل نظر ہے لطف یہ ہے کہ خود الصاق کے معنی اتصال حقیقی نہیں عربی کے اس قول مردت بزید (میں زید کے ساتھ چلا) کا یہ مطلب نہیں کہ میں زید سے چپک کر چلا بلکہ تم زید کے پیچھے منبر اور دواڑہ مسجد کی دوری سے زائد فاصلہ پر بھی چلو اس طرح کہ تمہاری نظر زید پر رہے تو تم کہہ سکتے ہو کہ میں زید کے ساتھ چلا اللہ تبارک و تعالیٰ

او بضمتهما الحيون المفترس و عليه الاكثر ولا شك ان لهذا الوقت اختصاصاً بالمنبر وقته وحينه۔

نفعہ ۶: احتجوا بقول بعضهم على المنبر فمن هؤلاء من يفسره بعند وقد علمت ان ليس في عند ما يقرأ عينهم واجهلهم يقول "على" ههنا بمعنى الباء يريد ان الباء اللاصاق فكان الاذان ملاصق المنبر مع ان اللاصاق الذي في الباء ليس قطعاً بمعنى الاتصال الحقيقي تقول مررت بزید اذا امررت بحيث تراه و ان كان بينكما اكثر مما بين المنبر والباب قال تعالى : "وَكَانَ مِنَ آيَاتِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا

وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ" ① "ههنا لفظة على نفسها وانت لا يبلغ الاسباب اسباب

¹ القرآن الكريم ۱۲ / ۱۰۵

ارشاد فرماتا ہے: "آسمان وزمین میں کتنی آیتیں ہیں جن گزرتے ہیں اور وہ ان آیتوں سے اعراض کرتے ہیں۔" اس آیت میں خود لفظ علی ہی ہے تو کیا تم علی کو الصاق کے معنی میں لے کر آسمانی آیتوں سے متصل ہونے کے لیے آسمانوں تک بلند ہونے کی طاقت رکھتے ہو پس اس آیت میں لامحالہ تمرون علیہا کے یہی معنی مراد لینے ہو گئے کہ تم ان آیتوں کو دیکھتے ہو گئے گزرتے ہو اس حال میں کہ تم میں اور ان آیتوں میں آسمان کی وزمین کی دوری تھی اور ان میں سب سے زیادہ سلیم الطبع نے یہ تشریح کی کہ بعض فقہا کی عبارت میں علی المنبر کا لفظ قرب کی تاکید کے لیے ہے مطلب یہ کہ مراد مبالغہ فی القرب ہے یعنی منبر کے اتنا قریب کہ گویا منبر پر ہی ہو لیکن یہ بھی ان کی ہوس ہی ہے۔

اولاً: تمام اہل زبان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی جب تک بن سکیں معنی مجازی مراد لینے کی کوئی سبیل نہیں اور یہ واضح ہے کہ علی کو عندباء یا مبالغہ کے لیے لینا اس کے معنی مجازی ہوں گے کہ اس کے معنی حقیقی تو لازم کرنے کے ہیں جیسا کہ اول امام شمس الائمہ اور کشف امام بخاری میں: "علی اصل وضع کے اعتبار سے الزام کے لیے ہے۔"

السموات حتی تلتصق بآياتها انما المعنى تمر بحيث تراها وامثلهم طريقة يقول ان بعض الفقهاء اتى بعلى تأكيداً للقرب يريد ان المراد الباء لغة في القرب حتى كانه عليه فوه وكل هذا من هو سائهم۔
فأولاً: قد اجمع العقلاء ان اللفظ متى احتمل الحقيقة لا مجاز عنها الى المجاز و معلوم ان على بمعنى عند او بمعنى الباء او للباء لغة كل ذلك مجاز وهى حقيقة في اللزوم ففي اصول الامام شمس الائمة ثم كشف الامام البخارى: "اما على فللزوم باعتبار اصل الوضع¹، اه"

¹ کشف الاسرار عن اصول البزادوی بحث حروف البحر کلمة علی دار الکتب الالعربی بیروت ۱۴۳/۲

تحريم امام ابن ہمام اور تقريب امام ابن امير الحاج میں ہے: "لزوم ہی علی کے معنی حقیقی ہیں"۔ اور رضی شرح کافیہ میں ہے اسی محاورہ سے ہے اللہ کے نام پر سیر کر یعنی اس کو لازم پکڑو۔" قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا ارشاد الہی ہے: "ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی" یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھی۔ اور اذان خطیب اس امام کو لازم ہے جس نے منبر کا الزام کیا ہے تو یہ لوگ علی کو اس کے حقیقی معنی (لزوم) سے پھیر کر کدھر پلٹ رہے ہیں۔ حاشیاً: علی مصاحبت کے لیے ہے امام جلال الدین سیوطی اتفاقاً ان میں فرماتے ہیں "علی" حرف جر ہے اس کے چند معانی ہیں دوسرا معنی مصاحبت ہے جیسے لفظ مع قرآن عظیم میں ہے کہ مال کو محبت کے باوجود قرابت داروں کو دیا (دوسری مثال) تمہارا رب ظلم کے باوجود لوگوں کی مغفرت کر نیوالا ہے (یہاں علی ظلم کا مطلب مع ظلم ہے)۔"	وفي تحرير الامام ابن الهمام وتقرير الامام ابن امير الحاج: "وهو اى اللزوم هو بمعنى الحقيقي"¹ اه وفي الرضى الكافية منه سر على اسم الله تعالى اى ملتزماً² قال ربنا عز وجل "فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَبْشِيرًا عَلَىٰ اسْتِحْيَاءٍ"³ اى ملازمة للحياء۔ ولا شك ان هذا الاذان اينما كان لازم ملازم للمنبى فانى توفكون۔ ثانياً: اليست "على" للمصاحبة. قال الامام الجليل الجلال السيوطى فى الاتقان على حرف جر لها معان (الى ان قال) ثانياً فيها للمصاحبة كمع نحو "واتى المال على حبه اى مع حبه. وان ربك لذو مغفرة الناس على ظلمهم"⁴

¹ التقرير والتجيز مسئلة على الاستعلاء حسادار الفكر بيروت ۷۶/۲

² الرضى فى شرح الكافية حروف الجر حرف "على" دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۴۲/۲

³ القرآن الکریم ۲۸/۲۵

⁴ الاتقان فى علوم القرآن النوع الاربعون دار الکتب العربیہ بیروت ۴۹۸

وفي الحديث "زكاة الفطر على كل حر و عبد"¹ قال في النهاية "قيل على بمعنى مع لان العبد لا تجب عليه الفطرة و انما تجب على سيد ه² اه" وفي القاموس: "والمصاحبة كمع" واتي المال على حبه³ وفي الفتوحات الالهية تحت قوله تعالى "تمشى على استحياء" على بمعنى مع اى مع استحياء⁴ ولا شك ان هذا الاذان مصاحب المنبر لا يتقدمه ولا يتأخر عنه فان كانت حقيقة في المصاحبة فذاك والا بطل مجاز كم با حتما ل مجاز اخر اذا انتم المستدلون۔

ثالثاً: قال ربنا عز وجل: "وَ

اور حدیث شریف میں ہے زکوۃ فطر ہر آزاد اور غلام پر ہے "نہایہ میں فرمایا علی یہاں بھی مع کے معنی میں ہے کہ صدقہ فطر غلام پر واجب نہیں ہو تو مالک پر ہے (تو مطلب یہ ہو کہ غلام کا صدقہ بھی اپنے ساتھ دے) قاموس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے: "مع کی طرح علی بھی مصاحبہ کے لیے آتا ہے جیسے اتی المال علی حبه" اور فتوحات الہیہ میں آیت مبارکہ تمشی علی استحياء کی توضیح میں فرمایا: علی مع کے معنی میں ہے یعنی شرماتے ہوئے اور اذان خطبہ بلاشبہ جلوس علی المنبر کے مصاحب ہے نہ اس سے قبل نہ بعد پس مصاحبہ اگر علی کے معنی حقیقی ہوں آپ کے مراد لیے ہوئے معانی مجازی ہوئے اور مجاز حقیقت کے مصادم نہیں ہو سکتا اور یہ معنی مجازی اور آپ کے معانی بھی مجازی تو ایک اور معنی مجازی کا احتمال پیدا ہو اور احتمال استدلال کے لیے کتنا مضر ہے یہ سب کو معلوم ہے۔

حاشیہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور

¹ مجمع الزوائد باب صدقة الفطر دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۸۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه المكتب

اسلامی بیروت ۲/ ۲۷۷

² النهاية في غريب الحديث والاثرباب العين مع اللام المكتبة اسلاميه ۳/ ۲۹۶

³ القاموس المحيط فصل العين باب الواو والياء مصطفى الباني مصر ۳/ ۳۶۸

⁴ الفتوحات الالهية الشهيد بالجمال تحت الاية ۲۸/ ۲۵ مصطفى الباني مصر ۳/ ۳۴۴

انہوں نے ملک سلیمان پر شیطانوں کے پڑھے ہوئے کی اتباع کی اتقان اور فتوحات الہیہ میں ہے یعنی ان کی حکومت کے زما نہ میں مدارک امام نسفی میں ہے یعنی ان کی حکومت اور ان کے زمانہ میں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اذان خطبہ منبر کے وقت اور زمانہ میں ہے تو یہ عند زمانہ کے ہم معنی ہو گیا۔

رابعاً: اصل یہ ہے کہ فقہاء نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ جمعہ کے لیے سعی کے وجوب میں کس اذان کا اعتبار ہے، اذا ن اول کا (حنفیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم سے اس کی روایت کی) یا اذان خطبہ کا کیونکہ آیت سعی کے نزول کے وقت اذان اول تھی ہی نہیں (یہی امام طحاوی کا قول ہے جس کو شرح نقایہ میں ششبی نے نقل کیا) امام طحاوی نے فرمایا کہ جمعہ کے وقت وجوب سعی اور ترک بیع کا حکم اس اذان کے وقت ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے کیونکہ پہلی اذان عہد رسالت اور ابو بکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھی۔

اتَّبِعُوا مَا نَتْلُو الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمٍ^۱ "اقال في الاتقان والفتوحات الالهية (ای فی زمن ملکہ^۲)، و فی مدارک الامام النسفی: "ای علی عہد ملکہ و فی زمانہ^۳ "اھ ولا شک ان هذا الاذان علی عہد المنبر و فی زمانہ، فرجعت الی معنی عند الزمانیة۔

رابعاً: اصل الکلام انہم اختلفوا فی الاذان المعتبر لا یجاب السعی و ترک العمل هل هو الاذان الاول کما هو الاصح و بہ قال الحسن بن زیاد عن سیدنا الامام ام الا عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام اذان الخطبة لانه لم یکن عند نزول الکریمة وغیرہ و بہ قال الامام الطحاوی و رضی اللہ تعالیٰ و نقل الششبی فی شرح النفاية کلامہ هکذا قال الطحاوی: انما یجب السعی و ترک البیع اذا اذن الاذان الذی یکون والامام علی المنبر لانه الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما^۴ اھ

^۱ القرآن الکریم ۱۰۲/۲

^۲ الفتوحات الالهية الشهير بأجل تحت الاية ۱۰۲/۲ مصطفى البانی مصر ۵۸/۱

^۳ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الاية ۱۰۲/۲ دار الکتاب العربی بیروت ۲۵/۱

^۴ مرقاة المفاتیح بحوالہ الطحاوی باب الخطبة والصلوة تحت الحدیث ۱۳۰۴ المکتبة الحبیبة کوئٹہ ۳۹۸/۳

وفي مرقة على القاري: "قال الطحاوي انما يجب السعي وترك البيع اذا اذن الاذان والامام على المنبر لانه الذي كان على عهده عليه الصلوة والسلام و زمن الشيخين رضي الله تعالى عنهما¹۔

وهكذا اكما تری لا مثار لو همهم فيه وكان بعض المتأخرين اختصروا مقالة وليبراجع اصل لفظه رحمه الله تعالى عنه فاني ارجو ان لا يكون فيه ما او قعهم في الوهم وكيف ما كان فانما استدلالاً به انه الذي كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وابي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما وهكذا ذكر في دليله من عبادة بالاذان على المنبر عند المنبر كالكافي والكفاية والمبسوط وغيرها ومعلوم قطعاً انه لم يكن على عهد رسول الله تعالى عليه وسلم فوق المنبر ولذا احتاج هؤلاء ايضاً الى تاويل على بعندوا الباء او

ملا على قاري رحمه الله عليه کی مرقات میں بھی روایت ان الفاظ میں ہے: "امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جمعہ کے لیے سعی اور ترک بیع کا وجوب امام منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جانے والی اذان سے ہے کیونکہ عہد رسالت اور زمانہ شیخین میں صرف یہی اذان تھی۔"

ہر ایک پر روشن ہے کہ اس عبارت میں مخالفین کے شبہ میں پڑنے کی کوئی گنجائش نہیں (امام طحاوی نے امام کے منبر پر ہونے کی بات کہی ہے نہ کہ اذان کے) اور اسی عبارت کو بعض متأخرین نے اپنے طور پر مختصر کیا ہے اصل عبارت کو دیکھا جائے تو اس شبہ کی کوئی بنیاد ہی نہیں بھلا ایسے ہو سکتا ہے۔ امام طحاوی نے اپنے استدلال میں فرمایا وہ اذان جس پر سعی واجب ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد مبارک میں یہی بھی بعد کے جن لوگوں نے اس اذان کی تعبیر علی المنبر یا عند المنبر سے کی جیسے صاحب کافی و کفاہ اور مبسوط وغیرہ ان لوگوں نے بھی یہی کہا کہ یہی اذان حضور کے عہد مبارک میں ہوتی تھی، اور سب کو معلوم ہی کہ اذان خطبہ عہد رسالت میں منبر کے اوپر نہیں ہوتی تھی اسی لیے تو ان علماء نے بھی علی کو عند

¹ مرقات المفاتیح کتاب الصلوة باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۴۰۴ المكتبة الحبيبیه کوئٹہ ۳/ ۴۹۸

کے معنی میں لیا۔ اور روایت سے یہ ثابت ہے کہ جس کو عند
کہتے ہیں وہ علی باب المسجد ہے تو عبارت میں لفظ عند ہو یا علی
سب کو اسی ثابت شدہ محمل پر حمل کرنا چاہیے نہ کہ اس واقعہ
کے انکار کے لیے معبرین کی تعبیر کو سند بنانا چاہیے مگر افسوس
کہ انصاف دنیا سے ناپید ہو رہا ہو۔

نفعہ ۷: اگر ہم عن اور علی کے بارے میں ذکر کی ہوئی تمام
تحقیقات سے قطع نظر کر لیں تب بھی بات وہی ثابت ہوتی
ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر کی ہے۔

اوغا: ان تمام عبارتوں میں جہاں اذان علی المنارہ یا اذان علی
المنبر یا عند المنبر کا لفظ آیا ہے بطور تعارف و حکایت حال کے
ہے (یعنی وہ اذان جو فلاں جگہ ہوتی ہے اس میں کوئی حکم نہیں
کہ اذان یہاں ہونی چاہیے) بخلاف ان اقوال کے جب میں
مسجد میں اذان ممانعت آئی ہے جیسے لایؤذن فی المسجد
(مسجد میں اذان نہ دی جائے) یا یکرہ الاذان فی المسجد
(مسجد میں اذان مکروہ ہے) کہ یہ صاف صاف حکم ہے اور
اعتبار حکم کا ہے تعارف و حکایت کا نہیں۔

حاجی: یہ طریقہ بیان (کہ جو اذان فلاں

الباب لغة فاذا ذن يجب حمله ما كان عليه في زمنه
الكریم و كما لم يثبت كونه في عهد صلى الله تعالى
عليه وسلم فوق المنبر، كذلك لم يثبت كونه
ملاصق المنبر، او عند المنبر بالمعنى الذى يزعمون
وانما ثبت كونه على باب المسجد فيجب ان لا يحمل
الا على ما يوافق عند كان او على ولكن الانصاف قد
عز في الاخلاف۔

نفعہ ۷: لئن تنزلنا لهم عن جميع هذه التحقيقات
التي ذكرنا بتوفيق ربنا على الاعلى في "عند و على"۔

فالاول: ما قولهم "المعتبر الاذان على المنارة او الاذان
على المنبر او عند المنبر" الا حكاية حال للتعريف و
يعرف كل احد حق الصبيان انه ليس بحكم و قولهم
لهم "لا يؤذن في المسجد، ويكره الاذان في المسجد
حكم والعبرة بالحكم الا بالحكاية۔

وثانيًا: الاذان الذى كذا

بیان علامہ لہ فلالید علی جوازہ فضلًا عن استثنائہ
 قال الامام الاجل ابو زکریا النووی فی شرح صحیح
 مسلم ثم العلامة المحدث طاہر فی مجمع بحا
 الانوار: "ان العلامة تكون بحرام ومباح^۱، ارایت
 ان اجتماع فی صعيد السلطان والامراء الناس فمن لا
 يعرف السلطان سال عما من فيهم الملك الذي
 يفترض علينا طاعته في المعروف قال الذي على
 راسه تاج الذهب هل يكون ذلك حكماً منه بجواز
 لبس الذهب للرجال كلاً علمائنا قد ارشدوا الى
 الحكم ان لا يؤمن في المسجد ومع ذلك لا شك ان لو
 فعل فيه كما يفعل هؤلاء لكان موجبا للسعي وترك
 البيع على قول الامام الطحاوی فلو فرض ان الناس
 احدثوه هكذا فعرفوه به بياناً لحكم السعي كان ما
 ذل۔

جگہ ہوتی ہے) علامت ہے اور علامات کا مسنون ہونا تو بڑی
 بات ہے جائز ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا امام اجل ابو زکریا
 نووی شرح صحیح مسلم اور علامہ محدث طاہر فتنی نے مجمع البحار
 میں فرمایا "کسی چیز کی علامت مباح اور حرام دونوں ہی کو
 قرار دیا جاسکتا ہے"، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی میدان میں
 بادشاہ امراء اور عوام سبھی جمع ہیں ایک آدمی بادشاہ کو نہیں
 پہچانتا اس نے ایک پرہیزگار عالم دین سے پوچھا ان لوگوں
 میں بادشاہ کون ہے جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے وہ عالم
 کہے گا کہ جس کے سر پر سونے کا تاج ہے دیکھئے یہاں سونے
 کے تاج کی علامت سے بادشاہ کو پہنچوایا گیا تو کیا یہ تعارف اس
 بات کا حکم ہو گیا کہ مردوں کو سونے کا تاج پہننا جائز ہے؟ تو
 جب ہمارے علماء نے یہ حکم بتا دیا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی
 جائے اور یہ کہ مسجد کی اذان مکروہ ہے تو اگر اس کے خلاف
 مسجد کے اندر اذان دی جانے لگے جیسا کہ آجکل یہ لوگ کر
 رہے ہیں تو یہ اذان بھی امام طحاوی کے مسلک پر موجب سعی
 و ترک بیج ہوگی ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ اذان متصل
 منبر لوگوں نے از خود ایجاد کر لی ہے پھر بھی اس ممنوع اذان
 کو وجوب سعی کی علامت قرار دیں تو اس سے یہ اذان جائز تو
 ہو نہیں جائے گی۔

^۱ شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۲/۱

ثالثاً: قضیہ ضمنیہ میں دو حکم ہوتا ہے ایک موضوع کے وصف کا صدق ذات موضوع پر اور دوسرا وصف محمول کا صدق ذات موضوع پر پہلے والا حکم ضمنی منطقی ہوتا ہے اور دوسرا حکم صریحی، شرع کے نزدیک یہی معتبر ہے حکم منطقی قصدی ہو تو تب بھی شرعاً معتبر نہیں۔ اور مسئلہ دائرہ میں تو اس اذان پر جو فی زمانہ متصل منبر ہوتی ہے فقہاء نے اذان کا حکم ضمناً لگایا ہے تو یہ شرع کے نزدیک کب معتبر ہوگا؟ اس کی مثال یہ ہے کہ لفظ علیک السلام میں مخاطب پر سلام کا حکم منطقی قصدی ہے مگر شریعت نے اسے نا معتبر اور ناجائز بتایا۔ حدیث شریف میں ہے: "علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔"

رابعاً: تمام بحث و مباحثہ کے بعد اذان علی المنبر اسے اگر کوئی حکم ثابت ہو تو بطور اشارۃ النص ثبوت ہوگا اور فقہاء کے قول "لا یؤذن فی المسجد ویکوہ الاذان فی المسجد" عبارتہ النص ہے اور تمام علمائے اصول کا اجماع ہے کہ عبارتہ النص راجح اور اشارۃ النص مرجوح ہے اور در مختار میں ہے کہ قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔

ثالثاً: الحكم الضمني في الوصف العنوا في حكم منطقی، والحكم المنطقی ان كان قصدياً لم يلزم ان يكون شرعياً فكيف اذا كان ضمينياً لم تسع الى ما قاله العلماء في حديث عليه السلام تحية الموتى¹ -

رابعاً: بعد التیاء والتی ان كان فمن باب "الاشارة" وقوله لهم لا يؤذن في المسجد ویکوہ الاذان في المسجد "عبارة" وقد نصوا قاطبة ان العبارة مر جحة على الاشارة وان الحكم والفتیاء بالمرجوح جهل وخرق الا جماع كما في تصحيح القدوري والدر المختار² -

¹ المصنف العبد الرزاق باب كيف السلام والرد حديث ۱۹۴۳۴ المجمع الاسلامي بيروت ۱/۳۷۷

² الدر مختار مقدمة الكتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

وخاصاً: اذان علی المنبر کے معنی میں مختلف قسم کے احتمال ہیں اور ممانعت اذان فی المسجد کی عبارت نص صریح ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ محتمل صریح کا مقابل نہیں ہو سکتا اور کلام محتمل سے استدلال باطل ہے۔

سادساً: جو پہلے گزرا اس تمام سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کی غایت خطر و اباحت کی دلیل میں تعارض ہے تو ترجیح خطر کو ہوگی بلکہ امر جب سنت و کراہت میں دائر ہو تو اس کا راستہ ترک سنت ہے جیسا کہ رد المحتار اور بحر وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے کیونکہ مفاسد سے بچنا منافع کے حصول سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، معراج الدارایہ اور متحتم الخالق میں ہے غضن بصر مکروہ اور جماعت سنت ہے چنانچہ ترک سنت اولی ہے ارتکاب مکروہ سے بہر حال نصرت ہمارے لیے اور وبال ان پر ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں یہ "عند" سے متعلق دس جواب ہیں اور علی سے متعلق بھی دس جواب ہیں اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ بلند و

وخاصاً: فی معاً نہ انواع الاحتمال والنصان صریحان والمحمّل لا یعارض الصریح واذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

وسادساً: مع قطع النظر عن کل مامر غایتہ تعارض حاظرو مبیح فیترجح الحظر بل الامر اذا تردد بین السنة والکراہة کان سبیلہ الترتک کم نص علیہ فی رد المحتار^۱ والبحر وغیرہما لان درء المفاسد اہم من جلب المصالح^۲ وفی معراج الدراية للامام القوام الکاکي ثم منحة الخالق غض البصر مکروہ والجماع عة سنة فترک السنة اولی من ارتکاب المکروہ^۳ اھ۔ فعلى کل حال ما النصر الا لنا ولا الدائرة الا علیہم ولله الحمد فهذا عشرة أجوبة عن "عند" وعشرة عن "على" والله الحمد العلی

^۱ رد المحتار باب ما یفسد الصلوة ۳۳۱/۱ والبحر الرئق باب العیدین ۱۶۵/۲

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ادارة القرآن کراچی ۱۲۵/۱

^۳ منحة الخالق حاشیة البحر الرائق باب الامامة بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۳۲/۱

الا علی۔

وانت خبير ان كل ما ذكرنا في هذه النفحة الاخيرة فانما هو على غايته التناول وارضاء العنان وجري على سنن المناظرة والا حققنا كلام الفقهاء الكرام بما لا يبقى معه للمنصف كلام ولا للمجادل مجال جدال وما المكا بر فداءه عضال نسال الله العفو والعافية۔

نفحة ۸: اعلم ان السنة عند السادة المالكية في اذان الخطبة ايضاً ان يكون على المنارة وصرحوا ان كونه بين يدي الخطيب بدية ومكر وهه وقال الامام محمد العبد رى الفاسى المالكي في الهدى: "ان السنة في اذان الجمعة اذا صعد الا ما على المنبر ان يكون المؤذن على المنار كذلك كان على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وابى بكر وعمر وصدرامن خلافة عثمان رضى الله تعالى عنه، ثم زاد عثمان رضى الله تعالى عنه اذنا اخر بالزوراء وابقى الاذان الذى كان على عهد رسول الله تعالى عليه وسلم على المنار و الخطيب على المنبر اذ ذاك، ثم لما تولى هشام بن عبد الملك اخذ الاذان

العلی کے لیے ہیں۔

اس نفحہ میں جتنی باتیں ہم نے ذکر کیں اپنے منصب سے اتر کر اور لگام ڈھیلی کر کے، اور بطور مناظرہ۔ ورنہ ہم نے تو فقہائے کرام کے کلام کی گنجائش ہی نہیں بلکہ مجادل بھی جدل سے باز آئے رہ گیا مگر انہ کلام توئی ایک گمر ہی ہے جس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

نفحہ ۸: ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اذان خطبہ میں بھی سنت یہی ہے کہ منارہ پر ہو خطیب کے سامنے یہ اذان بدعت مکروہہ ہے امام محمد عبد رى فاسى مالکی مدخل میں فرماتے ہیں امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت کی اذان میں سنت یہ ہے کہ مؤذن اس وقت منارہ پر ہو ایسا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زمانہ ابو بکر و عمر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ابتدائے خلافت تک رہا، اس کے بعد حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور اذان زیادہ فرمائی جو مقام زوراء پر دی جاتی اور عہد رسالت والی اذان کو جہاں کا تھاں باقی رکھا (یعنی جب خطیب منبر پر چڑھتا اس وقت اذان منارہ پر دی جاتی) هشام ابن عبد الملك بادشاہ ہوا تو اس نے اذان اول کو مقام زوراء سے منارہ کی طرف

منقول کیا اور اذان عہد رسالت و صاحبین اور ابتدائے عہد عثمان غنی میں (یعنی امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت) منارہ پر ہوتی تھی اس کو امام کے سامنے دلانے لگا ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ حواشی جو امر زکیہ شرح مقدمہ عثمانویہ للعلامہ یوسف السفطی سکندری مالکی میں ہے دوسری اذان زمانہ قدیم سے منارہ پر ہوتی تھی اہل مغرب کا آج بھی اسی پر عملدرآمد ہے اس اذان کے امام کے سامنے دینے کو امام برزنی نے مکروہ لکھا ہے امام مالک نے اس سے منع فرمایا امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت منارہ پر اذان مشروع ہے۔ مواہب الدنیہ میں امام احمد قسطلانی نے اور اس کی شرح میں علامہ زرقانی مالکی رحمہما اللہ تعالیٰ	الذی فعلہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالزوارء وجعلہ علی النار ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبر علی عهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و صدرا من خلافة عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بین ید ید یہ قال علماء ونا رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم و سنة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولی ان تتبطل^۱ اھ" (باختصار)۔ وحواشی الجوهر الزکیة شرح المقدمة العشماویة للعلامہ یوسف السفطی المالکی الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم علیہ اهل المغرب الی الان وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزنی وقد نہی عنہ مالک فعلہ علی المنار والامام جالس هو المشروع^۲ اھ سکندری۔ وفی المواہب الدنیة للامام احمد القسطلانی وشرحها للعلامہ محمد

^۱ المدخل فصل فی ذکر بعض البدع التي احدثت فی المسجد دار الکتب العربیہ بیروت ۲/۲۱۲

^۲ حواشی الجوهر الزکیة شرح المقدمة العشماویة للعلامہ یوسف السفطی المالکی

نے فرمایا: "شیخ خلیل ابن اسحق نے توضیح میں فرمایا جو ابن حازم کی شرح ہے کہ علمائے نقل نے اختلاف کیا کہ "اذان ثانی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ہوتا یا منارہ پر ہمارے اصحاب سے منارہ پر ہونا ہی منقول ہے جیسا کہ ابن قاسم نے اس کو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجموعہ میں نقل کیا کہ ابن عبد البر نے امام مالک سے یہی نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا قدیم معمول نہیں ہے" (پوری تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے یہ نصوص اذان بین یدی الخطیب کے بالکلیہ بدعت ہونے کی تصریح ہیں چہ جائکہ اس کا مسجد میں ہونا جائز ہو، سنت تو یہ ہے کہ باقی تمام اذانوں کی طرح یہ بھی منارہ پر ہو تو مخالفین کا یہ فراء ہے کہ اذان ثانی کا منبر کے متصل مسجد میں ہونا اجماع مسلمین سے ثابت ہے بھلا امام دار الهجرة امام مالک اور ان کے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھوڑ کر کون سا اجماع منعقد ہو سکتا ہے تنہا ائمہ مالکیہ کا اختلاف ہی قدح اجماع کے لیے کافی ہے جبکہ اس

الزرقانی المالکی رحمہما اللہ تعالیٰ قال الشیخ خلیل ابن اسحق فی التوضیح اسم شرحہ علی ابن الحاجب: "اختلف النقل هل كان يؤذن بين يدي صلى الله تعالى عليه وسلم او على المنار الذي نقله اصحابنا انه كان على المنار نقله ابن القاسم عن مالك في المجموعة ونقل ابن عبد البر في كافيہ عن مالك رضى الله تعالى عنه ان الاذان بين يدي الامام ليس من الامر القديم^۱ الخ۔" وسيقاتي تباه بعونه تعالى۔

فهذه نصوص الامام مالك واصحابه على ان كون الاذان بين يدي الخطيب بدعة من راسه فضلا عن كونه في المسجد وانما السنة فيه ايضاً كاذان سائر الصلوات كونه على المنار فظهر ان ادعائهم اجماع المسلمين على الاذان داخل المسجد لصيق المنبر فريضة منهم واي اجماعة يقوم مع خلاف امام دار الهرة وجماع اصحابه رضى الله تعالى عنه وعنهم وكذا كذب من

^۱ البواب الدنيہ المقصد التاسع الباب الثاني المكتب الاسلامي بيروت ۴/ ۲۲-۱۶۱، شرح الزرقاني على البواب الدنيہ المقصد التا

سبع الباب الثاني دار المعرفة بيروت ۷/ ۸۱ - ۳۸۰

مسئلہ میں ائمہ احناف رحمہم اللہ کی تصریح بھی موجود ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے اور احناف وغیرہ کسی سے بھی اس کے خلاف ہونے کا علم نہیں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ اذان بین یدی الخطیب کے مکروہ ہونے پر ہی اجماع ہو۔

نفعہ ۹: مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی اہر ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ گمان بھی باطل ہے کہ تمام اسلامی شہروں میں سارے مسلمانوں کا تعامل اسی پر ہے کہ یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے متصل ہوتی ہے (تو تعامل کی دلیل سے اذان ثانی متصل منبر جائز ہوئی) کیونکہ سکندری پھر سفطی کا بیان سن چکے کہ مالکیہ اور اہل مغرب کا تعامل بیرون مسجد کا ہے خود ہندوستان کے اکثر شہروں میں شاہی جامع مسجدوں میں منبروں سے دور چبوترے بنے ہوتے ہیں جن پر آج تک اذان ہوتی ہے پہلے ہم یہ بتا آئے ہیں کہ یہ اذان بھی دراصل بیرون مسجد ہے لیکن عوام لاعلمی کی وجہ سے حقیقت سے غافل اور ظاہر سے دھوکے میں پڑے ہیں اور اس کو اذان اندرون مسجد سمجھتے ہیں اور یہی ان میں شائع و ذائع ہے اور پھر اسی لاعلمی پر اپنے ایک فاسد قیاس کی بنیاد رکھتے ہیں کہ مسجد مسجد سب برابر ہیں ان میں باہم نہ کوئی فرق ہے نہ کوئی فرق کا

ادعی اجماع المذاهب الاربعة ولعل مالکالیس عنده من الاربعة هذا اذا لم یصرح ائمتنا الحنفیة بکراهة الاذان داخل المسجد فکیف وقد صرحوا ولانعلم خلافاً فیہ عن غیرهم فلا یبعد ان الاجماع علی خلاف ما هم علیه وبالله التوفیق۔

نفعہ ۹: وبہ ظہر بطلان زعمهم تعاملاً جمیع المسلمین فی جمیع بلاد الاسلام بايقاع هذا الاذان داخل المسجد لصیق المنبر ألم تسمع السکندری ثم السفطی "ان الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم علیہ اهل المغرب الی الان^۱ ونری فی معظم بلادنا الجوامع السلطانیة مبنیة فیہا دکل لهذا الاذان بعیدة عن المنبر وعلیہا یفعل الی الان وقد قدمنا انه اذان خارج المسجد لكن العوام لا یعلمون ظاهراً من الحال وعن الحقیقة هم غافلون واذلم یهتدوا لها ظنوه اذناً فی المسجد فعن هذا نشأوا فشا فیهم هذا ثم قاسوا علیہ اذان سائر الصلوات اذلا فارق

^۱ حواشی الجواهر الزکیہ شرح المقدمة العشماوتہ للعلامة یوسف السفطی المالکی

قائل۔ پس جب یہ اذان مسجد کے اندر ہوتی تو بندوق نمازوں میں بھی اذان مسجد کے اندر ہونے میں کیا حرج ہے اور نماز کے وقت دربار الہی کے جس حصہ میں بھی جی چاہتا ہے کھڑے ہو کر چیخنے لگتے ہیں اور جب انہیں کوئی تنبیہ کرتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور مسجد میں آواز بلند نہ کرو تو عناد و فساد کرنے لگتے ہیں اور اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ سنت کا عمل مردہ ہو گیا ہے اور تصریحات ائمہ جھوٹ قرار دی جا چکی ہیں اور خلاف سنت عمل کو تعامل قرار دے لیا ہے اور حکم شرع کے ابطال کے لیے اسی کو دلیل بنالیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے فریاد ہے اور اسی سے مدد کی طلب ہے۔

اور یہ نکتہ وہ لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ ایسا تعامل قطعاً سند نہیں ورنہ جھوٹ غیبت، چغلی خوری اس سے زیادہ جواز کے مستحق ہونگے کہ ان کا تعامل قرون مشہود لہا بالخیر کے بعد مشرق و مغرب میں پھیل گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "پھر جھوٹ پھیل جائے گا،"

صاحب فتاویٰ غیاثیہ نے اواخر کتاب اجارہ میں سید امام شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا: "وہی تعامل جواز کی دلیل بنا ہے جو

ولا قائل بالفرق فتري هم في كل صلوة يقوم احدهم اينما شاء من بيت الله فيرفع عقيرته بالاذان واذا قيل له اتق الله قابل بالعناد والطغيان فصار عمل السنه عندهم منسيا وتصريحات الفقه شيئا فريا احد ثواتع ملا فيما بينهم على خلاف الشريعة ثم جعلوه لا بطل حكم الشرع ذريعة والى الله المشتكى وهو المستعان۔"

ولم يعلموا ان مثل هذا التعامل لا حجة فيه والا لكان الكذب والغيبة والتنميمة اجدر بالجواز فانها اكثر تعاملا وافشى في الناس شرقا وغربا بعد قرون الخير قال صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يفشوا الكذب¹۔
قال في فتاوى الغياثية او خر كتاب الاجارة عن السيد الامام الشهيد رحمه الله تعالى انما يدل على

¹ جامع الترمذی ابو اب الفتن باب فی لزوم الجماعة بین کمینی و بلی ۳۹/۲

صدر اول سے آج تک برابر جاری ہو اور ایسا نہ ہو تو کسی عہد کے لوگوں کا فعل حجت نہیں یا ان تمام شہروں قصبوں قریوں کے سبھی انسانوں کا تعامل ہوتا اور بات ہے اور یہ بالک واضح امر ہے کہ ان اگر سب جگہ کے سب لگ شراب پینے لگیں سودی کاو بار میں مبتلا ہوں تو بھی اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔"

رد المحتار کے باب الجمعہ میں ہے تعامل اس وقت جواز کی دلیل بنتا ہے جبکہ عام ہو اور عہد صحابہ و مجتہدین سے اس پر عملدرآمد ہو ایسا ہی ائمہ نے تصریح کی ہے۔"

اسی کتاب کے باب الجنائز میں بعض محققین شوافع سے منقول ہے یہ اجماع اکثری ہے اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے دلیل جواز ہونے کا تب اعتبار ہو گا کہ یہ امت کے صلاح کے وقت کا ہو جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نافذ ہو اور یہ تو زمانہ دراز سے معطل ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد العمری سرہندی

الجواز ما یکون علی الاستمرار من الصدر الاول فاذا لم یکن كذلك لا یکون فعلهم حجة الا اذ ان كان ذلك من الناس كافة فی البلدان کلها الا تری انهم لو تعاملا علی بیع الخمر او علی الربا لا یفتی بالحل¹ اهـ

وفی جمعة رد المحتار "التعارف انما یصلح دلیلا علی الحل اذ کان عاماً من عہد الصحابة والمجتہدین کما صرحوا به"²

وفی جنائزہ نقلًا عن بعض المحققین من الشوافع بآ لتقریر مانصہ: "هذا الاجماع اکثری وان سلم فمحل حجیتہ عند صلاح الازمنة بحیث ینفذ فیہا الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وقد تعطل ذلك منذ ازمنة"³۔

وفی المکتوب الرابع والخسین

¹ فتاویٰ غیاثیہ کتاب الاجارات نوع فی النسا مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶۰

² رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعه دار حیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۵۱

³ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز دار حیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۲

کے مکتوبات کی جلد ثانی مکتوب نمبر ۵۴ میں ہے: دنیا بدعات کے سمندر میں غوطہ لگا چکی ہے اور محدثات کی تاریکیوں میں مطمئن ہے رفع بدعت اور تکلم باحیاء سنت کا دعویٰ کون کر سکتا ہے اس زمانہ کے اکثر علماء تو بدعات کے حامی اور سنت کے مٹانے والے ہیں اور بدعات کے شیوع اور کثرت کو تقاضا مل قرار دیتے ہیں اور اس کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ صادر کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ بدعت پھیل جائے اور مگر ابھی عام ہو جائے تو تعامل بن جاتا ہے یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی چیز کا ایسا تعامل اس کے حسن ہونے کی دلیل نہیں جزیں نیست کہ وہ تعامل معتبر ہے جو صدر اول سے معمول بہا ہو یا اس پر تمام لوگوں کا اجماع ثابت ہو (پھر غیاثیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے استدلال کر کے فرمایا) تمام لوگوں کا تعامل اور تمام شہروں اور دیہاتوں کا عمل معلوم ہونا آدمی کی وسعت و طاقت سے باہر ہے اھ"

مسئلہ اذان میں ہمارے مخالفین میں سے بہتوں کو اس پر فخر ہے کہ وہ شیخ مجدد کے غلاموں میں سے ہیں ہم نے بارہا شیخ مجدد کی یہ عبارت پڑھ کر انہیں سنائی بھی (کہ اب سے

من الجلد الثانی من المکتوبات الشیخ احمد العمری السرهندی الشہید بمجدد الف ثانی ما ترجمته: "غمرت الدنيا في بحر البدعات واطمأنت بظلمات المحدثات من يشتهي دعوى رفع البدعة التكلم باحیاء السنة اکثر علماء الز من حمة البدع ومحاة السنن يحسبون شیوع البدع تعاملا فيفتون بجوازها بل استحسانها ويدلون الناس على اتيانها يظنون ان الضلال اذا شاع والباطل اذا تعورف صار تعامل ولا يدرون ان مثل هذا التعامل بشيئ ليس دليلا على حسنه انما العبرة بتعامل جاء من الصدر الاول او حصل اجماع جميع الناس عليه ثم احتج بعبارة الغياثية المذكورة ثم قال ولا شك ان العلم بتعامل الناس كافة وعمل جميع القرى والبلدان خارج عن وسع البشر¹ اھ۔"

واكثر المخالفين لنا في المسئلة الدائرة انما يفتخرون بانهم من غلمان هذا الشيخ وقد قرى عليهم قوله هذا مرارا فلا يسمعون

¹ مکتوبات امام ربانی مکتوب پنجاہ و چہارم نوکشتور لکھنؤ ۱۰۳/۲

ولا ينتهون عن ادعاء التعامل ولا يرفعون انما
اتخذوا شيخهم هو اھم، فهم بفتوى الهوى يعلمون
نسأل الله العفو والعافية۔
قال العلامة الشامي في رد المحتار من الاجارات وفي
رسالته "تحرير العبارة" وفي كتابه "العقود الدرية"
كلها عن العلامة قتالي زاده (عہ) "ان المسئلة النبأ و
الغرس على ارض الوقف كثيرة الوقوع في البلدان و
اذا طلب المتولى او القاضى رفع اجارته الى اجر المثل
يتظلم المستاجر ون و يزعمون انه ظلم وهم
ظالمون وبعض الصدور والاكابر يعاونونهم و يزعمون
ان هذا تحريك فتنه على الناس وان الصواب ابقاء
الامور على ما هي عليه وان

وہ اپنے تعامل مقبول کے دعوے سے باز آئیں) مگر وہ تعامل
کے دعویٰ سے باز نہیں آئے دراصل (حضرت مجدد) کے بجا
ئے انہوں نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا شیخ بنا لیا ہے اور اسی کے
فتوے پر عمل کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت طلب
کرتے ہیں۔

علامہ شامی نے رد المحتار، کتاب الاجارہ رسالہ تحریر العبارة،
عقود وریہ سب میں علامہ قتالی زادہ سے نقل کیا کہ وقف کی
زمین پر مکان بنانے اور درخت لگانے کا معاملہ وقف کے
اجیروں میں کثیر الوقوع ہے جب متولی اور قاضی سے ایسے
اجاروں کے ختم کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور اجرت
مثلاً پر ان زمینوں کے کرایہ پر اٹھانے کی بات کہی جاتی ہے تو
ان زمینوں کے قدیم کرایہ دار اس کی فریاد کرتے ہیں اور اس
کو ظلم قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی ظالم ہیں اور بعض صدر
واکابر ان کی مدد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو لوگوں کو فتنہ
میں ڈالنا ہے اس لیے جیسا اب تک ہوتا آیا تھا ویسا ہی عملدر
آمد ہوتے رہنا چاہیے کہ

عہ: ہکذا فی رد المحتار طبع فی قسطنطنیۃ وفی تحریر
العبارة قتالی زاده بغیر الالف وفی العقود الدرية منلی زاده
بالمیم ۱۲ منہ

عہ: یہ لفظ رد المحتار مطبوعہ قسطنطنیہ میں ہے اور تحریر
العبارة "میں قتالی زادہ بغیر الف کے ہے اور عقود الدریہ میں منلی
زادہ میم کے ساتھ ہے ۱۲ منہ (ت)

ہر بات سے بری نئی بات پیدا کرنا ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ برائی کے وقت شرع سے چشم پوشی خود بری ہے اور امت میں فساد واقع ہونے کے وقت سنت کا زندہ کرنا جہاد سے بھی افضل ہے اور بزرگ ترین عبادت ہے۔ تحریر العبارة میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ یہ پرانی بیماری ہے (کہ شر پھیل جائے تو لوگ چشم پوشی اختیار کرتے ہیں) لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔" رد المحتار میں ہے: "لوگ آدمی کی حق بات کو بھی ناحق سمجھتے ہیں یہ قدیم برائی ہے۔ اور اسی (رد المحتار میں ہے) میں اور عقود الدریہ میں ہے: "یہ ایک ورق میں ہم نے علم عظیم ظاہر کیا۔" واللہ! اس اذان ممنوع و محدث سے لوگوں کے ہلاکت میں پڑنے کا حال بھی ایسا ہی ہے، اور	شر الامور محدثا تھا ولا یعلمون ان الشر فی اغضای العین عن الشرع وان احیاء النسۃ عند فساد الامۃ من افضل الجہاد واجزل القرب^۱ اھ۔ وفی تحریر العبارة فعلم بهذا ان هذه علة قدیمة ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم^۲ اھ۔ وفی رد المحتار: "اذا تكلم احد بین الناس بذلك یعد ون كلامه منكر امن القول وزورا وهذه بلیة قدیمة^۳ اھ" وفیه وفی العقود الدریة: "وهذا علم فی ورق۔"^۴ وهذه لعمرک حال الناس فی تهاککهم علی هذا المحدث و

^۱ رد المحتار کتاب الاجارة باب ما یجوز من الاجارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰/۵، تحریر العبادۃ فیمین هو اولی بالاجارة

رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱۵۷/۲

^۲ تحریر العبارة فیمین هو اولی بالاجارة رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱۵۷/۲

^۳ رد المحتار کتاب الاجارة باب ما یجوز من الاجارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰/۵

^۴ رد المحتار کتاب الاجارة باب ما یجوز من الاجارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰/۵، العقود الدریہ کتاب الاجارة مسئلہ

استبقاء المینا والغراس ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۳۵/۲

هذه هي اعدارهم في إيقاعه والقاء السنة والله
المستعان ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

نفعه ۱۰: اذ قد ظهران لا تعامل الى الآن فما ظنك
بالتوارث الذي به يلهجون واذا اخذوا بالحدیث
والفقه فهم يتدلجون۔

ويأسبحان الله انما التوارث التعامل في جميع القرون
فاذا لم يتحقق الى الان كيف يثبت من سالف
الزمان اذ قد ارشد الحديث الصحيح ان الذي في
عهد الرسالة والخلافة الراشدة كان على خلاف ما
يزعمون فاني يصح التوارث والى من يسندون و
عن يرون قال المحقق حيث اطلق في فتح القدير
مسألة الجهر في الاوليين والاخفاء في الاخرين قو
له هذا هو المتوارث يعني انا اخذنا عن يلىنا الصلوة
هكذا فعلا وهم عن يليهم كذلك وهكذا الى الصحابة
رضي الله تعالى عنهم وهم بالضرورة اخذوا عن صاحب
حب الوحي صلى الله تعالى عليه وسلم فلا يحتاج الى
ان ينقل فيه نص معين^۱،

سنت چھوڑ کر اس امر مکروہ میں پڑے رہنے کیلئے لوگوں نے
ایسے ہی اعذار بارہ تراش رکھے ہیں۔ ولا حول ولا قوة الا
بالله العلي العظيم

نظم ۱۰: جب یہ ظاہر ہو گیا کہ اذان متصل منبر کے تعامل کی
کوئی اصل نہیں پھر توارث کے ثبوت کی کون سی صورت
ہے کہ اس سے بھی یہ لوگ پناہ پکڑتے ہیں اور جب حدیث و
فقہ ت ان امور پر مواخذہ کیا جاتا ہے تو کج بیانی دکھاتے
ہیں۔

سبحان الله! توارث تو تمام قرون کے تعامل کا نام ہے اور
جب آجکل کا تعامل ثابت نہ ہو سکا تو گزشتہ زمانوں کا کیسے
ثابت ہو گا اور حدیث صحیح سے پتہ چلا کہ عہد رسالت و زمانہ
خلافت راشدہ میں عملدرآمد ان کے مروجہ کے خلاف تھا تو
کہاں سے توارث ثابت ہو گا کس سے اس کی نسبت ثابت کر
ینگے اور کس کا ورثہ اس کو قرار دیں گے محقق علی الاطلاق نے فتح
القدير میں فرمایا: "رکتین اولین میں قراءت جہری اور آخر
میں میں سری ہی متوارث ہے یعنی ہم نے اس کو اپنے باپ
دادا اور بزرگوں سے لیا اور انہوں نے اس کو اپنے بزرگوں
سے اخذ کیا ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک،
اور انہوں نے اس کو صاحب وحی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے لیا اس لیے اس کے واسطے کسی نص معین کی ضرورت
نہیں،

^۱ فتح القدير كتاب الصلوة باب صفة الصلوة في القراءة مكتبة نوريه رضويه سحر ۲۸۳/۱

فهذا معنى التوارث المحتج به شرعاً مطلقاً المستغنى
عن ابداء اسند خاص وانى لهم بذلك وكيف يصح
فيما قد علمنا وعن صاحب الوحي صلى الله تعالى عليه
وسلم وعن خلفائه الراشدين رضی اللہ تعالیٰ
عنہم خلافہ۔

اقول: وتحقیق المقام ان الاحوال اربع: (۱) العلم
بعد مر الحدوث (۲) وعد مر العلم بالحدوث (۳)
والعلم بالحدوث تفصيلاً اى مع العلم بانه حدث
فى الوقت الفلان (۴) والعلم به اجمالاً ان علمنا انه حا
دث ولا نعلم متى احدث ومن احدث فالشبهة اذا كان
ناشياً متعاملاً به فى عامة المسلمين وعلمنا انه هو
لذى كان على عهد صلى الله تعالى عليه وسلم فهو
القسم الاول وهو المتوارث الا على واذ لم يعلم كيف
كان الامر على عهد النبى صلى الله تعالى عليه وسلم
ولا علم حارث بعده صلى الله تعالى عليه وسلم فيحمل
على ان كلا قرن اخذه عن سابقه ويجعل متوارثاً
تحكيمياً للحال

یہی توارث کے وہ معنی ہیں جس سے شرعاً دلیل پکڑنا درست
ہے اور جس کی سند ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں تو مسئلہ دائرہ
میں یہ لوگ کیسے توارث ثابت کریں گے جبکہ ہم خوب جا
نتے ہیں کہ صاحب وحی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے
راشدین سے اس کے خلاف روایت ہے۔"

اقول: (میں کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ احوال کی چار
قسم ہے (۱) جس کا حادث نہ ہو نا معلوم ہو (۲) جس کے
حدوث کا علم نہ ہو۔ (۳) حدوث کا علم تفصیلی ہو کہ کب کس
نے ایجاد کیا (۴) حدوث کا علم اجمالی ہو، یعنی یہ تو معلوم ہو کہ
نوا ایجاد ہے لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ کب اور کیسے ایجاد ہوا۔
جو چیز عامۃ المسلمین میں عام طور سے معمول بہ ہو اور اس کا
عمل شائع و ذائع ہو اور اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہو
کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی
ایسا ہی ہوتا تھا یہ قسم اول ہے اور اسی کو متوارث اعلیٰ بھی کہتے
ہیں اور جب نہ یہ معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے زمانہ میں اس کا کیا حال تھا نہ یہی پتہ چلے کہ اس کی ایجاد
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہوئی ہے تو یہ سمجھا
جائے گا کہ یہ چیز شروع سے اسی طرح ہوتی آرہی ہے اور ہر
بعد کے زمانہ والے نے اپنے سے پہلے زمانہ والوں سے اسے
حاصل کیا،

حبلاً علی الظاهر والا صل اذا الا صل فی الامور الشر
عیة هو الاخذ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
والعمل بالسنة هو الظاهر من حال عامة المسلمين
وهذا هو القسم الثاني "وهذا ما يقال فيه انه لا
يحتاج الى سند خاص اما اذا علم حدوثه فلا يمكن
جعله متوارثاً عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سواء علمنا وقت حدوثه اولاً، لان عدم العلم بوقت
الحدوث ليس عدم العلم بالحدوث فضلاً عن
العلم بعدم الحدوث فرب حادثة نعلم قطعاً انه
حادث ولا نعلم متى حدث كاهرام مصر بل والسماء
والارض في الحدوث المطلق ومعاليق الحجرة الشر
يفة التي تعلق حولها من قناديل الذهب والفضة و
نحوهما في الحدوث المقيّد قال السيد السهمودي
في خلاصة الوفاء: ولم اقف على ابتداء حدوثها^۱ الخ و
حينئذ ينظر هل يخالف

تو ایسی چیز کو حال کی دلیل پر عمل اور اصل و ظاہر کا لحاظ کرتے
ہوئے متوارث حکمی کہا جاتا ہے کہ امور شرعیہ میں سنت پر
عمل کرنا ہی اصل ہے اور مسلمانوں کا ظاہر حال بھی یہی ہے
کہ سنت پر عمل کریں یہ متوارث کی قسم ثانی ہے، اس کے
لیے کسی خاص سند کی ضرورت نہیں اور جس چیز کے بارے
میں یہ معلوم ہو کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد
مبارک کی ایجاد ہے۔ ایسی چیز کے بارے میں متوارث ہونے
کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس کے حدوث کے وقت کا علم ہو یا
نہ۔ کیونکہ کسی چیز کے حدوث کے وقت کا علم نہ ہونے کے
لیے یہ لازم نہیں کہ ہم اس کے حدوث سے ہی بے خبر ہوں،
یا یہ جانتے ہوں کہ وہ حادث نہیں ہے۔ کتنی چیزوں کے بارے
میں ہمیں بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ یہ حادث ہے لیکن
اس کے حدوث کے وقت کا پتہ نہیں ہوتا جیسے اہرام مصر بلکہ
حدوث مطلق میں آسمان و زمین بھی اور حدوث مقید میں
جیسے وہ جھاڑ فانوس اور قندیلیں جو حجرۃ نبوی شریف کے آس
پاس لٹکائی ہوئی ہیں۔ حضرت علامہ سمہودی نے خلاصہ وفاء
الوفا میں فرمایا: "ہمیں ان کے ابتداء حدوث کا وقت نہیں
معلوم تو ایسے نوپیدا امور جن کے حدوث کے وقت کا ہمیں علم
نہ ہو حسب

^۱ وفاء الوفاء الفصل الخامس والعشرون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۸۳

تو اعد شرعیہ ان کے بارے میں یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ کسی سنت ثابتہ کے مخالف تو نہیں، مخالف نہ ہو تو اس کا معاملہ استحباب سے وجوب تک میں دائر ہو گا اور زمانہ کی قدامت کے اعتبار سے کبھی کبھی اس کو بھی "متوارث" کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ خطبہ جمعہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں چچاؤں کے ذکر کا رواج کہ حادثہ ہے پر یہ نہیں معلوم کہ کب سے رائج ہے البتہ یہ کسی سنت ثابتہ کے خلاف نہیں تو یہ تو وارث کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے اس کے بعد کی ایجاد کو متوارث بمعنی اصطلاح شرع نہیں کہا جائیگا ہاں تو وارث لغوی ہو سکتا ہے جیسے تقیہ شیعوں میں متوارث ہے اور جھوٹ و ہابیہ میں ابا عن جید رائج ہے اور اگر ایسی نوپید چیز ہو جو بعد عہد رسالت ہو اور اس کے حدوث کا وقت نہ معلوم ہو اور وہ خود فتنہ اور قواعد فتنہ کے تحت داخل ہو تو فتنہ ہے اور اس کا دائرہ بھی مکروہ سے لے کر تحریم تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اگر یہی حادثہ نہ سنت ثابتہ کے خلاف ہو نہ قواعد فتنہ کے دائرے میں آتی ہو، تو یہ صرف مباح ہے، نہ فتنہ ہے، نہ مستحب، ہاں جب شہر و علاقہ کی عادت سے خارج ہو تو مکروہ ہو گا۔ چنانچہ

هذا سنة ثابتة في خصوص الامر الاول - على الثاني يحال الامر على حال الشيعي في نفسه فان كان حسنا داخلا تحت قوا عد الحسن فحسن على تفاوته من الاستحباب الى الوجوب حسب ما تقتضيه القواعد الشرعية، وقد يطلق عليه "المتوارث" اذ تقدم عهده كذكر العيين الكر يمين في الخطبة، وهذا اذني اقسامه ولا اطلاق له على ما دونه الله م اللغة، كتوارث التقية في الرفضه والكذب في الوهابية وان كان قبيحا داخلا تحت قوا عد القبح فقبيح على تفاوته من الكراهة الى التحريم اولا ولا فلا ولا بل مباح ع والخروج عن العادة شهرة ومكر وه كما نصوا عليه¹ - وورد

عہ: بیاض فی الاصل۔

¹ الحديقة الندية من آفات السحر فهو حرام مكتبة نوريه رضويه فيصل آباد ۲/ ۵۸۲

علماء عہ نے فرمایا کہ لوگوں ان کے اخلاق کے موافق معاملہ کرو اور حدیث شریف میں ہے "لوگوں کو بشارت دو نفرت نہ دلاؤ" سنت ثابتہ کی مخالفت کرنے والی بات بدعت مردودہ ہو گی اور گو وہ لاکھ پھیل گئی ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسے حادثہ امر پر پوری امت مسلمہ کا جماع نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گمراہی پر مجتمع ہونے سے محفوظ رکھا ہے ایک استثنائی صورت البتہ ہے کہ وہ بات ہے تو عہد رسالت کے بعد کی اور بظاہر مخالف سنت بھی ہے لیکن زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے اس کا حکم شرعی بدل گیا اور اس تبدیلی پر تمام مسلمانوں کا عملدرآمد جاری و ساری ہو گیا جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پر نور میں عورتیں مسجد میں جاتی تھیں لیکن بعد میں ان کو عام طور مسجد میں حاضر ہونے سے روک دیا گیا ہے ایسا نوزائیدہ امر حقیقت میں سنت ثابتہ کے مخالف نہیں ہوتا اگرچہ بظاہر ایسا ہی نظر آتا ہے کہ اب جو بات پیدا ہو گئی ہے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زما نہ میں	"خالفوا الناس بأخلاقهم" ^۱ وقال صلى الله تعالى عليه وسلم "بشروا ولا تنفروا" ^۲ - وعلى الاول يرد ولا يقبل وان فشا ما فشا وقد اجار الله الامة عن الاجتماع على مثله الا ان يكون شيعي تغير فيه الحكم بتغيير الزمان كمنع النساء عن المساجد وهذا في الحقيقة ليس مخالفاً للسنة الثابتة بل موافق لها وان خالف الواقع في عهده صلى الله تعالى عليه وسلم لان الواقع لشيعي كان وبأن الحادث لشيعي لو كان في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم لكان فهذا هو التحقيق و معلوم ان مسئلتنا هذه من القسم الرابع في التقسيم الاول - والقسم الاول في

عہ: حدیث میں وارد ہے کہ لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرو۔ اقامۃ القیامۃ ص ۲۰، رواہ مسندنا وقال رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین ^۳ ۱۲ نظام الدین۔

^۱ اتحاف السادة المتقين كتاب آداب العزة الباب الثاني الفائدة الثانية دار الفكر بيروت ۶/ ۵۷۲ و ۵۷۳

^۲ صحيح البخاري كتاب العلم باب ما كان النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم يتخولهم بالموعة الخ قد يمي كتب خانہ کراچی ۱۶/ ۱

^۳ اتحاف السادة المتقين بحوالہ حاکم کتاب السماع والوجد دار الفكر بيروت ۶/ ۵۷۲

التقسیم الثانی ای نعلم انه حادث ان لم نعلم متى
 حدث۔ ونعلم ان الواقع على عهد رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم كان على خلاف ذلك وليس شيئاً
 يتغير فيه الحكم بتغير الزمان ومع هذا تظافرت
 النصوص عن ائمة الفقه بنهي عام هو داخل فيه، بل
 ارشد الائمة الى النهي عن خصوصه ودلت الادلة على
 قبحه و شنا عته كما تقدم كل ذلك فثبت انه
 يستحيل جعله متوارثاً بل هو من المحدثات البرود
 ة قطعاً، والحمد لله، وبه استبان ان الجهل ببداة لا
 يجعله قد يما للعلم بحدوثه بل الجهل بالبداة
 يؤخره جداً، لان الحادث انما يضاف الى اقرب الاوقا
 ت، وزعم انه

ایسا ہوتا تو آپ بھی عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما
 دیتے (کما قالت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ام
 المؤمنین حضرت عائشہ نے ایسا ہی فرمایا۔ یہ تحقیق مقام ہے،
 اور یہ معلوم ہے کہ ہمارا مسئلہ پہلی تقسیم کی چوتھی قسم سے
 ہے، اور تقسیم ثانی کی پہلی قسم ہے یعنی اس کے بارے میں
 ہمیں حادث ہونا تو معلوم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس کے
 حدوث کا وقت کب ہے، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے خلاف
 عمل درآمد رہا ہے، اور فی ان امور سے بھی نہیں جس کا حکم زما
 نے کے بدلنے سے بدلتا ہو، اور اس کے ساتھ ہی ائمہ فقہاء کی
 بے شمار نصوص نہی عام کی صورت میں موجود ہیں بلکہ خاص
 اذان جمعہ کی ممانعت کی طرف بھی رہنمائی ہے، اور متعدد
 دلیلیں اس کے قبح و شاعت پر بھی دلالت کرتی ہیں جیسا کہ
 ساری تفصیل گزر چکی، تو ثابت ہوا کہ اس کو متوارث قرار دینا
 محال ہے اور یہ قطعاً یقیناً بدعات مردودہ میں سے ہے اس
 سے یہ امر بھی روشن ہو گیا یہ کسی امر کے احداث کا وقت
 معلوم نہ ہونا اس کو قدیم نہیں بناتا جبکہ اس کے حادث ہونے
 کا علم ہو، بلکہ جس کے حدوث کی بداء نہ معلوم ہو، اس کے
 بارے میں یہ امر سمجھا جائے گا کہ یہ امر بالکل نوپید ہے
 کیونکہ حادث قریب ترین وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے۔
 اور یہ گمان کرنا

کہ اکاحدوٹ تو زمانہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے بلا شبہ ایک افتراء ہے۔ اور وہابی تھانوی کا ہدایہ کی اس عبارت سے استدلال کہ "امام منبر پر چڑھے اور بیٹھے تو موذن اس کے سامنے اذان دے کہ یہی متواتر ہے"۔ اور امام عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے ہے" غلط ہے۔ صاحب ہدایہ کے قول یہی متواتر ہے کا مطلب یہ ہے کہ امام کے سامنے اذان ہونا کیونکہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی روشنی میں کہنا پڑے گا کہ یہ منبر کے سامنے والی اذان زمانہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے۔ اور اسی وقت سے متواتر ہے، حالانکہ اس اذان کا تو عہد رسالت سے ہونا منقول، متواتر ہے۔ اصل میں ان وہابی صاحب کا یہ زعم باطل، ہدایہ او عینی کی عبارت میں ناجائز دست درازی کا نتیجہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "بے شرم ہو گئے ہو تو جو چاہو کرو" پوری عبارت یوں ہے: "یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے یہی جاری و ساری ہو گیا کہ منارہ

حدث من زمن سيدنا عثمان رضي الله تعالى عنه فرية بلامرية واحتجاج التانوي الوهابي له بانه لما قال في الهداية اذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بين يدي الامام بذلك جرى التوارث¹ اه قال عليه امام العيني في البنائية اي في زمن عثمان² اه ولا يمكن ان يراد بقوله بين يدي المنبر مجرد المحاذات لثبوتها من زمن الرسالة فلا بد ان يراد به كونه لدى المنبر متصلا به ليصح جعله متوارثا من زمن عثمان لا قبله اه وما زعم الوهابي المفتري وهذه فرية فوق فرية، ولقد صدق رسول صلى الله تعالى عليه وسلم: "اذالم تستحي فاصنع ما شئت"³۔ فان عبارة البنائية هكذا "م بذلك شاي بالاذان بين يدي المنبر بعد الاذان الاول على

¹ الهداية كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة المكتبة العربية كراچی ۱۱/ ۱۵۱

² البنائية في شرح الهداية كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة المكتبة الامدادية مكة المكرمة جلد ۱ جزء الثاني ص ۱۱۴

³ امعجم الكبير حديث ۶۵۸ و ۶۶۱ المكتبة الفيصلية بيروت ۷/ ۲۳۸ و ۲۳۷

المنارة مبه جری التوارث من زمن عثمان بن عفان الى يومنا هذا" اه^۱ فلاشارة الى التأذين بعد التأذين۔ لا الى التأذين بين يديه۔ ولكن الوهابية قوم يفترون۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

پر پہلی اذان ہو اور اس کے بعد منبر کے سامنے والی اذان ہوا کرتی ہے "حضرت امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی عبارت میں ذالک کا مشاء الیہ پہلی اذان کے بعد دوسری اذان ہونے کو قرار دیا ہے نہ کہ دوسری اذان کے منبر کے سامنے ہونے کو۔ اور اسی کو حضرت عثمان کے عہد سے آج تک جاری رہنے کو بتایا۔ اور تھانوی صاحب نے اس کو منبر کے سامنے سے جوڑ دیا۔ اور کیوں نہ ہوتا یہ وہابی قوم بڑی افترا پرداز ہوتی ہے۔

لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

وكذا زعمه بعد التنزل حدوثه من زمن هشام بن عبد الملك وهذا انما قاله بعض المالكية في التأذين بين يدي الامام لقولهم انه محدث وانما كان هذا الاذان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وخلفائه الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی المنار ایضا كما تقدم وقد رده محققوهم وبينوا ان هشام لم يتغير هذا الاذان شيئاً انما غير الاذان الاول الذي احده عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ كان يفعل بالزوراء

(یونہی تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ "ہم اپنے منصب سے اتر کر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ لصیق المنبر اذان ہشام ابن عبد الملك نے ایجاد کیا" زعم فاسد اور وہم کاسد ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ حجت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تبعین اذان بین یدی الخطیب کو حادث و مرکوحہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں یہ اذان بھی منارہ پر ہوتی تھی، ہشام ابن عبد الملك نے اپنے زمانہ میں اس اذان کو جسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام زوراء پر دلانا جاری کیا تھا منارہ پر دلانا شروع کیا اور اس دوسری اذان کو منارہ کے

^۱ البنایہ فی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة المكتبة الامدادية مكة المكرمة المجلد الاول، الجزء الثاني ص ۱۰۳

فنقله هشام الى المسجد على المنارة۔

بجائے خطیب کے سامنے کر دیا۔ مگر محققین مالکیہ نے اپنے ہی ہم مذہب علماء کے اس خیال کو رد کر دیا کہ ہشام نے دوسری اذان میں کوئی ترمیم نہیں کی، وہ عہد رسالت اور عہد شیخین بلکہ عہد عثمان و مابعد کے موافق برابر خطیب کے سامنے ہوتی رہی، ہشام نے تو صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اضافہ کردہ اذان کو مقام زوراء سے منتقل کر کے منارہ مسجد نبوی پر کرانا شروع کیا۔

چنانچہ امام زر قانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب لدنیہ میں ابن حجب مالکی کی مندرجہ ذیل عبارت کی شرح میں فرمایا: "خطبہ کی اذان شروع ہونے پر نماز جمعہ کے لئے سعی حرام ہے" (یعنی اذان خطبہ شروع ہونے سے قبل ہی مسجد میں پہنچ جانا چاہیے) زمانہ رسالت میں یہی معہود و معروف تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضرت ذوالنورین نے خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے قبل بھی مقام زوراء پر ایک اذان پکارنے کا حکم دیا (پھر ہشام نے اس اذان کو مسجد کی طرف منتقل کیا اور دوسری اذان کو سامنے لایا) مطلب یہ ہے کہ دوسری اذان وہیں دلائی جہاں عہد رسالت میں ہوتی تھی، اس میں کچھ تغیر نہیں کیا، البتہ حضرت عثمان غنی نے جو اذان مقام زوراء پر دلوانی شروع

قال العلامة الزرقانی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی شرح المواہب (عبارة ابن الحاجب من المالکیة یحرم الاشتغال عن السعی عند اذان الخطبة وهو معہود) فی زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، (فلما کان عثمان وکثروا امر بالاذان قبلہ علی الزوراء اھ ثم نقلہ ہشام الى المسجد وجعل الاخرین یدیدہ بعینی انہ ابقاہ بالمکان الذی یفعل فیہ فلم یغیرہ بخلاف ماکان یفعل بالزوراء فحولہ الى المسجد علی المنار^۱ اھ باختصار۔

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع الباب الثانی دارالمعرفة بیروت ۷/ ۳۷۹

کی تھی اس کو مسجد کی طرف منتقل کیا یعنی اسے منارہ پر دلوانے لگا، اھ بالاختصار۔

اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ہشام نے منبر کے سامنے والی اذان میں بھی تصرف کیا اور اسے منبر کے متصل دلانے لگا اور سنت رسول کو بدل دیا، تو یہ ہشام کون ہے اور کیا ہے کہ اس کے بدلنے کا لحاظ کیا جائے اور اس کی اتباع کی جائے، اور اس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ دی جائے۔ بھلا دینداروں میں سے کون اس پر راضی ہوگا! اور اس وہابی نے جو یہ کہا کہ ائمہ ہدیٰ مثل امام مالک و ابو حنیفہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے ہشام کی اتباع کی اور اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دی۔ یہ ان ائمہ ہدیٰ پر اس کی افتراء پردازی ہے، اور ان کی طرف ایک غلیظ برائی کی نسبت ہے، ان کا دامن اسی آلودگی سے پاک ہے، لیکن اس خبیث نے جب گلہ گو یوں کو دو ٹکڑے کر دیا اور اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گالی دیا اور اسے چھاپ کر شائع کیا، تو اب کون رہ گیا، ہم مرتد کے حال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نقہ ۱۱: ان سے بارہا مطالبہ کیا گیا کہ تم لوگ اس اب میں زمانہ رسالت سے آج تک کے توارث کے مدعی ہو تو کیا کسی اور

ولئن فرضنا ان هشامًا هو الذی غیر السنۃ فمن هشام وما هشام حتی یعتبر بتغییرہ ویؤخذ بفعلہ و تترك سنة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم وخلفاء الراشدين لاجله لا یرضی بہ احد من اھ الدین۔ و نسبة الوهابی ایاہ الی ائمة الہدی مالک و ابی حنیفہ و غیر ہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انہم اتبعوا هشامًا فیہ و ترکوا السنۃ الجملہ افتراء منه علیہم و سبۃ غلیظۃ فی حقہم حاشاہم عن ذلک، و لکن اذ قد الخبیث اذ قد سب محمدًا و سب رب محمد جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و طبعہ و اشاعہ فمن بقی نعوذ باللہ من حال کل مرتد و شقی و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نقہ ۱۱: و اذ قد طولبوا مرارًا انکم تدعون التوارث عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

نے بھی اس توارث پر نص کیا ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یا تم لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود رہ کر اس کا مشاہدہ کیا ہے یا آج تم لوگ کر رہے ہو یا دیکھ رہے ہو، حضور کے زمانہ سے آج تک مسلسل جاری ہے تو ان کو ڈوبنے والے کی بیقراری گھیر لیتی ہے جو ہر تنکے پر سہارے کے لیے ہاتھ مارتا ہے۔ اور یہ لوگ ایک عقلی اور ایک نقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔ دلیل منقول میں ان لوگوں کا سہارا ہدایہ اور ہندیہ کا یہ قول ہے کہ "موزن نے منبر کے سامنے اذان دی، اور اسی پر توارث ہوا۔" ان کی یہ دلیل اس جہالت کی پیداوار ہے کہ انہوں نے سامنے کے معنی متصل منبر قرار دے لیا جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے، تو ہدایہ کی بات تو حق و ہدایت ہے لیکن اس سے ان کا یہ سمجھنا کہ اذان کا منبر کے بالکل قریب ہونا متوارث ہے، ان کی جہالت ہے۔ اور عقلی دلیل ہے کہ تاریخ سے یہ ثابت نہیں کہ اذان بین یدی الخطیب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی تغیر ہوا۔ اور آج کل متصل منبر ہو رہی ہے، تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ عہد رسالت سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔

علیہ وسلم فہل نص علیہ احد، او عندکم علیہ من دلیل، امر انتم شاهد تم زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امر کل ماترونہ فی زمنکم فہو مستبر من زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاءہم عہ اضطرار الغریق الی التثبیت بکل حشیش فتمسکوا بمنقول ومعقول، اما المنقول فقول الهدایة والہندیة: اذن المؤذنون بین یدی المنبر وبذلک جرى التوارث^۱۔ " وهذا کما تری نزعة من جہم بمنعی بین یدیہ کما عرفت مفصلاً۔ فقول الهدایة حق وهدایة، وفہمہم منه ان الاذان داخل المسجد متوارث من زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہل وغواية۔ واما المعقول فہو انه لم یکذر فی شیئی من التوارث ان هذا الاذان سری الیہ التغیر بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلم انه کما یفعل الآن کان ہکذا یفعل

عہ: فی الاصل ہکذا ولعلہ الجاء۔

^۱ الهدایة کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجمعة المكتبة العربیة کراچی ۱۵۱/۱، الفتاویٰ الہندیہ کتاب الصلوۃ الباب السادس عشر نورانی مکتب خانہ

اس دلیل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے قائل کو علم سے کچھ مس ہی نہیں کیونکہ نہ تو تاریخ میں اس بات کا التزام ہے کہ مسائل جزئیہ شرعیہ سے متعلق ہر ہر جزئی کا اس میں بیان ہوگا۔ نہ مدعی نے اسلام کی ساری تاریخی کتابوں کو پایا، نہ سب کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ ظاہر ہے کسی چیز کا نہ پانا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یونہی کسی امر کا ذکر نہ ہونا اس بات کی تصریح نہیں کہ یہ ہوا ہی نہیں۔ اور اگر سب کچھ من وعن تسلیم کر لیا جائے، تو یہاں تو صحیح حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہو رہا تھا آج اس کے خلاف کیا جا رہا ہے، تو تاریخ میں ذکر ہو نہ ہو۔ صحیح حدیث سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ سنت رسول میں تغیر ہوا، تو کیا آپ لوگ اہل تاریخ کی خموشی کا سہارا لے کر صحیح حدیث کو جھٹلائیں گے، اور عین صریح انکار کریں گے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ جہل جس پر سوار ہو جاتا ہے اسے رسوائی یا عار دلانے کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی۔

نفعہ ۱۲: اور کچھ لوگوں کا توارث جب حدیث وفقہ کے خلاف ہو تو لائق استدلال نہیں ہوتا۔ سب جانتے ہیں کہ توارث میں سب سے عظیم و بزرگ اور پرہیزگار ترین محدثین زادہم اللہ شرفاً و تعظیماً کا توارث ہے، وہ بھی قرون اولیٰ کا مگر ہمارے امام اعظم

علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و هذا قول من ليس له من العلم الا الاسم۔ فلا التواريخ التزمت ذكر جميع الحوادث الجزئية المتعلقة بالمسائل الشرعية، ولا كل كتب التواريخ وجد المدعى، ولا كل ما وجد طالعه برمته، ولا عدم الوجدان عدم الوجود، ولا عدم الذكر ذكر العدم۔ ولو تنزلنا عن كل هذا فاذا ثبت بالحديث الصحيح ان الذي كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلاف ما شاع في هؤلاء فالتغير ثابت لا مرد له افترد دون الحديث الصحيح، ام تكذبون العيان الصريح، بان التواريخ لم تتعر لبيان التغير، ولكن الجهل اذا تملك لم يخش الفضوح والتغيير، ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

نفعہ ۱۲: لاحجة في توارث البعض اذا خالف الحديث والفقہ، الاتري ان اجل توارث واعظمه واهيبه وافخه توارث اهل الحرمین المحترمين زادهما الله تعالى عزاً وتعظيماً واهلهما فضلاً وتكريماً

اور تمام اہل فتاویٰ اذان فجر کے مسئلہ میں اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ حدیث اس توارث کے خلاف مروی ہے، ہدایہ میں ہے: "نماز فجر کے لئے دخول وقت سے پہلے اذان نہ دی جائے، اور اگر پہلے دے دی گئی ہو تو وقت ہونے پر دہرائی جائے کہ اذان وقت کے اعلان کے لئے ہے، اور وقت سے پہلے دینا لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ فجر کی اذان توارث حریم شریفین کی وجہ سے فجر سے پہلے بھی دی جاسکتی ہے۔ اور دونوں کے خلاف دلیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول ہے جو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس وقت تک اذان نہ دو جب تک صبح یوں روشن نہ ہو جائے۔ اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو عرض میں پھیلا دیا۔ "حضرت امام اکمل الدین بابر قی فرماتے ہیں: "صاحب ہدایہ کا حجتہ علی الکمل فرمانا امام شافعی، قاضی ابو یوسف اور اہل حریم سب کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث آخذ اور ماخوذ منہم سب پر حجت ہے۔" تو جب اہل حریم وہ بھی تابعین اور تبع تابعین جیسے عظیم بزرگوں کا یہ حال ہے، پھر ان مدعیوں کے

لاسیماً فی القرون الأولى ومع ذلك لم یسلمہ امامنا الاعظم وجبیع اثمة الفتاویٰ فی مسألة الاذان الفجر من اللیل لمجی الحدیث بخلافه قال فی الهدایة: "لا یؤذن لصلاة قبل دخول وقتها ویعاد فی الوقت لان الاذان للاعلام وقبل الوقت تجهیل وقال ابو یوسف وهو قول الشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز للفجر فی النصف الاخیر من اللیل لتوارث اهل الحرمین والحجة علی الکمل قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلا لرضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تؤذن حتی یتبین لك الفجر هکذا ومدیده عرضاً^۱ "قال الامام الاکمل البابر قی فی العناية: "قوله والحجة علی الکمل ای علی ابی یوسف والشافعی واهل الحرمین یعنی ان الحدیث حجة علی الاخذ والماخوذ منه^۲ "فاذا کان هذا فی نوارث اهل الحرمین التابعین وتبع التابعین وهم ما هم فما ظنک

^۱ الهدایة کتاب الصلوة باب الاذان المكتبة العربیة کراچی ۱/۷۳۷-۷۳۸

^۲ العناية علی هامش فتح القدیر باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/۲۲۱

مذعومہ توارث کا کیا حال ہوگا جس میں آپ جیسوں سے پیوستہ لوگ ہیں۔ ان کا فعل یا سکوت شریعت میں حجت کب ہے کہ اس کو شرع کے خلاف حجت قرار دیا جائے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

نفعہ ۱۳: اس توضیح سے ان لوگوں کے استدلال کی کمزوری ظاہر ہو گئی جو حرمین شریفین کے مؤذنوں کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ اذان مکہ شریف مں مطاف کے حاشیہ پر ہوتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد کریم میں مسجد حرام موجودہ مطاف کے حدود میں ہی تھی، جیسا کہ ملا علی قاری کی مسلک منقسط وغیرہ میں ہے، تو اس تقدیر پر آج بھی حرم میں اذان وہیں ہو رہی ہے جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ہوتی تھی۔ اب مسجد کی توسیع کی وجہ سے اگرچہ وہ جگہ مسجد کے احاطہ میں آگئی ہے، جیسا کہ چاہ زمزم بھی فی الحال مسجد کے احاطہ میں ہی ہے، اور مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چبوترے پر جو منبر کے مقابل ہے۔ تو اگر یہ چبوترے قدیمی ہوں تو بات مکمل ہو گئی کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ چبوترہ اور منبر مسجد بالمعنی الاول سے خارج ہے لیکن بات تو ان کے حادث ہونے کی ہے۔ تو ان سے

بتوارث تدعیہ الان فی بعض البلدان وما فیکم ولا فیمن ولی کم او ولی من ولی کم من یکون فعله اوسکوته حجة فی الشرع فضلاً عن ان یکون حجة علی الشرع واللہ یرہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔
نفعہ ۱۳: ظهر بهذا والله الحمد وهن تمسکه بفعل مؤذن الحرمین اشرفین فمع ان هذا الاذان فی مکة زادها الله شرفاً علی حاشیة المطاف وما کان مسجد الحرام علی عهد سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام الا قدر المطاف کما فی المسلك المتقسط علی القاری وغیرہ فاذن محل الاذان الان هو محله القدیم وان احاط به المسجد بالزیادة کما ارسط بئر زمزم۔ وفي المدينة المنورة صلی اللہ تعالیٰ علی من نورها وبارک وسلم علی دكة بأزاء المنبر فامر قدمت وقد تم الامر لما قدمنا ان الدکاء ومئذنة خارجة عن المسجد بالمعنی الاول غیر ان الشان فی احداثها کما

تقدم فيكيف يحتج به، والله الهادي۔

اذ علمت ان امامنا رضى الله تعالى عنه وجميع ائمة الفتوى بعده لم يقبلوا توارث التابعين وتبعهم من اهل الحرمين الشريفين لمخالفة الحديث فما ظنك بفعل مؤذن الزمان وهل يسوغ لحنفى ان يستبجج الجهر بكلام لستمع الخطبة ولو كان صلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم او ترضيا للصحابة او دعاء للسلطان اعز الله نصره وخذل اعداءه اولسيدنا الشريف حفظه الله تعالى۔ اليس قد اجمع ائمتنا على تحريم الكلام اذ ذاك ولو دينيا و فوق ذلك بكثير امر التمثيط في التكبير قد اقام عليه النكير المحقق في فتح القدير ولم يستبعد فساد صلوة من يفعله اى وكذا صلوة من يصلى بتكبيره و تبعه عليه في الحلية والنهر والدرر وغيرها و جزم بفساد الصلاة به السيد العلامة اسعد مفتى المدينة المنورة تليد

اذان کے اندرون مسجد ہونے پر استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔

جب آپ جان چکے کہ ہمارے امام اعظم رضى الله تعالى عنه اور ان کے بعد تمام اہل فتویٰ نے تابعین اور تبع تابعین کا توارث قبول نہیں کیا کہ یہ حدیث شریف کے خلاف ہے۔ نواج کل کے مؤذنین کی کیا حقیقت ہے، کیا کسی حنفی کو یہ اجازت ہے کہ خطبہ جمعہ سننے والے کو بلند آواز سے بولنے کی اجازت دے، اگرچہ یہ کلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو یا صحابہ کے لئے رضى الله عنهم ہی کیوں نہ ہو یا سلطان اسلام یا شریف مکہ کے لئے دعاء خیر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا ہمارے ائمہ نے اس وقت دینی اور دنیاوی سبھی قسم کے کلاموں کی حرمت پر اجماع نہیں کیا؟ اور اس سے زیادہ اہم معاملہ تکبیر کے ابلاغ ہی کے لئے مکبر کا بہت بلند آواز سے گنگری بھر کر تکبیر بولنے کا ہے۔ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے اس کی سخت تردید کی اور فرمایا "ایسا کرنے والے کی نماز فاسد ہونے کا ڈر ہے۔" یونہی اس کی نماز جو ایسے مکبر کی آواز پر بنا کرے اور صاحبان حلیہ و درر و نہر اور اس کے علاوہ علماء نے بھی اس کی ممانعت فرمائی اور اس کی نماز فاسد ہونے کا فتویٰ سید عالمہ مفتی اسعد مفتی مدینہ منورہ نے دیا جو

شیخی زادہ صاحب مجمع الانہر کے شاگرد ہیں۔ اور صاحب درمختار کے ہمعصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمت کی بارش برسائے، انہوں نے اپنے فتاویٰ کے شروع میں اس سلسلہ کی ایک عجیب بات نقل کی جسے دیکھا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت کی دلیلیں حدود و مشہور ہیں، اور ان کے باہر کسی کے عمل سے استدلال نہیں ہو سکتا بالخصوص جبکہ وہ عالم بھی نہ ہو، نہ علماء کا زیر فرمان ہو۔ لیکن ان وہابیہ زنادقہ پر سخت تعجب ہے کہ کس طرح مؤذن کے فعل سے استدلال کرتے ہیں اور حریم شریفین کے حضرات سادات علمائے کرام کو بدنام کرتے ہیں۔ یہ ذلیل قوم علمائے حریم شریفین پر غلط اتہام رکھتی ہے اور ان کے حق فتوؤں کی اقتداء نہیں کرتی، تو ان کے اعمال حسنہ مثل میلاد و قیام کی کیا پیروی کریں گی! ان پر قول فیصل یہ ہے کہ انہیں سادات حریم کا فتویٰ حسام الحرمین دکھا کر کہا جائے یہ علمائے حریم کا فتویٰ نہیں ہے؟ تو اگر وہ اس کو رد کرتے ہیں تو مؤذنین حریم کے فعل سے ہم پر الزام کرنے کا کیا حق ہے؟ اور اقرار کر کے ان وہابیہ کی تکفیر کرتے ہیں تو ان سے کہا جائے کہ مسئلہ اذان میں آپ ان کافروں کی کیوں اتباع کرتے ہیں آپ کو تو انکار کئے کا حق ہے۔ (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کے طالب ہیں، اور اس کے علاوہ نہ کوئی قوت والا ہے،

العلامة شيخى زادہ صاحب مجمع الانہر معاصر البدق العلامہ محمد الحصفی صاحب الدر المختار رحمہم العزیز الغفار قدحکی فی اوائل فتاواہ من هذا ما یفضی الی العجب فراجعہا ان شئت۔

وبالجملة دلائل الشرع محصورة ولا حجة في فعل كل احد لا سيما من ليس بعالم ولا تحت العلماء ولكن العجب كل العجب من هؤلاء الوهابية الملاحدة الزنادقة السابغة لله ولرسوله صلى الله تعالى عليه وسلم، كيف يحتجون بفعل المؤذنين ويرمون حضرات سادتنا علماء الحرمین الشریفین نفعنا الله تعالى ببركاتهم، فی کتبهم وخطبهم بشنائع فظیعة قدبراهم الله تعالى عنہا۔ والوهابية قوم یكذبون ثم لا یقتدون بعلماء الحرمین فی عقائدہم الحققة فضلاً عن اعمالهم الحسنة كمجلس المیلاد الشریف والقیام فیہ لتعظیم من عظم الله تعالى

شانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نفسہ ۱۴: قدمنا من الخطبة ثم في الاجمال في بحث
الوارث الباطل المظنون (وانه كيف يسرى الى الظنون)
مايكفى ويشفى وبيننا الحق ورفعنا للوم عن اساتذتكم
واشباخكم بل وعنكم ايضا يا مخالفين ان رجعت
الى الحق بعد ماظهر ولم تنكروا الصبح حين زهر
فراجع فانه مهم ومن لم يرجع فهو جبل واقع
بهم، ومن الدليل على ما ذكرت ان العالم الدليل على
امذكرت ان العالم ينكر فلا يسمع ما قدمت الان
عن رد المحتار من تعطل نفاذ الامر بالمعروف
والنهي عن المنكر منذ ازمنة^۱، وعلى ما ذكرت ان
العالم يسكت حينئذ قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا رأيت الناس قد مرجت عهدهم وخفت امانتهم
وكانوا هكذا وشبك بين انامله فالزم بيتك واملك
عليك لسانك وخذ ماتعرف ودع ماتنكر وعليك
بخاصة امر نفسك ودع

نہ طاقت والا وہی علی وہی عظیم ہے جل جلالہ وعم نوالہ)
نفسہ ۱۴: توارث باطل و مظنون کے بارے میں خطبہ میں اور
توارث کی اجمالی بحث میں ہم نے جو کچھ ذکر کیا وہ کافی اور شافی
ہے۔ ہم نے حق واضح کیا اور مدعیان توارث کے استاذوں ان
کے شیوخ اور خود ان سے بھی "سکوت عن الحق" کا الزام زائل
کیا۔ کاش کہ یہ لوگ حق ظاہر ہونے کے بعد اس کی طرف
رجوع کرتے اور صبح چمکنے کے بعد اس کا انکار نہ کرتے، حالانکہ
وہ ان کے لئے اہم اور ایسا پتھر ہے جو بے توجہی سے انہیں کے
اوپر آڑے لگے۔ ہمارے اس دعوٰی پر کہ "عالم انکار کرتا ہے مگر
عوام اس کی پرواہ نہیں کرتے" دلیل صاحب رد المحتار کا مذکورہ
بالا قول ہے کہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مدتوں سے
معتل ہو چکا ہے۔" اور اس امر کی دلیل کہ "بسا اوقات عالم
منکر دیکھ کر خاموش رہتا ہے" حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا یہ قول ہے: "جب تم لوگوں کو اس حال میں دیکھو
کہ ان کے عہود ایک دوسرے سے گتھ کئے ہیں اور امانتوں کو
ہلکا سمجھنے لگے ہیں، اور وہ جال کی طرح بن گئے ہیں (حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل
فرما کر جال کی صورت بنائی) تو تم اپنے گھر کو لازم پکڑو، اور
اپنی زبان کو قابو میں

^۱ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۲

عنك امر العامة۔" رواه الحاكم^۱ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما وصححه واقره الترمذی۔
وابن ماجه عن ابی ثعلبة الخشني رضي الله تعالى عنه
قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:
ائتبروا بالمعروف وتناهوا عن المنكر حتى اذا رأيت
شحاً مطاعاً وهوى متبعاً ودنياً مؤثرة واعجاب كل ذي
رأى برايه ورأيت امراً لا يدان لك به فعليك
خويصة نفسك ودع امر العوام^۲۔ (الحديث)
ونظير ما ذكرت من شيوع امر من قبل السلطنة ما في
الهداية في تكبيرات العيدین: "ظهر عمل العامة
اليوم بقول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما لا امر
بينه الخلفاء فاما المذهب فالقول الاول^۳ اه"

رکھو، خود اپنے نفس کی نگہداشت لازم جانو، اور عوام کا معاملہ ان پر چھوڑ دو۔" اسے حاکم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور اسے ترمذی نے برقرار رکھا۔

ابن ماجہ نے ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو تا آنکہ بخل کی حکومت دیکھو، خواہشات نفس کی پیروی کی جانے لگے، اور لوگ دنیا کو اختیار کر چکے ہوں۔ ہر رائے پسند کرے ایسے میں کوئی ضروری معاملہ درپیش ہو تو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

اور اس بات کا ثبوت کہ سلطنتوں کی طرف سے بھی بہت باتیں پھیلائی جاتی ہیں، صاحب ہدایہ کا یہ قول ہے کہ:
"تکبیرات عیدین میں آج کل عام طور سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل ہو رہا ہے کیونکہ خلفائے بنو العباس نے اسی پر عملدرآمد کا حکم دیا، لیکن مذہب تواحناف کا قول اول ہی، (یعنی چھ زائد تکبیریں)۔"

^۱ المستدرک للحاکم کتاب الادب دار الفکر بیروت ۲/ ۲۸۲ و ۲۸۳

^۲ سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۹

^۳ الهدایة کتاب الصلوة باب العيدین المكتبة العربیة کراچی ۱/ ۳۵۱

اور جو میں نے یہ کہا کہ ظہور منکرات کے وقت علماء خاموش رہے ہیں، اس کا ثبوت علمائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین کثیرہ متوافرہ ائمہ اجلہ کی وہ خاموشی ہے جو ولید کے مسجد نبوی شریف کے آرائش کرنے پر تھی، اس لئے دیوار قبلہ اور دونوں چھتوں کے مابین کی آرائش پر ۴۵ ہزار اشرفیاں خرچ کی تھیں حالانکہ انہیں میں سے بعض امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات پر نکیر کر چکے تھے کہ انہوں نے دیواروں کو اینٹوں کے بجائے منقش پتھروں سے بنوایا اور چھت کو کھجور کے پتوں کے بجائے ساج کی لکڑی سے۔ امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: "ولید بن عبد الملک بن مروان نے سب سے پہلے مسجد شریف کو مزین کیا، صحابہ کرام کے آخری عہد کی بات ہے، بہت سارے اہل علم اس وقت اس لئے خاموش رہے کہ فتنہ برپا ہوگا۔"

ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے شعب میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا: "جب تم کوئی ایسا کام دیکھو جس کے بدلنے کی تم طاقت نہیں رکھتے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے بدل دے۔"

وما ذكرت من سكوت العلماء عليه سكوتهم وهم صحابة متوافرون وائمة اجلا تابعون على زخرفة الوليد المسجد الشريف النبوي حتى انفق على جدار القبلة وما بين السقفين خمسة واربعون الف دينار مع ابن بعضهم قد انكر على امير المؤمنين عثمان رضي الله تعالى عنه حين بناءه بالحجارة مكان اللبن و قصبه وسقفه بالساج مكان الجريد۔ قال الامام العيني في العمدۃ: "اول من زخرف المساجد الوليد بن عبد الملك بن مروان وذلك في الاخر عصر الصحابة رضي الله تعالى عنهم وسكت كثير من اهل العلم عن انكار ذلك خوفاً من الفتنة اه¹۔"

ولا بن عدی فی الكامل والیبہقی فی الشعب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "اذا رأیتُم امرًا لا تستطیعون تغیریرہ فاصبروا حتی یکون اللہ هو الذی یغیرہ"²۔

¹ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب بنیان المسجد تحت الحدیث ۴۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۰۴

² شعب الایمان حدیث ۹۸۰۲ / ۷۹۹ / ۱۴۹ و الكامل لابن عدی ترجمہ غیر بن معدان المحض ۱۵ / ۲۰۱

والدلیل علی ما ذکر من اشتباہ الامر فی ذلک علی
 المتأخرین حتی العلماء بالتعامل ما اسلفت عن
 الشیخ المجدد وقد کان فی مآقرنا ابانة اعذار لمن
 عبر ومن غبر فان لم یرض به المخالفون فهم الذین
 یقضون علی اساتذتهم ومشائخهم اما بالجهل
 او بالسکوت عن الحق وقد کانت لهم مندوحة الم
 یعلموا ان الخلیفة الراشد امیر المومنین عمر بن
 عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم من سنن احیاءها
 وظلمات بدع اجلاها فكان له الاجر الجزیل والذکر
 الجبیل والفخر الجلیل ولم یکن عتب قط علی من
 قبله من الصحابة الکرام واکبرائمه التابعین
 الاعلام رضی اللہ تعالیٰ عنهم انهم جهلوا الحق اوسکتوا
 عنه ولا قیل لامیر المومنین انک تقحمت ما اجتنبه او
 انکرت ما اقروه افانت اعلم منهم بالسنة واتقی منهم
 للفتنة وعلی هذا درج امر کل مجدد فانه لا یبعث الا
 لتجدید ما خلق وتشئید ما وهی وربما کان من قبله
 اعلم منه واتقی۔ وكذلك غیر المجددین

اور اس امر کی دلیل کہ اس معاملہ میں متأخرین پر معاملہ تعامل
 سے مشتبہ ہو گیا، ہدیہ کہ علماء بھی شبہ میں پڑ گئے۔ شیخ مجدد کا
 وہ قول ہے جسے ہم نقل کر چکے ہیں۔ ہمارے اس بیان
 سے گزرنے والوں اور باقی رہنے والوں سبھی کا عذر ظاہر ہو گیا۔
 اگر کوئی ہمارے اس بیان پر راضی نہ ہو تو خود اپنے ہی شیوخ
 اور اساتذہ پر جہل یا سکوت عن الحق کا فیصلہ کرتا ہے حالانکہ وہ
 اس سے بچ سکتا تھا۔ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ
 عنہ نے کتنی سنتوں کا احیاء فرمایا اور کتنی بدعتوں کی تاریکیاں
 کافور فرمائیں۔ یہ امر ان کے لئے تاجر عظیم اور بقائے ذکر
 حسن کا ذریعہ ہے، اور بجا طور پر باعث فخر و مباہات ہے لیکن
 ان سے قبل گزرنے والے صحابہ کرام اور اکابر ائمہ تابعین
 اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے کسی عتاب یا عیب
 جوئی کا سبب نہیں کہ وہ لوگ حق سے غافل رہے یا اس سے
 خاموشی اختیار کی۔ نہ اس سے امیر المومنین پر خوردہ گیری کی
 گئی کہ آپ نے ان چیزوں کی مزاحمت کیوں کی جس سے
 متقدمین ائمہ نے پرہیز کیا، یا آپ نے ان امور کا انکار کیا، جسے
 ان بزرگوں نے باقی رکھا، تو کیا آپ ان سے زیادہ سنت کا علم
 رکھتے ہیں اور ان سے زیادہ ذکی و علیم ہیں؟ اور اسی میں تمام
 مجددین کا

من كل عالم تصدّي لاحياء السنة واخما بدعة فاه
 يحسد ويوجر ولا يذمر من مضى قبله ولا يعير
 بخلاف من غبر بل من المثل الدائر السائر كم ترك
 الاول للاخر وهذا سيدنا الغوث الاعظم القطب الاكرم
 سيد الاولياء وسند الائمة والعلماء صلى الله تعالى على
 ابيه الاكرم وعيه وعلى اصوله وفروعه ومشائخه
 ومريديه وكل من انتفى اليه، روى عنه الائمة الكبار
 باسناد صحيحة مفصلة في البهجة الشريفة وغيرها
 من الكتب المنيقة: "انه قيل له رضى الله تعالى عنه
 ما سبب تسبيتك محي الدين؟ قال رجعت من بعض
 سياحاتي مرة في يوم جمعة في سنة احدى عشرة
 وخمسائة الى بغداد حافياً، فمررت بشخص مريض
 متغير اللون نحيف البدن،

معاملہ شامل ہے کہ وہ بھیجے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ جو
 کمزوری آگئی ہے اسے مضبوط کریں اور جو کہنہ معلوم ہو رہا ہے
 اس کو نیا کریں۔ اور بسا اوقات ان مجددین سے پہلے ان سے
 بڑے بڑے اور ان سے زیادہ پرہیزگار علماء گزر چکے ہوتے
 ہیں۔ اور علمائے غیر مجددین بھی احیائے سنت و امامت بدعت
 ہی کے درپے ہوتے ہیں اور کسی بات پر ان کی تعریف ہوتی
 ہے جس انہیں اجر ملے گا۔ اور جو یہ کارنامہ کئے بغیر گزر گئے نہ
 تو ان کی برائی ہوتی ہے نہ کرنے والوں کو عار دلایا جاتا ہے،
 اور یہ تو ایک مشہور مثل ہے کہ پہلے کے زرگر بعد میں آنے
 والوں کے لئے بہت سے کام چھوڑ گئے۔ حضرت غوث اعظم،
 قطب معظم، سید الاولیاء، سند الائمہ اللہ تعالیٰ ان کے جد کریم،
 خود ان پر اور ان کے اصول وفروع، مشائخ و مریدین اور ان
 سے نسبت رکھنے والوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے سے ائمہ
 کبار نے سند صحیح کے ساتھ بھینے الاسرار وغیرہ معتبرات میں
 روایت کی کہ: "آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حضور! آپ کا
 لقب محی الدین کیسے ہوا؟ آپ نے جواب دیا میں **الشیخ**
 میں اپنی کسی سیاحت سے جمعہ کے دن بغداد لوٹ رہا تھا اس
 وقت میرے پاؤں میں جوتے بھی نہ تھے راستہ میں ایک کمزور
 اور نحیف، رنگ بریدہ مریض آدمی پڑا ہوا ملا،

فَقَالَ لِي السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَبْدَ الْقَادِرِ، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ
السَّلَامَ، فَقَالَ ادْنِ مِنِّي فَدَنَوْتُ مِنْهُ، فَقَالَ لِي اجْلِسْنِي
فَاجْلَسْتُهُ فَنَبَأَ جَسَدَهُ وَحَسَنَتِ صُورَةَ وَصْفًا لَوْ نَهْ فَخَفْتُ
مِنْهُ، فَقَالَ اتَّعَرَفْنِي، فَقُلْتُ لَا، قَالَ أَنَا الدِّينُ وَكُنْتُ
دَثْرَتُ كَهْمَارِ أَيْتَنِي وَقَدْ أَحْيَانِي اللَّهُ تَعَالَى بِكَ وَأَنْتَ مَعِيَ
الدِّينُ، فَتَرَكْتَهُ وَانصَرَفْتُ إِلَى الْجَامِعِ فَلَقِينِي رَجُلٌ
وَوَضَعَ لِي نَعْلًا وَقَالَ يَا سَيِّدِي مَعِيَ الدِّينُ، فَلَمَّا قَضَيْتِ
الصَّلَاةَ أَهْرَعَ النَّاسُ إِلَى يَقْبَلُونَ يَدِي وَيَقُولُونَ يَا مَعِيَ
الدِّينُ، وَمَا دَعَيْتُ بِهِ مِنْ قَبْلِ^۱ أَهْ كَلَامَهُ الشَّرِيفُ -
قُلْتُ هَذَا وَإِنْ بَلَغَ أَشَدُّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ فَلَوْ أَنَّ الْإِسْلَامَ لَمْ يَبْلُغْ فِي عَهْدِهِ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ إِلَى أَنْ يَعْدَ مِيتَتَا فَمَا الَّذِي أَحْيَاهُ وَعَلَامَهُ
سَيِّ مَعِيَ الدِّينُ وَإِنْ كَانَ بَلَغَ إِلَى تِلْكَ الْغَايَةِ فَمَا ظَنُّكَ
بِأَثْمَةِ أَجْلَاءِ

اس نے مجھے عبدالقادر کہہ کر سلام کیا میں نے اس کا جواب دیا
تو اس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور مجھ سے کہا کہ آپ مجھے بٹھا
دیجئے۔ میرے بٹھاتے ہی اس کا جسم تروتازہ ہو گیا سورت نکھر
آئی اور رنگ چمک اٹھا مجھے اس سے خوف معلوم ہوا، تو اس نے
کہا مجھے پہچانتے ہو، میں نے لاعلمی ظاہر کی، تو اس نے بتایا میں
ہی دین اسلام ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے مجھے زندگی
دی، اور آپ محی الدین ہیں۔ میں وہاں سے جامع مسجد کی
طرف چلا، ایک آدمی نے آگے بڑھ کر جوتے پیش کئے اور مجھے
محی الدین کہہ کر پکارا، میں نماز پڑھ چکا تو لوگ چہار جانب سے
مجھ پر ٹوٹ پڑے میرا ہاتھ چومتے اور مجھے محی الدین کہتے۔ اس
سے قبل مجھے کسی نے محی الدین نہیں کہا تھا۔"

میں کہتا ہوں یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ کمال کو پہنچ
گئے تھے اور آپ کی عمر شریف چالیس سال ہو چکی تھی۔ سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اسلام کی ایسی حالت ہو گئی تھی کہ
اس کو مردہ کہا جائے گا یا نہیں، اگر کہا جائے کہ نہیں، تو آپ
زندہ کس کو کیا، اور آپ کا نام محی الدین کیوں ہوا۔ اور اگر ہاں
کہا جائے تو وہ ائمہ عظام اور

^۱ بھجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعاً بشیخی من عجائب احوالہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۰۹

اولیاء فحما جو آپ سے پہلے تھے کیا اسلام کی اس کمزوری سے غافل تھے یا انہوں نے حق کی حمایت چھوڑ دی تھی کہ دین ضعف کی اس حد تک پہنچ گیا تھا یا پھر یہ گمان کیا جائے کہ دنیا علماء و اولیاء سے خالی ہو گئی تھی حالانکہ یہ تینوں باتیں خلاف واقعہ اور باطل ہیں۔

تو حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ جس نے بعد میں احیائے دین کیا اس کیلئے اجر ہے، اور جو لوگ پہلے خاموش گزرے ان کے لئے عذر ہے۔ اشیاء کی تقدیر ازل سے ہی دست قدرت میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل بے نہایت سے جس کو چاہتا ہے فضیلت عطا فرماتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مخالفین اذان بیروت مسجد شریعت کو رد کرتے ہیں، اور احیاء سنت کا راستہ مسدود کرتے ہیں اس لئے کہ جب کوئی بندہ احیاء سنت و امانت بدعت کیلئے اٹھے اسے یہ کہہ کر روکا جاسکتا ہے، کیا آپ سے پہلے علمائے دین نہ تھے؟ یا آپ ان سب سے بڑے عالم ہیں؟ تو یہ صورت حال اس حدیث کریم کا مصداق ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ سچا جھٹلایا جائے گا اور جھوٹے کو شاباش ملے گی، معروف و مشروع باتیں ناپسند

علماء و الیاء کانوا قبلہ اہم کانوا عنہ غافلین اوترکوا نصرہ حتی بلغ الی ذلک الضعف المبین۔ امر تزعمون ان لارض کانت خلت عن ولی اللہ وعالم امین کل ذلک من اجل الاباطیل لایذهب الیہ عاقل ذودین۔

وانما الامر ما وصفنا ان لمن احیا لاحقا جرحه ولمن سکت سابقا عذرہ، والاشیاء مقسومة بید التقدير القديم "ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء" واللہ واسع علیم ﴿۱﴾۔

وبالجملة انما هم الشریعة یردون وباب احیاء السنة یسدون اذ کما قام عبد اللہ یحی سنة اویمیت بدعة یقال له الم یك قبلک علماء بالذین، کانوا جاہلین، امر غافلین، امر انت اعلم منهم اجمعین، وما هو الا تصدیق قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لیأتین علی الناس زمان یکذب فیہ الصادق ویصدق فیہ الکاذب" ^۲۔ "وحدیث یکون المعروف

^۱ القرآن الکریم ۳/۷۳

^۲ المعجم الاوسط حدیث ۸۳۶۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۲۹۳

ہوں گی اور منکرات کو قبول کیا جائے گا۔" یہ ان لوگوں کی مراد اور حیلہ جو نیوں کا جواب ہے اور دین سے مکر کرتے ہیں اور مکر سے آدمی اپنے نفس کو ہی دھوکا دیتا ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کے طلبگار ہیں۔ یہاں تک ہم ان کی مشترکہ جدوجہد کی تنقید سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب انفرادی کاوشوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، توفیق خیر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نقہ ۱۵: بعضوں نے ایک اثر نقل کیا جسے جوہر نے اپنی تفسیر میں ضحاک عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا کہ: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز لوگوں کیلئے خارج مسجد اذان دیں تاکہ لوگ سن لیں، اور یہ حکم دیا کہ آپ کے سامنے اذان دی جائے جیسا کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نئی اذان شروع کی۔" اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اذان میں بین ید یہ خارج مسجد نہیں تھی۔ اور اس اذان کے لئے یہ کہنا کہ یہ اذان عہد رسالت	منکرًا والمنکر معروفًا^۱۔ کہا قدمًا فہذا ما یریدون والدین یرکیدون وما یرکیدون الا انفسہم ولكن لا یشعرون۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واذ قدر غنا بحمد اللہ تعالیٰ عن ابطال ما توافقوا علیہ فلنأت علی ما نفر دہ بعضہم عن بعض وباللہ التوفیق۔ نقہ ۱۵: ذکر بعضہم اثر ا جعلہ من روایۃ جوہر فی تفسیرہ عن الضحاک عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امر مؤذنین ان یؤذنا للناس الجمعیۃ خارجا من المسجد حتی یسمع الناس وامر ان یؤذن بین یدیہ کما کان فی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ ثم قال عمر نحن ابتدعناہ لکثرة المسلمین^۲۔ فدل بفہومہ ان الاذان بین یدیہ لم یکن خارج المسجد ودل بقول کما کان انہ فی عہد النبی

^۱ فیض القدیر تحت الحدیث ۶۹۸۹ کان یجلس علی الارض دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۶۲

^۲ فتح الباری کتاب الجمعیۃ باب الاذان یوم الجمعیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۳۵

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً داخل المسجد۔

اقول اولاً: قد اعطيتك في النفحة التاسعة الفقهية من معاني المسجد ما يغنيك ويعينك على كل ما يأتيك من امثال هذا التشكيك فامر مؤذنين ان يؤذنا خارج المسجد بالمعنى الثاني والثالث ايضاً كما فعله امير المؤمنين ذوالنورين رضی اللہ تعالیٰ عنہم اذ زاد اذاناً على الزوراء عند كثرة المسلمين ويشير اليه في نفس الاثر قوله "حتى يسمع الناس" وقوله "نحن ابتدعنا لكثرة المسلمين"¹ فلا يدل ان دل الاعلى كون الاذان بين يديه داخل المسجد باحد هذين المعنيين وهو عين مرادنا "فلينظر هل يذهبن كيداً ما يغبط"۔

وثانياً: انظروا الى ظلم هؤلاء يردون حديث صحيح ابي داود لاجل محمد بن اسحق الذي اجمع عامة ائمة الحديث والفقهاء على توثيقه، و

اور زمانہ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایسے ہی ہوتی تھی، اس لئے صراحتاً ثابت ہوا کہ یہ اذان ان زمانوں میں اندرون مسجد ہوتی تھی۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اولاً ہم نویں فقہی فحہ میں بیان کر آئے ہیں کہ مسجد کے تین اطلاقات ہیں، اسی اعتبار سے خارج مسجد کے بھی تین معنی ہوں گے۔ اثر مذکور میں آئے ہوئے لفظ حتی یسمع الناس اور ابتدعنا عند كثرة المسلمين اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں خارج مسجد سے مراد معنی ثالث ہیں، اور معنی ثانی ہو تو بھی ہم کو کچھ ضرر نہیں کہ ہم بھی تو اسی کے قائل ہیں کہ حدود مسجد کے اندر ہو، مگر موضع صلوٰۃ سے باہر ہو۔ مسجد کے اطلاق کی مذکورہ بالا توضیح ایسے تمام شبہوں کے لئے نسخہ شفا ہے۔

وٹایا یہ کتاب بڑا ظلم ہے کہ یہ حضرات حضرت ابو داود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صحیح کو تورد کرتے ہیں بلکہ حدیث کے راوی محمد ابن اسحاق پر جرح کرتے ہیں جن کی توثیق پر عام ائمہ حدیث وفقہ متفق ہیں۔

¹ فتح الباری کتاب الجمعة باب الاذان يوم الجمعة مصطفى البابی مصر ۳/۲۵

اور جویر کے اثر سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ جویر اور ابن اسحق میں رات اور صبح صادق کا فرق ہے، نہ تو تہذیب الکمال میں جویر کی توثیق کسی امام ائمہ تعدیل سے مروی، نہ تہذیب التہذیب میں، نہ تہذیب التہذیب میں، نہ تہذیب التہذیب میں، نہ میزان الاعتدال میں، نہ لآلی المصنوعہ، نہ علل المتنابیہ نہ خلاصۃ التہذیب مع زیادات میں، ہے تو صرف جرح ہے۔ چنانچہ نسائی و علی بن جنید اور دارقطنی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں: کچھ نہیں ضعیف ہے۔ ابن المدینی فرماتے ہیں: بے حد ضعیف ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے ان لوگوں میں شمار کیا جن سے روایت نہ کی جائے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: وہ ضعف پر ہیں۔ ابن عدی فرماتے ہیں: ان کی حدیثوں اور روایتوں پر ضعف غالب ہے۔ حاکم ابواحمد نے فرمایا: ان کی حدیثیں ضائع ہیں۔ حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا: میں ان کی حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت ظاہر کرتا ہوں۔ ابن حبان فرماتے ہیں: ضحاک سے الٹی پلٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ لآلی میں فرمایا: ہلاک کرنے والے، برباد کرنیوالے، سخت متروک ہیں۔ اسی کے حاشیہ میں لسان المیزان سے	یحستجون بأثر جویر وما جویر من ابن اسحق الا كالعنمة من الاصبح۔ رجل لم يذكر في تہذیب الکمال ولا تہذیب التہذیب ولا تہذیب التہذیب ولا میزان الاعتدال ولا اللالی المصنوعة ولا العدل المتناهیة ولا خلاصة التہذیب مع الزیادات توثیقاً له عن احد من ائمة التعدیل انما ذکرنا عنهم جرحه۔ قال النسائی و علی بن جنید والدارقطنی "متروک" ^۱ قال ابن معین "لیس بشیئ ضعیف" ^۲ قال ابن المدینی "ضعیف جدا" ^۳ و ذکره یعقوب ابن سفین "فی باب من یرغب عن الروایة عنهم" ^۴ وقال ابوداؤد "هو علی ضعفه" ^۵ وقال ابن عدی "الضعف علی حدیثه وروایاته بین" ^۶ وقال الحاکم ابو احمد "ذاهب الحدیث" ^۷ قال الحاکم ابو عبد اللہ "انا ابرأ الی اللہ من عہدته" ^۸ وقال ابن حبان "یروی عن الضحاک اشیاء مقلوبة" ^۹ وقال فی اللالی هالک تالف متروک جدا ^{۱۰}۔ ونقل فی ذیلها عن لسان المیزان

^۱ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۰

^۲ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۰

^۳ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۰

^۴ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۰

^۵ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۰

^۶ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۱

^۷ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۱

^۸ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۱

^۹ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۳۲۱

^{۱۰} اللآلی المصنوعة

منقول ہے: محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔ تقریب یں ہے: بے حد ضعیف ہیں۔ احمد بن سيار نے فرمایا: تفسیر میں ان کا حال ٹھیک ہے اور روایت میں کمزور ہیں۔ یحییٰ ابن سعید نے فرمایا: حدیث میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جاتا، روایت نہیں کی جاتی، تفسیر لکھی جاتی ہے۔ اتقان میں ان کے ذکر کے بعد فرمایا: ضحاک کی روایت ابن اسحاق سے منقطع ہے، اور ضحاک سے جویر روایت کریں تو اور شدید ہے، اور یہ متروک ہیں۔ تو یہ کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ جویر جیسے متروک الحدیث کی روایت سے سند پکڑی جائے، اور محمد بن اسحاق جیسے ثقہ کی روایت چھوڑ دی جائے۔

ثالثاً ان حضرات کا ایک ظلم یہ بھی ہے کہ محمد ابن اسحاق کی حدیث پر معنعن ہونے کا الزام لگاتے ہیں جبکہ مدلس کی معنعن حدیث میں روایت کے منقطع ہونے کا احتمال ہے اور روایت جویر میں شدید ضعف کے ساتھ ساتھ مکحول عن

"متروك الحديث عن المحدثين¹ - "وقال في التقريب "ضعيف جداً"² وقال احمد بن سيار "حاله حسن في التفسير وهولين في الرواية"³ وعده يحيى ابن سعيد "هؤلاء لا يحمل حديثهم ويكتب التفسير عنهم"⁴ - "وقال في الاتقان بعد ذكر ان الضحاك عن ابن عباس مقطع" وان كان من رواية جوير عن الضحاك فاشد ضعفاً لان جوير اشد يد الضعف متروك اه⁵ - "ولكن اذالم تستحي فاصنع ما شئت"⁶ - وثالثاً من ظلمهم الدندنه على حديث ابن اسحاق بالنعنة وما في عنعنة المدسل الاحتمال الانقطاع ثم عادوا يتمسكون بهذا الاثر وفيه مكحول عن معاذ

¹ ذیل اللآلی المصنوعة کتاب العلم المكتبة الاثرية ساکنگہ، بل، شیخوپورہ ص ۳۴

² تقریب التہذیب ترجمہ ۹۸۹ جویر بن سعید دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۶۸

³ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسه الرسالہ بیروت ۱/۳۲۱

⁴ تہذیب التہذیب ترجمہ جویر بن سعید مؤسسه الرسالہ بیروت ۱/۳۲۱

⁵ الاتقان النوع الثمانون في طبقات المفسرين دار الکتب العربی بیروت ۱/۳۷۲

⁶ المعجم الكبير حديث ۶۶۱ و ۶۵۸ المكتبة الفيصلية بیروت ۷/۲۳۸، ۱۲/۲۳۸

معاذ روایت ہے جو یقیناً منقطع ہے۔ رباعاً ان حجرات نے جو میر کے اثر کو فتح الباری سے نقل کیا اور اس پر خود صاحب فتح الباری کی یہ جرح چھوڑ دی کہ یہ اثر مکحول اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان منقطع ہے۔ خامساً صاحب فتح الباری کی یہ تنقید بھی ترک کر دی "یہ روایت ثابت نہیں" کہ اس روایت میں ہے کہ عہد عمر کا یہ قصہ حضرت معاذ نے مکحول سے بیان کیا جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری سال شام گئے، پھر وہیں رہ گئے، مدینہ شریف واپس نہیں آئے یہاں تک کہ طاعون عمواس میں ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ سادساً ان لوگوں نے صاحب فتح کی یہ تنقید بھی چھوڑ دی کہ متعدد روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ اذان اول کا اضافہ کرنیوالے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ابن حجر کی تنقیدوں سے ثابت ہوا کہ یہ اثر منقطع ہے، معلول ہے، بخاری شریف کی احادیث صحیحہ مشہورہ کی مخالفت ہونے کی وجہ سے منکر ہے، اور ان حضرات نے سب کو چھوڑا تو خائن ہوئے۔	منقطع قطعاً۔ ورابعاً من خیانتهم ان اثر واهذا الاثر عن فتح الباری وترکوا قوله "هذا منقطع بين مكحول ومعاذ¹۔" خامساً تركوا قوله "ولا يثبت لان معاذ كان خرج من المدينة الى الشام في اول ما غزو الشام واستمر الى ان مات بالشام في طاعون عمواس²۔" وسادساً تركوا قوله "وقد تواردت الروايات ان عثمان هو الذي زاده فهو المعتمد³ اهـ" فقد افاد ان الاثر منقطع ومعلول ومنكر لمخالفته لاحاديث صحيح البخارى وغيره الكثيرة المشهورة فتركوا اكل ذلك خائنين۔

¹ فتح الباری کتاب الجمعة باب الاذان يوم الجمعة مصطفى البابی مصر ۱۳/ ۴۵

² فتح الباری کتاب الجمعة باب الاذان يوم الجمعة مصطفى البابی مصر ۱۳/ ۴۵

³ فتح الباری کتاب الجمعة باب الاذان يوم الجمعة مصطفى البابی مصر ۱۳/ ۴۵

وسابعا ان كان فيه شيعي فليس الا مفهوم وردہ عند اثبتنا معلوم، الا سيما مفهوم اللقب الذي هو اضعف المفاهيم لم يقل به الا شذمة قليلة من الحنابلة ودقاق الشافعي وانداد المالكي۔

وثامنا جاء الملك ثلاثة سفراء ووصل احدهم الى باب تجاه الملك واثنان متاخران، سأل عنهم الملك فقال الهاجبا احدهم بين يدي الملك واثنان كارج الحضرة فهل يفهم منه ان الذي بين يديه قد دخل جوف الدار وليس على الباب ولكن الهل ياتي بالعجب العجائب۔

نفعہ ۱۶: ظهر لك الجواب والله الحمد عن اثر النسائي عن طلق بن علي فخرنا حتى قدمنا بلدنا فكسرنا بيعتنا ثم نضحنا مكانها واتخذناها مسجدا فنأدينا فيه بالاذان¹۔

سابعا اس عبارت سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بجز عارۃ النص نہیں بلکہ بطور مفہوم مخالف اور مفہوم مخالف بھی لقبی جو ائمہ احناف کے نزدیک اضعف المفاهیم ہے۔ یوں تو ہمارے ائمہ کے نزدیک مفہوم مخالف کا ہی اعتبار نہیں مفہوم مخالف لقبی کا کیا ذکر جو مالکیہ کے ایک مختصر گروہ کے نزدیک معتبر ہے۔ اور دقاق شافعی اور انداد مالکی کا قول ہے۔

ثامنا بادشاہ کے پاس تین نفر آئے، ایک تو بادشاہ کے سامنے آیا لیکن باہری دروازے تک، دو اور پیچھے رہے۔ بادشاہ نے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ حاجب نے جواب دیا ایک تو بادشاہ کے سامنے ہے اور دو دربار سے باہر ہیں۔ تو حاجب نے جسے بادشاہ کے سامنے کہا کیا وہ دربار کے اندر تھا، وہ تو دروازہ پر ہی تھا لیکن جہالت عجب عجب گل کھلاتی ہے۔

نفعہ ۱۶: مذکورہ بالا بیان سے حضرت طلق ابن علی کے اس اثر کا جواب بھی ہو گیا جو امام نسائی نے نقل کیا: "ہم مدینہ سے چل کر اپنے ملک میں پہنچے اپنے گرجا کو ہم نے ڈھادیا اور حضور کی خدمت سے لایا ہوا پانی وہاں چھڑک دیا اور گرجا کی جگہ مسجد بنائی اور اس میں اذان دی۔"

¹ سنن النسائي كتاب المساجد اتخاذ البيع مساجد نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچی ۱/۱۱۳

اور ترمذی کے اس اثر کا بھی جواب ہو گیا جو حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ "ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گئے جس میں اذان ہو چکی تھی اور ہم اسی مسجد میں نماز پڑھنا چاہتے تھے تو مؤذن نے تنویب کہی تو حضرت عبد اللہ مسجد سے نکل گئے۔" ایک اور اثر جو ابو شعشاء سے مروی ہے کہ اذان عصر کے بعد ایک شخص مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔" یہ دونوں حدیثیں اسی روایت کے ہم پلہ ہیں جو امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے قوی بھی ہے۔ "جس مسجد میں اذان ہوتی ہے اس میں نماز پڑھنا سُنن ہدی ہے۔" یہ اثر ہم فقہ تاسعہ فقہیہ میں ذکر کر آئے	واثر الترمذی عن مجاہد قال دخلت مع عبد اللہ بن عمر مسجدًا وقد اذن فیہ ونحن نريد ان نصلی فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ^۱ (الحديث) اثر آخر عن ابی الشعشاء قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فیہ بالعصر وقال ابو هريرة رضي الله تعالى عنه ما لهذا فقد عصى ابا القاسم صلى الله تعالى عليه وسلم^۲۔ فانهم اعلی وزان اثرا قوی لم يهتدوا له وهو اثر مسلم عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: ان من سنن الهدی الصلوة فی المسجد الذی یؤذن فیہ^۳۔ کما قد منافی النفحة التاسعة

^۱ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی تنویب الفجر امین کبیری، ج ۱/۲۸

^۲ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی کراہیة الخروج من المسجد بعد الاذان امین کبیری، ج ۱/۲۸

^۳ صحیح مسلم کتاب المساجد باب صلوة الجماعة و بیان التشدید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۲

مگر ہمیں اس کے جواب کی ضرورت نہیں کہ ہماری طرف سے اس کا جواب دو جلیل القدر امام فتح القدیر اور غایۃ البیان میں دے چکے ہیں کہ ان حضرات نے مسجد کی شرح میں فرمایا: "مطلب یہ کہ جس مسجد کی حدود میں اذان ہوتی ہو وہاں نماز

ادا کرنی سنت ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔"

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے استدلال کرنے والے نے اس عبارت میں اپنی طرف سے فیہ کا اضافہ کر دیا اور حوالہ میں صلوٰۃ مسعودی کا نام لکھا، حالانکہ صلوٰۃ مسعودی میں یہ روایت صلوٰۃ امام سرخسی اور صلوٰۃ امام ابو بکر خواہر زادہ سے ان الفاظ میں مروی ہے: ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دخل مسجداً یصلی فخرج المؤذن فنادی بالصلاة فخرج الإمام السرخسی وصلاة الإمام ابی بکر خواہر زادہ رحمہما اللہ تعالیٰ، ومثله فی الضعف بل اضعف والتمسک بحديث مرفوع لم يهتدوا له ایضاً وانما دللنا هم عليه فتعلق به بعضهم وهو حدیث ابن ماجہ

حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ

الفقهية وقد كفانا المؤنة الامامان الجليلان فی فتح القدیر وغایۃ البیان اذ قال فی المسجد ای فی حدودہ لکراهة الاذان فی داخله¹۔

والعجب ان المحتج بأثر ابن عمر هذا قد احتج بعبارة اختلقها على صلوٰۃ المسعودی لا اثر لها فيها ولم یر فی صلوٰۃ المسعودی انه ذکر هذا الاثر هكذا ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دخل مسجداً لیصلی فخرج المؤذن فنادی بالصلاة² (الحديث) وعزاه الصلوٰۃ الامام السرخسی وصلوٰۃ الامام ابی بکر خواہر زادہ رحمہما اللہ تعالیٰ، ومثله فی الضعف بل اضعف والتمسک بحديث مرفوع لم يهتدوا له ایضاً وانما دللنا هم عليه فتعلق به بعضهم وهو حدیث ابن ماجہ

¹ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعة مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲/۲۹

² صلوٰۃ المسعود باب بیست ویکم در بیان بانگ نماز مطبع محمدی بمبئی ۲/۹۵

تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کی: "جس نے کسی مسجد میں اذان پائی اس کے بعد مسجد سے بلا ضرورت باہر ہوا اور واپس ہونے کا ارادہ بھی نہیں تو وہ منافق ہے۔" استدلال ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں فی المسجد اور اک کا ظرف ہے (یعنی اذان سننے والا مسجد میں تھا خود اذان مسجد میں نہیں ہوئی تھی، امام مناوی نے اپنی شرح بنام تیسیر میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا: جس نے اذان اس حالت میں سنی کہ وہ مسجد میں تھا) بلکہ خود ایک دوسری حدیث میں اسکی شرح یہی فرمائی گئی، امام احمد سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلو۔" اور انتہائی بیوقوفی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے استدلال	عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من ادركه الاذان في المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لا يريد الرجعة فهو منافق¹۔" فإن المسجد ظرف الادراك دون الاذان الا ترى الى المناوی فی التیسیر اذ یقول فی شرحہ (من ادركه الاذان) وهو (فی المسجد)² بل كفى الحديث شرحاً للحدیث فللامام احمد بسند صحيح عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه قال امرنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "اذا كنتم في المسجد فنودي بالصلوة فلا يخرج احدكم حتى يصلي³۔" لكن السفیه كل السفیه والبلید كل البلید من تمسك بحديث

¹ سنن ابن ماجه ابواب الاذان باب اذا اذن وانت في المسجد الخ (بجاء) سید کبیری کراچی ص ۵۴

² التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من ادرك الاذان الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۹۲

³ مسند احمد بن حنبل عن ابی هريرة المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۳

کیا جائے: "میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر دوسرے کپڑے تھے تو اس نے مسجد کے اوپر کھڑے ہو کر اذان دی۔ (اور ابوالشیخ نے اسی حدیث کی روایت میں لفظ علیٰ سطح المسجد، (مسجد کی چھت پر) کہا اور اپنی دونوں انگلیاں اپنے کان میں ڈالیں اور اذان دی (دراصل حضرت عبداللہ بن زید نے یہ معاملہ خواب میں دیکھا تھا)۔"

اور طبقات ابن سعد میں حضرت زید ابن ثابت کی ماں نوار رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ: "مسجد کے پڑوس میں میرا گھر سب سے اونچا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداء سے اسی پر اذان دیتے تھے لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد بنالی اور اس کی چھت پر کچھ اونچا کر دیا، تو اسی پر اذان دینے لگے۔"

ہم بیان کر آئے ہیں کہ سب صورتیں مسجد بمعنی اول سے خارج ہیں، تو ان سے داخل مسجد اذان کے مدعیوں کو کیا حاصل؟ لیکن جاہل نفع اور نقصان میں فرق نہیں کرتا، اور بیوقوف اپنے کھڑے ہی اپنی موت کریدتا ہے۔

ابی داؤد رأیت رجلاً کان علیہ ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن¹ (ورویۃ ابی الشیخ فی هذا الحدیث) علی سطح المسجد فجعل اصبعیہ فی اذنیہ ونادى²، ورأى ذلک عبد اللہ بن زید فی المنام۔

وحدیث ابن سعد فی طبقاتہ عن نوار أم زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقہ من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجده فکان یؤذن بعد علی ظہر المسجد وقد رفع له شیء فوق ظہرہ³۔

فان فی هذه تصریحاً بكون الاذان خارج المسجد بالمعنى الاول والجهول لا یبیز بین المنافع والمضار وقد اسلفنا عدة روایات لهذا محتجین بها والسفہ یبحث عن حنفہ بظلفہ۔

¹ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۷

² کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۲۳۱۳۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۸/۳۳۱

³ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ومن النساء بنی عدی بن النجار ترجمہ النوارینت مالک دار صادر بیروت ۸/۲۲۰

نفعہ ۱۷: تعلق سفیہان منہم بروایۃ ابن ماجہ عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیہا: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان صاحبکم قدرأی رؤیافاخرج مع بلال الی المسجد فالقہا علیہ ولیناد بلال فأنہ اندی صوتاً منک قال فخرجت مع بلال الی المسجد فجعلت القیہا علیہ وهو ینادی بہاً^۱ و هذا کما تری اشبه بالہذیان۔

فأولاً: این الخروج الی المسجد عن الدخول فی المسجد،

ثانیاً: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلس غیر مسجده الکریم ولا بین المسجد والحجرات الشریفۃ شیئاً انما کانت علی حافۃ المسجد الشرقیۃ واتیان عبد اللہ بن زید الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان من آخر اللیل قریباً من الصبح کما جمیع بہ

نفعہ ۱۸: دو بیوقوفوں نے ابن ماجہ کی اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت عبد اللہ بن زید سے مروی ہے: "حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی (عبد اللہ بن زید) نے خواب دیکھا ہے تو اے عبد اللہ! بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف جاؤ تم تلقین کرو اور بلال پکار کر اعلان کریں کہ وہ تم سے بلند آواز ہیں۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں بلال کے ساتھ مسجد کی طرف گیا، میں بلال پر کلمات اذان تلقین کرتا اور حضرت بلال اسے پکار کر دہراتے۔" یہ استدلال ہدیان جیسا ہے۔

اولاً: مسجد کی طرف جانے اور مسجد میں داخل ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے (اور حدیث شریف میں مسجد کی طرف جانے کی بات ہے مسجد میں داخل ہونے کی نہیں)۔
ثانیاً: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد مبارک اور حجرات ازواج مطہرات میں کوئی فاصلہ نہ تھا حجرے مسجد کے مشرقی کنارہ پر تھے، تو درازہ سے باہر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشست گاہ مسجد مبارک ہی میں تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت عبد اللہ بن زید کا آنا قریب صبح رات کے آخری حصہ میں تھا، اس کی تصریح امام ابوداؤد نے

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب الاذان باب بدأ الاذان (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۱)

اپنی روایت میں کی ہے۔ اور ابن ماجہ نے اپنی روایت میں جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی حاضری آخری شب میں فجر سے کچھ پہلے تھی، الفاظ دونوں روایتوں کے مندرجہ ذیل ہیں: "صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا" (ابی داؤد)۔ "رات میں انصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے" (ابن ماجہ)

اور یہ وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باہر جانے کا نہ تھا، نہ کسی کے حجرہ شریفہ میں داخل ہونے کا تھا، تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا تو مسجد مبارک میں تھے یا حجرہ شریفہ میں، تو اس صورت حال کے پیش نظر حضرت عبد اللہ اس وقت مسجد میں ہی تھے۔ روایات سے یہی ظاہر ہے ورنہ اس کا احتمال تو ہے ہی جو استدلال کو باطل کر دیتا ہے اور مسجد میں موجود رہنے والے سے یہ کہا جائے کہ مسجد کی طرف جاؤ اس کا یہ مطلب ہر گز نہ ہوگا کہ مسجد سے نکل کر پھر مسجد میں آؤ بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ مسجد کی انتہائی حد تک جاؤ۔ گویا سرکار ان الفاظ سے یہ رہنمائی کرنا چاہتے ہیں کہ مسجد کی حدود میں اذان دی جائے مسجد میں نہیں، نہ مسجد سے دور۔ جیسا کہ آسمان

بین روایۃ ابی داؤد "فلما أصبحت اتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۱۔" وروایۃ ابن ماجہ "فطرق الانصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ^۲۔" ولم یکن هذا ایاں خروجہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن مسجدة الکریم ولا دخول احد علیہ فی الحجرۃ الکریمۃ فلم یکن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ ذاک الا فی المسجد الشریف او الحجرۃ المنیفۃ۔ وعلی کل کان عبد اللہ حین اتاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المسجد هذا هو الظاہر ولو لم یکن ظاہراً لکفاناً الاحتمال لقطع الاستدلال ومعلوم ان من کان فی المسجد اذ اقبل له اخرج الی المسجد یراد ان یراد بہ اخرج حتی تدخل المسجد، وانما یراد بہ اخرج الی منتہی حد المسجد وحينئذ تکون

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۷

^۲ سنن ابن ماجہ ابواب الاذان باب بدال الاذان (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲)

سے اترنے والے فرشتے نے انہیں دکھایا تھا۔ پس یہ حدیث تو مخالفین کے خلاف ہماری دلیل ہے، اور وہ اس کو الٹ رہے ہیں۔ اور اس بات کی دلیل کہ فرشتے نے انہیں مسجد سے باہر اذان دے کر دکھایا تھا۔ یہ ہے کہ وہ مسجد کی چھت پر دیوار کے اوپر کھڑا ہوا تھا اور وہ تعلیم کے لئے ہی آیا تھا اس لئے آپ نے حکم دیا کہ اندرون مسجد سے نکل کر مسجد کے کنارے کی طرف جاؤ، فالحمد لله۔ مثلاً: اور ان سب سے قطع نظر کیا جائے تو ہم ایک تام اور عام جواب دے چکے ہیں کہ ایسی تمام روایتوں میں مسجد سے اس کے دوسرے اور تیسرے معنی مراد ہیں۔	الحكمة في التعبير بالي الارشاد الى ان يؤذن في حدود المسجد لافيه لابعيداً منه، كما اراه النازل من السماء عليه الصلوة والسلام فكان الحديث دليلاً لنا عليهم والجهلة يعكسون ومما يشهد له ان النازل من السماء اراه الاذان خارج المسجد اذ قام على حصة الجدار فوق السطح وما كان امره النازل الا للتعليم فلذا امر ان يخرج من المسجد الى حدوده والله الحمد۔ وثالثاً: لو تنزلنا عن الكل فقد ذكرنا الجواب العام التام الشافي الكافي ان المراد بالمسجد احد المعنيين الاخيرين، والله الحمد۔

اور جب اس کے ساتھ مراقی الفلاح میں مذکور قول شرنبلالی کو ملایا جائے، یعنی بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں اذان کے لئے اترنے والے فرشتے کی صفت کی مخالفت ہے، تو فرشتے والی حدیث باوجود ان روایات کثیرہ کے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں مسجد کے اندر کی کراہیت پر دلیل ہوگی۔ پس اس کو سمجھ۔ (ت)

عہ: واذا ضم الى ذلك قول الشرنبلالي في مراقي الفلاح (يكره اذان قاعد) لمخالفة صفة الملك النازل¹ لكان حديث الملك على كثرة رواياته التي قدمنا كثيراً منها دليلاً برأيه على كراهة الاذان داخل المسجد فافهم منه حفظه ربه ۱۲۔

¹ مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الاذان دار الکتب العلمیة بیروت ص ۲۰۰

نفحہ ۱۸: حاول بعض الوهابية الفجرة ان يثبت مطلوبه الباطل بأيات القرآن العظيم وحاشا القرآن ان يكون لباطل ظهيراً قال قال عز وجل:

"وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ"¹

واخرج سعيد بن منصور وأخرون عن مجاهد قال لما امر ابراهيم ان يوزن في الناس بالحج قام على المقام فنادى بصوت اسع من بين المشرق والمغرب، يا ايها الناس اجيبوا ربكم²۔

واخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاهد قال تطاول به المقام حتى كان كاطول جبل في الارض فاذن فيهم بالحج فاسع من تحت البحور السبع³۔

واخرج ابن جرير عن مجاهد

نفحہ ۱۸: بعض وہابی صاحبان نے اپنا مقصد قرآن پاک سے ثابت کرنے کا قصد کیا ہے حالانکہ قرآن عظیم باطل کا مددگار نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن عظیم نے فرمایا: "(اے ابراہیم!) لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔"

اور سعید بن منصور اور دوسرے محدثین نے حضرت مجاہد سے روایت کی: "جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا (جسے مشرق و مغرب کے سبھی لوگوں نے سنا) کہ اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔"

ابن المنذر وابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر اعلان کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ انہیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا، آپ نے اسی بلندی پر سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا جو سات سمندروں کی تہ سے بھی سنا گیا۔

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کی

¹ القرآن الكريم ۲۲/۲۷

² الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور تحت الآية ۲۲/۲۷ حدیث ۱۳۸۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۳، تفسیر القرآن لابن ابی

حاتم تحت الآية ۲۲/۲۷ حدیث ۱۳۸۸۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز رکھ المکرمة ۸/۲۴۸

³ تفسیر القرآن لابن ابی حاتم تحت الآية ۲۲/۲۷ حدیث ۱۳۸۸۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز رکھ المکرمة ۸/۲۴۸

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال
ابراہیم خلیل اللہ علی الحجر فناذی "یا ایہا الناس
کتب علیکم الحج فاسمع من فی اصلاب الرجال
وارحام النساء" ¹۔

قال قال ونحن ندی ان هذا الحجر كان حين نأذی
علیه خلیل اللہ داخل المطاف قریب جدار الکعبۃ
لان علیا القاری قال فی شرح اللباب قال فی البحر "و
الذی رجحه العلماء ان المقام کان فی عهد النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملصقا بالبیث. قال ابن جماعۃ
هو الصحیح وروی الازرقی ان موضع المقام هو الذی
به الیوم فی الجاهلیۃ وعهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ والاظہر
انه کان ملصقا بالبیث ثم اخر عن مقامه الحکمة
هنالك تقتضی ذلك اه" ²۔

وذلك لان ابراهیم صلوات اللہ علیہ بنی الکعبۃ
قائما علیہ فاستبر

اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر پکارا "اے
لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا۔" تو باپوں کی پشتوں سے
اور ماؤں کے شکموں سے لوگوں نے ان کی آواز سنی۔

مستدللین کا دعوٰی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
اعلان کے وقت وہ پتھر مطاف کے اندر دیوار کعبہ کے قریب
تھا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ملا علی قاری نے شرح لباب میں
فرمایا: بحر میں کہا گیا کہ علماء نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ
مقام ابراہیم عہد رسالت میں کعبہ شریف سے بالکل متصل
تھا۔ ابن جامع نے اسی کو صحیح کہا اور ازرقی نے روایت کی کہ
مقام ابراہیم جہاں آج ہے وہیں جاہلیت اور عہد رسالت
اور زمانہ ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہما میں تھا۔ اور ظاہر یہی ہے
کہ بیت اللہ شریف کے متصل ہی تھا، پھر بعد میں کسی حکمت
کی وجہ سے موجودہ مقام تک کھسکا یا گیا۔

حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی پر کھڑے
ہو کر کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی تو وہ

¹ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۷/۱۶۹

² المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۳۲

اسی حال پر دیوار کعبہ کے پاس ہی پڑا رہا۔ ایسا ہی تاریخ قطبی اور یقیہ کتب تاریخ میں تحریر ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام دیواریں چنتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے، جب دیواریں بلند ہو گئیں تو مقام ابراہیم اسی کے قریب لایا گیا اور آپ اسی پر کھڑے ہو کر دیواریں چنتے تھے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اعلان حج کے وقت بھی وہ پتھر وہیں پڑا رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک وہیں پڑا رہا، بعد میں کسی مصلحت پر کچھ اور کھسکا دیا گیا اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عہد قدیم سے ہی وہ موجودہ مقام پر ہی ہے تب بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ موجودہ جگہ بھی مطاف میں ہی ہے، اس لئے کہ مطاف وہ جگہ ہے جہاں سنگ مرمر بچھا ہوا ہے، اور مقام ابراہیم اسی میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اذان داخل مسجد مطلقاً ناجائز ہے، اس میں نہ تو کوئی کراہت ہے اور نہ یہ بدعت ہے، یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

اقول: جواب اس کا یہ ہے کہ یہ استدلال ہڈیان سے بھی آگے ہے اور پاگلوں، بیوقوفوں اور بچوں کے لئے بھی قابل رشک ہے۔

مذاك متصل الكعبة كما في تاريخ القطبي وسائر كتب السير "وكان ابراهيم عليه الصلوات والسلام يبنى واسماعيل عليه الصلوة والسلام ينقل له الحجارة على عاتقه فلما ارفع البنيان قرب له المقام فكان يقوم عليه ويبنى¹ اهـ"

فثبت انه كان حين اذن عليه للحج متصل جدار الكعبة واستمر كذلك الى زمانه صلى الله تعالى عليه وسلم ثم انتقل عنه بوجه قال ولئن سلمنا ان محله منذ القديم حيث هو الان فالبدعي ثابت ايضا لانه الان ايضا داخل المطاف لان المطاف هو الموضع المفروش بالرخام ومقام ابراهيم داخل فيه. فثبت ان التاذين في المسجد جائز مطلقا ولا كراهة فيه اصلا وليس بدعة بل هو سنة ابراهيم عليه الصلوة والتسليم (انتهى) (كلامه الردى السقيم مترجما)

اقول: انعم به من برهان تزرى بالهذيان ويغبط به المجانين والبله والصبيان۔

¹ سبل الہدی والرشاد الرابعہ ۱/۱۵۵، والکامل فی التاریخ ۱/۱۰۶، وتاریخ مکة المشرفة ۴/۲۳، ۴/۲۴

فأولاً كيف لزم من كون المقام ملصقاً بجدار البيت على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وفي الجاهلية كونه كذلك على عهد ابراهيم عليه الصلوة والتسليم وتحكيم الحال لايجرى في شيعي منقول غير مركز وان فرض فظاهر والظاهر حجة في الدفع لا للاستحقاق وانت مستدل لادافع۔

وثانياً مانقل عن تاريخ القطبي فاي رائحة فيه لما ادعاه من انه استبر مذاك متصل الكعبة فالاستناد به جهل۔

وثالثاً بل فيه فلما ارتفع البنيان قرب له المقام فدل على ان محله كان بعيداً انما قرب الان للحاجة والعادة ان الشيعي اذا نقل لحاجة يرد الى محله الاول بعد قضائها كما هو مشاهد في السلايم وفي منبر يوضع لدى باب الكعبة يوم دخول العام۔

ورابعاً ان فرض كونه

اولاً رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اور عہد جاہلیت میں مقام ابراہیم کے دیوار کعبہ کے متصل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ عہد خلیل علیہ السلام میں بھی وہیں رہا ہو اور موجودہ حالت پر قیاس کر کے ایک ادھر ادھر منتقل ہونے والی چیز پر ماضی کا حکم لگانا جائز نہیں اور ایسے قیاس سے کوئی یقینی بات ثابت نہیں ہوتی۔ اسی لئے تو اس کی تعبیر ظاہر اور اظہر سے کی ہے، اور ظاہر دلیل پکڑنے والے کے لئے مفید نہیں۔ اس سے معترض کو فائدہ پہنچتا ہے اور آپ مستدل ہیں۔

چوتھا تاریخ قطبی میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ پتھر عہد ابراہیم علیہ السلام سے اسی مقام پر قائم ہے، پھر اس روایت کو سند میں ذکر کرنا جہالت ہے۔

پنجماً قطبی کی روایت سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ مقام ابراہیم کا ٹھکانا کہیں اور تھا، تعمیر کی ضرورت سے دیوار کعبہ کے پاس لایا گیا۔ اور عادت یہ ہے کہ جو چیز ضرورہ کہیں رکھی جاتی ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد وہاں سے علیحدہ کر لی جاتی ہے، خود حرم شریف میں یہ دستور دیکھا گیا کہ دخول عام کے دن سیڑھیاں اور منبر لگائے جاتے ہیں، پھر علیحدہ کر لئے جاتے ہیں اور ان کے اصل مقام پر انہیں لوٹا دیا جاتا ہے۔

راہگاہ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے

کہ حضرت خلیل علیہ السلام کے زمانہ میں وہ پتھر دیوار کے قریب تھا، تب بھی یہ گمان کرنا کہ اعلان بھی اسی مقام سے کیا گیا ہے، زعم باطل ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس پتھر کے وہاں سے منتقل ہونے کی کوئی روایت نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ظاہر یہی ہے کہ منتقل نہیں ہوا۔ تو ہم بتا چکے ہیں کہ یہ استصحاب ہے جس سے مستدل کو فائدہ نہیں پہنچتا۔

خامساً اس امر کی روایت ہے کہ مقام ابراہیم اعلان حج کے وقت موجودہ مقام پر موجود نہیں تھا جس سے تمام ادہام کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ازرقی نے ہی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ "میں نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقام ابراہیم میں پڑے ہوئے نشان کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلان حج کا حکم دیا گیا تو آپ نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا۔ اعلان سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ اس پتھر کو لیجا کر کعبہ کے دروازہ کے سامنے رکھا جائے اور آپ اسی پتھر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔"

سادساً اس شبہ کو جڑ بنیاد سے

لصيق الجدار الجبيل على عهد خليل عليه الصلوة والسلام بالتبجيل كان ايضا زعم انه كان كذلك حين اذن عليه للحج رجبا بالغيب بلا دليل غايه انه لم ينقل انه نقل حينئذ وعدم النقل ليس نقل العدم والاستصحاب غير داف للمستدل عند الاصحاب۔

وخامساً بل قد ورد ما يدل على انه كان في غير هذا المحل حين اذن عليه وكفى به قاطعاً لشق شقته اخرج الازرقى عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه قال "سألت عبد الله بن سلام عن الاثر الذى فى المقام، فقال لى امر ابراهيم عليه الصلوة والسلام ان يؤذن فى الناس بالحج قائم على المقام، فلما فرغ امر بالمقام فوضعه قبله، فكان يصلى اليه مستقبل الباب¹۔" (الحديث)

وسادساً ان شئت قطعت

¹ الدر المنثور بحواله الازرقى تحت الآية ۱۲۵/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶-۱۲۵

اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان حج کے وقت مقام ابراہیم پر کھڑے ہونے کی روایت اسرائیلی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بنی اسرائیل کی روایت قبول فرماتے تھے جیسا کہ اس مسجوشہ روایت میں انہوں نے کیا۔ ابن ابی حاتم ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کتاب سے روایت کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔ یہ حضرت موسیٰ و خضر علیہم السلام کی ملاقات کے قصہ میں ہے۔ مندرجہ ذیل روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ثابت رکھا کہ "میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سدرۃ المنتہی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ انتہائی حد پر ایک پیری کا درخت ہے جہاں تک فرشتوں کا علم پہنچتا ہے۔ اور میں نے ان سے جنت الماویٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ایسا باغ جس میں شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں رہ کر سیر کرتی ہیں۔"

ان جریر نے شمر سے روایت کی کہ حضرت

راس الشبہة من راسها وذلك لان رواية قيامه عليه الصلوة والسلام حين الاذان على المقام رواية اسرائيلية كما رأيت وسيدنا ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كان يأخذ عنهم كما هنا. وروى ابن ابی حاتم عن الربيع بن انس قال سمعنا عن ابن عباس انه حدث عن جال من علماء اهل الكتاب ان موسى دعا ربه¹ (الحديث) في قصة ملاقاته الخضر عليهما الصلوة والسلام واقراها واخرج ابن ابی شيبه عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال سئلت كعباً ما سدرۃ المنتهى. قال سدرۃ ينتهى اليها علم الملائكة وسئلته عن جنة الماوى فقال جنة فيها طير خضر ترتقي فيها ارواح الشهداء²۔

واخرج ابن جرير عن شمر

¹ الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم سورة الكهف ۷۱ تا ۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳

² الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ تحت الآیة ۱۲/۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۷

قال جاء ابن عباس الى كعب فقال حدثني عن قول الله "سدرۃ المنتهى"¹ (الحديث) وقد صح عن امير المؤمنين على كرم الله تعالى وجهه انه اذن على ثبير، روى عبد الرزاق وغيره عن معمر قال قال ابن جريج قال ابن المسيب قال علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه لما فرغ ابراهيم من بنائه، بعث الله جبريل فحج به حتى اذا رأى عرفة قال قد عرفت وكان اتاها قبل ذلك مرة. فلذلك سميت عرفة حتى اذا كان يوم النحر عرض له الشيطان فقال احصب فحصبه بسبع حصبات. ثم اليوم الثاني فالثالث. فلذلك كان رمي الجمار قال اعل على ثبير فعلا فنادى يا عباد الله اجيبوا الله يا عباد الله اطيعوا الله فسمع

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت کعب کے پاس آئے اور سدرۃ المنتہی کے بارے میں پوچھا۔ (القصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسرائیلی روایت قبول کرتے تھے اور روایت مسحوشہ بھی اسرائیلی ہے) ادھر حضرت امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہ ثبیر پر چڑھ کر اعلان حج فرمایا تھا۔ عبد الرزاق وغیرہ نے معمر سے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے حضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے روایت کی کہ "جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا، آپ نے عرفات کو دیکھ کر فرمایا میں اس میدان کو پہچان گیا ایک بار اس سے قبل بھی حضرت خلیل یہاں آئے تھے اور اسی وجہ سے اس کا نام "عرفہ" پڑا۔ یوم نحر کے دن شیطان نے آپ سے تعرض کیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مارنے کی ہدایت کی، اور آپ نے ابلیس کو سنگسار کیا، پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی لئے حج میں رمی جمار مشروع ہوئی۔ حضرت جبریل امین نے فرمایا: کوہ ثبیر پر چڑھو۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے

¹ جامع البیان تحت الآیۃ ۱۴/۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷/۲۳

دعوتہ من بین الابرار السبع^۱۔ (الحديث)

وهذا كما ترى سند صحيح على اصولنا فهذا النص عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حكما لان الامر لا دخل فيه للرأى وما كان امير المؤمنين على لياخذ عن اهل الكتاب فلم يكن الا سماعا عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم۔ فثبت ان الاذان كان على جبل بزدلفة وسقط انه كان داخل المسجد على المقام ولك ان تقول لا خلف فان ثبيرا من الحرم وقد افاد ابن عباس نفسه "ان مقام ابراهيم الحرم كله"^۲ اخرج عنه عبد بن حبيب وابن ابى هاتم بل اخرج هذا عنه قال "مقام ابراهيم الحج كله"^۳۔

وسابعا اضطربت الرواية عن

شبیر کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان فرمایا: اے بندگان خدا! اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دو، اے بندگان خدا! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ تو ان کا یہ اعلان ساتوں سمندر سے سنا گیا۔"

یہ سند ہمارے اصول پر صحیح ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی فرمان ہے، اور معاملہ چونکہ قیاسی نہیں بالکلیہ سماعی ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ اہل کتاب کی روایت قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے لامحالہ یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی سن کر بیان فرمائی تو اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اعلان حج منی شریف کے پہاڑ سے ہوا اور یہ بات ساقط الاعتبار ہو گئی کہ اعلان حج مسجد کے اندر مقام ابراہیم سے ہوا اور ان دونوں روایتوں میں کوئی ایسا تعارض بھی نہیں کہ جبل شبیر بھی حدود حرم کے اندر ہی ہے۔ چنانچہ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔ بلکہ حضرت ابن عباس سے تو یہ بھی مروی ہے کہ مقام ابراہیم پورا حج ہے۔

سابعا اعلان حج کے مقام میں حضرت

^۱ الدر المنثور بحوالہ عبد الرزاق تحت الآية ۲۶/۲۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۱

^۲ الدر المنثور بحوالہ عبد بن حبيب وابن ابی حاتم تحت الآية ۲/۱۲۵، ۱/۲۶۲ وتفسير ابن ابی حاتم تحت الآية ۷/۱۱/۹، ۳/۳

^۳ تفسير القرآن العظيم تحت الآية ۳/۹۷ حديث ۳۸۴ و ۳۸۸ مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ۳/۷۱

ابن عباس سے روایتیں مضطرب ہیں۔ بعض میں تو وہی مقام ابراہیم ہے، اور بعض میں یہ ہے کہ جبل ابوقبیس پر اعلان حج ہوا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام جبل ابوقبیس پر چڑھے اور کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ، واشہدان ابراہیم رسول اللہ۔ اے لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں لوگوں میں حج کا اعلان کروں تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دو۔"

اور بعض روایتوں میں جبل ابوقبیس کے بجائے کوہ صفا کا ذکر ہے۔ ابن حمید کی یہ روایت امام مجاہد سے اس طرح مروی ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ مقام صفا پر لوگوں کو حج کا اعلان کریں، آپ نے ایسی آواز سے پکارا کہ مشرق و مغرب کے لوگوں نے سنا۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے: اے لوگو! اپنے رب کی پکار کا جواب دو۔

ابن عباس ففی بعضها "اذن علی المقام" وفی بعضها علی ابی قبیس رواہ عنہ ابن ابی حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما امر اللہ ابراہیم ان ینادی فی الناس بالحج سعد اباقبیس فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ثم نادى، ان اللہ تعالیٰ کتب علیکم الحج فاجیبوا ربکم¹ الحدیث، وفی اخری له عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سعدا ابراہیم اباقبیس، فقال اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان ابراہیم رسول اللہ ایہا الناس ان اللہ امرنی ان انادی فی الناس بالحج ایہا الناس اجیبوا ربکم² وفی بعضها علی الصفا رواہ عبد بن حمید عن مجاہد قال "امر ابراہیم ان یؤذن بالحج فقام علی الصفا فنادی بصوت سبعة ما بین المشرق والمغرب یا ایہا الناس اجیبوا الی ربکم³۔"

¹ تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت الآیة ۲۲/۷۷ حدیث ۱۳۸۷۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، المکرمة ۸/۲۳۸

² تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت الآیة ۲۲/۷۷ حدیث ۱۳۸۸۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، المکرمة ۸/۲۳۸،

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیة ۲۲/۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۴

³ الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید تحت الآیة ۲۲/۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳

وروی ہو وابن المنذر عن عطاء قال "صعد ابراهيم على الصفا فقال يا ايها الناس اجيبوا ربكم¹۔"

ومعلوم ان الرواية عن مجاهد رواية عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهم فلا اضطراب بالتثليث والافلاشك في التثنية فكان من هذا الوجه ايضاً حديث امير المؤمنين احق بالآخذ ولذا مشى عليه القطبي في تاريخه ولم يلتفت لما سواه فاندحضت الشبهة عن رأس والحمد لله رب الناس۔

ثامناً بعد التنبؤ والتى ان كان فشرعية من قبلنا فلا تكون حجة الاذاقها الله تعالى اور رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم من دون انكار كما نص عليه في اصول الامام البزدوى والمنار وسائر المتون الاصولية والشروح قال الامام النسفى في كشف الاسرار انا شرطنا في هذا ان يقص الله تعالى او رسوله من غير انكار اذ لا عبرة بما ثبت بقول اهل الكتاب،

ابو حاتم اور ابن منذر نے عطاء سے روایت کی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ سفا پر چڑھے اور پکارا: اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت مجاہد کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی ہے تو اس روایت میں تین اضطراب ہوئے، ورنہ دو ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت راجح اور اولیٰ بالاخذ ہے اس لئے قطبی نے اپنی تاریخ میں امیر المؤمنین کی روایت پر ہی اعتماد کیا اور دوسری روایتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

ثامناً ساری بحث و مباحثہ کے بعد اعلان حج اگر مسجد حرام میں ہونا ثابت بھی ہو تو یہ گزشتہ شریعت کا ایک فعل ہوگا، اور گزشتہ شرائع کے احکام ہمارے لئے دلیل نہیں جب تک قرآن و حدیث میں اس کا بیان بلا انکار ہو۔ چنانچہ اصول امام بزدوی، منار اور فن اصول کے بقیہ تمام متون و شروح میں اس کی تخصیص ہے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے كشف الاسرار میں فرمایا: "ہم نے اس میں یہ شرط لگائی کہ اللہ و رسول بے انکار اس کا بیان فرمائیں، اہل کتاب کے قول کا کوئی اعتبار

¹ الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید تحت الآية ۲۲/۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۳

ولا بما ثبت بكتبهم لانهم حرفوا الكتب ولا بما ثبت بقول من اسلم منهم لانه تلقن ذلك من كتبهم او سيع من جباعتهم¹ اه ومثله في كشف الاسرار للامام البخاری۔

نہیں اور جو ان کی کتاب سے ثابت ہو اس کا بھی، کہ ان لوگوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کر دی ہے۔" اور اسی طرح اہل کتاب اسلام لانے والوں کی بات کا بھی بھروسہ نہیں کہ ان لوگوں نے انہی محروف کتابوں میں دیکھا ہو گا یا انہی کی جماعت سے سنا ہو گا۔ اور اسی طرح کشف الاسرار للامام بخاری میں ہے۔

وفي فواتح الرحموت لبحر العلوم فان قلت فلم لم يعتمد باخبار عبد الله بن سلام رضي الله تعالى عنه فانه لا يحتمل كذبه قلت هب لكن التحريف وقع قبل وجوده فهو لم يتعلم الا المحرف² اه بالالتقاط۔

بحر العلوم حضرت علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ علیہ نے فواتح الرحموت میں فرمایا، خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر اعتماد ہونا چاہئے کہ وہ و بلا شبہ سچے تھے، اور ان کی بات میں تو جھوٹ کا احتمال نہیں لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے تو اسی محرف کو کلام الہی سمجھ کر سیکھا ہو گا کیونکہ تحریف وان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔

وهذا شيعي لم يقصه ربنا ولا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم اذ لم يرد في حديث مرفوع فالاحتجاج به راسا مدفوع۔ هذا على التسليم والا قد علمت ان الذي

اور اعلان حج کی یہ روایت ایسی ہی ہے نہ تو قرآن عظیم میں اس کا بیان ہے نہ کسی حدیث مرفوع میں ہی اس کا تذکرہ ہے، تو سرے سے اس حدیث سے استدلال ہی غلط ہے، یہ بھی اس صورت میں کہ مخالفین کا دعویٰ

¹ کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار فصل فی شرائع من قبلنا دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۷۳، کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب

فی شرائع من قبلنا دار الکتب العربی بیروت ۳/ ۲۱۳

² فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المصطفی المختار الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۸۴

جوں کا تو تسلیم کر لیا جائے ورنہ تفصیل گزر چکی کہ مسجد حرام کے اندر اعلان حج کا تذکرہ نہ کسی مسلمان سے مروی نہ کتابی سے نہ کافر سے، اندرون مسجد کی بات تو صرف ان وہابی صاحب کی ہے، تو وہ اپنے دعوٰی میں اپنی خواہش نفس سے ہی استدلال کرتے ہیں۔

ہاسکا قابل تعجب بات تو یہ ہے کہ "مقام ابراہیم اب بھی مطاف کے اندر ہے" یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے جس کی شہادت ہر حاجی دے سکتا ہے۔

عاشرا اس سے زیادہ حیرت ناک یہ انکشاف ہے کہ جہاں تک سنگ مرمر بچھا ہے سب مطاف ہے جہاں تک عہد رسالت میں مسجد تھی، تو زمزم شریف کا ارد گرد ہی عہد رسالت کی مسجد میں شامل ہو گیا کہ وہاں بھی سنگ مرمر بچھا ہے۔ اور اگر کسی بادشاہ نے پوری مسجد حرام میں سنگ مرمر بچھا دیا تو وہ بھی عہد رسالت کی مسجد حرام ہو گئی حالانکہ مطاف تو سنگ مرمر کا گول دائرہ ہے جو کعبہ مکہ کے گردا گرد ہے، اور جس کے کنارہ پر باب السلام ہے اور بلاشبہ مقام ابراہیم کا قبہ اس سے باہر ہے، اور اہل مکہ ایسے کم عقل تو نہ تھے کہ نفس مطاف میں قبہ بناتے اور لوگوں پر مطاف کو تنگ کرتے۔

يدعيه هذا الوهابي من انه اذن عليه في جوف المسجد لم يقصه مسلم ولا كتابي ولا كافر سواه فاحتجاجه به ليس الاحتجاج بهواه۔

وتأسعان تعجب فعجب قوله ان المقام الآن ايضاً داخل المطاف وهذا شيعي يرده العيان ويشهد بكذبہ كل من رزق حج البيت الحرام۔

وعاشراً اعجب من الاحتجاج عليه بأنه مفروش بالرخام وكان في باله ان كال مافرش فيه الرخام صار المطاف الذي كان قدر المسجد الحرام على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فليدخل ما حول زمزم ايضاً فيه ولو كان فرش بعض الملوك سائر المسجد الشريف ورواقاته بالرخام. لحكم هذا الجاهل بأن المسجد كان الى الرواقات على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واذا بلغ الجهل الى هذا النصاب سقط الخطاب وانما المطاف هي دائرة الرخام حول البيت الحرام وعلى حرفها باب السلام ولا شك ان قبة المقام خارجة عنها و

مآکان اهل مكة سفهاء كهذا ليبنواقبة في نفس البطاف ويضيقوا المحل على اهل الطواف نعوذ بالله من الجهل والاعتساف۔

نفعہ ۱۹: ثم تمسك بقوله تعالى: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ" ^۱ - وقوله تعالى:

"وَمَسْجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا" ^۲ - وقوله تعالى:

"فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ" ^۳۔

وفی حدیث الصحیحین ؎ ان هذه المساجد لا تصلح لشيعي من هذا البول والقذ وانما هي لذكر الله والصلاة وقراءة القرآن ^۴۔

اقول: اولاً قضيناً الوتر عن كشف هذه الشبهة في النفحة الاولى القرآنية، وبينان الاذان ليس ذكراً خالصاً ^۵۔

نفعہ ۱۹: مسجد کے اندر اذان جائز ہونے پر اس آیت سے بھی مخالفین نے استدلال کیا ہے "اس سے بڑا ظالم کون ہے جو مسجد میں اللہ کا نام لینے سے منع کرے" اور آیت مبارکہ "اور مسجد جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت ہوتا ہے" اور آیت گرامی "ان گھروں کو اللہ تعالیٰ نے بلند کرنے کا اور ان میں اپنا نام لینے کا حکم دیا"

اور بقول صاحب مشکوٰۃ صحیحین کی ایک حدیث، ورنہ مخرجین نے اسے صرف مسلم کی حدیث قرار دیا ہے "یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں، یہ تو ذکر الہی، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔"

اقول: (میں کہتا ہوں) اولاً ہم فقہ قرآنیہ میں اس شبہ کو بالکلیہ حل کر چکے ہیں کہ اذان محض ذکر الہی ہی نہیں ہے۔

عہ: تبع فیہ صاحب مشکوٰۃ وانما عزاہ المخرجون لمسلم وحده اھمنہ۔

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

^۲ القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

^۳ القرآن الکریم ۲۴/ ۳۶

^۴ صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب غسل البول الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸

^۵ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیحین کتاب الطہارۃ باب تطہیر النجاسات الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۲

ثانیاً منع الاذان فی المسجد منع رفع الصوت فیہ ومنع رفع الصوت بالذکر لیس منع الذکر فقد ثبت عنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض البواطن اذ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ایہا الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائباً ولكن تدعون سبیحاً بصیراً^۱۔" وماکان لینهام عن ذکر اللہ تعالیٰ وقد قدمنا عن الدرر والاشباہ وغیرہما کراہۃ رفع الصوت بالذکر فی المسجد^۲ وفی المسلسل المتقسط لعلی القاری: "قد صرح ابن الضیاء ان رفع الصوت فی المسجد حرام بالذکر^۳ اھ۔" وصرح فی کافی الامام الحاکم شہید الذی جمع فیہ کلام الامام محمد وفی المحيط والفتح والبحر وشرح الباب ورد المحتار وغیرہا بکراہۃ رفع	ٹایا مسجد میں اذان منع کرنے کا مطلب آواز بلند کرنے کو منع کرنا ہے اور ذکر الہی کے ساتھ آواز بلند کرنے کی ممانعت ذکر کی ممانعت نہیں ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض مواقع پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر بالجہر سے منع فرمایا، ارشاد نبوی ہے: "اے لوگو! اپنے نفسوں پر آسانی کرو تم کسی غائب اور بھرے کو نہیں بلا رہے ہو، تم تو سننے والے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔" بھلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو ذکر الہی سے روکتے تھے، ہم ماسبق میں درر وغیرہ کے حوالے سے واضح کر چکے ہیں کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے۔ "ملا علی قاری کی مسلک متقسط میں ابن ضیاء کی تصریح ہے کہ "مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے چاہے ذکر الہی ہی کیوں نہ ہو۔" کافی حاکم شہید مجموعہ کلام امام محمد اور محیط، فتح القدیر، بحر الرائق، شرح لباب وشمی وغیرہا میں ہے: "طواف میں بلند آواز سے قرآن شریف منع ہے۔" تو پناہ بخدا یہ کہا

^۱ صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا علا عقبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۹۴۴، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب خفض

الصوت بالذکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۳۴۶

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام امسجد ادارة القرآن کراچی ۲ / ۳۳۳

^۳ المسلسل المتقسط مع ارشاد الساری فصل استلام الرکن الیمانی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۱۰

جائے گا کہ یہ سارے ائمہ و علماء معاذ اللہ قرآن و حدیث کی مذکورہ بالا وعید میں داخل ہیں۔ وہ حضرات تو اس وعید سے بلاشبہ پاک ہیں، یہ خود آپ کی اپنی گمراہی ہے۔ ثالثاً یہ وعید شدید ان ائمہ کرام پر بھی وارد ہوگی جنہوں نے مسجد کے اندر اذان کی کراہت پر تنصیف فرمائی، وہ تو بلاشبہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دامن میں محفوظ ہیں، ہاں جو ان پر طعن و تشنیع کرے وہی ہلاکت کے گڑھے میں مقہور و مردود ہے۔ رابعاً یہ وہابیہ حضرات بدعت کی بحث میں دارمی کے ایک اثر سے استدلال کرتے ہیں جو آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ان لوگوں پر انکار کای جو ایک مسجد میں گروہ در گروہ حلقہ بنا کر بیٹھے نماز کا انتظار کر رہے تھے، ہر حلقہ میں ایک آدمی کہتا سو بار اللہ اکبر کہو سو بار لا الہ الا اللہ پڑھو اور سو بار تسبیح کرو۔ بقیہ لوگ اس کی بات پر عمل کرتے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کیا تم لوگ اس ملت میں ہو جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی زیادہ	الصوت بالقرآن في الطواف^۱ فهل تواهم (والعياذ باللہ) (داخلين في هذا الوعيد الشديد حاشاهم عن ذلك بل انت في ضلال بعيد۔ وثالثاً انما يعود هذا التشنيع الشنيع الى الائمة الاجلاء الذين نهو عن الاذان في المسجد ونصوا على كراهة فيه وقد اجارهم الله تعالى عن هذا ومن شنع عليهم فعليه دائرة السوء وهو المعلوم والمدحور۔ رابعاً هؤلاء الوهابية هم الذين يتمسكون في بحث البدعة بأثر سنن الدارمي عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه في انكاره على الذين اجتمعوا في المسجد حلقاً جلوساً ينتظرون الصلوة في كل حلقة رجل يقول كبروا مائة، هلموا مائة، سبّحوا مائة فيفعلون، فقال والذي نفسي بيده انكم لعلی ملة هي اهلى من ملة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

^۱ رد المحتار کتاب الحج باب الاحرام دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۸/۲، فتح القدیر کتاب الحج باب الاحرام مکتبہ نوریہ رجبیہ کھڑ

۲/۳۹۰، بحر الرائق کتاب الحج باب الاحرام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲۹

او مفتحو باب الضلالة؟ قالوا الله يا اعبد الرحمن ما اردنا الا الخير قال وكم من مرید الخیرات یصیبہ^۱۔
(الحديث)

وقد اجبنا عنه في المجلد الحادی عشر من فتاویٰ نابا جوبة شافية. لكن اين ذهب هذا منهم ههنا ام یدخلون عبد الله بن مسعود ایضاً فی وعید من اظلم نعم لا غرو فقد سبوا الله وسبوا رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ" ^۲

نفعه ۲۰: قدمنا في النفحة الثامنة العودية ان امام دار الهجرة عالم المدينة سيدنا مالكا رضى الله تعالى عنه وجهاهيرا صحابه ذهوا الى ان جعل هذا الاذان بين يدي الامام بدعة مكروهة. وانما السنة فيه ايضاً المنارة وهذا ما بلغهم ولكن نطق حديث ابى داؤد الصحيح ان فعله بين يدي

ہدایت پر ہے یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟ ان لوگوں نے عرض کی یا ابا عبد الرحمن! اپنے اس فعل سے ہم لوگ بھلائی کے طلبگار تھے آپ نے فرمایا کتنے بھلائی کے طالب اس تک پہنچتے ہیں۔

ہم نے اپنے فتاویٰ کی گیارہویں جلد میں اس کے متعدد بھرپور جواب دئے ہیں لیکن خود ان حضرات سے ان کی یہ محبوب دلیل کہاں رہ گئی، یا پھر یہ لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وعید "من اظلم" میں شامل کرتے ہیں اور ان سے کچھ بعید بھی نہیں یہ لوگ تو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے چکے ہیں تو قیامت میں انہیں پتہ چلے گا کہ کہاں پلٹائے گئے ہیں۔

نفعہ ۲۰: ہم شامہ عود یہ کے آٹھویں نفعہ میں ذکر کر آئے ہیں کہ امام دارالجمرة عالم مدینہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اکثر اصحاب نے اس اذان کو بدعت مکروہہ قرار دیا ہے، اور اپنے علم کے اعتبار سے اس اذان کا مقام مسنون منارہ کو قرار دیتے ہیں، مگر ابوداؤد کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے

^۱ سنن الدارمی مقدمة الكتاب باب في كراهية اخذ الرائى نشر السنة ملتان ۱/ ۶۰ و ۶۱

^۲ القرآن الكريم ۲۶ / ۲۲

الامام هو السنة من لدن سيد الانام عليه وعلى اله افضل الصلوة والسلام۔ فبعض محققى اصحابه رحمهم الله تعالى ومنهم الحافظ ابو عمر بن عبد البر خالف في ذلك ووجه الكلام الى بعض الاصحاب مع ذكره في الكافي الفقهى عن صاحب المذهب رضى الله تعالى عنه وكانه وجد عنه رواية اخرى اوسها و الانسان للنسيان، فقال في الاستذكار ما نقله الشيخ خليل في التوضيح وعنه في المواهب وهذا نصها مع شرحها للعلامة الزرقاني المالكي¹۔

في الاستذكار اسم الشرح الصغير على الموطاء لابن عبد البر ان هذا اشتبه على بعض اصحابنا فانكر ان يكون الاذان يوم الجمعة بين يدي الامام كان في زمنه عليه الصلوة والسلام وابي بكر وعمر وان ذلك حدث من زمن هشام۔ وهذا قول من قل عمله بالا حاديث وكانه يعنى الداودي ثم

اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ سے ثابت ہے، اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب تحقیق نے جن میں حافظ ابو عمر بن عبد البر بھی ہیں، اس کی مخالفت کی اور اذان خطبہ کے منارہ پر مسنون ہونے کو بعض اصحاب مالک کا قول بتایا۔ حالانکہ کافی فقہی میں اسے امام مالک صاحب مذہب رحمہ اللہ علیہ کا قول بتایا، تو ایسا بھی ممکن ہے کہ ابن عبد البر کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دوسری روایت ملی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکو سہو لاحق ہوا ہو، اور بھول چوک تو انسان کے لئے ہی ہے۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب استذکار میں جو فرمایا شیخ خلیل نے اسے اپنی توضیح میں نقل کیا۔ ان سے مواہب میں نقل ہوا۔ ہم استذکار کی عبارت امام زرقانی مالکی کی شرح کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ استذکار (یہ موطاء کی ایک مختصر شرح ہے جسے ابن عبد البر نے تحریر کیا ہے) میں ہے کہ ہمارے بعض اصحاب پر یہ بات مشتبہ ہو گئی، تو ان لوگوں نے عہد رسالت اور عہد شیخین میں اذان جمعہ کے خطیب کے سامنے ہونے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ یہ تو ہشام ابن عبد الملک کے زمانہ کی ایجاد ہے۔ یہ علم حدیث سے کم واقفیت رکھنے والوں کا قول ہے اور اس سے صاحب استذکار

¹ شرح الزرقانی علی المواہب الدینیة المقصد التاسع الباب الثانی دار المعرفة بیروت ۳۸۱/۷

کی مراد شاید داؤدی ہیں پھر اسی استذکار میں اپنے قول پر سائب ابن یزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے استدلال کیا جو بخاری میں مروی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس حدیث کا اشکال ابن اسحق عن زہری عن سائب ابن یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زائل کر دیا۔ اس حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو آپ کے سامنے اذان ہوتی، اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہما کے زمانہ میں بھی ہوتا رہا۔

تو دیکھئے کہ اعلام مالکیہ دو فرقہ ہو گئے۔ ان کے جمہور کا قول ہے کہ خطیب کے سامنے اذان بدعت ہے، سنت تو منارہ کی اذان ہے۔ اور جمہور کے اس قول کی مخالفت انہیں میں کے کچھ لوگوں نے کی کہ مسنون اذان تو خطیب کے سامنے کی ہے، اور اس کی شہادت میں ابن اسحق کی حدیث محولہ بالا پیش کی، اور یہ ضروری بھی تھا کہ ابن اسحق کی حدیث کے علاوہ کسی روایت میں "بین یدہ" کا لفظ نہیں ہے تو حدیث ابن اسحق جمہور مالکیہ کی رائے کی مخالفت کرنے والوں کی سند ہے جسے وہ اپنے جمہور پر رد کرتے ہیں، ایس انہیں ہے کہ ان منازعین نے اس حدیث ابن اسحق کو بھی رد کیا ہے لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اشتباہ ہوا اور انہوں نے رد کو بھی مردود سمجھ لیا (یعنی یہ سمجھا کہ منازعین اپنے جمہور کے قول کی طرح

استشهد فی الاستذکار بحديث السائب بن يزيد المروى في البخارى ثم قال "وقد رفع الاشكال في ذلك رواية ابن اسحق عن الزهري عن السائب بن يزيد۔ قال كان يؤذن بين یدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة وابی بکر وعمر^۱ اه"

فانظر ان السادة المالكية صاروا فرقتين جمهورهم علی ان الاذان بین یدی الامام بدعة وانما سنته علی المنارة۔ ونازعهم بعضهم بالحديث فاستشهد بحديث ابن اسحق ولا بد الاذلا ذکر لبین یدیہ الا فی حدیثہ فحدیث ابن اسحق هو السند بهؤلاء وبه ردوا علی جمہورهم لانهم ردوا علیہ ایضاً کما ردوا علی قول جمہورهم ولكن اشتبه الرد بالردود علی العلامة علی فقال "اما الذی نقله بعض المالكية عن ابن القاسم

^۱ الاستذکار باب الجمعة باب ما جاء فی الانصات یوم الجمعة دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۲۷

حدیث ابن اسحاق کو بھی رد کرتے ہیں) اسی لئے وہ فرماتے ہیں: بعض مالکیہ نے ابن قاسم سے انہوں نے امام مالک سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان خطبہ خطیب کے سامنے نہیں بلکہ منارہ پر ہوتی تھی۔ ایسا ہی ابن عبد اللہ نے امام مالک سے روایت کیا کہ امام کے سامنے اذان ہونا امر قدیم نہیں۔ اور محمد بن اسحاق کی حدیث طبرانی وغیرہ نے روایت کی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ مسجد پر اذان دیتے تھے، اس کی مخالفت مالکی حضرات میں سے بہت سے لوگوں نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اذان جو خطیب کے سامنے ہوتی تھی (دروازہ مسجد پر نہیں) اور یہی روایت بخاری کا مقتضی ہے۔ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بلا تفصیل کے بعد دوسرے گروہ کے اس قول (اذان تو خطیب کے سامنے ہوتی جیسا کہ روایت بخاری کا مقتضا ہے) "کارو کرتے ہوئے فرمایا بخاری کی روایت میں نہ بین یدہ کا ذکر ہے نہ باب مسجد کا۔

اقول: ملا علی قاری کا یہ فرمانا کہ "روایت بخاری میں کسی بات کی تصریح نہیں" بجائے لیکن منازعین کا استدلال دراصل روایت ابن اسحاق سے ہے (جس میں لفظ بین یدہ

عن مالک انه في زمنه عليه الصلوة والتسليم لم يكن بين يديه بل على المنارة۔ ونقل ابن عبد البر عن مالك ان الاذان بين يدي الامام ليس من الامر القديم وما ذكره محمد بن اسحاق عند الطبراني وغيره في هذا الحديث ان بلا لكان يؤذن على باب المسجد فقد نأزعه كثيرون ومنهم جماعة من المالكية بان الاذان انما كان بين يديه عليه الصلوة والسلام كما اقتضته رواية البخاري هذه^۱ اه

وليس في رواية البخاري ما يقتضي من ذلك شيئاً^۲۔

اقول: قد صدق ان رواية البخاري لا يقتضي شيئاً من كونه بين يديه او على لئارة ولكن الاستشهاد كان برواية ابن اسحاق وانما

^۱ مرقاة المفاتيح باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۴۰۴ المكتبة الحبيبية كوتہ ۱۳۹۷

^۲ مرقاة المفاتيح باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۴۰۴ المكتبة الحبيبية كوتہ ۱۳۹۷

ذکر اسم البخاری ایذاً لئلا بان اصل الحديث عنده و
اوصحته رواية ابن اسحق كما هو صريح لفظ
الاستذكار وكيف يرد على حديث ابن اسحق بان
الاذان انما كان بين يديه صلى الله تعالى عليه وسلم
مع ان حديث ابن اسحاق هو المصرح بهذا، افيرد
على الشيئي بنفس الشيئي ولكن الامر انه كتب هذا
المحل معتمداً على ما في الصدور ولو راجع كلام المناز
عين لعلم انهم لا يقولون ان حديث البخاري يقضى
بالرد على جمهورهم والرائي انهم لا ينافون حديث
ابن اسحق بل بله يستشهدون وبه على جمهورهم
يردون ولا بعد ان كونه بين يديه صلى الله تعالى
عليه وسلم مصرح به في حديث ابن اسحق نفسه
بل لانعلم التصريح به الا فيه فكيف يرد عليه
بمفاد نفسه ولكن نسئ ولم يتفق له مراجعة الحديث
ولامراجعة كلام المناز عين

مذکور ہے) بخاری کا نام تو یہ بتانے کے لئے لیا گیا ہے کہ روایت
ابن اسحق کی اصل بخاری میں ہے، بخاری نے یہ حدیث
مختصر روایت کی اور ابن اسحق کی سند سے یہی حدیث ابو داؤد
نے مفصل تخریج کی ہے، اور یہی استدکار کی عبارت سے ہو
یدا ہے۔ (ایسی صورت میں) بھلا حدیث ابن اسحق پر اس
بات سے کیسے رد ہو سکتی ہے کہ "اذان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے سامنے ہوتی تھی" خود حدیث ابن اسحق بھی تو اسی
امر کو ثابت کر رہی ہے کہ یہ اذان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے سامنے ہوتی تھی، تو ایک بات کو خود اسی سے رد
کرنے کے کیا معنی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملا علی
قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام کو اپنی یادداشت پر
بھروسہ کر کے لکھا، اگر منازعت کرنے والوں کے کلام کو پھر
دیکھ لیا ہوتا تو انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ منازعین یہ نہیں کہتے کہ
حدیث بخاری میں جمہور ائمہ مالکیہ کا رد ہے حقیقت تو یہ ہے
کہ وہ لوگ حدیث ابن اسحاق کا بھی رد نہیں کرتے، وہ تو اس
حدیث کو اپنے جمہور کی رائے کے خلاف سند میں پیش کرتے
ہیں، اور اس میں کوئی بعد بھی نہیں، کیونکہ اذان کے خطیب
کے سامنے وہنے کی تصریح صرف حدیث ابن اسحق میں ہے،
تو جو بات خود حدیث ابن اسحق ہے، اسی سے اس حدیث کو رد
کیسے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن حضرت علی قاری بھول گئے اور خود
حدیث کلام منازعین کو بھی

والله يفعل ما يريد ولما سبق الى خاطره ان القائلين
بكونه بين يديه صلى الله تعالى عليه وسلم ينازعون
حديث ابن اسحاق ولا تمكن المنازعة الا اذا اريد
بباب المسجد في حديثه باب ليس وجاه المنبر خطر
بباله ان المراد باب الشرقي او الغربي وايد هذا الخطر
انه لم يكن في زمنه رحمه الله تعالى بل منذ نحو مائة
وخمسين سنة من قبله باب شمالي في المسجد الكريم
كان الناس بنوا هنالك دورهم كما ذكره السيد
العلامة السهودي رحمه الله تعالى فحق له ان يدخل
حديث ابن اسحق فيما ينازعه القائلون بكونه بين
يديه فكر عليهم بالرد بان لا مستدلهم في انكار على
الباب ولا يقتضي حديث البخاري شيئاً من ذلك
نقوى الى هنا امر جمهور المالكية وتم الرد على المنازعين
لانعدام ما يثبت كونه بين يديه، لكن كان هذا هو
مذهبه

نہیں دیکھا، اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اور جب ان
کے دل میں یہ بات جم گئی کہ اذان بین یدہ کے قائل مالکی
حضرات حدیث ابن اسحق کا رد کرتے ہیں۔ اور اصحاب بین
یدہ کے قول اور روایت ابن اسحاق میں جہی منازعت ہوگی
کہ ان کی حدیث میں آتے ہوئے لفظ باب مسجد سے مراد مسجد
نبوی کا ایسا دروازہ ہو جو منبر کے سامنے نہ ہو تو ان کے دل میں
یہ خطرہ گزرا کہ حدیث ابن اسحق میں مذکور باب مسجد سے
مراد یا تو مسجد کا مشرقی دروازہ ہے یا مغربی، اور اس کی مزید
تائید اس امر سے ہوئی کہ ان کے زمانہ میں بلکہ ان کے عہد سے
ڈیڑھ سو سال قبل سے ہی مسجد شریف کا شمالی دروازہ جو منبر
کے بالمقابل تھا ختم ہو گیا تھا اور لوگوں نے وہاں اپنے گھر بنائے
تھے جیسا کہ علامہ سہودی نے تحریر فرمایا ہے، تو انہیں یہی
معلوم ہوا کہ بین یدہ اور باب المسجد دو مختلف سمتوں میں ہیں
اسی لئے انہوں نے اصحاب بین یدہ کو روایت ابن اسحاق کا
مخالف سمجھا۔ پھر پلٹ کر اصحاب "بین یدہ" کا لفظ ہے ہی
نہیں پھر "بین یدہ" روایت بخاری کا مقتضی کیونکر ہوا، اس
لئے آپ حضرات کا علی الباب والی روایت کو رد کرنا صحیح نہیں
ہے، لیکن خود احناف اذان "بین یدہ" کے قائل ہیں، اور ملا
علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی حنفی ہی ہیں، اس لئے

ان دونوں قولوں میں یوں تطبیق دی کہ ممکن ہے ابتداء میں مسجد شریف کے باب شرقی یا غربی پر اذان ہوتی رہی ہو، جیسا کہ روایت ابن اسحق یا کلام مالک میں ہے لیکن بعد میں معاملہ سامنے پر ہی مستقل ہو گیا اور یہی مراد کلام منازعین کی بھی ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ملا علی قاری کی یہ بات تو ایک اشتباہ پر مبنی ہے، پھر یہ توجیہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب کے بھی موافق نہیں کہ وہ تو مطلقاً اذان بین ید یہ کے منکر ہیں (پھر ایسی غیر مفید اور بے بنیاد تاویل سے کیا حاصل)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور بعید تاویل بھی کی ہے وہ کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ عہد رسالت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اذان باب مسجد پر دیتے تھے وہ اذان نہ ہو صرف اعلان رہا ہو، اور یہی حضرت عمرو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اعلان کی اصل ہوا۔

ومذہب ائمتہ الکرام فحاول التوفيق بما يرحم الى ما هو مذهبه بالتحقيق، فقال "لكن يمكن الجمع بين القولين بان الذي استقر به آخر الامر هو الذي كان بين يديه صلى الله تعالى عليه وسلم¹ الخ، اي لم يكن الاذان بين يديه صلى الله تعالى عليه وسلم في اول الامر بل على الباب الشرقي او الغربي (وهذا ما في حديث ابن اسحق وكلام مالك) ثم استقر الامر خيراً على كونه بين يديه (وهو مراد المنازعين فيه)"

اقول: انت تعليم انه مبني على ما شبه له وتوجيه كلام مالك بما ذكر توجيه بما لا يرضى به فقد اسلفنا عنه انه رضى الله تعالى عنه نهى عن الاذان بين يدي الامم۔

ثم حاول التطبيق بوجه آخر بعيد حقيق فقال و بان اذان بلال على باب المسجد كان اعلاماً فيكون اصل اعلام عمرو وعثمان² اهـ

¹ مرقاة المفاتيح باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۴۰۴ المكتبة الحبيبیه کوئٹہ ۱۳۹۷

² مرقاة المفاتيح باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۴۰۴ المكتبة الحبيبیه کوئٹہ ۱۳۹۷

یشیر الی الاثر المذكور عن تفسیر جوہر وقد کان قدمه وردہ و ذکرہ ثبہ توفیقاً ینبغی نقلہ لیتضح بہ مرامہ بهذا التطبیق قال بعد ما ذکر ان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ هو الذی احدث الاذان الاول مانصہ، "ولا یعارض ان عثمان هو المحدث لذلك ما روى ان عمر هو الامر بالاذان الاول خارج المسجد یسمع الناس ثم الاذان بین یدہ ثم قال نحن ابتدعنا ذلك لكثرة المسلمين لانه منقطع ولا یثبت وانكر عطاء ان عثمان احدث اذاناً، وانما كان یامر بالاعلام ویمكن الجمع بان ما كان فی زمن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجرد الاعلام واستمر فی زمن عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثم رأى ان يجعله اذاناً علی مکان عال

یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر حضرت علی قاری جوہر کے مذکورہ بالا اثر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس کو خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کر کے اس کا رد کیا ہے اور وہیں ایک اور توجیہ بھی ذکر کی ہے۔ ہم ذیل میں اسے نقل کرتے ہیں، اس سے اس تاویل کا مطلب بھی کھلے گا۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا منشاء بھی ظاہر ہوگا۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان اول کا موجد قرار دے کر فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اذان اول کا موجد ہونے کے معارض وہ اثر (اثر جوہر) نہیں ہو سکتا (جس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان اول خارج مسجد دلائی کہ لوگ سن سکیں۔ پھر اذان بین یدہ دلائی اور فرمایا کہ ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ اذان ایجاد کی) کیونکہ یہ اثر منقطع ہے اس کا ثبوت نہیں۔ اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان اول کا موجد نہیں مانتے۔ ان کے بقول حضرت عثمان تو صرف اعلان کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اعلان شروع کرایا تھا حضرت عثمان کے دور تک جاری رہا، پھر انہوں نے اپنی رائے سے اس اعلان کے بجائے

بلند مکان پر اذان دلانی شروع کردی اور ان کے امام مطاع ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اسی پر عملدرآمد جاری کر دیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں) شیخ علی قاری کی یہ جدوجہد جمع کے بجائے قمع ہے، کیونکہ آخر میں انہوں نے یہ اقرار کیا کہ حضرت ذوالنورین نے ابتدائی اعلان کو اذان کر دیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان اول کے موجد ہوئے۔ اور حضرت عطاء ابن رباح سرے سے ان کے موجد اذان و نہ کا ہی انکار کرتے ہیں۔ تو ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی بات جمع بین القولین کیسے ہوئی! اس لئے جمع کا صحیح طریقہ وہی ہے کہ صاحب فتح الباری کی طرح کہا جائے (۱) مثبت روایت (یعنی ذوالنورین کا موجد اذان اول ہونا) نافی (یعنی قول عطاء) پر مقدم ہے (۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اذان اول کا موجد ہونا ایسی روایتوں سے ثابت ہے جس کی تردید نہیں ہو سکتی، اس لئے نہ تو حضرت عطاء کے انکار کا کچھ فائدہ ہوگا نہ تفسیر جو میر کی روایت اثر انداز ہوگی۔

المختصر ہماری اس تفصیل سے علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے معنی واضح ہو گئے کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

ففعّل واخذ الناس بفعله فی جمیع البلاد اذ ذاک لکونہ خلیفۃ مطاعاً^۱ اھ۔

اقول: ولا یذهب عنک ان هذا قمع لاجمع اذ قد اُل الامر الی انه جعله اذناً فقد احدث اذاناً وعطاء ینکرہ فاین الجمع بل السبیل ما سلك فی فتح الباری وغیرہ ان المثبت مقدم علی النافی وقد ثبت احداث عثمان الاذان وانه هو الذی احدثه لا امیر المومنین عمر باحدیث صحاح لامر دلہا فلا حجة فی انکار عطاء ولا فی روایۃ تفسیر جو یبر۔

ولهذا الشیخ لما جمع بان عمر ضی اللہ تعالیٰ عنہ احدث اعلاماً واستبر

^۱ مرقاة المفاتیح باب الخطبة والصلاة تحت الحديث ۱۴۰۳ المكتبة الحبيبیه کوئٹہ ۱۳۹۷

علیہ وسلم کی جس اذان کے بارے میں بین یدی الخطیب یا علی باب المسجد یا علی المنار ہونے کی بات کہی جا رہی ہے وہ دراصل اذان نہ تھی نماز جمعہ کا اعلان تھا۔ اور یہی حضرات فاروق و عثمان کے اعلان بعدہ الاذان کی اصل ہے، لیکن حضرت علی قاری کی اس تطبیق پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سے پہلے اعلان رواج عہد رسالت سے ہی تھا، تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرا کے یہ کیسے کہا کہ ہم نے اس کی ایجاد کی! ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس شبہ کا جواب اس طرح دیا کہ "یہ اعلان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری عہد اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے زمانے میں موقوف ہو گیا رہا ہوگا۔ حضرت عمر نے اس کی تجدید کی اور اس کا نام ایجاد رکھا ہوگا، جیسا کہ تراویح کی جماعت کو بھی آپ نے البدعہ کہا تھا حالانکہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں دو تین یوم تراویح کی جماعت قائم فرمائی تھی"۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام توجیہات کو

الی زمن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجعلہ بعد اذاناً فالی هذا یشیر بقولہ "فیكون اصل اعلام عمر وعثمان" ولما كان یرد علیہ ان علی تطبیقکم هذا يكون تقدیم الاعلام علی الاذان ثابتاً من زمن الرسالة فكيف يقول الفاروق نحن ابتدعناه لكثرة المسلمين۔

حاول ان یرفو هذا الخرق فقال "ولعله ترك ایام الصديق او اواخر زمنه علیہ الصلوٰۃ والسلام ایضاً فلهذا السبأ عمر بدعة وتسیبۃ تجدید السنة بدعة علی منوال ما قال فی التراویح نعت البدعة ہی^۱ اھ"

اقول: ولا يخفى عليك ان الشيخ انما یبیدی هذه الاشیاء

^۱ مرقاة المفاتیح باب الخطبة والصلوة تحت الحديث ۱۳۰۴ المكتبة الحبیبیه کوئٹہ ۳/ ۲۹۷

بیہکن ولعل وما بیدہ سند علی شیعہ من هذا اولاً له
 فیہ سلف ولا بہ حصول مآرام من التوفیق فان مآل
 ترجباتہ واحتمالاتہ انہ کان علی عہد رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلام بالجمعة علی باب المسجد
 ثم اذان بین یدیدہ اذا جلس علی المنبر ثم ترك
 الاعلام فی اواخر عہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوفی
 زمن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم ثم جدہ عمر
 لکثرة المسلمین وابقاہ عثمان ثم حوله الی الاذان
 الذی فی حدیث ابن اسحق انہ کان علی الباب وفی
 کلام مالک انہ لم یکن بین یدیدہ هو هذا الاعلام اما
 الاذان فما کان الالبین یدیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وانت تعلم انہ۔

اولاً: لایلائم قول مالک

"ہو سکتا ہے" اور "ممکن ہے" کے لفظ سے شروع کیا ہے، کسی
 بھی توجیہ کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، نہ سلف
 صالحین میں سے کوئی ان کی کسی رائے میں ان کا ہم نوا ہے نہ
 انکی اس جدوجہد سے مختلف اقوال و روایات میں باہمی تطبیق
 کا مقصد ہی کچھ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کے تمام امکانات و
 احتمالات کا حاصل یہ ہے کہ عہد رسالت میں اعلان جمعہ مسجد
 نبوی کے دروازہ پر ہوتا تھا پھر امام جب منبر پر بیٹھے تو اس کے
 سامنے اذان خطبہ ہوتی پھر عہد نبوت کے آخری دور یا عہد
 صدیقی میں یہ اعلان متروک ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد مبارک میں مصلیوں کی کثرت کی
 وجہ سے پھر اس اعلان کی تجدید کی۔ حضرت عثمان غنی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد مبارک میں بھی اس اعلان کو
 جاری رکھا پھر ان کی رائے ہوئی کہ اعلان کے بجائے اذان ہی
 دی جائے۔ تو وہ مسجد کے دروازہ پر بتاتے ہیں، اور امام مالک
 رحمۃ اللہ علیہ جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ خطیب
 کے آگے نہیں ہوتی تھی وہ دراصل یہی اعلان تھا اور اذان خطبہ
 تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہوتی تھی (مگر
 اس پر مندرجہ ذیل اشکالات ہیں):

اوّلًا: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام کے سامنے خطبہ دینے سے منع کرتے تھے، اس سے قبل کے کسی اعلان کو نہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان کے علاوہ کوئی اعلان تھا ہی نہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسے روکنے کی ضرورت پڑتی۔

حاجی: یہ تاویل حدیث ابن اسحاق کے بھی خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد جو چیز ہوتی تھی وہ دروازہ مسجد پر ہوتی تھی، اور وہی آپ کے سامنے بی تھی اور آپ کی تاویل کا مقصد یہ ہے کہ بین ید یہ اور باب مسجد دو علیحدہ جگہیں ہیں۔ دروازہ پر اعلان ہوتا تھا اور بین ید یہ اذان ہوتی تھی۔ تو حدیث ابن اسحاق میں جو چیز مذکور ہے اگر اذان ہے تو وہ در مسجد پر ہوتی تھی اور اگر اعلان تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جو ہوتا تھا وہ بھی اعلان ہی تھا، پس دونوں باتوں میں کہاں موافقت ہوئی؟

حاجی: اس امر پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کے وقت یہی معروف مشہور اذان ہوتی تھی، اسی پر کثیر روایتوں کا اتفاق، اور جن اعلام کا اجماع قابل اعتماد ہے ان کا اجماع اسی بات پر ہے کہ عہد رسالت و

فانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ینہی عن الاذان بین یدی امام لاعن اعلان آخر قبلہ ولا کان فی عہدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلام بین یدی الامام غیر الاذان حتی ینکرہ ویقول انه محدث لیس من الامر القدیم فاین التوفیق۔

وثانیاً لایلائم حدیث ابن اسحاق لانه ذکر ان الذی کان علی باب المسجد کان ہو بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین یجلس علی المنبر فکیف یفرق بین الشیخ ونفسہ ویقال ان ما علی الباب کان اعلاماً وما بین یدیہ کان اذا نفاں کان الاذان فی حدیثہ بمعناہ فالذی کان علی الباب کان اذا نفاں کان بمعنی الاعلام فالذی بین یدیہ کان اعلاماً فکیف التفریق واین التطبيق۔

وثالثاً: اجبعت الامة ان الذی کان عند جلوسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر کان هذا الاذان المعروف وتظافرت الروایات واجمع من یعتقد باجماعهم انه لم یکن فی عہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للجمعة شیخ غیر هذا ولا علی عہد الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانه لم یکن علی عہدہ صلی اللہ تعالیٰ

عہد صدیقی میں اس اذان کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا، ان زمانوں میں تشویب کا رواج بھی نہ تھا، ہاں نماز فجر کے لئے البتہ الصلوٰۃ خیر من النوم پکارا جاتا تھا اگر اسے تشویب قرار دیا جائے۔ پس اگر روایت ابن اسحاق کی مصرح اذان کو اعلان قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ عہد رسالت میں جمعہ کے لئے اذان ہوتی ہی نہیں تھی، اور یہ بھی خلاف اجماع ہے۔ رابعاً: اور بقول حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ جب عہد رسالت کے اخیر یا عہد صدیقی میں یہ اعلان بھی موقوف ہو گیا تو ان دونوں مبارک زمانوں میں جمعہ کے لئے نہ کوئی اعلان ہوتا تھا نہ اذان اور یہ بھی خلاف اجماع ہے۔ خامساً: اس صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "ہم نے مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو ایجاد کیا" کا معنی درست نہ رہے گا نہ بطور احداث نہ بطور تجدید، کیونکہ جو ہوتا ہے وہ تو زمانہ رسالت سے ہی چالو تھا۔ سادساً: اس تقدیر پر اذان خطبہ	علیہ وسلم تشویب فی شیع من الصلوات الا الفجر علی جعل قوله الصلوٰۃ خیر من النوم تشویباً۔ فلو كان هذا اعلاماً حملاً لحديث ابن اسحق عليه المصرح فيه بكونه اذا جلس على المنبر بقيت الجمعة على عهدہ صلى الله تعالى عليه وسلم بدون الاذان المعروف وهو خلاف الاجماع۔ ورابعاً: اذا ترك هذا في اواخر عهدہ صلى الله تعالى عليه وسلم اوفى زمن الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیت الجمعة من دون ايدان لا اعلام ولا اذان وهذا خلاف الاجماع۔ وخامساً: اذن لا يستقيم قول عمر "نحن ابتدعناه لكثرة المسلمين¹ لا احداثاً ولا تجديداً لان الذي يفعل عند جلوس الامام لم يزل مستمراً من زمنہ عليه الصلوٰۃ والسلام۔" وسادساً: اذن كان اذان

¹فتح الباری کتاب الجمعة باب الاذان يوم الجمعة مصطفى البابی مصر ۱۳۵/۳

ہی تو نوا ایجاد ہوئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کو اپنی ایجاد کہنا ہی صحیح ہوا۔	الخطبة هو المحدث فكان احق بقول عمر نحن ابتدعناه۔
سابقاً: یہ اعلان حضرات فاروق و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اعلان کی اصل کیسے ہوا؟ ان حضرات کا اعلان تو آپ ہی کے بیان کے مطابق اذان خطبہ سے پہلے ہوتا تھا، اور جس کو آپ ان کے اعلان کی اصل بتا رہے ہیں یہ تو عین امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتا ہے۔	وسابقاً: کیف یکون هذا اصلاً اعلام عمر و عثمان فانه كان قبل جلوس الامام وهذا عند جلوسه على المنبر۔
المختصر اس تاویل کے مفاسد بیان سے باہر اور شمار سے زائد ہیں، حقیقت وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے کہ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے یہ پوری بحث احادیث اور کلام منازعین، اور کلام امام مالک	وبالجملة فيه مفاسد اظهر من ان تظهروا اكثر من ان تحصر وانما الامر ما وصفنا انه رحمه الله تعالى كتب البحث مندون مراجعته^۱ للحدیث والکلام

اسی لئے اس کو طبرانی کی طرف منسوب کیا باوجود یہ کہ یہ اس سے افضل سنن ابوداؤد میں موجود ہے۔ امام زرقانی نے شرح مواہب کے مقصد ثالث میں ترک الترمذی کے بارے میں مؤلف پر مواخذہ کرتے ہوئے فرمایا: جب کوئی حدیث صحاح ستہ میں موجود ہو تو اسے ان کے غیر کی طرف منسوب نہ کیا جائے، جیسا کہ مغلطائی نے کہا ہے انتہی منہ حفظہ ربہ۔ (ت)

عہ: ولذا انسبہ للطبرانی مع وجوده في افضل السنن ابی داؤد وقال الزرقانی فی المقصد الثالث من شرح المواہب علی المؤلف المواءم فی ترك الترمذی "ان الحدیث اذا كان فی احد الستة لا یعزى لغيرها كما قال مغلطائی^۱۔" انتہی منہ حفظہ ربہ۔

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب الدنیہ

المنازعين، ولا لكلام مالك واصحابه الاكثرين والا لم تعرض تلك الاوهام ولم يستقم له تاويل حديث ابن اسحق ولا ما ينكر عليه مالك بالاعلام۔ فظهر ان تعلق بعض جهلة الزمان بهذا البحث الذي ليس له روح ليعيش انما هو تشبث الغريق بالحشيش وتقدم بعض ما يليق به في النفحة التاسعة الحديثية۔

ثم ليس فيه على ما قررنا ما يقرر عينهم اذ ليس فيه ان الاذان كان على عهدہ صلى الله تعالى عليه وسلم في جوف المسجد وفيه الكلام والله المستعان والله الحمد۔

نفحة ۲۱: قال القهستاني في شرح النقاية عند قولها (اذن ثانياً بين يديه) اي بين الجهتين المسامتين ليمين المنبر والامام ويساره قريباً منه ووسطهما بالسكون فيشمل ماذا اذن في زاوية قائمة او حادة او منفرجة حادثة من خطين خارجين من هاتين الجهتين ولا بأس بشموله بحسب المفهوم ماذا كان

اور ان کے متبعین کی طرف مراجعت کے بغیر لکھ دیا، ورنہ یہ اوہام عارض نہ ہوتے اور نہ حدیث ابن اسحق کی تاویل درست ہوتی۔ عہد حاضر کے بعض جاہلوں کا اس بے جان بحث سے زندگی کی مدد چاہنا، ڈوبنے والے کے تنکے کا سہارا ڈھونڈنے کے مترادف ہے، اس بحث سے متعلق بعض باتوں کو ہم نفحہ تاسعہ حدیثیہ میں ذکر کر چکے ہیں۔

لطف یہ ہے کہ اس بحث سے سہارا ڈھونڈنے والوں کا مقصد بھی پورا نہیں ہوتا کہ ان کا دغوی تو مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہے، اور اس پوری بحث میں اندرون مسجد اذان ہونے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

نفحہ ۲۱: قہستانی نے شرح نقایہ میصفن کے قول "دوسری اذان خطیب کے سامنے ہوگی" کی شرح میں لکھا: یعنی ان دونوں سمتوں کے درمیان جو منبر یا امام کے دائیں بائیں متوازی جارہی ہیں ان کے قریب اور ان دونوں کے درمیان (یہاں لفظ وسط کی سین ساکن ہے، تو زاویہ قائمہ کے اندر کھڑا ہوا حاوہ و منفرجہ، سبھی صورتوں کو شامل ہے، یہ سب زاویے ان دونوں جہتوں سے پیدا ہوتے ہیں جو ان دونوں خطوط متوازیہ سے بنتے ہیں۔ مفہوم کے اعتبار

ظهر المؤذن الى وجه ما يضاف اليه الیدان، فان قرينة الاذان تدل ان وجهه يكون اليه لكن يشكك بما اذا كان ظهره الى ظهر المضاف اليه الا اذا قيل باخر اجه بقرينة قوله استقبلوه مستمعين¹ اهـ

اقول: هذا كلام تحير هؤلاء في حله وتناقضوا في حمله واستشهد به بعضهم بجهله وليس فيه الامشئت لشبهه ومسفه لعقله ثم هو غير محرر في اصله فنذكر بتوفيقه تعالى اولا ما يشرحه ثم نكمل الفائدة ما يزيغه ويجرحه ثم نتوجه الى اجهل هؤلاء فنطرحه ولنقدم لذلك مقدمات نوضحه۔

الاولی: المنبر فی قولهم

سے یہ عبارت اس صورت کو شامل ہے کہ مؤذن کی پشت امام کے چہرہ کی طرف ہو، لیکن اذان کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مؤذن کا چہرہ ہی امام کے چہرہ کی طرف ہو۔ اور اس صورت کو بھی شامل ہے کہ مؤذن کی پشت امام کی پشت کی طرف ہو لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حکم یہ ہے کہ سب امام کی طرف رخ کریں اور اس کی بات سنیں۔ اهـ

اقول: (میں کہتا ہوں) قسمستانی کی اس عبارت نے مخالفین کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور اس عبارت کا حل کرنا انہیں مشکل پڑ رہا ہے اور اس کا مطلب بیان کرنے میں وہ لوگ باہم متناقض ہیں۔ اور بعض نے تو اس سے اپنی جہالت کی دلیل فراہم کی۔ اور فی الحقیقت یہ عبارت مخالفین کے پریشان خاطری کے اظہار کا ذریعہ اور ان کی بے وقوفی کے ظہور کا سبب بنی۔ اور لطف یہ کہ قسمستانی کا یہ بیان بھی خود کوئی قابل اعتماد بات نہیں تو بتوفیق اللہ تعالیٰ پہلے ہم اس کلام کی تشریح کرتے ہیں، پھر اس کی کمزوری کا بیان کریں گے، پھر مخالفین کی جہالت واضح کریں گے۔ اس کے لئے چند توضیحی مقدمات کی تفہیم ضروری ہے۔

مقدمہ اولی: فقہاء کے قول

¹ جامع الرموز کتاب الصلوة فصل صلوة الجمعة مكتبة اسلامية گنبد قاموس ایران ۶۹/۱-۲۶۸

بین یدی المنبر مجاز عن الخطيب النقل والعقل المصيب اما لنقل فقول العلامة المحقق البحر في البحر "الضمير في قوله بين يديه عائد الى الخطيب الجالس، وفي القدوري بين یدی المنبر وهو مجاز اطلاقاً لاسم المحل على الحال كما في سراج الوهاج فأطلق اسم المنبر على الخطيب^۱ اه

بین یدی المنبر میں لفظ منبر بول کر مجازاً خطیب مراد لیا گیا ہے۔ یہ نقلی دلیل سے بھی ثابت ہے اور عقلی دلیل سے بھی۔ دلیل نقلی صاحب بحر الرائق کا یہ قول ہے جو انہوں نے بحر میں فرمایا: "قول بین یدہ میں ضمیر خطیب کی طرف لوٹ رہی ہے جو منبر پر بیٹھا ہو۔" قدوری میں ہے: "لفظ بین یدی المنبر میں منبر سے مجازاً خطیب مراد ہے کہ اکثر محل بول کر حال مراد ہوتا ہے۔" ایسا ہی سراج الوہاج میں بھی ہے کہ "منبر کا لفظ بول کر خطیب مراد ہے۔"

عقلی دلیل یہ ہے کہ منبر اگر اتنا چوڑا ہو کہ اس کے عرض میں کئی آدمی کھڑے ہو سکتے ہوں، تو اگر امام منبر کی ایک طرف بیٹھا اور مؤذن دوسری طرف سامنے کھڑا ہو تو اس نے سنت ترک کر دی کیونکہ اس صورت میں وہ امام کے مقابل نہیں منبر کے سامنے البتہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سنت یہی ہے کہ مؤذن خطیب کے سامنے ہو منبر کے سامنے نہیں، اس لئے کہ توجہ کا مقصود لکڑی نہیں ہے۔ مسجد نبوی شریف میں کئی سال تک منبر تھا ہی نہیں تو محالہ مؤذن حضور امام الائمہ سید الانام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہی رخ کرتا تھا، یہ امر بالکل ظاہر ہے۔

"واما العقل فلان المنبر لو كان عريضاً يسع رجالاً فقام الاما على احد طرفيه والمؤذن بحذاء طرفه الاخر فقد اخطأ السنة لانه ليس بين یدی المنبر مع انه بين یدی المنبر لا شك فعلم ان السنة هو كونه بين یدی الخطيب دون المنبر اذا العود غير مقصود وقد مرت السنون لم يكن منبر فما كان يواجه الا الامام امام الانام عله وعلى اله افضل الصلوة والسلام هذا ظاهر جدا۔

^۱ البحر الرائق كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة (۱۲) سید کمپنی کراچی ۲/۷۵۱

الثانية: في المغرب الوسط بالتحريك اسم لعين مابين طرفي الشبيعي كمرکز الدائرة۔ وبالسكون اسم بهم لداخل الدائرة مثلاً ولذلك كان ظرفاً فالاول يجعل مبتدأً وفاعلاً ومفعولاً به وادخلاً عليه حرف الجر ولا يصح شبيعي من هذا في الثاني۔ تقول وسطه خير من طرفه وتوسع وسطه، وضربت وسطه، و جلست في وسط الدار، وجلست وسطها بالسكون لا غير. ويوصف بالاول مستويافيه المذكر والمؤنث والاثنتان والجمع وقال الله تعالى "جعلنا لكم امة وسطاً" والله على ان اهدى شاتين وسطاً الى بيت الله، او اعتق عبدین وسطاً^۱۔ وفي الصحاح كل موضع صالح فيه بين فهو وسط بالسكین

مقدمہ ثانیہ: مغرب میں ہے: الوسط سین کی حرکت کے ساتھ نام ہے کسی چیز کے دونوں کناروں کے ٹھیک بیچ کا، جیسے دائرہ کے لئے مرکز۔ اور الوسط سین کے سکون کے ساتھ اسم مبہم ہے، تو مثلاً دائرہ کے اندر کسی مقام کو بھی وسط کہا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وسط بالسکون تو کلام میں صرف ظرف واقع ہوتا ہے۔ اور وسط بالتحریک مبتداء، فاعل، مفعول بہ واقع ہوتا ہے، اور اس پر حرف جر بھی داخل ہوتا ہے۔ اور وسط بالسکون ان میں سے کسی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "وسط خیر من طرفہ" اس کا بیچ کنارہ سے اچھا ہے۔ اس صورت میں وسط مبتداء واقع ہوا ہے۔ "وتوسع وسطه" یہ وسط کے فاعل ہونے کے مثال ہے کہ اس کا بیچ وسیع ہوا۔ "ضربت وسطه" اس کے بیچ میں مارا۔ یہ مفعول بہ واقع ہونے کی مثال ہے۔ اور "جلست في وسط الدار" تو گھر کے وسط میں بیٹھا، یہ فی داخل ہونے کی مثال ہے۔ لیکن وسط بالسکون کے استعمال کی صورت صرف یہ ہے کہ یہ ترکیب میں ظرف واقع ہوتا ہے، جیسے جلست وسطه میں گھر میں بیٹھا۔ یہاں متوسط مفعول فی ظرف واقع ہے،

^۱ البحر الرائق بحوالہ المغرب کتاب الصلوة باب الامامة (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱، ۳۵۲)

"جلسة وسط القوم وان لم يصلح فيه فهو بالتحريك" جلسه وسط الدار، و رہا سکن و لیس بالوجه^۱۔

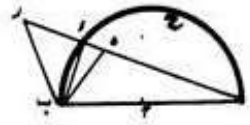
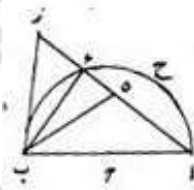
ایک علامت یہ بھی ہے کہ وسط بالتحریک مذکر، مؤنث، واحد، ثنیہ، جمع سب کی صفت بن سکتا ہے قرآن عظیم میں ہے "جعلنا کم امة وسط" ہم نے تم کو امت وسط بنایا، یہاں لفظ وسط مؤنث کی صفت ہے "اللہ علی ان احدی شاتین وسطا" میں اللہ تعالیٰ کے لئے دو متوسط بکریاں نذر کرتا ہوں۔ یہاں وسط ثنیہ مؤنث کی صفت ہے "واعتق عبدین وسطا" میں اللہ تعالیٰ کے لئے دو متوسط قسم کے غلام آزاد کروں گا۔ یہاں وسط ثنیہ مذکر کی صفت ہے اھ۔ صحاح جوہری میں ہے: جہاں لفظ بین کا محل استعمال ہو وہاں وسط بالسکون پڑھا جائے جیسے "جلسة وسط القوم" میں قوم کے درمیان بیٹھا۔ اور لفظ بین کا محل استعمال نہ ہو تو وسط بالتحریک ہوگا جیسے "جلسة وسط الدار" میں گھر کے ٹھیک بیچ میں بیٹھا۔ کہیں بالسکون بھی کہہ دیتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں اھ بحر۔ مقدمہ ثالث: جس کسی بھی زاویہ کے وتر کے منتصف کو مرکز مان کر وتر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک زاویہ کی جہت میں کوئی قوس بنائی جائے تو اگر زاویہ مذکورہ قائمہ ہوگا تو قوس اس کے راس سے، اور اگر زاویہ منفرجہ ہوگا تو قوس زاویہ کے وراء سے اور زاویہ حادہ ہوگا تو قوس اس زاویہ کے نیچے سے گزرے گی۔ اسی کوائلٹ کریوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر قوس زاویہ کے راس سے گزرے تو زاویہ قائمہ ہوگا اور قوس زاویہ کے وراء سے گزرے تو زاویہ منفرجہ ہوگا اور قوس زاویہ کے نیچے سے گزرے تو زاویہ حادہ ہوگا۔

الثالثة: کل زاوية جعل منتصف وترها مركزاً ورسمت عليه ببعدا حد طرفيه قوس الى جهة الزاوية حتى وصلت الى الطرف الآخر فان الزاوية ان كانت قائمة تمر القوس براسها او منفرجة فورا براسها او حادة فدونه وبالعكس ان مرت القوس براسها فهي قائمة او وقعت وراءه فمنفرجة او دونه فحاددة۔

^۱ الصحاح تحت اللفظ "وسط" دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۹۷

اسی مدعا کا اظہار بلفظ دیگر یوں بھی ہو سکتا ہے، کسی بھی خط کی تنصیف کے بعد اس منصف پر خط کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک قوس بنائی جائے اور یہ خط کسی ایسے مثلث کے قاعدے پر منطبق ہو جائے جو جانب قوس واقع ہے۔ تو اگر مثلث کا راس خود اسی قوس پر واقع ہو تو وہ زاویہ قائمہ ہوگا۔ اور اس قوس سے باہر کی طرف واقع ہو تو زاویہ حادہ ہے۔ اور قوس کے اندر واقع ہو تو زاویہ منفرجہ ہوگا۔ اور اسے الٹ کریں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر زاویہ راس قائمہ ہو تو نفس قوس پر واقع ہوگا اور حادہ ہو تو قوس کے باہر۔ اور منفرجہ ہو تو قوس کے اندر واقع ہوگا۔	وبعبارة اخرى كل خط نصف ورسمت على منتصفه ببعد احد طرفيه قوس وصلت لطرفه الآخر فاذا جعلت هذا الخط قاعدة مثلث واقع الى جهة القوس فان وقع راسه على نفس القوس فزاوية قائمة او وراءها فحادّة او دونها فمنفرجة وبالعكس ان كانت زاوية الراس قائمة تقع على نفس القوس او حادة فوراؤها منفرجة فدونها۔

توضیح و علوی



ہم نے مان لیا کہ اب ایک خط ہے جس کو مقام ج پر نصف کر دیا گیا ہے اور اسی ح کو مرکز ماخرا سے شروع کر کے ح سے ہوتی ہوئی ب تک ایک قوس بنائی۔ اب، پھر اسی خط اب کو تین مثلثوں اء ب، ارب، اہ ب کا قاعدہ	ولیکن اب خطاً رسمّا علی نصفه ح ببعد اقوس اح ب ثم جعلناہ قاعدة مثلثات اء ب، ارب، اہ ب فزاوية الواقعة على القوس قائمة والواقعة ورائها

حادثة وه الواقعة دونها منفرجة-وان كانت الزوية قائمة تقع على نفس القوس مثل ء، او حادثة تقع خارجها مثل ر، او منفرجة فداخلها مثل هـ۔	قرار دیا تو زاویہ ء جو قوس پر واقع ہے قائمہ ہے، اور زاویہ ر جو قوس سے باہر ہے حادہ ہے، اور زاویہ ہ جو قوس کے اندر ہے منفرجہ ہے۔ اور بالعکس یوں بھی کہہ سکتے ہیں اگر زاویہ قائمہ ہے تو قوس پر واقع ہے جیسے زاویہ ء، اور حادہ ہے تو قوس سے باہر ہے۔ جیسے زاویہ ر اور اندر ہے تو زاویہ منفرجہ ہے جیسے زاویہ ہ۔

ثبوت دعویٰ کی تقریر

وذلك لان القوس نصف دائرة وقد وقعت فيها زاوية ء فهي قائمة بحكم ل من ثلاثة الاصول فتكون رحادة والاجتماع في مثلث ب ء ر قائمتان وهو محال بحكم لب من اولي الاصول-وكذاب ء حادثة لعين ذلك فب ء ا منفرجة بحكم بج من اولي ها۔ ثم لتكن ء قائمة فلا موقع لها الا على نفس	یہ اس لئے کہ قوس نصف دائرہ ہے اور اسی پر زاویہ واقع ہے اس لئے مقالہ ثالثہ کی تیسویں شکل کے حکم سے یہ ضرور قائمہ ہے، اور چونکہ زاویہ قائمہ کے پہلو والا زاویہ بھی قائمہ ہوتا ہے۔ اس لئے زاویہ ر کا حادہ ہونا ضروری ہے ورنہ مثلث ب ر میں بیک وقت دو زاویہ قائمہ ہونا لازم آئے گا جو مقالہ اولیٰ کی شل بتیس کی رو سے محال ہے، اسی طرح اسی دلیل سے مثلث ب ہ کا زاویہ ہ بھی حادہ ہے (چونکہ حادہ کے پہلو والا زاویہ منفرجہ ہوتا ہے) اس لئے مثلث ب ا کا زاویہ ہ ضرور منفرجہ ہے جیسا کہ مقالہ اولیٰ کی تیرھویں شکل سے ظاہر ہے۔ یا یوں کہئے زاویہ ء قائمہ ہے تو لامحالہ نفس قوس پر واقع ہے اس لئے کہ یہ ر کی

طرح خارج قوس واقع ہو۔ یاہ کی طرح تحت قوس ہو، تو جس طرح زاویہ قائمہ ہے اسی طرح ہ اور بھی قائمہ ہو جائیں گے۔ اور ایک مثلث میں دو زاویہ قائمہ ہوں گے۔ یا یوں کہئے کہ اگر زاویہ منفرجہ ہے تو لا محالہ داخل قوس ہوگا کیونکہ اگر وہ نفس قوس پر ہو تو اس کا قائمہ ہونا لازم آئے گا، یا خارج قوس ہو تو حادہ ہونا لازم آئے گا دلیل مذکورہ بالا کی رو سے۔

یا یوں کہئے کہ زاویہ را اگر حادہ ہے تو لا محالہ وہ خارج قوس ہوگا کیونکہ نفس قوس پر ہونے کی صورت میں لا محالہ وہ قائمہ ہو جائے گا، یا داخل قوس ہو تو منفرجہ ہونا لازم آئے گا۔ دلیل اوپر مذکور ہوئی۔ اور یہی ہمارا دعوٰی تھا۔ ہماری اس دلیل سے پہلی عبارت اصلاً و عکساً ثابت ہوئی۔

مقدمہ رابعہ: جس کسی زاویہ غیر حادہ کے راس سے اس زاویہ کے قاعدے پر عمود کا نزول ہو تو وہ عمود ہمیشہ قاعدے کا نصف ہوگا بشرطیکہ زاویہ قائمہ متساویۃ الساقین ہو ورنہ عمود ہمیشہ قاعدے کے نصف سے بھی چھوٹا ہوگا (۲) خواہ زاویہ مطلقاً منفرجہ ہو۔ (۳) یا قائمہ مختلفہ الساقین ہو۔

القوس اذ لو وقعت دونها مثلہ او ورائها مثلہ وقد تبين انہ ايضا قائمة لاجتماع في مثلث قائمتان، ولتكنہ منفرجه فلا تقع الا داخل القوس اذ لو وقعت عليها كانت قائمة او ورائها كانت حادة لها امر۔

ولتكن ر حادة فلا وقوع لها الا خارج القوس اذ لو وقعت عليها كانت قائمة۔ او داخلها كانت منفرجة لها سبق، و ذلك ما اردناه وبه تبينت العبارة الاولى اصلاً وعكساً۔
الرابعة: كل زاوية غير حادة نزل من راسها عمود على قاعدتها فانه يكون نصف القاعدة ان كانت الزاوية قائمة متساوية الساقين والاقل من نصفها سواء كانت منفرجة مطلقاً او قائمة مختلفة الساقين۔

نمبر ۱ کی توضیح اور ثبوت

امیج بنانی ہے جلد ۲۸ ص ۳۱۱

امیج بنانی ہے جلد ۲۸ ص ۳۱۱

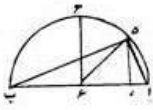
مان لیجئے کہ مثلث ا ح ب کا زاویہ ح قائمہ متساویۃ الساقین ہے تو عمود ح ا جو اس زاویہ کے راس سے اس کے قاعدے پر ڈالا گیا ہے وہ خط ا ب یعنی قاعدے کا نصف ہے۔ اس کی بہت سی دلیلیں ہیں ایک دلیل مندرجہ ذیل ہے:

ح ا ب اور ح ب ا میں ا ب دونوں زاویے مقالہ اولے کی پانچویں شکل (شکل مامونی) کی رو سے برابر ہیں کیونکہ اس مثلث کی دو ساقین ا ح اور ح ب برابر ہیں، اور جب ح زاویہ قائمہ ہے تو اس کے بقیہ دونوں زاویے یعنی ا اور ب نصف قائمہ ہوں گے مقالہ اولیٰ کی بتیسویں شکل کی رو سے (اور زاویہ ج سے جو خط قاعدے تک آیا ہے اس سے دو مثلث بن گئے ہیں ا ح اور ح ب) اور اس خط کے عمودی ہونے کی وجہ سے زاویہ قائمہ ہے تو زاویہ ح نصف قائمہ ہوگا مقالہ اولیٰ کی بتیسویں شکل کی رو سے، اور زاویہ ب پہلے ہی بیان سے نصف قائمہ ثابت ہو چکا ہے۔

فلتكن ا ح ب قائمة متساوية السقين فج أنصف ا ب بوجه كثيرة منها ان زاويتى ج ا ب، ج ب ا متساويتان بخسمة الاولى لتساوى السقين وحيث ان ج قائمة فكلتا هما نصف قائمة بلب منها و ح ب قائمة بحكم العمودية فرح ب نصف قائمة بلب فح ع، ع ب متساويان بسادسة الاولى، وكذا بعين البيان ح ع، ع ا فيكون ا، ع، ع ب متساويين، فكل منهما نصف ا ب مساويا لـ ح ع۔

پس اس مثلث کی دو ساقیں جء اور ب بھی مساوی ہوں گی مقالہ کی چھٹی شکل کی رو سے اور اسی بیان سے دوسرے مثلث کی دونوں ساقیں جء اور اء بھی مساوی ہوں گی تو قاعدے کے دونوں ٹکڑے اء اور ب مساوی ہو گئے۔ اور قاعدے اب کا نصف نصف ہوں گے اور خط جء کے بھی مساوی ہوں گے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ مثلث قائمہ الزاویہ متساوی الساقین کے راس سے قاعدے پر اترنے والا خط قاعدے کا نصف ہوتا ہے۔

نمبر ۲ کی توضیح اور ثبوت



ہم نے فرض کیا کہ مثلث اہ ب میں زاویہ ہ قائمہ مختلف الساقین ہے۔ تو ہمارا دعویٰ یہ ہے خط ہ نصف اب یعنی نصف قطر سے چھوٹا ہے اس لئے کہ یہاں مرکز نہیں، ورنہ پیش نظر دونوں مثلث یعنی ارہ اور ہ رب میں دونوں خط ار اور رب برابر ہو جائینگے، اور ہ ردونوں مثلثوں میں مشترک۔ اور دونوں مثلثوں میں ر زاویہ قائمہ (یعنی

ثم لتكن ا ہ ب قائمة مختلفة الساقين فنقول ہ ر اصغر من نصف اب اعني نصف القطر لان ر ليس مركزا والا لكان في مثلثي ارہ ہ ر ب ضلعاً ار، رب متساويين ورہ مشترك وزاويتا قائمتان

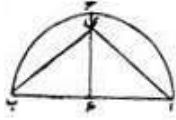
فبرابرة الاولیٰ یتساوی اہ ہب ہف فلکن المکز ء
وقلتنا ء نصف القطر فلوکان ء مساویالہ تساوت
بلامامونی زایتار ء فاجتمع فی مثلث قائمتان۔

دو قائمے (پس مقالہ اولیٰ کی شکل رابع سے لازم آئے گا کہ او
ر ہب دونوں ساقیں مساوی ہو جائیں گے اور یہ خلاف مفروض
ہوگا) کہ ہم نے زاویہ قائمہ مختلف الساقین مانا تھا اور یہاں
دونوں کا مساوی ہونا لازم آیا) جب ر کو مرکز ماننے پر خلاف
مفروض لازم آیا، تو مان لیجئے کہ مرکز دراصل ء ہے اور ہ کو ملا
کر نصف قطر کر لیجئے۔ اس صورت میں ہر ر ہ کے برابر ہو تو
(مقالہ اولیٰ کی پانچویں شکل کے لحاظ سے زاویہ ر اور زاویہ ء
دونوں برابر ہوں گے تو ایک مثلث کے دو زاویے قائمہ ہو
گئے) (اور یہ محال ہے تو لا محالہ ہر ء دونوں ساقیں برابر نہیں۔)

ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہر کوہ ء سے بڑا مانا جائے و مقالہ
اولیٰ کی اٹھارھویں شکل سے لازم آئے گا کہ زاویہ ء جس کے وترہ
ر کو ہم نے ء سے بڑا مانا ہے، چھوٹے وتر والے زاویہ قائمہ
یعنی ر سے بڑا ہو جائے۔ اور زاویہ قائمہ سے جو زاویہ بڑا ہوگا وہ
منفرجہ ہی ہوگا۔ تو لازم آئے گا کہ ایک مثلث میں زاویہ قائمہ
اور زاویہ منفرجہ دونوں جمع ہو گئے اور یہ بھی محال ہے اور ہ کے
نصف قطر سے بڑے اور برابر ہونے کی صورتیں محال ہو
گئیں، تو لا محالہ ہر ء نصف قطرہ سے چھوٹا ہے اور ہم اسی کے
مدعی تھے۔

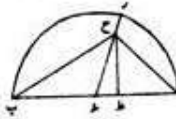
وانکان ء را کبر من ء کانت ء الموترة بالاکبر اکبر
من القائمة الموترة بالاصغر بحکم بح من الاولیٰ
فاجتمع فی مثلث قائمة ومنفرجة فلا جرم ان ء ر
اصغر من اء۔

نمبر ۳ کی توضیح اور ثبوت



زاویہ منفرجہ میں اس خط نازل کا نصف قطرہ سے چھوٹا ہونا زیادہ واضح ہے زاویہ منفرجہ متساوی الساقین جیسے مثلث ای ب یا مختلف الساقین جیسے مثلث اح ب کیونکہ یہ زاویہ بہر تقدیر قوس کے اندر ہوگا، تو اس زاویہ سے جو عمود بھی قطر پر نازل ہوگا یا تو مثلث ای ب کی طرح مرکز سے ہو کر گزرے گا جیسے خط ای تو وہ یقیناً نصف قطر یعنی خط ح کا جزء ہوگا (اور اگر زاویہ مختلف الساقین میں ہوگا جیسے ح ط کہ یہ مرکز سے ہو کر نہیں گزرتا)

والامر فی المنفرجة اظهر سواء كانت متساوية الساقين مثل ای ب، او مختلفتهما مثل اح ب لانها تقع داخل القوس فالعمود النازل منها على القطران مربا لمركز مثل ای ب كان جزء من نصف القطر ح ط وان لم يمر به مثل ح ط۔

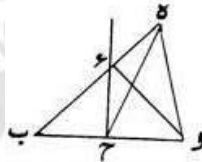


تو ہم ح کو ع ک کی طرف لے چلیں گے (اور ع ک نصف قطر ہے) تو ع ح، ع ک سے چھوٹا ہوگا کیونکہ ع ک زاویہ قائمہ کا وتر ہے جس کو ح ط سے بڑا ہونا چاہیے جو از او یہ حادثہ کا وتر ہے مقالہ اولیٰ کی شکل ۱۸ کی رو سے۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ مقدمہ خامسہ: ہر وہ خط جس کے نصف پر کوئی عمود قائم کیا جائے، اور پھر اس خط کے

اخر جناح الی ع ک کان ح ع الاصغر من ع ک نصف القطر لكونه وتر القائمة اكبر من ح ط وتر الحادة بحکم رط من الاولی وذلک ما اردناہ۔
الخامسة: كل خط اقيم على نصف عمود غير محمد ودواخرج

دونوں کناروں سے ایسے دو خطوط کھینچیں جو پہلے خط پر ایسے دو زاویے پیدا کریں جس کا مجموعہ دو قائمہ سے کم ہو۔ اور اس صورت میں یہ دونوں زاویے برابر ہوں تو خطین کا ملتی عمود پر ہوگا۔ اور برابر نہ ہوں تو دونوں خطوں کا ملتی عمود سے باہر ہوگا۔ اور ہر صورت میں اس کا احتمال ہے کہ ان دونوں خطوں کے ملتی کا زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ ہو۔	من طرفیہ خطان یحدثان معہ زاویتین مجموعہما اصغر من قائمتین فان تساوت الزاویان فملتقی لا خطین علی نفس العمود والا فخرجہ وعلی کل تحتہل زاویۃ ملتقاہما ان تكون قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ۔

(توضیح و ثبوت)



مان لیجئے کہ اب ایسا خط ہے جس کا نصف نقطہ ح ہے اور اس پر ایک غیر محدود عمود ح ء قائم کیا گیا، پھر اس خط کے دونوں کناروں سے دو خطاء اور ب ء ایسے کھینچے گئے جو خط اول کے اوپر دو برابر زاویے اب پیدا کرتے ہیں، تو وہ دونوں خطوط عمود کے نقطہ ء پر ملیں گے۔ اور دونوں زاویے برابر نہ ہوں تو لامحالہ یہ دونوں خطوط عمود سے خارج ملیں گے۔ مثلاً مانا گیا وہ نقطہ ہ پر ملے ہوئے ہیں ہم نے ہ ح کو ملا دیا تو یا ہ س دو مثلث ا ح ہ اور ب ح ہ پیدا ہوئے جس میں خط مفروض کے دونوں نصف ا ح اور ب ح بالفرض برابر ہیں، اور چونکہ زاویہ اور	فلیکن اب خطا نصف علی ح و اقیم علیہ عمود ح ء غیر محدود فخرج من جنبیہ خطا ء ب ء محدثین زایتی اب مساویتین فانہما یلتقیان علی نقطۃ ء من العمود والا قیللتقیأ خارجہ مثلاً علی ہ وصلنا ہ ح ففی مثلثی ا ح ہ ب ح نصف ا ح ب ح متساویان بالفرض وکذا ا ہ ب ہ لخاصۃ الاولی لتساوی زاویتی اب

زاویہ ب برابر فرض کیا گیا ہے اس لئے مقالہ اولیٰ کی شکل خامس سے جس طرح ا ح اور ب ح برابر ہیں اسی طرح ا ہ اور ب ہ بھی برابر ہونگے، اور ہ ح دونوں مثلث میں مشترک ہے۔ تو لاجمالہ مقالہ اولیٰ کی شکل ثام کی وجہ سے زاویہ ا ح ہ اور زاویہ ہ ح ب برابر ہونگے اور مقالہ اولے کی شکل ۱۸ سے ثابت ہے کہ دونوں مل کر دو قائمہ ہوں گے یعنی ہر زاویہ قائمہ ہوگا حالانکہ ا ح ہ قائمہ ہے اور ا ح ہ بھی قائمہ ہو گیا (جو خود اس کا خبر ہے) اور اس صورت میں جزو کل مساوی ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے۔

دوسری صورت کی توضیح یہ ہے کہ ہم خط مفروض کے دونوں کناروں سے ایسے دو خط ا ہ اور ب ہ کھینچتے ہیں خط کے اوپر مختلف زاویے بناتے ہیں، تو ہمارا دعوٰی یہ ہے ملتقی عمود سے خارج نقطہ ہ پر ہوگا ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ دونوں خط بھی عمود کے نقطہ ہ پر ملے ہیں اور یہاں مثلث ا ح ہ اور مثلث ا ح ب میں خط کے دونوں نصف ا ح اور ب ح برابر ہیں۔ اور ہ ح دونوں مثلثوں میں مشترک اور زاویہ ہ ح دونوں مثلث میں قائمہ، اس لئے بشکل رابع زاویہ ا ب برابر ہوئے حالانکہ ہم نے ان دونوں کو مختلف فرض کیا تھا، اور یہ خلاف مفروض دعوٰی کہ ناماننے سے لازم آیا، تو دعوٰی ثابت ہوا۔

بالفرض وہ ح مشترك فيثامنة الاولى تتساوى زاويتا ا ح ه، ا ح ب بفحکم بح منها کانتا قائمتين وقد کانتا ح ه قائمة فتساوى الكل والجزء هـ فـ

وليخرج عن جنبه ا ه ب ه عن زايتين مختلفين فملتقى هما خارج العمود على ه والا فيلتقيا على ه من العمود ففي مثلثي ا ح ه، ا ح ب نصف ا ح، ح ب متساويان و ه ح مشترك و زايتا ح قائمتان فبالرابع تتساوى زاويتا ا ب و قد فرضنا مختلفين هـ فـ فالحکم ثابت و ذلك ما اردناکـ

اما احتمال الزوايا الثلاث في الملتقى على كل تقدير
فظاهر لان الزاويتين الحادتين منهما فحادة سواء
كانت الزاويتان على الخط الاول متساويتين او
مختلفتين كل ذلك بلب من الاولى۔

تیسری صورت کہ دونوں قسم کے ملتقی پر تینوں ہی قسم کے
زاویے کا احتمال ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ دونوں کناروں
سے کھینچے خطوط اور خط اول سے پیدا ہونے والے دونوں
زاویوں کا مجموعہ اگر قائمہ کے برابر ہے تو ملتقی زاویہ قائمہ ہوگا
اور مجموعہ زاویہ تین اگر قائمہ سے چھوٹا ہے و ملتقی کا زاویہ
منفرجہ ہوگا، اور اگر مجموعہ قائمہ سے بڑا ہے تو ملتقی کا زاویہ حادہ
ہوگا خواہ خط اول پر پیدا ہونے والے زاویے باہم برابر ہوں یا
نہ ہوں۔ یہ ساری باتیں مقالہ اولیٰ کی شکل ۳۲ سے ثابت ہیں۔

مذکورہ بلا توضیحات کی معرفت اور لفظ بین یدہ کے معنی کو
دوبارہ ذہن میں تازہ کر لینے کے بعد (لفظ بین یدہ کی وضاحت
ہم اسی شامہ کے فقرہ اولیٰ میں کر آئے ہیں کہ بین یدہ مرکب
اضافی ہے۔ تو ایک معنی مضاف اور مضاف الیہ کے تفصیلی
ترجمہ کے لحاظ سے ہوں گے "دونوں ہاتھ سامنے پھیلائیں تو وہ
فضا جو دونوں ہاتھ کے درمیان محصور ہے۔ اور ایسے ہی پیچھے
پھیلائیں تو پیچھے کی فضا جو دونوں ہاتھوں کے درمیان محصور
ہے" اور "جب ہاتھ لٹکائیں تو دونوں مونڈھوں کے نیچے کی
دوری جس کو ایک خط کے ذریعے

اذا عرفت هذا واعلمناك في النفحة الاولى العودية ان
معنى بين يديه التركيبى الفضاء المحقق المحصور
بالجارحتين عند بسطهما او البوهوم عند ارسالهما
اعنى الخط النافذ على الاستقامة من وسط احد
كتفك الى وسط الكتف الاخر ولا يمكن ارادته هنا
وفي عامة استعمالات هذا اللفظ بل اريد فيها باليدين
الجهتان الواقعتان على سبتهما اى تخرج من طرفي
كتفيه خطين

"سمجھا جاسکتا ہے جو ایک مونڈھے کے وسط سے دوسرے مونڈھے کے وسط تک سیدھا فرض کیا جائے لیکن اس لفظ کے عام استعمال کا معاملہ ہو یا خاص بین یدی الخطیب کا موقع ہو عام طور سے اس لفظ کے معنی ترکیبی تفصیلی مراد نہیں ہوتے بلکہ دوسرے معنی اجمالی عرفی یا لغوی مراد ہوتے ہیں جس میں دونوں لفظ کے علیحدہ علیحدہ معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ مرکب لفظ کو اکائی مان کر پورے مرکب کے ایک ہی اجمالی معنی کو یوں سمجھئے دونوں مونڈھوں کے درمیان جو سیدھا خط ہم نے فرض کیا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ جسم کے عرض میں ہی ہوگا، اس کے دونوں کناروں پر دو عمودی خطوط کو سامنے فرض کیا جائے جو اسی فاصلے پر بالکل متوازی سامنے چلے جائیں ان دونوں خطوں کے درمیان جو بھی ہے اسی کو بین یدیہ کہا جائے گا۔) اس مضمون پر مدارک اور کشف کی شہادت بھی پیش کر چکے ہیں قسستانی کی مندرجہ بالا عبارت کے حسب ذیل جملہ کا مطلب مکمل ہو گیا۔

"دوسری اذان بین یدیہ ہوگی یعنی ان دونوں متوازی جہتوں کے درمیان جو منبر یا امام کے دائیں بائیں اور اس سے قریب ہو۔"

یہاں قسستانی کے لفظ قریباً منہ کے یہ معنی نہیں کہ مؤذن امام یا منبر کے متصل ہو بلکہ

عبودین علی ذالک الخط الواصل بین کتفیہ فہذان الخطان ہما الجہتان المسامتان لیبین من اضعیف الیہ الیدان وشمالہ کہا قدمنا ثبہ عن الکشاف و المدارک وغیرہما فکل ما وقع بین ہذین الخطین بشرط القرب اللائق بالشیخ المتفاوت تغاوتاً شدیداً بحسب المقام فہو بین یدیہ۔

کہا افدناک تحقیقہ بمالامزید علی الی ہنا اتم معنی کلام القہستانی الی قولہ قریباً منہ۔

ایسا قریب مراد ہے جو محل استعمال کے مناسب ہے اور یہاں جب مسجد کے اندر مطلقاً اذان منع ہے تو لامحالہ یہاں قریب کا مطلب مسجد سے باہر مسجد کی حدود کے اندر ہوگا۔ گزشتہ اوراق میں لفظ قریب پر بھی ہم بھرپور روشنی ڈال چکے ہیں۔

اب ہم اس خط کو جو ہم نے دونوں مونڈھوں کے درمیان فرض کیا تھا اور جس کا نام ہم نے خط کتفی رکھا تھا اس کے ٹھیک بیچ میں ایک تیسرا عمود فرض کیں، تو یہ عمود دونوں متوازی خطوں کے بھی ٹھیک بیچ میں ہوگا جس کو اہل لغت وسط بالتحریک کہتے ہیں۔ اور ان دونوں متوازی خطوں کے درمیان جو کشادگی ہوگی اس کو وسط بالسکون کہا جاتا ہے۔ علامہ قسستانی کی بقیہ عبارت مندرجہ ذیل ہے: "اذان ثانی دونوں جہتوں کے وسط بالسکون میں ہوگی تو یہ ان سب صورتوں کو شامل ہوگی جب مؤذن زاویہ قائمہ اور حادہ یا منفرجہ میں کھڑا ہو۔ یہ سب زاویے ان دونوں خطوں کے نکتہ ایصال پر پیدا ہونگے جو ان دونوں جہتوں سے نکل رہے ہیں۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن کے خطیب کے سامنے کھڑے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مؤذن کا عمود یعنی خط وسط پر کھڑا ہونا ضروری ہے بلکہ خط کتفی کے دونوں کناروں سے نکلنے والے خطوط متوازیہ کے درمیان کشادگی میں عمود وسط سے ادھر ادھر ہٹ کر کھڑا ہونا بھی

ثم اذا نصفت الخط الواصل بين الكتفين ونسبیه الخط الكتفی واقمت وعلیه عموداً ثالثاً وایاه نسبی العبودکان هو وما یقع علیہ وسط الجہتین المذکورتین بینہما بلا تحریک و ماکان بینہما منحازاً عن العبود فهو وسطہما بالسکون ووسطہما بالسکون فی شمل ما اذان اذن فی زاویة قائمة او حادة منفرجة حادثة من خطین خارجین من ہاتین الجہتین^۱۔

فالان یرید الشیخ یفید ان لیس شرط کون الشیعی بین یدیک وقوعہ، علی العبود بل یکفی کونہ بین خطی الجہۃ ایماکان فلاذا قال ووسطہما بالسکون وهو عطف علی قریباً

^۱ جامع الرموز للقيسستانی کتاب الصلوة فصل صلوۃ الجمعة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۶۸/۱

منہ لانہ قریب منہ او علی بین الجہتین تفسیراً الہ
ثم فرع علیہ جواز قیام المؤذن فی زاویۃ قائمۃ او
حادۃ او منفرجۃ و بیانہ انہ لایمکن جعل الخط
الکتفی وتر زاویۃ قائمۃ او منفرجۃ یقوم فیہا ای بین
ساقیہا المؤذن لان مابین کتفی الانسان نحو ذراع
فان جعل وتر زاویۃ غیر حادۃ کان مابینہا و بین
الکتفی شبراً او اقل بحکم القاعدة الرابعة وقدم
الانسان اکثر من شبر ولذا تعبر اهل الهيئة والمساحة
ثلثی ذراع بالقدم حیث یقولون ان بارتفاع الناظر
عن وجه الارض کذا قدماً ینحط الافق کذا دقیقة
کما ذکرنا ضابطتہ وتفاریعہا

کافی ہے، جیسا کہ شیخ قسستانی کے قول وسطہما بالسکون سے
ظاہر ہے۔ اب جی چاہے وسطہما کا عطف قریباً منہ پر مانو کہ لفظ
وسطہما اور قریباً منہ پاس پاس ہی ہیں یا بین الجہتین پر
عطف تفسیری مانو، ہر طرح معنی درست ہے۔ اسی عمود وسط
کے آزاد بازو اور خطین متوازیوں کے درمیان کھڑے ہونے کو
قسستانی ریاضی کی زبان میں سمجھنا چاہتے ہیں کہ مؤذن چاہے
زاویہ قائمہ پر کھڑا ہو چاہے زاویہ حادہ پر اور چاہے منفرجہ پر،
ہر طرح کھڑے ہونے کو بین یدی الخطیب کہا جائے گا۔ سوال
یہ ہے کہ یہ زاویے جن کی ساقوں کے درمیان مؤذن کھڑے
ہو کر اذان دے سکتا ہے مسجد کے اندر اس طرح کہ مفروضہ
خط کتفی کو ان مثلثوں کا وتر مانا جائے اور اس کے دونوں
کناروں سے نکل کر جو دو خط عمود وسط پر ملتے ہیں انہیں کہ
نکتۂ اتصال پر تلے اوپر جو زاویہ منفرجہ اور قائمہ پیدا ہوتے ہیں
وہی مؤذن کے کھڑے ہونے کا مقام ہو تو یہ ناممکن ہے،
کیونکہ خط کتفی کل ایک ہاتھ لمبا ہوگا۔ اور اس کا نصف ایک
بالمشت ہوگا، تو زاویہ اور وتر کے درمیان ایک بالمشت یا اس سے
بھی کم کی گنجائش ہوگی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ رابعہ میں ثابت کر
آئے ہیں، اور آدمی کے قدم کی لمبائی ایک بالمشت سے زیادہ
ہوتی ہے، جیسا کہ اہل مساحت

النفيسة المحتاجة اليها في علم الاوقات في تحرير اتنا
التوفيق فلذا لم يخرج الخطين المحدثين زاوية
مقام المؤذن بالتفائهما ونسبهما خطي المقام عن
يمين الامام وشماله بل عن موضع مامن امتداد
خطي الهاتين وذلك قوله خارجين من هاتين
الجهتين¹ -

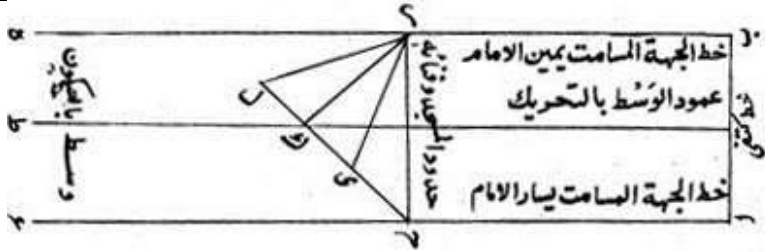
اور اہل بیت کا قول ہے کہ ایک قدم ذراع کا دو ثلث ہوتا ہے،
جہاں وہ کہتے ہیں کہ زمین سے ناظر کی بلندی اتنے قدم پر ہو،
یا وہ کہتے ہیں کہ خط افق سے اتنا قدم اور اتنا دقیقہ بلند ہو۔ ان
مسائل کے ضابطے اور تفریعیں بھی ہم اپنی فن توقیت کی
تصانیف میں بخوبی بیان کر چکے ہیں۔ توجب مؤذن کا قدم ایک
بالشت سے زائد ہوتا ہے اور وتر زاویہ میں بالشت بلکہ اس سے
بھی کم کا فاصلہ ہے، تو وہاں مؤذن کیسے کھڑا ہوگا، اس جگہ پر تو
خطیب ہی بیٹھا ہوگا اور وہاں امام کے دائیں بائیں بھی۔ ان
دونوں خطوط متوازیہ سے نکلنے والے خطوط سے کوئی ایسا زاویہ
نہیں کل سکتا جس پر مؤذن کھڑا ہو (جس کا نام ہم خط مقام رکھ
لیتے ہیں) تو لا محالہ خط کستی سے آگے بڑھ کر طرفین کے خطوط
متوازیہ میں کہیں اس مثلث کا قاعدہ تسلیم کرنا پڑے گا جس
کے زاویوں کے اندر مؤذن کھڑا ہو۔ اسی کا اشارہ قسمستانی کے اس
قول سے بھی ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "زاویہ قائمہ حادثہ یا
منفرجہ جو ان دونوں خطوط سے پیدا ہوتے ہیں جو امام کی
جانب یمین اور شمال سے نکلے ہیں۔"
دونوں طرف کے یہ دونوں خطوط تو غیر محدود ہیں۔ ان کی
تحدید تو محل و مقام کے تقاضے کے موافق ہوگی، جسے ہم دلائل
قاہرہ و نصوص باہرہ سے ثابت کر آئے ہیں کہ وہ مسجد سے
خارج مسجد کے

وہاں کما تری غیر محدودتین وانما یأتی التحدید
من قبل قضیة المحل وہی ہنا کما یبنا بدلائل قاہرہ
ونصوص باہرہ

¹ جامع الرموز للقسستانی کتاب الصلوٰۃ فصل صلوٰۃ الجمعة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۶۷/۱

حدود اور بیرونی صحن میں ہوگی۔ تو معلوم ہوا کہ مقام مؤذن کے زاویہ کا وتر فقہاء کے قول اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے موافق مسجد کی آخری حد ہی ہوگی، اس کا شکل اس طرح ہوگی:

كونه خارج المسجد في حدوده وفنائته فتعين هو وتر الزاوية المقام بحكم فقهاء الكرام وسنة الشارع سيد الانام عليه وآله افضل الصلوة والسلام فكان الشكل هذا:



مذکورہ بالا صورت میں خط اب خط کتفی ہے اور اء، ب ہ دو خطوط جہت ہیں اور باہم متوازی ہیں اور ج ط خط کتفی کے نصف پر عمود وسط بالتحریک ہے۔ ح ر مسجد کی حدود اور اس کا صحن ہے۔ مقام ح ر سے دو خط مقام مؤذن کے ح ک اور ر ک اور دونوں عمود پر ملے اور اس سے زاویہ قائمہ ک پیدا ہوا اور دونوں خط ح ی ر ی مقام ی پر ملے تو زاویہ منفرجہ پیدا ہوا۔ اور دو خط ح ل ر ل مقام ل پر ملے تو زاویہ حادہ پیدا ہوا۔ (علامہ قسستانی یہی کہنا چاہتے ہیں) کہ مقام ک پر مؤذن کا کھڑا ہونا ضروری نہیں۔ ان تینوں زاویوں میں سے جہاں بھی کھڑا ہو کر اذان دے گا بین یدی الخطیب ہوگا۔

اب الخط الكتفي اء، ب ه خطا الجهتين المسامتين ح ط العمود حر حد المسجد وفنائوه۔ اخرج مرح خطا المقام ح ك ر ك فالتقيا على العمود واحداثا قائمة ك او خطا ح ي ر ي فاهدثاى المنفرجة او خطا ح ل ر ل فاحداثا حادة ل ففى ايها اذن المؤذن كان بين يديه والقيام فى ك غير متعين عليه۔

فَإِنْ قُلْتَ هَذَا كَمَا يَشْمَلُ الزَّوَايَا يَشْمَلُ مَا أَذْكَانَ
ظَهَرَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى وَجْهِهِ الْإِمَامِ -

قلنا نعم هو داخل في مفهوم بين يديه ولكن ليس
كل ما يشمله مفهوم اللفظ يكون مراداً فإن الإطلاق
غير العموم وقد دلت القرائن ههنا أن المراد المواجهة
بين الإمام والمؤذن لأن الإمام على المنبر مستدير
القبلة والمؤذن بين يديه وقدامه ان يستقبل القبلة
في الاذان فتعين ان يكون وجهه الى وجه الإمام كما
ان مفهوم بين يديه يشمل المتصل والمنفصل
والخارج عن المسجد والداخل لكن دلت الدلائل
ان داخل المسجد غير مقصود ولا البعيد بحيث لا
يعد اذانه اذناً لهذا المسجد فتعين كونه في حدود
المسجد وفنائته مراداً والاعتراض عليه بشمول
مفهوم اللفظ جهل بعيد كشوله ليستدير القبلة -

فَإِنْ قُلْتَ قَرِينَةُ أَمْرٍ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ جس طرح زوایا ثلث کو شامل
ہے اس صورت کو بھی شامل ہے جب مؤذن کی پشت امام
کی طرف ہو۔

جواب یہ ہے کہ بیشک بین ید یہ کے مفہوم میں یہ صورت بھی
داخل ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ لفظ کا مفہوم جس جس چیز
کو شامل ہو سب لفظ سے مراد بھی ہوں، کیونکہ اطلاق عموم
کے مغایر ہے، اور یہاں قرائن اس بات پر دلالت کرتے ہیں
کہ لفظ بین ید یہ کا مراد و مطلب امام اور مؤذن میں سامنا ہے،
اس لئے کہ امام منبر پر قبلہ کی طرف بیٹھ کئے ہوتا ہے،
اور مؤذن کو اس کے سامنے ہو کر اذان میں قبلہ کی طرف منہ
کرنے کا حکم ہے۔ تو متعین ہو گیا کہ مؤذن کا چہرہ امام کے چہرہ
کی طرف ہوگا۔ اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ لفظ بین ید یہ
کے مفہوم میں امام سے متصل اس سے منفصل اور خارج
مسجد سبھی داخل ہے، لیکن دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ داخل
مسجد مراد نہیں، نہ مسجد سے ابتداء و مراد ہے کہ اس اذان کو
اس مسجد کی اذان کہا ہی نہ جائے تو متعین ہو گیا کہ بین ید یہ
سے مراد حدود مسجد اور صحن مسجد ہے۔ تو جیسے اس پر مفہوم یہ
اعتراض کرنا غلط ہوگا کہ داخل مسجد مفہوم بین ید یہ میں داخل
ہے، اسی طرح یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ یہ لفظ اس صورت
کو بھی شامل ہے جب مؤذن قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اذان
کرے۔

یہاں یہ اعتراض بھی کیا جاسکتا ہے کہ مؤذن کے

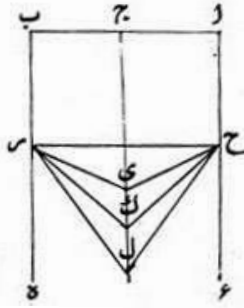
روقبلہ اذان دینے کا قرینہ اس صورت کو نفی تو نہیں کرتا کہ مؤذن کی پشت امام کی پشت کی طرف ہو، اور مؤذن امام اور قبلہ کے بیچ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو۔ کیونکہ بہت سی مسجدوں میں لوگ منبر اور دیوار قبلہ کے بیچ میں کافی وسیع جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ خود مکہ میں مسجد حرام کے اندر بھی ایسی ہی ہے وہ دو طرف متوازی جہتیں امام کے آگے اور پیچھے دونوں طرف ہی ہو سکتی تھی۔

المؤذن باستقبال القبلة لاتنفي ما اذا كان ظهر المؤذن لظهر الامام بان قام المؤذن بين الامام والقبلة متوجهاً لكعبة وربما يتركون متسعاً كبيراً بين المنبر والقبلة كما هو مشاهد في مكة المكرمة وذلك لان الجهتين المسامتين تمتدان خلف الیدين ايضاً كما تمتدان امامهما۔

یہ اعتراض ضرور مشکل ہے مگر اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ متن میں سب کو امام کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے، اور اس سب میں مؤذن بھی داخل ہے، اس لئے کہ اس کو بھی امام کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ امام کی طرف رخ کرنے کا حکم خطبہ کی حالت میں ہے نہ کہ اذان کی حالت میں۔ قسمستانی نے اسی لئے اس سوال کا جواب لفظ قیل سے دیا ہے جو جواب کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ یہاں تک قسمستانی کی پوری عبارت کی توجیہ انہیں کے حسب منشا ہوئی مگر اس پر پہلا شبہ یہ ہے کہ زواياثلث کی وسط بالسكون کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں یہ تو عمود پر ملتی ہونے کی صورت میں بھی متحقق ہوں گے۔ یہ بات مقدمہ خامسہ میں ظاہر ہو چکی ہے

قلنا نعم هذا مشكل الا ان يقل باخراجه بقرينه قول الماتن واستقبلوه فان المؤذن داخل في عموم هذا الجمع وفيه نظر لان عبارة المتن واستقبلوه مستمعين وهذا بيان حال الخطبة والاذان قبلها ولذا مرضه بقوله الا اذا قيل^۱ الخ۔ هذا شرح كلامه حسب مراده۔ اقول: وفيه اولاً لا تفريع شمول الزوايا الثلاث علي تسكين الوسط بل لو كان بتحريره لشملها ايضاً كما علمت في الخامسة۔

^۱ جامع الرموز كتاب الصلوة فصل صلاة الجمعة مكتبة اسلامية گنبد قاموس ايران ۱/ ۲۶۹



مندرجہ ذیل صورت میں جب ح کے زاویے برابر ہوں گے
تینوں زاویے عمود پر ہی واقع ہونگے۔ اس کی توضیح بھی
مقدمہ خامسہ میں ہو چکی ہے۔ زاویہ ی منفرد ہے اور ک
قائمہ ہے اور ل حادہ ہے مگر اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ
یہاں اقسام کا شمول بتانا نہیں ہے۔ افراد کا شمول بتانا ہے (یہ
بتانا نہیں کہ تینوں زاویے کس صورت میں متحقق ہو سکتے ہیں
اور کس میں نہیں، بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ تینوں زاویے یک
وقت عمود اور اس کے اعلیٰ بغل میں وسط بالسکون میں متحقق
ہوں گے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ قسمتی نے جس دوسرے اعتراض کو مشکل
کہہ کر پیش کیا ہے وہ سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ
"بین یدیه" کے معنی تفصیلی واجہالی کے بیان میں ہم یہ بتا چکے
ہیں کہ یہاں معنی تفصیلی مراد ہی نہیں ہیں۔ تو

الاتری عند تساوی زاویتی ح ر تنفع الكل على العبود
لما تقدم في الخامسة مع ان ی منفردة وك قاءمة
ول ل حادة الان يقال ليس المراد مجرد شمول
الاقسام بل الافراد والزوايا الثلث كما تحدث على
العبود كذا خارجة فانما يشملها بالسكون۔

وثانیا: الذی استشکله ليس بوارد اصلاً فانك ان
اردت المعنى التركيب فالكل خارج وان اردت الاجمالی
فهو للامام والقدام كما

نصواعلیہ وقد مناه ولا يقل سمت وجهك الا لجهة وجهك وان امکن مد الخط خلفاً وقداماً ووجه یدیک الی جهة وجهك فلا یسامتہام الا الخط المبتد الی هذه الجهة فالصواب اسقاط هذا الاشکال، و الاصواب ان یقول ووسطهما بالسکون فشیئ ما اذا کانت جهة المؤذن علی سمت جهة الخطیب او منحرفة عنهما الی احدی کیفیه ما لم یخرج عن الخطین کما ان مستقبل القبلة مستقبل لهما لم یخرج عن الربع الذی الکعبة فی وسطه کما حققناه بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالتنا "هدایة المتعال فی حد الاستقبال" هذا ما یتعلق بکلامہ شرکاً وجرحاً۔

معنی تفصیلی کے ایک رخ سے اعتراض کے کیا معنی! اور معنی اجمالی مراد ہیں جس کا مطلب امام کے سامنے ہے۔ محاورہ میں سمت وجہت کہنے سے جدھر آپ کا چہرہ ہو وہی رخ مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح آدمی کے ہاتھ کا رخ بھی اس کے چہرہ کی طرف ہی ہے۔ تو خطوط اگرچہ امام کے آگے پیچھے سبھی طرف نکل سکتے ہیں لیکن ان ہاتھوں کے مقابل جو خط ہو گا وہ خطیب کے سامنے ہی ہو گا تو بہتر یہ ہے کہ سرے سے یہ اعتراض ہی ساقط کر دیا جائے، اور وسطہما کے بجائے او سطہما کہا جائے تاکہ عمود پر اور اس کے آڑ و بازو کے مقابل کھڑے ہونے کی سبھی صورتوں کو شامل ہو جب تک ان دو خطوں سے باہر نہ ہو جن کا استقبال کعبہ میں حکم ہے کہ دائرے کے جس ربع کے وسط میں کعبہ واقع ہے اس پورے ربع کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ استقبال قبلہ کا وانی اور کافی بیان بحمد اللہ ہماری کتاب "هدایة امتعال فی حد الاستقبال" میں ہے۔ یہاں تک قسمستانی کی عبارت کی تشریح اور ان پر پڑنے والے شبہات کا بیان ختم ہوا۔

اب ہم آذانیاں ہند کی تگ و دو کی طرف رخ کرتے ہیں۔ علامہ قسمستانی کی اس عبارت پر خامہ فرسائی کرنے والے پانچ صاحبان سامنے آئے ہیں جن میں دو وہابی، دو جابل،

اما هؤلاء فتعرض لهذه العبارة منهم وها بیان ضالان وأخران جاهلان وخامساً من الطلبة۔

اما احد الضالین واضلھما فجعلہ دلیلًا علی انہ
لا حاجة ای المحاذاة عیناً بین الخطیب المؤذن وجعلہ
رداً علی کلام اهل الحق من هذه الجهة وهذا جهل
منہ شدید فان المحاذاة سنة لاشک وان اراد بها
مسامحة جهتی المؤذن والامام فلا محاذاة مقصورة
عليه ولا کلام اهل الحق یومی اليه لکن الجهلة لا
یفھمون۔ والباقون استدلو بها علی ان هذا الاذان
داخل المسجد لصيق المنبر فان الضال الآخر فاق تصر
علی الاستدلال بقوله قریباً منه۔ قد علمت ردة
مراؤا وفسر قوله الھتین لمسامتین الخ بما بین
جهتی الامام اما ببینہ او یسارہ۔ اتزی مثل هؤلاء
الجهلاء اهلا لمخاطبة۔ واما الذي یعد من الطلبة
فزاد فی الطنبور نغمة وفي الشطرنج

ایک نام نہاد طالب علم ہیں۔ ایک وہابی صاحب نے قسمستانی کی
اس عبارت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس عبارت سے ثابت
ہے کہ مؤذن اور خطیب کا سامنا ضروری نہیں ہے، اور علمائے
اہلسنت کے اس دعویٰ کا قسمستانی کی یہ عبارت رد ہے اور یہ
اسکا جہل شدید ہے۔ "مؤذن اور خطیب کا سامنا بلاشبہ سنت
ہے۔" ہاں اگر سامنے کا مطلب یہ لیا جائے کہ دونوں کا چہرہ
ٹھیک ایک دوسرے کے مقابل ہو نا ضروری ہے، تو یہ نہ سنت
سے ثابت نہ اہل حق اس کے مدعی۔ ہم "سامنے" کا مطلب
کافی وضاحت سے سمجھائے لیکن جاہل کیا سمجھیں۔ اور باقیوں
نے اس عبارت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اذان ثانی
مسجد کے اندر منبر سے متصل ہوگی۔ دوسرے وہابی صاحب
نے اس مدعا پر لفظ قریباً منہ سے استدلال کیا ہے (کہ
عبارت قسمستانی میں اس اذان کے "منبر کے قریب ہونے
"کی تصریح کی ہے) لیکن اس سے کیا حاصل۔ "قریب" کے لفظ
پر تو ہم بار بار روشنی ڈال چکے ہیں کہ یہ اپنے معنی میں کس
قدر وسعت رکھتا ہے۔ اور اسی شخص نے قسمستانی کے لفظ
جہتین مسامتین کی تفسیر کی کہ امام کی یمن و یسار کی دو جہتوں
کے درمیان۔ بھلا ایسے جاہل مخاطب کے لائق بھی ہیں۔ اور نام
نہاد طالب علم صاحب نے تو اور گل کھلایا

بغلة فزعم ان القهستانی ذکر قوله ای قریباً منه بعد قوله عند المنبر وهذا افتراء منه علیه فلیس هنا فی کلام القهستانی لفظة "عند المنبر" اصلاً ولا لفظة "ای" ولو کان لم یکن فیہ ما یقر عینہ فلا القرب ینکروا فی جوف المسجد یحصر کما تبین مراراً واما الجاهلان ففتحاً خوض بحر اغرقهما فقال احدهما ان وتر المثلث عرض المنبر وقد علمت رده ان المراد بالمنبر الامر او ما بین کتفیه یستحیل ان یراد وترا وقال الآخر فی تفسیر کلام القهستانی یخرج خطان عن یبین الامام ویساره حتی یلتقی علی زاویة قائمة او حادة او منفجرة فیقوم المؤذن فی هذه الزاویة ویؤذن قال وکان عرض منبر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم

کہ شطرنج کی بساط پر خچر دوڑا دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قہستانی نے لفظ قریباً منہ کو لفظ عند المنبر کے بعد رکھا، حالانکہ یہاں قہستانی کے پورے کلام میں عند المنبر کا لفظ کہیں نہیں۔ تو یہ طالب علم قہستانی پر افتراء کر رہے ہیں، وہ افتراء بھی بے مزہ، کیونکہ قہستانی کی اصل عبارت میں یہ لفظ ہوتا تب بھی ان کی تسلی کا کوئی سامان نہ تھا کہ ہم کو قریب منبر ہونے سے کب انکار ہے، ہمارا تو کہنا یہ ہے کہ قریب بہت وسیع المعنی لفظ ہے، اس لئے قریب ہونے کیلئے اذان کا مسجد میں ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ بار بار واضح ہو چکا اور ان دو جاہل صاحبان نے (ریاضی کے) سمندر میں غوطہ لگایا جو خود انہیں کو لے ڈوبا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ مثلث کا وتر منبر کی چوڑائی ہے، جبکہ ہم یہ طے کر آئے ہیں علماء کی تحریروں میں منبر کے لفظ سے بھی امام اور اس کے دونوں مونڈھوں کا بیچ مراد ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کر آئے ہیں کہ اس جگہ کا مذکورہ مثلث کا وتر ہونا محل ہے۔ اور دوسرے جاہل صاحب کا خیال ہے کہ قہستانی کے بقول دونوں خط امام کے دائیں بائیں سے نکل کر زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفجرہ پر ملیں گے، اور مؤذن اسی زاویہ پر کھڑے ہو کر اذان دے گا، اس نے کہا چونکہ حضور کے عہد مبارک میں آپ کے منبر کی چوڑائی دو ہاتھ کی تھی، اور آدمی کا قدم

سوا بالشت کا ہوتا ہے اور وہاں مثلث متساوی الاضلاع بنایا جائے تو زاویہ حادہ پیدا ہوگا اور فاصلہ دو ہاتھ سے ذرا کم ہوگا، اور قائمہ میں اسے کم، اور منفرجہ میں کم سے بھی کم۔ اور زاویہ حادہ مسجد سے باہر بھی فرض کیا جاسکتا ہے لیکن اس احتمال کو قسمستانی کی یہ عبارت ساقط کر دیتی ہے کہ مؤذن زاویہ کے اندر کھڑے ہو کر اذان دے کیونکہ دروازہ مسجد اگر منبر سے چالیس ہاتھ کی دوری پر ہو۔ اور مثلث کا وتر وہی دو ہاتھ کا ہو تو اس وتر پر چالیس ہاتھ کی دوری پر جو زاویہ حادہ پیدا ہوگا وہ بیحد تنگ ہوگا، وہاں ایک باریک لکڑی کی بھی گنجائش نہ ہوگی چہ جائیکہ انسان کی، حالانکہ قسمستانی کا مقصد تو یہ ہے کہ وہاں تینوں زاویے پیدا ہوں اور اس صورت مذکورہ بالا میں باب مسجد پر سوائے حادہ کے اور کسی زاویہ کا امکان ہی نہیں۔

میری گزارش یہ ہے کہ یہ ریاضی کی بحث تو کیا ہوگی یہ تو ہڈیاں ہے جو جہل اور سوء فہمی کی پیداوار ہے۔

اوغا: قسمستانی نے مقام مؤذن کے خطوط کو امام کے دونوں مونڈھوں سے نکلنے کی بات نہیں کی بلکہ وہ تو جہتین کے دونوں خطوط سے نکلتی ہیں مونڈھوں سے نہیں۔ جیسا کہ ہم واضح کر آئے۔

ذراعین وقدم الانسان شبر وربع شبر فان اخذ المثلث متساوی الاضلاع تحدث زاوية حادة وكون الفصل ذراعين الا قليلاً وفي القائبة اقل منه وفي المنفرجة اقل من الاقل والحادة وان امكن اخرجها خارج باب المسجد لكن يسقط هذا الاحتمال قيد ان يؤذن المؤذن قائماً في زاوية لان الباب ان بعدار بعين ذراعاً والوتر كما تقدم ذراعان فالزاوية الحادثة خارج الباب تكون ضيقة جداً لاتسع عوداً دقيقاً فضلاً عن الانسان مع اننا مقصود القهستانی ان تمكن الزوايا الثلاث شبه ولا امكان هناك لغير الحادة اهـ

هذيانہ المتعلق بالمبحث الهندسی وقد علمت انه جهل منه وسوء فهم۔

فاو لا: لم يخرج القهستانی خطی المقام عن کتفی الامام بل عن خطی الجہتین کما مر۔

ثانیاً: اور اگر امام کے دونوں مونڈھوں سے خط نکالا جائے تو ان
یدا ہونے والے زاویہ قائمہ اور منفرجہ میں موزن کا قیام نا
ممکن ہے، جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے۔

ثالثاً: اس جاہل کے منہ سے غفلت میں ایک سچی بات نکل گئی
کہ لحاظ یا بین امام کے دائیں بائیں پلٹا تو اس نے منبر کی چوڑائی
کو مطمح نظر بنایا حالانکہ اوسکا بطلان بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

رابعاً: زاویہ حادہ کی مثلث متساوی الاضلاع کے ساتھ تخصیص
بھی از خود نطق میں تنگی پیدا کرنا ہے (کہ زاویہ حادہ کچھ متساوی
الاضلاع کے ساتھ ہی خاص نہیں) یہ جاہل عمود کی مقدار بھی
متعین نہ کر سکا۔ اس کو اندازہ سے بیان کیا کہ دو ذراع سے
ذرا کم، حالانکہ عمود کی نسبت ذراعین کی طرف، مرفوع کی
طرف ناحہ نرمالط بد کی نسبت کی طرح ہے۔ اگر وہ جانتا تو
کہتا کہ عمود ایک ذراع یا اس سے کم ہوگا۔ پھر یہ بھی ضروری
نہیں کہ زاویہ منفرجہ میں زاویہ اور وتر کا فصل قائمہ سے کم
ہو، حالانکہ بسا اوقات منفرجہ کا فاصلہ قائمہ سے بہت زیادہ
ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

وثانیاً: لو اخرج من كتفيه استحال قيام المؤذن في
قائمة او منفرجة كما علمت۔

وثالثاً: جرى على لسانه بعض الحق من حيث لا
يدري ان الملحظ ههنا بين الامام، ثم عاد الى الباطل
الصرف فجعل عرض المنبر مطمح
النظر وقد علمت بطلانه۔

ورابعاً: تخصیصه الحادة بالمثلث المتساوی الاضلاع
من ضيق العطن ولم يقدر على تعيين قدر العبود
فقال ذراعین الا قليلاً والعلم ان نسبة الی ذرعین
کنسبت ناحہ نرمالط بد الی المرفوع ولو علم لقال
فی القائمة ذراع او اقل ثم لایجب ان یکون الفصل
فی المنفرجة اقل منه فی القائمة بل ربما یکون
اکثر بکثیر مثلاً:

خامساً: من جهله الاشد حسبانه ان الزاوية القائمة او المنفرجة عند ملتقى خطيها تسع انسانا بخلاف الحادة الذي ذكر ولم يدران التقاء الخطين على نقطة لا تتجزئ ولا سعة هناك لحبة خردل ولا لعشر عشرين معشارها ما لم يبلغ الجوهر الفرد۔

وسادساً: رسم له قائمة ساقا قدر شعيرة او نصفها مثل هذا **المنج بنانی ہے جلد ۲۸ ص ۳۱۱**

وقل له قم في زاوية اب ج هذه بحيث تسعك ولا يبقى شيء منك خارجاً فان قال لا استطيع فقد كذب نفسه لانه كانت تسعه حادة المثلث المتساوي الاضلاع عند المنبر. وهذه اكبر منها بقدر نصفها لانها قائمة والقوائم كلها متساوية فكيف لا تسعك اكبر او تدخلت امر تكاثفت القائمة وضاعت حتى صارت اصغر من اصغر منها وحينئذ يصير جهله

خامساً: اس جاہل کا یہ گمان انتہائی جاہلانہ ہے کہ زاویہ قائمہ اور منفرجہ میں تو انسان کی گنجائش ہو سکتی ہے، مگر زاویہ حادہ علی باب المسجد میں گنجائش نہیں ہوگی، اور یہ نہ سمجھ سکے کہ دو خطوں کا نقطہ اتصال تو جزء لا یتجزئ ہوتا ہے جہاں رائی کے ہزارویں حصہ کی بھی گنجائش نہیں تاکہ وہ جو ہر فرد نہ ہو جائے۔

سادساً: اس جاہل نے کہا کہ زاویہ قائمہ اور منفرجہ میں تو آدمی کا کھڑا ہونا ممکن ہے زاویہ حادہ میں نہیں۔ تو انہیں سمجھانے کے لئے ایک مثلث بنایا جائے جس کی دونوں ساقیں جو یا نصف جو کے برابر ہوں اس طرح

المنج بنانی ہے جلد ۲۸ ص ۳۱۱

اور ان سے کہا جائے کہ یہ ایک زاویہ قائمہ ہے آپ اس میں یوں کھڑے ہو کر دکھائیے کہ آپ کے جسم کا کوئی حصہ اس سے باہر نہ ہو تو اگر وہ یہ کہیں کہ تو میرے بس سے باہر نہ ہو تو اگر وہ یہ کہیں کہ تو میرے بس سے باہر ہے تو انہوں نے اپنی کہی ہوئی بات جھٹلائی کہ زاویہ قائمہ میں انسان سما سکتا ہے کہ وہ کہہ آئے ہیں کہ منبر کے پاس مثلث متساوی الاضلاع کے زاویہ حادہ میں آدمی سما سکتا ہے اور یہ زاویہ قائمہ اس حادہ سے دو گنا بڑا ہے کہ یہ زاویہ قائمہ ہے اور سارے ہی زاویے قائمے برابر ہوتے ہیں، تو وہاں تو حادہ میں وہ وسعت اور یہاں قائمہ تنگ پڑ گیا، پس یا تو آپ ہی بھاری بھر کم ہو گئے یا آپ میں تحلیل ہو گیا، یا قائمہ ہی تنگ و

بہر اُی عینہ فیعتترف بہ اضطرار التجریۃ علی نفسہ
ومشاهدتہ جہارًا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم۔

وسابغًا: وزعمہ ان لامکان هناك لغير الحادة شهادة
منہ بجهله الشدید مبنی علی زعمہ الطرید۔ ان الوتر
عرض المنبر وقد علمت مأزهر الحق به فظهر و
الحمد لله العلی الاکبر ولیکن هذا آخر الکلام وقد
اتینا بحمد الله تعالی علی جمیع ما ابد وامن الا وهام
ولم نترك الا ما يستنکف الهذیان ان شه به، وقد
تکلف بالرد علی قضها وقضیضها رسائل اولادی و
اصحابی فی هذه المسألة مثل "اذان من الله" و"وقایة
اهل السنة" و"سلامة الله لاهل السنة" و"نفی العار" و
"سیف القهار" و"تعبیر خواب" و"حق نما فیصله" و
"اللطبات والاسواط" الی غیر ذلک مباتفت عشرًا ولم
تبق لاحد عزرا والحمد لله فی الاولى والاخری
فالمرجو من سادتنا واخوتنا العلماء الکرام ادام الله
بهم نفع الاسلام ان ینظروا بعین الانصاف ویسمحوا
برفع الخلاف ویظهروا الحق

متکاثف ہو گیا یہاں تک کہ اپنے سے چھوٹے سے بھی چھوٹا
ہو گیا تب انہیں اپنی جہالت مشاہدہ میں آئیگی، اور خود بذاتہ
علی رؤس الاشہاد تجربہ کر کے اعتراف کریں گے۔

سابغًا: اور ان کا یہ زعم کہ دروازہ پر زاویہ قائمہ اور منفرجہ
محقق نہیں ہوگا، اور بڑی جہالت ہے جس کا مبنی منبر کو وتر
مثبت قرار دینا ہے، ورنہ ہم خوب ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ تینوں
زاویے خارج الباب کیسے پیدا ہو سکتے ہیں، اور یہ ہماری آخری
بات ہے جو ان کے تمام اوہام کے ازالہ پر حاوی ہے۔ ان اوہام
کی بات الگ ہے جس سے ہذیان بھی شرمائے۔ ویسے ان کی
ہر چھوٹی بری کتھا کا رد میری اولاد اور میرے احباب کے
رسائل میں ہے جیسے اذان من الله، وقایہ الہست، سلامۃ الله
لاہل السنة، نفی العار، سیف القہار، تعبیر خواب، حق نما فیصلہ
واللطبات والاسواط وغیرہ جن کی تعداد دس تک پہنچتی ہے، اللہ
تعالیٰ کے لئے ابتداء اور اسی کیلئے انتہاء میں حمد ہے۔ ہمارے
سرداروں اور ان علمائے کرام سے (جن سے اللہ تعالیٰ نے
ہمیشہ نفع پہنچایا) امید ہے کہ ہماری اس تحریر کا انصاف سے
مطالعہ کریں اور رفع خلاف میں کوشش کریں اور حق تعالیٰ
کیلئے حق کا اظہار کریں۔ بزرگ و برتر رب العالمین کے لئے حمد
ہے، اور افضل درود اور مکمل سلام اس کے حبیب سید المرسلین
خاتم النبیین اور ان کے آل واصحاب عظام پر ہو

ان کے صاحبزائے اور ان کی تمام جماعت پر ہو۔ ہر ذرہ کے بدلے ہزار ہزار بار ہر آن و ہر گھڑی ابدال آباد تک۔ ۱۰ سوال ۱۳۳۳ھ (صاحب ہجرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بزرگ تہنیت اور سلام ہو) کو قلم نے آرام پایا اور حق روشن ہوا اللہ تعالیٰ کیلئے حمد اور پاک پروردگار کے لیے پاکی ہے اس سے جو اسکے بارے میں وہ کہتے رہتے ہیں اور سلام ہے پیغمبروں پر، اور اسی کے لئے حمد ہے جو رب العالمین ہے۔ اپنی زبان سے کہا، اپنے قلم سے لکھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے کتے احمد رضا محمدی سنی حنفی بریلوی نے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بخشے اس کی امیدیں پوری کرے اور اس کے اہل کو صلاح و فلاح دے حضور نبی اکرم کے عمل مقبول کے طفیل ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر برکت و سلام اتارے، اپنے حسن و جمال اور جو دو نوال اور انعامات و کرامات کے حساب سے۔ آمین!

لاجل الحق تعالیٰ حق وجل الحق۔ والحمد لله رب العالمین وافضل الصلوات واکمل السلام علی سید المرسلین خاتم النبیین وَاٰلِهٖ الْکَرِیْم وصحبه العظام وابنه الکرام وحزبه اجمعین عدد کل ذرة ذرة الف الف مرة فی کل آن وحين الی ابدال الابدین استراح القلم واستنار الحق ان شاء الکریم الاکرم لعشر خلون من شوال المکرم ۱۳۳۳ھ من الهجرة القدسیة علی صاحبها الکریم وَاٰلِهٖ الْکَرَام اکرم الصلوة والتحية آمین۔ والحمد لله رب العالمین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین۔ قال بغبه ورقه بقلمه احد کلاب باب عبد القادر احمد رضا المحمدی السنی الحنفی البریلوی غفر الله له وحقق له امله واصلاح عمله بجاه المصطفیٰ واهله صلی الله تعالیٰ و بآرک وسلم علیه وعليهم ابدًا قدر حسنہ وجمالہ وجودہ ونوالہ وافضالہ آمین۔ والحمد لله رب العالمین۔

اضافات افاضات

جاننا چاہئے کہ میں بندہ محتاج اپنی کتاب ختم کر چکا تھا جس میں سمجھداروں کے لئے بے نیازی تھی کہ ایک تحریر نے اخیر میں اپنے چہرہ سے نقاب الٹی، اور الحمد للہ ہماری کتاب میں وہ سب باتیں جمع ہیں جو اس تحریر کو سوخت کر سکتی ہیں لیکن احباب کے لئے بھلائی کی زیادتی بھلی ہے، اور عام طالب علموں کے لئے تصریح تلوتح (اشارہ و کنایہ) سے بہتر ہے۔ میں نے ایسے افاضات کے اضافہ کو پسند کیا جو حق کو ظاہر کریں۔ میری توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، میرا بھر و سا اسی پر ہے، اور میرا لوٹنا اسی کی طرف ہے۔

نقہ ۲۲: خصومت و عناد اور خصلت و حساد میں انتہاء کو پہنچا ہوا، رد کے تمام ہونے پر خاموش رہا۔ اور پورے رد پر غور و خوض کر کے

اعلم ان العبد الفقير كان ختم الكتاب بحول الوهاب بما فيه غنية لاولى الاباب، ثم كتابة في الاخریات كشفت عن وجهها النقاب وقد انطوى كتابنا، والله الحمد على ما يقضى عليها بالتباب غير ان زيادة خير خير للاحاب والتصريح احسن من التلويح لعامة الطلاب فاحببت اضافة افاضات تجلى الصواب وما توفيقى الابا لله عليه توكلت واليه ماب۔

نقہ ۲۲: متقاص فی الداد والعناد وشبهة الحساد بقى صامتا الى ان تمت الردود على

اس کے ملکات سے بچنے کی راہ ڈھونڈتا رہا، تو اس کے شیطان نے یہ وسولہ ڈالا کہ لغت، شرع، اصطلاح اصول سب کے خلاف عرف عام کی پناہ لے۔ اور اسی ایک حربہ سے قرآن و حدیث و اقوال ائمہ تفسیر و شروح حدیث اور ائمہ لغت و اصول نے جو کچھ بھی لفظ بین ید یہ اور ند کی تحقیق میں کہا ہے سب سے چھٹکارا حاصل کرے کہ ہمارا کلام تو عرف عام ہے، اور عرف عام میں بین ید یہ اور عند دونوں کے معنی "قریب" کے ہیں۔ اور قریب بھی وہ جو ہم کہہ رہے ہیں، جس سے اذان منبر کے نزدیک اور متصل ہو۔ اور سوچا کہ اس سوراخ میں داخل ہو کر ان الفاظ کے سلسلہ میں تمام ارشادات سے نجات مل جائے گی جو قرآن و حدیث اور تفسیر میں وارد ہوئے ہیں کہ وہ سب عند اور بین ید یہ کے معنی شرعی کو بتاتے ہیں اور لغت معنی لغوی کا اظہار کرتے ہیں۔ کتب اصول معنی اصطلاحی بیان کرتی ہیں، اور یہاں تو بحث عرف عام میں ہے اور یہ سمجھ نہ سکا کہ اس کی اس ایک حیلہ سازی نے اس کو ساری عمارت ہی ڈھادی اور کاتا کوتا کپاس کر دیا۔

اؤگ: آپ نے امام راغب اصفہانی کے قول سے استدلال کیا۔ ان کی کتاب

کل مردود فنظر جبيع ذلك وحاول ان يستخرج له مضر جا من كل تلك البهالك فوسوس اليه وسواسه ان يفرع الى عرف عوام يخرعه مخالفا للغة و الشرع واصطلاح الاصول جميعا ليرد به جبيع ما سردنا من نصوص القرآن المجيد والحديث الحميد واقاويل ائمة التفسير وشروح الحديث وكبراء اللغة وعظماء الاصول في تحقيق معاني "بين یدیه" و "عند"۔ فزعم ان كل ذلك بمعزل عما هو فيه فان كلامنا في العرف العام وفيه بين یدیه وعند كلامهما للقرب وليس فيه القرب الا لذلک الوجه لمخصوص الذي يوجب التصاق الاذان بالمنبر۔ فتوهم بهذا النافذ قد خرج وشرد عن كل ما ورد فان ما في القرآن و الحديث و التفسير و الشروح كل ذلك معنى شرعى و ما في كتب الاصول عرف خاص علمى و الكلام في العرب العام ولم يدر ان هذه حيلة هدمت كل ما بنى وضربت على راس نفسها فقضت عليها بالفناء۔

فاؤلا استندت بقول الراغب فانما كتابه في لغة العرب

تولغت عرب اور محاورات قرآن میں ہے، اور آپ نے ان دونوں کو چھوڑ کر عرف عوام کی پناہ لی (پھر آپ نے اپنے نئے عرف کے لئے ان کی کتاب سے کیسے استدلال کیا) امام راغب کا یہ قول کہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو لغت عرب سے نکال کر عرف جدید تھوڑا ہی بنا دے گا۔ اور اگر آپ کو یہی اصرار ہے کہ استعمال کا مطلب جدید ہے، تو تاج العروس اور رضی نحوی کے بارے میں کیا کہیں گے، وہ بھی تو کہتے ہیں کہ بین ید یہ کے معنی "ہر وہ شے جو تمہارے سامنے ہو" (تاج) اور عند قریب اور بعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے (رضی)۔

حاجی: آپ نے انکشاف اور مدارک کی پناہ کیسے ڈھونڈی، کیا یہ تفاسیر میں سے نہیں، ان دونوں نے جو کچھ کہا ہے محاورۃ قرآن کی شرح ہے، اور آپ قرآن عظیم کے محاورہ کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ زحشری یا امام نسفی نے اپنی تفسیروں میں جو فرمایا "حقیقة قولہم" (ان کے قول کی حقیقت) تو "ان" سے مراد عرب ہی ہیں، اور عرب کی

اوالمحاورات الکریمۃ القرآنیۃ وقد عزلتہما معاً وقولہ یقال ویستعمل^۱ لایخرجه عن لغة العرب الی العرف الجدید وان اخرج عندک فقد قال فی التاج" یقال بین یدیک لكل شیء امامک^۲۔ "وفی الرضی" وان عندیستعمل فی القریب والبعید^۳۔"

وثانیاً: ما فزعک الی الکشاف والمدارک اولیسا من التفسیر وان اذکر اما ذکر اشرحاً للمحاورۃ القرآنیۃ وھی عندک بمعزل عن الاستناد وقولہما "حقیقة قولہم"^۴ والضمیر فیہ للعرب والعرب لا تتکلم الا بلغتہما واللغة

^۱ المفردات فی غرائب القرآن العین مع النون لفظ "عند" نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵۵۳

^۲ تاج العروس فصل الباء من باب الواو والیاء تحت اللفظ "ید" دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۴۱۹

^۳ الرضی فی شرح الکافیۃ الظروف منہا لدی ولدن دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۲۳

^۴ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۹/۱ دار الکتب العربی بیروت ۴/۱۶۵، تفسیر الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱ دار الکتب العربی

لاتثبت الا بكلامها فهمًا متلازمان وفي الاصل ولا
امكان لادعاء النقل الابحجة وبرهان فصل كيف
وان النقل خلاف الاصل۔

وَاللَّيْلُ: كَذَلِكَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ انما نزل بلسان عربي
مبين قال تعالى "إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا" ¹ وقال تعالى
"إِنَّهُ لَحَقُّ مِثْلٍ مَّا أَنْتُمْ تَظُنُّونَ" ²۔ فمافيه الا كانوا
يتحرونه فيما بينهم غير ماثبت فيه النقل الشرعي
فثبوت معي في القرآن ادل دليل واجله على محاوره
العرب. اللهم الان يثبت النقل الشرعي ودون ثبوته
خطر القتلادوا وادعاءؤه جزافًا امر عظيم في
الفساد. قال المحقق على الاطلاق في الفتح والبحر في
البحر والشامى في رد المحتار: "الخطاب

بول چال تو لغت عرب ہے (تو پھر آپ لغت سے کیسے استدلال
کرتے ہیں آپ تو عرف عام کے دعویدار ہیں) قصہ اصل یہ
ہے کہ آپ کے عوام کا عرف بین ید یہ اور عند میں آگرچہ ہوگا تو
معنی منقول، اور چونکہ نقل خالف اصل ہوتا ہے تو اس کے لئے
بھی آپ کو دلیل لانا پڑے گی، وہ کہاں سے لائیں گے؟

کاٹا: یونہی قرآن عظیم عربی مبین میں نازل ہوا، اس پاک
کلام میں ہے "ہم نے اس کو عربی زبان میں اتارا" اور "یہ
بیشک حق اور تمہارے ہی کلام کی طرح ہے۔" تو قرآن کریم
میں عرب کے ہی محاورے ہوں گے۔ عربوں کے محاوروں
کے خلاف اگر کچھ ہو تو اس کے لئے نقل شرعی کا ثبوت
درکار ہے۔ تو قرآن میں کوئی لفظ کسی معنی میں بولا جانا یہ اس
بات کی سب سے بڑی دلیل ہوگی کہ اس لفظ کے محاورہ عرب
میں یہ معنی ہیں، اور معنی شرعی کے لئے نقل کا ثبوت ضروری
ہے۔ اور مسئلہ بین یدہ میں اس کا ثبوت محال، اور خالی دعوئی
لا یعنی بڑ ہے۔ حضرت محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور
صاحب بحر نے بحر الرائق میں، اور علامہ شامی نے رد المحتار
میں فرمایا: "قرآن کا

¹ القرآن الکریم ۳/۴۳

² القرآن الکریم ۵۱/۲۳

انما باللغة العربية ما لم يثبت نقل كلفظ الصلوة ونحوه فيصير منقولاً شرعياً^۱ اهـ" وقال بحر العلوم في فواتح الرحموت دعوى النقل دعوى على الله تعالى فلا بد لاثباتها من قاطع وليس ههنا اماره ظنية فضلاً عن القاطع فلا يليق بحال مسلم ان يجترأ على الله بمالم يعلم^۲۔

ورابعاً: كل كلام انما يحمل على عرف التكلم كما نصوا عليه في غير ما مقام وسيدنا ساءب بن يزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما من اهل اللسان ولا يتكلم الا على عرفهم ولم يكن له اصطلاح خاص على خلاف العرف العام وقد اطلق "بين يديه" على اذان كان

خطاب لغت عرب میں ہی ہے جب تک کہ نقل سے ثابت نہ ہو جیسے لفظ صلوٰۃ وغیر۔ ثبوت نقل کے بعد البتہ یہ منقول شرعی ہو جائے گا۔" حضرت مولانا عبدالحی بکر العلوم رحمۃ اللہ علیہ فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں: "نقل کا دعویٰ اللہ تعالیٰ پر ایک دعویٰ ہے تو اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ضروری ہے اور فیما نحن فیہ علامت طنی بھی نہیں چہ جائیکہ قطعی ہو تو مسلمان کیلئے یہ درست نہیں کہ بے جانے اللہ تعالیٰ پر یہ جرات کرے۔" (تو آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ بین یدہ کے معنی متصل منبر ہونا ہے۔ نہ محاورہ قرآنی ہے نہ حدیث کی بول چال ہے، نہ لغت و اصول میں ہے۔ یہ تو عرف عوام ہے۔ بے ثبوت آپ کا یہ عرف عام پیدا کہاں سے ہوگا؟)

رابعاً: ہر کلام میں متکلم کے محاور اور عرف عام کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ حضرت ساءب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل عرب اور صاحب لسان عرب ہیں۔ آپ کا کلام بھی عربی بول چال اور عربی محاورہ میں ہی ہوگا۔ عرف کے خلاف ان کی کوئی خاص اصطلاح نہ ہوگی۔ انہوں نے "بین یدہ" کا لفظ مسجد کے دروازہ پر اذان کیلئے استعمال کیا، اور اسی معنی پر ہم نے

^۱ رد المحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۷

^۲ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی ان الحقیقۃ الشرعیۃ لا تحتاج الی قرینہ ۱/۲۲۳

على باب المسجد وكذلك بينا في "عند" عدة محاورات عامة لا ينكرها الا مكابر فادعاء ان العرف العام خاص اللفظ بما يزعمونه جهل بالعرف اوفرية عليه۔

پردازی۔

خامساً: يا للعجب زعم ذاك امدعى في رد كلمات ائمة الاصول المتواترة المتظافرة على ان عند للحضرة بقوله ان كل ذلك لغو لا يجدى شيئاً انما النظر الى الحقيقة العرفية وكل سبغ باسم اصول الفقه يعلم ان ما يذكرفيه اصول للفقه وليس مصطلح الفقه مخالفاً لما ذكر من معاني الالفاظ في الاصول وانما البحث ههنا عن لفظ "عند" الواقع في كلام الفقهاء فان فرض ان هناك عرفاً جديداً للعامة مخالفاً لعرف الفقه والاصول لم يكن فيه ما يقر عينك فان كلام الفقهاء انما يحمل على عرف الفقهاء انما دون العوام ولكن التعصب اذا تبلى اهلك۔

لفظ عند کے بھی کئی محاورے نقل کئے جس کا انکار ہٹ دھرمی ہے۔ اس کے بعد یہ دعوٰی کرنا کہ عرف عام نے ان لفظوں کو بالکل پاس کے معنی میں خاص کیا ہے، یا تو جہالت ہے یا افتراء پردازی۔

خامساً: علم اصول فقہ کا لفظ جو شخص سنے گا وہی یہ فیصلہ کرے گا کہ فن علم فقہ کے قواعد و ضوابط اور مصطلحات کیلئے وضع ہے، اور یہ بھی یقین کرے گا کہ فقہاء اور علم اصول فقہ کی اصطلاحات میں کوئی اختلاف نہیں، جس لفظ کا جو معنی ائمہ اصول فقہ نے متعین کیا فقہاء کے نزدیک بھی وہ مسلم ہے۔ مسئلہ اذان ثانی میں فقہاء نے عند المنبر کا لفظ کتابوں میں استعمال کیا۔ ائمہ اصول فقہ نے "عند" کے معنی "حضور" قرار دیے۔ تو ظاہر ہے کہ فقہاء کے عرف میں بھی اس لفظ کے یہی معنی ہوں گے۔ بالفرض اس لفظ کے لئے کوئی دوسرا عرف بھی ہو اور اس نے کوئی اور معنی قرار دیے ہوں۔ تب بھی یہاں ضرورت تو فقہاء کے عرف کی ہے یہاں یہ لفظ انہیں کے کلام میں استعمال ہوا ہے، کسی دوسرے عرف سے کیا سرور کار۔ دوسرا عرف تو یہاں کے لئے بالکل بیکار ہے لیکن یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ مدعی کسی ڈھٹائی سے ائمہ اصول فقہ کی تصریحات سن کر کہتا ہے کہ یہ سب فضول ہے

یہاں تو عرف عوام کی ضرورت ہے۔ بھلا کلام فقہاء میں عرف عوام کی کیا ضرورت! سچ یہ ہے کہ تعصب آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

سادساً: ماذا يقول المعاند في قول العلامة خير الدين الرملي رحمه الله تعالى في فتاواه "في رجل حلف بالطلاق الثلاث انه لايشئ عند زوجته في البلد فشتى في جامعها لايقع عليها الطلاق لان الشرط كون التشية في البلد عندها ولم يوجد وعند للحضرة الا ان ينوي ذلك والله تعالى تعالى اعلم¹"

بالالتقاط فهذه مسألة الحلف انما مبني الحلف على العرف وقد افصح فيه ان عند للحضرة فظهر ان ما ذكر ائمة الاصول هو العرف، وبالجمل فالحق ان لا خلف ههنا بين اللغة ولسان الشرع والاصول و الفقه والعرف كل ذلك متوارد على ما ذكرنا من معاني بين يدي وعند وليس هنا نقل ولا اشتراك ولا تجوز بل معنى مطلق منتخب على مصاديقه يتعين

سادساً: آخر یہ معاند اس کا کیا جواب دیں گے کہ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میری بیوی کو تین طلاقیں اگر میں جاڑے میں اس شہر میں اپنی بیوی کے ساتھ رہوں۔ اور اس نے اس شہر کی جامع مسجدیں جاڑا گزارا، تو اس عورت پر طلاق نہ پڑے گی کیونکہ شرط جاڑے میں شہر میں بیوی کے ساتھ رہنے کی تھی، اور وہ نہیں پائی گئی۔ اور عند کا لفظ حضور کے لئے ہے بان هذا البلد سے اس کی نیت جامع مسجد کی بھی ہو تو طلاق پڑ جائے گی۔ مسائل حلف کی ناعرف پر ہے۔ اور امام رملی نے صاف بیان کر دیا کہ عند حضور کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عند کے بارے میں ائمہ اصول نے جو فرمایا وہ بھی معنی عرفی ہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہاں لغوی معنی کا کوئی نائب نہیں۔ اور زبان شرع اور اصول وفقہ اور عرف سب لغوی معنی کے ہی موافق ہیں، جیسا کہ ہم نے بین یدیدہ اور عند کے معنی

¹ فتاویٰ خیریۃ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸ و ۳۹

بعضہا فی الکلام بقرائن الکلام کما فصلناہ وللہ الحمد۔

وسابغاً: لئن تنزلنا عن هذا كله فالذی لجاء الیه الحلیۃ امران الاول بین یدیہ وعند القرب وقد استندله بالراغب وغیرہ وقد منّا انه غیر مستنکر ولا یغیدہ ولا یضرنا والاخر ان القرب فی العرف العام خاص بما یلصق المؤمن بالخطیب کما یزعمون وهذا هو الذی فیہ مرامہ ولم یستند فیہ بشیء سوى شقشقة اللسان وقد تقدم من المحاورات ما یکذبه فلم یرجع سعیه الی طائل۔

وثامناً: تنزلنا عن هذا ایضاً فرضنا ان ثمة عرفاً کما تدعی لکن ان کان ففی نفر مثلك من العوام فبالک لا تفرق بین عرف العوام والعرف العام لانه الکلام ههنا فی عرف الفقهاء الکرام فهل عندک دلیل انهم یحصرون القرب فیما تزعم کلابل کلامهم

میں بیان کیا ہے، واللہ الحمد۔

سابغاً: اگر ان سب باتوں سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو مذکورہ حیلہ کی ڈھال دو باتیں ہیں یہ کہ عند اور بین یدہ کے معنی "قریب" کے ہیں۔ اس کے ثبوت میں راغب وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہہ چکے ہیں کہ اس سے ہم کوا نکار نہیں۔ لیکن وہ آپ کو مفید نہیں اور اسے ہمار نقصان نہیں۔ دوسری بات یہ کہ قرب عرف عام میں خطیب کے بالکل متصل ہونے کے لئے خاص ہے، اور یہی مدعیوں کا خاص مقصد ہے، لیکن اس مقصد پر دراز لسانیوں کے علاوہ کوئی دلیل نہیں دی۔ اور ہم نے ایسے بہت سے محاورات ذکر کر چکے ہیں جس سے اس دعوٰی کی تکذیب ہوتی ہے تو یہ ساری دراز لسانیاں بے فائدہ۔

ثامناً: اگر اس سے بھی قطع نظر کر کے مان لیا جائے کہ یہاں حسب ادعائے مدعی کوئی عرف ہے تو عوام کے کسی گروہ کا ہوگا تو ایک بات تو یہ ہے کہ مدعی یہاں عرف عوام اور عرف عام میں فرق نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ کہ یہاں ضرورت تو فقہاء کرام کے عرف کی ہے (نہ کہ عرف عوام یا عرف عام کی) تو کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے جس سے ثابت ہو کہ فقہاء قرب کو اسی خاص معنی

میں بولتے ہیں۔ آپ کے اس دعوٰی کے بطلان پر بہت سے دلیلیں ہیں ان میں سے چند کو ہم بیان کرتے ہیں ممکن ہے آپ کو حق کی ہدایت ہو اور اگر مرضی الہی یہ نہ ہو تو کسی دوسرے کو ہی ہدایت ہوگی۔

فأقول: وبالله التوفيق (پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں) بلاشبہ قرب ایک اضافی چیز ہے، تو جب دونوں حدوں کا ذکر کر دیا جائے تو پاگل ہی یہ خیال کرے گا کہ قرب اسی پر ختم ہے، اور اس سے متجاوز نہ ہو گا ورنہ جب تک کل عالم ختم نہ ہو جائے۔ ہر اگلی منزل قریب ہو سکتی ہے کیونکہ کوئی چیز جو کسی چیز سے دور ہو۔ جب ہم اس کو اس سے دور والی چیز کی نسبت سے دیکھیں گے، تو یہ قریب ہو جائے گی، جیسے کرسی زمین سے بہ نسبت عرش کے قریب ہے اور وہ بہ نسبت اجسام عرش کے بعد زمین سے سب سے زیادہ دور ہے، اتنا دور کہ اس کی دوری کا اندازہ اس کا پیدا کرنے والا ہی کر سکتا ہے یا وہ جسے اللہ تعالیٰ بتائے۔ لیکن بسا اوقات ایک چیز کو بہ نسبت دوسری چیز کے ایسی حالت ہوتی ہے جس پر لفظ قریب کا اطلاق ہوتا ہے، اور اس میں کسی تیسری چیز کی طرف اضافت کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اس قرب کی اختلاف مقام کے لحاظ سے مختلف کثیر قسمیں ہیں۔ ان سے ایک قرب تناول ہے۔ اس کا مطلب

ناطق بطلان ماتحکم ولنسرد عليك شيئا منه فستهدي الى الحق ان اراد الله والا فيستهدي غيرك ممن هدى الله۔

فأقول: وبالله التوفيق لاشك ان القرب امر اضافي فاذا ذكر الحاشيتان والتفاصيل بينهما فلا يمتري غير مجنون ان القرب لا ينتهي الى حد لا يتجاوز ما لم ينقطع العالم كله فكل بعيد من شئ مهاب بعد اقرب اليه بالنسبة الى ما هو بعد منه كالكرسي اقرب الى الارض من العرش مع انه ابعد الاجسام من الفرش بعد العرش بحيث لا يقدر بعده الاخالقه عز وجل ثم من علمه لكن ربما كون للشئ بالنظر الى اخر حالة يطلق عليه بالنسبة اليه لفظ القريب مطلقا بدون لحاظ اضافته الى شئ ثالث وله وجوه كثيرة مختلفة باختلاف المقام۔ منها "قرب تناول" ان

يكون الشبي منك بحيث تصل يدك اليه كقوله تعالى "فَرَأَىٰ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَبِيْنٍ ۖ فَتَقَرَّبَ إِلَيْهِمْ قَالِ لَا تَأْكُلُوْنَ ۚ" ^۱ - "ومنها" قرب السمع ان يبلغه صوتك - ومنها قرب السير "ان لا يلحقك كبيرة حرج في الوصول الى - فلو خص الفقهاء القرب لقرب التناول صلح كلامك وحصل مرادك لكنهم براء عنه قطعاً اكبر كلما تهم تراهم يطلقون القرب و يعنون به احد الوجوه الثلاثة الاخيرة حتى تأت عباراتهم في تفسير القرب المطلق عشراً فيما يحضر في الآن ولعل ما لم اذكر نحوها او اكثر - وبيان ذلك في مسائل -

یہ ہوتا ہے کہ وہ شے ایسی جگہ ہے جہاں تمہارا ہاتھ پہنچ سکے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہل کی طرف گئے اور ایک گرم بھنا ہوا بچھڑالائے اور اسے فرشتوں کے قریب کیا اور ان سے کہا کیوں نہیں کھاتے ہو۔" اور ان سے ہے "قرب سمع" جہاں تک آپ کی آواز پہنچ سکے اور ان سے ہے "قرب سیر" یہ کہ وہاں تک پہنچنے میں آپ کو زیادہ حرج نہ لاحق ہو۔ تو اگر فقہاء نے اپنے کلام میں قرب کو قرب تناول تک ہی خاص کیا ہوتا تو آپ کا کلام درست ہوا اور آپ کا مقصد حاصل ہوتا، لیکن "حضرت اس سے قطعی طور پر بری ہیں انکے بیشتر کلمات میں قرب کا لفظ بقیہ تین معنوں میں سے سی ایک کے لئے استعمال ہوا ہے۔ فی الوقت قرب مطلق کی تفسیر میں فقہاء کی دس عبارتیں مجھے یاد ہیں (اور جو مستحضر نہیں وہ بھی اس سے زائد ہوں گی) جن کا بیان مندرجہ ذیل مسائل میں ہے:

مسئلہ ۱: سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ پانی قریب ہوت و مسافر کر تیمم جائز نہیں، اور دور ہو تو جائز ہے اور قرب و بعد مسافت میں اس کے باوجود اختلاف ہوا کہ قرب سے مراد سب کے نزدیک وہی مسافت ہے جو

المسألة الاولى: اطبقوا ان الماء ان كان قريبا لم يجز التيمم للمسافر وان كان بعيدا جاز واختلفوا ان اى ماء يسمى قريبا بالاتفاق على ان المراد قرب

^۱ القرآن الكريم ۲۷-۲۶/۵۱

السير والاجتماع على ان ليس المراد قرب التناول قال
 في العناية المنصوص عليه كون الماء معدوماً وههنا
 معدوم حقيقة لكن نعلم بيقين ان عدمه مع القدرة
 عليه بلا حرج ليس بمجوز للتيمم والاجاز لمن
 سكن بشاطئ البحر وقد عدم الماء من بيته فعلنا
 الحد الفاصل بين البعد والقرب لحوق الحرج^۱ اهـ
 وفي البناء ليس له ان يتيمم اذا كان الماء قريباً
 منه^۲ اهـ وفيها (م) "الميل هو المختار في المقدار" (ش)
 اى مقدار بعد الماء وجه كونه مختاراً ان المسافة
 القريبة جداً مانع من جواز التيمم والبعد يجوز له
 فقدر البعد بالميل للاحاق الحرج الى وصول الماء، و
 عند محمد رحمة الله تعالى عليه شرطه ان يكون
 بينه وبين المصر ميلان وعن ابى يوسف رحمة الله
 تعالى عليه لو ذهب اليه وتوضأ تذهب

آسان ہو، مگر اس پر اجماع ہے قرب تناول مراد نہیں۔ صاحب
 عنایہ فرماتے ہیں: "یہ بات شرع میں منصوص ہے کہ تیمم
 کے لئے پانی کا معدوم ہونا عذر ہے۔ اور صورت مسئلہ میں
 پانی حقیقتاً معدوم بھی ہے لیکن یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ پانی
 نہ ہو مگر آسانی دستیاب ہو جائے۔ تو یہ جواز تیمم کے لئے عذر
 نہیں، ورنہ دریا کے کنارے گھر بنانے والے کے گھر میں پانی
 نہ ہو تو وہاں بھی وہ تیمم کرنے لگے گا۔ اس لئے قرب و بعد میں
 حد فاصل حرج کو قرار دیا گیا۔" بنایہ میں ہے کہ پانی قریب
 ہو تو آدمی کو تیمم کی اجازت نہیں۔ "اسی میں ہے" مقدار میں
 ایک میل کی مسافت معتبر ہے "یعنی پانی کی دوری کی مقدار
 میں اور اس مقدار کے معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی کا بہت
 قریب ہونا جواز تیمم کو مانع ہے اور بعد سے تیمم جائز ہوتا
 ہے۔ تو اس کی مقدار ایک میل مقرر کی گئی کہ اس سے زائد حد
 مقرر کرنے میں مکلف کو پانی تک پہنچنے میں حرج لاحق ہوتا
 ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر اور شہر کے
 درمیان دو میل کا فاصلہ شرط ہے۔ اور قاضی ابویوسف رحمۃ
 اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں دوری کی حد یہ ہے کہ پانی کی تلاش کیلئے

^۱ العناية على ما مشفتح القدير كتاب الطهارة باب التيمم مكتبة نوريه رضويه سكر ۱۰۸

^۲ البناء في شرح الهداية كتاب الطهارة باب التيمم المكتبة الامدادية المكية ۲۹۹

القافلة وتغيب عن بصره ويجوز التيمم وهذا احسن
جداً، وقيل اذا كان نائياً عن بصره واختلفوا في النائي
قيل قطع ميل، وعن محمد قطع ميلين وقيل فرسخ
وقيل جواز قصر الصلوة، وقيل عدم سماع الاذان،
وقيل عدم سماع اصوات الناس، وقيل لو نودی من
اقصى المصر لا يسمع، وفي البدائع ان ذهب اليه
لا ينقطع عنه جلبة البعيد ويحس اصواتهم واصواب
وراء فهو قريب، وقيل ان كان بحيث يسمع اصوات
اهل الباء فهو قريب۔ قال قاضي خاں واكثر المشائخ
عليه وكذا ذكره الكرخي واقرب الاقوال اعتبار الميل،
فان قلت النص مطلق عن اشتراط المسافة فلا يجوز
تقييده بالرأى قلت المسافة القريبة غير ممانعة
بالاجماع والبعيدة غير ممانعة

آنے جانے میں قافلہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو تيمم جائز
ہوگا اور یہ بہت عمدہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کہ پانی نگاہوں
سے دور ہو۔ دوری کی تعین میں پھر اختلاف ہوا، تو کسی نے
ایک میل کہا، امام محمد نے دو میل فرمایا۔ ایک قول ایک
فرسنگ کا ہے۔ اور کہا گیا کہ اتنی دور جس کے بعد نماز کی جاتی
ہے۔ کسی نے کہا کہ جہاں تک اذان کی آواز نہ پہنچے۔ کسی نے
کہا کہ اتنی کہ وہاں سے آبادی کا شور نہ سنائی دے اور کہا گیا کہ
اتنی دور کہ شہر کے کنارے کھڑے ہو کر پکارا جائے تو مخاطب
سن نہ سکے۔ بدائع میں لکھا ہے: "تنی دور کہ وہاں جانے پر
قافلہ کا شور و غوغا سنتا رہے اور پیچھے والوں کی آواز بھی آتی رہی
تو قریب ہے۔" ایک قول یہ بھی ہے کہ پانی کے پاس رہنے
والوں کی آواز آتی رہے تو قریب ہے۔ قاضی خان نے فرمایا کہ
اکثر مشائخ اسی کو مانتے ہیں۔ ایسا ہی امام کرخی نے فرمایا۔
اور ہمارے نزدیک اقرب الاقوال ایک میل کا اعتبار ہے۔ اس پر
اگر کوئی اعتراض کرے کہ آیت قرآنی تو مسافت کے اشتراط کے
بارے میں مطلق ہے، اس کو رائے سے مقید کرنا کیسے جائز
ہوگا، تو میں کہوں گا کہ قریب کا مانع ہونا اور بعید کا نہ مانع ہونا
ایک اجماعی مسئلہ

ہے اس لئے حد فاصل ایک میل کو قرار دیا گیا۔ مسئلہ ۲: تنویر الابصار میں ہے: "کنواں یا حوض یا نہر کسی آدمی کی ملک ہوں، اس سے قریب ہی کیوں اور پانی ہو تو کھانے، پینے، دھونے اور جانوروں کو پلانے والوں کو وہ اپنے کنویں وغیرہ سے روک سکتا ہے۔" علامہ شامی علامہ مقدسی کا قول نقل کرتے ہیں کہ "قرب کی مقدار کہیں نظر سے نہیں گزری تو تیمم کی طرح یہاں بھی ایک میل کو ہی حد فاصل مقرر ہونا چاہیئے۔" میں نے شامی کی اس تحریر پر حاشیہ لکھا یہاں ایک میل کی مسافت میں شامل ہے کہ پیاسوں میں بسا اوقات اتنی دور جانے کی تاب نہیں رہتی، اور محدث کا یہ حال نہیں، شاید اسی وجہ سے علماء نے کوئی مقدار متعین نہیں کی۔ اور مقدار کا معاملہ مبہم چھوڑ دیا، تو ہر ضرورت مند اپنی ضرورت کے حساب سے قرب و بعد کی مقدار مقرر کرے۔ مسئلہ ۳: در مختار کے باب الشادات میں ہے: "مدلی کے طلب پر گواہ کو سات شرطوں کے ساتھ گواہی دینا واجب ہے جن کا ذکر بحر الرائق وغیرہ میں تفصیل سے ہے جس میں	بالاجماع فجعلنا الفاصل بينهما الميل^۱۔ المسألة الثانية: في التنوير لو كانت البئر أو الحوض أو النهر في ملك رجل فله أن يمنع مرید الشفة من الدخول في ملكه إذا كان يجد ماء بقربه^۲ (قال العلامة الشامي) قال العلامة المقدسي ولم ارتقدي القرب وينبغي تقديره بالميل كما في التيمم^۳، و رأيتني كتبت عليه أقول فيه تأمل فإن العطشان ربما يتضرر بذهابه ميلاً ولا في طلب الماء كذلك المحدث فينبغي إحالة الأمر على حالته ولعلمهم لذا أرسلوه ولم يقدروه۔ المسألة الثالثة: في شهادات الدر المختار يجب اداؤها بالطلب بشروط سبعة مبسطة في البحر وغيره منها عدالة

^۱ البنایة فی شرح الهدایة کتاب الطهارة باب التيمم المكتبة الامدادية، المکرية ۱/ ۲۹۹

^۲ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب احياء الموات فصل الشرب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۷

^۳ رد المحتار کتاب احياء الموات فصل الشرب دار احياء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۳

القاضی وقرب مکانہ^۱ ۱ھ۔ قال البحر ثم الشامي فان كان بعيدا بحيث لا يمكنه امر يغدوا الى القاضى لاداء الشهادة ويرجع الى اهله في يومه ذلك قالوا لا يا ثم لانه يلحقه الضرر بذلك و قال الله تعالى ولا يضار كاتب ولا شهيد^۲ ۱ھ

السؤال الرابعة: في الذخيرة ثم العالمگیریة اذا كان المدعى عليه خارج المصر انه على وجهين الاول ان يكون قريبا من المصر فيعديه بمجرد الدعوى وان كان بعيدا لا يعديه والفصل بين القريب والبعيد انه اذا كان بحيث لو ابتكر من اهله امكنه ان يحضر مجلس الحكم ويجيب خصمه ويبیت في منزله فهذا قريب وان كان يحتاج الى ان يبیت

ایک قاضی کی عدالت اور ادائے شہادت کی جگہ کا قریب ہونا ہے۔ شامی اور بحر الرائق دونوں میں ہی تصریح ہے کہ "اگر قاضی دور ہو کہ دن بھر میں گواہی دے کر گواہ اپنے گھر واپس نہ پہنچ سکے تو گواہی دینا واجب نہیں کہ اتنی دور تک آنے جانے سے گواہ کو ضرر پہنچے گا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہ کاتب اور گواہ کو ضرر نہیں دیا جائے گا۔" دیکھئے ان تینوں مثالوں میں قرب سے مراد قرب میسر ہے۔ (قرب تناول مراد نہیں ہے۔)

مسئلہ ۴: ذخیرہ پھر عالمگیریہ میں ہے جب مدعا علیہ شہر سے باہر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ شہر کے قریب ہے تو قاضی مجرد دعویٰ کی بنا پر اس کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم بھیجے گا اور اگر وہ دور ہے تو ایسا نہیں کرے گا، قریب و بعید میں فرق یہ ہے کہ اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں وہ صبح اپنے گھر والوں سے نکلے تو مجلس قضا میں حاضر ہو کر اپنے خصم کو جواب دے کر واپس اپنے گھر والوں کو آکر رات گزارنا ممکن ہو تو قریب شمار ہوگا اور اگر رات کہیں راستے میں گزارنا پڑے تو بعید شمار ہوگا۔ ذخیرہ میں یونہی

^۱ الدر المختار کتاب الشهادات مطبعہ تہذیبی دہلی ۲/۹۰

^۲ رد المحتار کتاب الشهادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۰

ہے (التقاط) مسئلہ ۵: ہمارے امام ثانی امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الخراج میں فرمایا: پھر اس (ضحاک بن عبدالرحمن اشعری) نے اموال کو ان کے قرب و بعد کی مقدار پر محمول کیا، چنانچہ قریبی کھیتی کے ہر سو جریب پر ایک دینار، قریبی باغ کے انگوروں کی ہر ہزار بیلوں پر ایک دینار، اور دوری کی صورت میں ہر دو ہزار بیلوں پر ایک دینار مقرر فرمایا (اور اسی طرح زیتون میں بھی قریب و بعد کے فرق کو ذکر کیا) اور بعد کی حد ایک یا دو یا زیادہ دنوں کی مسافت ہے، جو اس سے کم تر ہو وہ قریب ہے۔ شام اور موصل بھی اسی پر محمول ہیں۔ مسئلہ ۶: مختار الفتاویٰ پھر ہندیہ میں ہے: اگر کوئی شخص اپنی جائیداد یا باغ میں ہے، تو اس کے لئے اپنی بستی یا شہر کی اذان کافی	فی الطريق فهذا بعيد^۱۔ کذا فی الذخيرة ملتقطاً۔ السؤال الخامسة: قال امامنا الثاني ابو يوسف رضى الله تعالى عنه في كتاب الخراج: ثم حمل الاموال (اي الضحاک بن عبدالرحمن الاشعري) على قدر قربها وبعدها فجعل على كل مائة جريب زرع مما قرب ديناراً، وعلى كل الف اصل مما بعد ديناراً (ومثله ذكر الفرق بين القريب والبعيد من الزيتون) وكان غاية البعد عنده مسيرة اليوم واليومين واكثر من ذلك وما دون اليوم فهو في القرب وحملت الشام على مثل ذلك وحملت الموصل على مثل ذلك^۲ (فهذه كلها قرب السیر) السؤال السادسة: في مختار الفتاوى ثم الهندية ان كان في كرم أو ضيعة يكتفى بأذان

^۱ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الادب القاضی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۶ و ۳/۳۳۵

^۲ کتاب الخراج فصل فی ارض الشام والجزیرۃ دار المعرفۃ بیروت ص ۴۱

ہے بشرطیکہ قریب ہو ورنہ کافی نہ ہوگی اور قریب ہونے کی حد یہ ہے کہ وہاں سے اذان کی آواز اس تک پہنچ سکتی ہو۔

مسئلہ ۷: محقق ابن ہمام نے فتح القدر میں ارشاد فرمایا: خطبہ کی حالت میں کلام منع ہے گو امر بالمعروف ہی کیوں نہ ہو، یونہی تسبیح یا کھانا پینا اور کتابت سبھی منع ہے (الی ان قال) یہ احکام اس وقت ہیں کہ مقتدی امام کے اتنا قریب ہو کہ امام کی آواز سن رہا ہو، اور اگر دور ہو کہ امام کی آواز نہیں سن رہا تو متاخرین نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، حضرت محمد ابن مسلمہ سکوت پسند کرتے ہیں اور نصیر الدین یحییٰ قراءت پسند کرتے ہیں۔

مسئلہ ۸: عالمگیری کے باب تکبیرات عیدین میں ہے کہ "امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز عید میں تکبیرات زوائد کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو پسند کرتے تھے (یعنی چھ زائد تکبیریں) امام اگر اس کے علاوہ اتنی تکبیریں کہے جو کسی فقیہ کا مذہب نہ ہو تو مقتدی امام کی پیروی نہ کرے۔" پھر بدائع سے نقل کیا "یہ اس وقت ہے جب

القرية او البلدة ان كان قريبا والا فلا، وحد القريب ان يبلغ الاذان اليه منها¹۔

السؤال السابعة: قال المحقق في الفتح يحرم في الخطبة الكلام و ان كان امرا ب معروف او تسبيحا و الاكل والشرب والكتابة (الی ان قال) هذا كله اذا كان قريبا بحث يسمع فان كان بعيدا بحيث لا يسمع اختلف المتأخرون فيه فمحمد بن مسلمة اختار السكوت ونصير بن يحيى اختار القراءة² الخ۔

السؤال الثامنة: في الهندية من تكبیرات العیدین عن المحيط عن محمد یحییٰ تکبیر ابن مسعود فکبر الامام غیر ذلک اتبع الامام اذا کبر الامام تکبیرا لم یکبره احد من الفقهاء³ (ثم نقل عن البدائع) لکن هذا اذا کان بقرب الامام

¹ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الصلوٰۃ الباب الثانی فی الاذان نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

² فتح القدر کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۸، ۳۷

³ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الصلوٰۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۱

مقتدی امام کے قریب ہو کہ خود اس کے آواز سن رہا ہو، اور اتنی دور ہو کہ خود اس کی نہ سنتا ہو، بلکہ مکبروں سے سن کر ادا کرتا ہو تو جتنی سنے سب ہی ادا کرے اگرچہ وہ اقوال صحابہ سے بھی باہر ہو، کیونکہ غلطی کا امکان مکبروں کی طرف سے بھی ہے، وکچھ تکبیریں چھوڑنے میں خطرہ یہ ہے کہ کہیں امام کی کہی ہوئی تکبیریں ہی نہ چھوٹ گئی ہوں۔"

مسئلہ ۹: بحر الرائق کے باب الجمعہ میں ہے: "مضمرات میں ذکر کیا کہ شیخ امام اجل حسام الدین نے فرمایا کہ جمعہ شہر سے قریب والے مواضع کے باشندوں پر واجب ہے جو اتنے قریب ہوں کہ منارہ پر بلند آواز سے اذان کہی جائے تو سنیں۔"

مسئلہ ۱۰: تنویر الابصار میں ہے: "جس کافر کو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امن دے دیا گو امن دینے والے فاسق ہی کیوں نہ ہوں اس کا قتل منع ہے اس شرط کے ساتھ کہ امن دینے والوں کی آوازاںہوں نے خود سنی ہو، تو دور والوں کو امن نہیں ملے گا۔"

يسمع الكبيرات منه فاما اذا كان يبعد منه يسمع من الكبيرين يأتى بجميع ما يسمع وان خرج من اقاويل الصحابة رضى الله تعالى عنهم لجواز ان الغلط من الكبيرين فلو ترك شيئاً منها ربما كان المتروك ما اتي به الامام¹۔

المسألة التاسعة: في جبعة البحر الرائق ذكر في المضمر اتقال الشيخ الاجل الامام حسام الدين تجب على اهل المواضع القريبة الى البلد التي هي توابع العمران الذين يسمعون الاذان على المنارة بأعلى الصوت²۔

المسألة العاشرة: في تنوير الابصار لا يقتل من امنه حرًا او حرة لو فاسقا بشرط سماعهم ذلك من المسلمين فلا امان لو كان بالبعد منهم³۔

¹ الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب السابع عشر نوراني كتب خانہ پشاور ۱/۱۵۱

² بحر الرائق كتاب الصلوة باب الاذان ۱/۱۴۱ بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۱

³ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۱

مسئلہ ۱۱: شرح درر اور در مختار میں ہے: "کسی مسلمان یا ذمی نے کوئی بنجر زمین آباد کی اور وہ کسی کی ملک نہ ہو، نہ مسلمان کی نہ ذمی کی۔ اور یہ آبادی سے اتنی دور ہو کہ کنارہ آبادی سے پکارا جائے اور پکارنے والا بلند آواز ہو، بزاز یہ تو آواز سننے میں نہ آئے، تو آباد کرنے والا اس زمین کا مالک ہوگا۔" اور کفایہ میں ذخیرہ سے مروی ہے: "قریب و بعید کے درمیان حد فاصل حضرت قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک بلند آواز آدمی آبادی کے انتہائی سرے سے کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر پوری طاقت سے پکارے اور آواز وہاں نہ پہنچے تو وہ بعید ہے۔"

مسئلہ ۱۲: در مختار میں ہے: "اگر کوئی مقتول شارع عام میں، قید خانہ میں اور مسجد جامع میں پایا گیا تو اس کا تاوان کسی پر نہیں ہے البتہ اگر کسی کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ یہ جب ہے کہ وہ جگہیں محلوں سے بعید ہوں۔ اور اگر قریب ہوں تو جو محلہ وہاں سے سب سے قریب ہو اس پر تاوان ہے۔" امام شافعی نے فرمایا کہ "ظاہر

المسألة الحادية عشرة: وفي شرح الدرر المختار إذا أحيى مسلم أو ذمي أرضاً غير منتفع بها ولا ليست بمملوكة لمسلم ولا ذمي وهي بعيدة من القرية إذا صاح من بأقصى العامر (وهو جهوى الصوت، بزازية) لا يسمع بها صوته ملكها¹ الخ وفي الكفاية من الذخيرة الفاصل بين القريب والبعيد مروى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى يقوم رجل جهوى الصوت من أقصى العمران على مكان عال وينادى بأعلى صوته فأى لموضع الذى لا يسمع فيه يكون بعيداً²۔

المسألة الثانية عشرة: وفي الدرر المختار لو وجد قتيلاً في الشارع الأعظم والسجن والجامع لا قسامة و الدية على بيت المال إن كان نائياً أى بعيداً عن المحلات والايكن نائياً بل قريباً منها فعلى أقرب المحلات اليه³ (قال الشافعي قوله قريباً منها) الظاهر إن

¹ الدر المختار كتاب احياء الموت مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۵

² الكفاية مع فتح القدير كتاب احياء الموت مكتبة نوريه رضويه سكر ۹/۲

³ الدر المختار كتاب الديات باب القسامة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۲

یہی ہے کہ یہاں قرب سے مراد آواز سننے کا قرب ہے۔" مسئلہ ۱۳: ہدایہ میں ہے: اور اگر ویزرانہ میں مقتول پایا گیا جس کے قریب آبادی نہ ہو تو اس کا خون ضائع ہے۔ اور "قریب" کی تفسیر وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ وہاں سے آواز سنی جا رہی ہو۔ "یہ سب مثالیں قرب سماع کی ہیں۔" مسئلہ ۱۴: فقہ ثانیہ عود یہ میں ہم ذکر	المعتبر فیہ سماع الصوت^۱۔ المسألة الثالثة عشرة: فی الهدایة وان وجد فی بریة لیس بقربها ومارة فهو هدر وتفسیر القرب ما ذکرنا من استماع الصوت^۲۔ فهذه کما قرب السمع۔ المسألة الرابعة عشرة: ما قدمنا^۳

ہندیہ میں بحوالہ فتاویٰ کبریٰ وارد ہے، اور یہ پندرہواں مسئلہ ہے، خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان خاوند کی بہن کے بارے میں جھگڑا واقع ہوا تو خاوند نے کہا اگر تو نے میرے سامنے میری بہن کو گالی دی تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ پھر خاوند اپنی بیوی کے ہاں آیا اور انحالیکہ وہ اس کی بہن کے ساتھ جھگڑا کر رہی تھی اسے گالیاں دے رہی تھی جنہیں خاوند نے سنا۔ اگر گالی دیتے وقت بیوی خاوند کی طرف دیکھ رہی تھی تو طلاق واقع ہو گئی کیونکہ اس نے خاوند کے سامنے اس کی بہن کو گالی دی۔ فتاویٰ کبریٰ میں یوں نہیں ہے۔ (ت)

عہ: وفي الهندية من الفتاوى الكبرى وهي المسئلة الخامسة عشرة جرى بينه وبين امرأته تشاجر من قبل اخته فقال لها ان سبت اختي بين يدي فانت طالق ثلاثا ثم دخل الزوج عليها وهي تشاجر مع اخته وتسبها فسمع الزوج ان سبتها وهي تراها طلقت لانها سبتها بين يديه^۳ كذا في الفتاوى الكبرى۔

^۱ رد المحتار کتاب الدیات باب القسامة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۰

^۲ الهدایة کتاب الدیات باب القسامة مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۲۳۸

^۳ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الطلاق الباب الرابع الفصل الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۴۴۳

کرائے میں کہ جوہرہ نیرہ میں ہے: "یہ حکم تب ہے کہ نگراں اس سے اتنی قریب ہو کہ اسے دیکھ رہا ہو اور اتنی دور ہو کہ نہ دیکھے تو وہ حافظ اور نگراں ہی نہیں۔" یہ قرب بصر کی مثال ہے اور فقہاء کرام کے عرف میں یہ سارے مصادیق قرب مطلق کے ہیں، تو اگر آپ کے وہاں بی رسم ہو کہ خطیب مؤذن کو کھاتا ہو یا مؤذن منبر کو ٹکلتا ہو تو ضرور یہاں قرب سے قرب تناول امر و ہوگا، ورنہ یہاں قرب تناول کو متعین کرنے اور اس پر براہیختہ کرنے والی کیا چیز ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حق و ہدایت کے طالب ہیں۔

ہماساً: یہ شخص اعتراف کر چکا ہے کہ عندہ مقام پر قرینہ کے لحاظ سے علحدہ علحدہ قرب کے لئے ہے۔ تو اس کو دلیل سے یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ مسئلہ مقام اذان میں امام سے قرب کی یہ حد ہے لیکن اس نے ایک دعوٰی کیا اور ثبوت کے لئے اسی دعوٰی کا کافی سمجھا۔ اگر ثبوت کے لئے صرف دعوٰی کافی ہوتا تو ہر مسبوت دلیل والا ہوتا لیکن ان کا عجیب شیوہ ہے کہ اقرار کر کے انکار کرتے ہیں اور حق کی طرف مائل ہو کر اسی سے گریز بھی کرتے ہیں۔

عاشراً: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فی النفحة الثانية العودية عن الجوهرة النيرة هذا اذا كان الحافظ قريباً منه ای بحیث یراہ اما اذا بعد بحیث لا یراہ فلیس بحافظ^۱۔ فهذا قرب البصر هذه مصادیق القرب المطلق فی عرف الفقهاء الکرام فان کان الرسم لدیکم ان خطیبکم یاکل المؤذن او مؤذنکم یتتلع المنبر فنعم لابد من قرب التناول والافما المعین له والحامل علیه نسأل الله اراء الحق والهدایة الیه آمین۔

وتأسعاً قد اعترف الرجل ان فی العرف لعند فی کل محل حد علیحدۃ للقرب بقرینة القیام فکان علیہ ان یتثبت بالدلیل ان قضیة مقام الاذان فی القرب عن الامام الحد الفلانی، لکنه ادعی وقنع بالادعاء اللسانی ولو کفت الدعوی للثبوت لقام بالبرهان کل مبہوت، فبالک تقر ولا تقر وتمیل الی الحق ثم تفر۔ وعاشراً: وقال الله

^۱ الجوهرة النيرة کتاب السرقة مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۶۱

"درست میزان سے تولو۔" اور میزان و معیار تو ہر چیز کے لئے ہے۔ چنانچہ زبان کے ترازو کے دو پلڑے ہیں: شرع اور عقل تو جسے ان دونوں سے حصہ ملا ہے وہ ہر بات کو اسی کے موافق محمول کرے گا۔ اور جاہل کے ہاتھ میں نہ میزان ہے نہ وہ اوزان کو جانتا ہے۔ تو جب اس سے کوئی اس کا زبردست حاکم کہے کہ اٹھو اور ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر نماز پڑھو تو وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ مجھے تو فی الفور نماز پڑھنے کا بغیر وضو کے حکم ہے اگر میں وضو کرنے کے لئے پانی بہاؤں پھر محل نماز کی طرف لوٹوں تو تاخیر ہو جائیگی حالانکہ مجھے ایک لمحہ بھی تاخیر کی اجازت نہیں۔

یونہی اگر زید نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہے گا۔ اور فوراً ہی نکلنے کی تیاری کرنے لگا۔ سامان منتقل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور اسی میں ایک دن لگ گیا، تو جاہل گمان کرے گا کہ زید تو حانث ہو گیا کہ قسم کے بعد بھی ایک دن اسی گھر میں رہا۔ لیکن عالم خوب جانے گا کہ پہلی صورت میں وضو کرنے کی مقدار شرعاً مستثنیٰ ہے، اور دوسری صورت میں آسانی سے سامان جتنی دیر میں منتقل ہو سکے عقلاً مستثنیٰ ہے تو اس دیر سے فوراً میں خلل نہیں پڑے گا۔ خانیہ اور ہندیہ میں ہے: "جس شخص نے

عزوجل "وَزُنُوا بِالْقِسَاسِ اَلَّتَّيْمِ" ^۱ و لكل شيعي قسطاس وقسطاس الكلام له كفتان، الشرع والعقل، فمن رزق حظاً منهما لا يحمله الا على ما يوفقهما، اما الجاهل فلا بيده ميزان ولا هو يعرف الاوزان فاذا امره م يفترض عليه طاعته ان قم فصل ركعتين فلا تتأخر لمحظة، فلعلة يقول امرني بالصلوة بغير وضوء اذل وذهبت اسكب الماء ثم توضأت ثم الى محل الصلوة رجعت لفات الفور وقد نبأني ان لا تأخر لحظة۔

ولوحلف زید والله لا يسكن هذه الدار فتأهب من فورة للخروج وجعل ينقل المتاع ولم يقصر ومكث في هذا يومًا مثلاً، يظن الجاهل انه قد حنث لانه لم ينقل يومًا لكن العالم يعلم ان قدر الوضوء مستثنى في الاول شرعاً وقدر ما تيسر له فيه النقل مستثنى في الثاني عقلاً فلا ينتفى بهما الفور في الخاتمة ثم الهندية رجل حلف لا يسكن هذه الدار

^۱ القرآن الكريم ۱۷/۳۵

فخرج بنفسه واشتغل بطلب داراخرى لينقل اليها الاهل والمتاع فلم يجد داراً اخرى اياً ما وىمكنه ان يضع المتاع خارج الدار لايكون حائثاً، وكذا لو خرج واشتغل بطلب دابة لينقل عليها المتاع فلم يجد او كانت اليمين في جوف الليل ولم يمكنه الخروج حتى الصبح او كانت الامتعة كثيرة فخرج وهو ينقل الامتعة بنفسه وىمكنه ان يستكرى الدواب فلم يستكر لايحنت في جميع ذلك، هذا اذا نقل الا امتعة بنفسه كما ينقل الناس فان نقل لا كما ينقل الناس يكون حائثاً¹ اهـ

وكذلك اذا جلس عالم يفيد ويلقى الدرس او المسائل والناس جلوس صفوا حتى الباب فجاء احد من الطلبة او سائل المسائل فعاقته هيبة المجلس عن الاقتراب بهم وجعل يستمع من بعد

قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہے گا، تو وہ خود گھر سے باہر ہو گیا، اور منتقل ہونے کے لئے دوسرا گھر تلاش کرنے لگا جو چند دن نہ مل سکا۔ اہل و عیال اور اسباب اسی گھر میں رہے۔ اور ایسا ممکن تھا کہ اس مکان سے وہ اسباب باہر نکال لے مگر نہیں نکالا، تب بھی حائث نہیں ہوگا، پو نہی سواری کی تلاش میں چند روز کی تاخیر ہوئی جس پر سامان لاد کر لے جائے، یا قسم رات میں کھائی، اور رات کی وجہ سے صبح تک نکلنا ممکن نہ ہو سکا۔ یوں ہی سامان زیادہ تھا جسے وہ خود ہی اٹھا کر منتقل کرنے لگا اس میں تاخیر ہوئی وہ سواری کر سکتا تھا مگر سواری نہیں کی۔ ان سب صورتوں میں وہ شخص حائث نہ ہوگا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے از خود سامان اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو، معمولاً جیسا اٹھاتے ہیں ویسا ہی اٹھایا، ورنہ حائث ہوگا۔"

ایسے ہی کوئی عالم افادہ و تعلیم یا درس مسائل کے لئے خطاب کر رہا تھا اور سامعین دروازہ تک صف در صف بیٹھے ہوئے تھے، کوئی طالب علم یا سائل مسئلہ پوچھنے آیا اس کو مجلس کی ہیبت نے عالم کے قریب ہونے نہیں دیا، تو خود عالم نے اسے قریب ہونے کا حکم دیا،

¹ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الایمان الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۷۵

فأمره العالم ان يقترب اوامر السلطان بعض حواشيه بالقرب، فالجاهل يقول القرب مطلق و المراد به في العرف اقصى مايكون فيركب اكتاف الناس ويتخطى رقابهم حتى يصل الى العالم و يجلس في حجره ويطأ فراش الملك ويطلع سريره الى ان يلزق جنبه بجنبه فيستحق التعذير في الدنيا والتعذير في الآخرة، والعياذ بالله تعالى، والعاقل يعرف ان ليس المراد الا القرب السائغ شرعاً و عرفاً فالسائل لينتهي عند الباب دون مجلس العالم و الحاشية يتقدم الى منتهى منصبه والبواب الى الباب، والوزير الى قرب السرير ثم يقف ويعلم ان الجاهل المستند بالعرف هو الذي اخطأ العرف فان لمفهوم بالقرب المطلق هو القدر القدر السائغ دون تحدي الحد-

وبالجملة الطباق الشرع والعقل والعرف جميعاً ان الشيعي يذکر مرسل ولايراد الاعلى ما عرف منشروطه وقيوده وادابه ومن يقطع النظر عن كال ذلك مقتصرًا على القدر الملفوظ فاسم المجنون اخف القابه قال الامام الزيلعي في ذبائح التبيين

یادشاہ نے اپنے بعض حاشیہ نشینوں کو اپنے نزدیک آنے کا حکم دیا، تو جاہل تو یہی کہے گا کہ مطلقاً قریب ہونے کا حکم ہے اور عرف میں اس سے انتہائی قرب مراد ہوتا ہے۔ تو وہ لوگوں کے کندھوں پر سوار ہوتے اور گردنیں پھلانگتے ہوئے عالم کی گود میں جا بیٹھے گا، اور بادشاہ کے دربار میں فرش کو روندنا تخت پر چڑھ جائے گا اور بادشاہ کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ جائے گا اور بادشاہ کی تعذیر اور آخرت کی تعذیب کا مستحق ہوگا۔ معاذ اللہ اور عقلمند خوب سمجھے گا کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جس کی شرعاً اور عرفاً گنجائش ہے، تو سائل دروازہ کے پاس مجلس عالم سے پرے اور بادشاہ کا حاشیہ نشین اپنے منصب تک، دربان دروازے تک اور وزیر تخت کے قریب کھڑا ہو جائے گا، اور پتا چل جائے گا کہ عرف کے ساتھ دلیل پکڑنے والے جاہل نے عرف کے سمجھنے میں غلطی کی، اس لئے کہ مطلقاً قرب کا مطلب وہ مقدار ہے جہاں تک بڑھنے کی گنجائش ہو، نہ کہ تمام حدود کو پھلانگنے کا نام ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے اور عقل و شرع اور عرف سب اس پر متفق ہیں کہ مراد تمام شروط و قیود و آداب کو ملحوظ رکھنے والا مقام ہوتا ہے۔ اور جو ان سب کو بالائے طاق رکھ کر صرف لفظ کو دیکھے گا تو ایسے آدمی کا سب سے ہلکا لقب پاگل ہوتا ہے۔ امام زیلعی تبیین الحقائق کی کتاب الذبائح میں فرماتے ہیں

الشَّيْءِ إِذَا عَرَفَ شَرْطَهُ وَذَكَرَ مُطْلَقًا يَنْصَرِفُ إِلَيْهَا
 كَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى أَقِمِ الصَّلَاةَ إِيَّايَ بِشَرُوطِهَا^۱ أَهـ
 وَإِذَا عَرَفْتَ هَذَا فَلَنْتَنَ فَرَضْنَا فَرَضَ بَاطِلٍ إِنْ الْفَقْهَاءُ
 إِذَا أَطْلَقُوا الْقُرْبَ أَرَادُوا بِهِ أَقْصَى مَا يَكُونُ مِنَ الْقُرْبِ
 لَمْ يَكُنْ فِيهِ إِلَّا مَا يَسْخَنُ عَيْنَ السَّغِيهِ فَإِنَّهُ لَا يَرَادُ إِلَّا
 أَقْصَى قُرْبٍ سَائِغٌ شَرْعًا—وَقَدْ عَرَفَ مِنَ الشَّرِيعَةِ
 الْمَطْهَرَةِ كَرَاهَةَ الْإِذَاانِ فِي الْمَسْجِدِ فَمَتْنَهَى قُرْبَ الْمُؤَذِّنِ
 عَلَى حَدِّهِدِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ فِي الْحَدِّ إِضْطِمَاعٌ وَاقْرَبَ
 مَوَاضِعَهُ مِنَ الْمَنْبَرِ مَا كَانَ عَلَى مُحَاذَاتِهِ لِأَنَّا إِذَا خَرَجْنَا
 مِنَ الْمَنْبَرِ خَطَوْنَا إِلَى اسْفَلِ الْمَسْجِدِ كَانَ الْخَطُّ
 الْذَاهِبَ عَلَى اسْتِقَامَةِ سَبْتِهِ وَتَرَالْحَادَةَ وَسَائِرَ هُنَّ
 أَوْتَارَ الْقَائِمَةِ فَإِنْ قَامَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَحَدِ الطَّرَفَيْنِ كَانَ بَعِيدًا
 عَنِ الْمَنْبَرِ وَإِنْ قَامَ بِحِذَائِهِ كَانَ قَرِيبًا مِنْهُ بِحَيْثُ
 لَا قُرْبَ فَوْقَهُ فَكَانَ هَذَا مَعْنَى قَوْلِهِمْ عِنْدَ الْمَنْبَرِ وَهُوَ

"کہ کسی شے کے شرائط معروف ہوں اور اسے ملحق بولا جائے تو انہیں شرائط کے ساتھ ملحوظ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز قائم کرو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز "کو شرائط کے ساتھ قائم کرو۔"

جب صورت حال یہ ہے تو مان لو کہ فقہاء نے قریب المنبر کہہ کر انتہائی قرب مراد لیا لیکن اس پر نادانوں کی آنکھ ٹھنڈی نہ ہونا چاہیے، کیونکہ اس انتہائی قرب سے مراد بھی وہی قرب ہوگا جس کی شریعت میں گنجائش ہو، اور شرع مقدس کا یہ حکم شائع اور ذائع ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے، ایسی صورت میں قرب کی انتہا حدود مسجد تک ہوگی، اور اس حد میں بھی سماعت کی گنجائش ہے کہ منبر سے سب سے قریب وہ مقام ہوگا جو اس کے ٹھیک مقابل ہو اس لئے کہ جب ہم منبر سے مسجد کی ٹہلی طرف خطوط کھینچیں تو جو خط سیدھا اس کی طرف جائے وہ حادہ کا وتر ہوگا۔ اور بقیہ خطوط قائمہ کے وتر ہوں گے۔ تو مؤذن اگر ادھر ادھر کے خطوط پر کھڑا ہوگا تو منبر سے دور ہوگا کہ اس سے زیادہ قرب ممکن نہیں، تو فقہاء کے قول قریباً منہ کے یہ معنی ہوئے کہ قریب ہونے کی جو انتہائی

^۱ تبیین الحقائق کتاب الذبائح دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۳۶۵

اقضى مايسوغ له من القرب فوضح الحق۔ ولله الحمد و صلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد وآله و صحبه اجمعين افضل صلوة المسلمين و اكمل سلام المسلمين و الحمد لله رب العالمين۔	گنجائش نکل سکتی ہے، وہاں کھڑا ہو، تو حق ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے اور ہمارے سردار سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے آل و جمیع اصحاب پر پڑھنے والوں کا بہترین درود و سلام ہو۔ آخری دعایہ ہے کہ حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

رسالہ

شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر

ختم ہوا





فضائل و مناقب

مسئلہ ۴: بعض اردو کتابوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیض و نفاس سے مبرا منزه تھیں، یہ سچ ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ حدیث میں آیا ہے:

ان ابنتی فاطمة حواء آدمیة لم یحض ولم تطث ^۱	بیشک میری صاحبزادی بتول زہرا انسانی شکل میں حوروں کی طرح حیض و نفاس سے پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵: از بنگلور جامع مسجد سید شاہ مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قدمی ہذا علی رقبة کل ولی اللہ"^۲ (میرا یہ

^۱ کنز العمال برمز خط عن ابن عباس حدیث ۳۴۲۲۶ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۴/۱۰۹

^۲ بهجة الاسرار ومعدن الانوار ذکر تعظیم الاولیاء لہ الخ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۸

قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ت) فرمایا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کی تفصیل قرآن و احادیث سے منصوص نہیں ایسے ماوراء متقدمین و متاخرین سے ان کو فضیلت ہے۔ اور حضرت شیخ احمد سرہندی کے آثار مکتوبات میں ہے کہ مجدد نائب مناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہیں اصل منبع فیوض حضرت غوث الثقلین ہیں^۱۔

پس اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت غوث الاعظم ان سب اولیاء سے افضل اور ان کے بعد خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند قدس سرہ و حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ سب کے سب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں تو یہ عقیدہ بخیال صوفیہ جائز ہے یا جائز نہیں؟

الجواب:

عقیدہ وہ چیز ہے جس کا اعتقاد و مدار سنیت اور اس کا انکار بلکہ اس میں تردد گمراہی و ضلالت، اس قسم کے امور ان مسائل سے نہیں ہوتے، ہاں وہ مسلک جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور بشادات اولیاء و شہادت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام و ہمریات اکابر ائمہ کرام ثابت ہے یہ ہی ہے کہ باستثناء انکے جن کی افضلیت منصوص ہے جیسے جملہ صحابہ کرم و بعض اکابر تابعین عظام کہ "وَالَّذِينَ أَتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ"^۲ (اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے۔ ت) ہیں، اور اپنے ان القاب سے ممتاز ہیں و لہذا اولیاء و صوفیہ و مشائخ ان الفاظ سے ان کی طرف ذہن نہیں جاتا اگرچہ وہ خود سرداران اولیاء ہیں، وہ کہ ان الفاظ سے مفہوم ہوئے ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوں جیسے سائر اولیائے عشرہ کہ احیائے موتی فرماتے تھے، خواہ حضور سے متقدم ہوں جیسے حضرت معروف کرخی و بلزید بسطامی و سید الطائفہ جنید و ابو بکر شبلی و ابو سعید خراز، اگرچہ وہ خود حضور کے مشائخ ہیں، اور جو حضور کے بعد ہیں جیسے حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند و حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی و حضرت سیدنا بہاء الملک والدین نقشبند اور ان اکابر کے خلفاء و مشائخ و غیر ہم قدس اللہ اسرارہم و افاض علینا برکتہم و انوارہم (اللہ تعالیٰ انکے اسرار کو مقدس بنائے اور ان کی برکات و انوار ہمیں عطا فرمائے۔ ت) حضور سرکار غوثیت مدار بلا استثناء ان سب سے اعلیٰ و اکمل و افضل ہیں، اور حضور کے بعد جتنے اکابر ہوئے اور تا زمانہ سیدنا امام مہدی ہوں گے کسی سلسلہ کے ہوں یا سلسلہ سے جدا افراد ہوں غوث، قطب، امامین، اوتاد اربعہ، مبدلئے سبعہ، ابدال سبعین، نقباء، نجباء، ہر دورہ کے عظماء، کبرا سب حضور

^۱ مکتوبات امام ربانی و دفتر سوم مکتوب ۱۲۳ منشی نوکسور لکھنؤ ۷/۲۴

^۲ القرآن الکریم ۹/۱۰۰

سے مستفیض اور حضور کے فیض سے کامل و مکمل ہیں۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجا مینگری انجمنے ساختہ اند
(اس گھر میں ایک ہی چراغ ہے اس کی روشنی کے سے جہاں کہیں تو دیکھے انجمن بنائے ہوئے ہیں۔ ت۔
یہ چشتی نقشبندی، سہروردی
ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث¹
تیری ضوماء ہر منزل ہے یا غوث
تیری لوشع ہر محفل ہے یا غوث²
معرفت پھول سہی کسی کا کھلایا تیرا
لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا
نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا³

یہ ضرور ہے کہ ہر شخص اپنی سرکار کی بڑائی چاہتا ہے مگر من و تو زید و عمرو کے چاہے کچھ نہیں ہوتا، چاہنا اس کا ہے جس کے ہاتھ میزان فضل ہے، غلبہ شوق اور چیز ہے اور ثبوت دلائل اور۔ ہم جو کہتے ہیں خود نہیں کہتے بلکہ اکابر کا ارشاد ہے اجلہ اعظم کا جس پر اعتماد ہے، ایک تو خود حضور والا کا وہ فرمان واجب الازعان کہ قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ⁴ (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ت)

¹ حدائق بخشش و صل سوم مکتبہ رضویہ کراچی ۲/۱۰

² حدائق بخشش و صل اول فضائل سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ کراچی ۲/۸

³ حدائق بخشش و صل سوم در حسن معافرت سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱/۷

⁴ بھجۃ الاسرار و معدن الانوار ذکر اخار المشائخ عنہ بذلک مصطفیٰ البابی مصر ص ۴

کہ حضور والا سے متواتر ہوا اور اکابر اولیاء نے بحکم الہی اسے قبول کیا اور قدم اقدس اپنی گردنوں پر لیا، نیز ارشاد اقدس:

الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ والملائكة لهم مشائخ وأنا شيخ الكل لا تقيسوني بأحد ولا تقيسوا علي أحدًا۔ رواه الامام الاوحد ابو الحسن علي بن يوسف بن جرير اللخمي الشطوني نور الملة والدين ابو الحسن قدس سره في بهجة الاسرار قال اخبرنا ابو علي الحسن بن نجم الدين الحوراني قال اخبرنا الشيخ العارف ابو محمد علي بن ادريس البيهقي قال سمعت الشيخ عبد القادر^۱ رضي الله تعالى عنه فذكره۔	آدمیوں کیلئے شیخ ہیں اور جن کیلئے شیخ ہیں اور فرشتوں کیلئے شیخ ہیں اور میں ان سب کا شیخ ہوں، مجھے کسی پر نہ قیاس کرنے کسی کو مجھ پر قیاس کرو (اس کو روایت کیا امام یکتا ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطونی نور الملة والدين قدس سره نے بهجة الاسرار میں، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو علی حسن بن نجم الدين حوراني نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی شیخ عارف ابو محمد علی بن ادريس یعقوبی نے، انہوں نے کہا میں نے شیخ عبد القادر رضي الله تعالى عنه کو فرماتے سنا (آگے وہی حدیث ذکر کی)۔ (ت)

حضور کے زمانہ اقدس کے دو ولی جلیل حضرت سید ابوالسعود بن احمد بن ابی بکر حریکی و حضرت سیدی ابوعمر و عثمان الصریفی قدس اللہ سرہما فرماتے ہیں:

والله ما اظهر الله تعالى ولا يضره الى الوجود مثل الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه۔ رواه ايضاً في بهجة الاسرار^۲۔	خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے کوئی ولی ظاہر کیا نہ ظاہر کرے مثل شیخ عبد القادر رضي الله تعالى عنه کے۔ (اس کو بھی بهجة الاسرار میں روایت کیا ہے۔ ت)

سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ما وصل الله تعالى ولياً الى مقام الا وكان الشيخ عبد القادر اعلاه	اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جس ولی کو کسی مقام تک پہنچایا شیخ عبد القادر اس سے اعلیٰ رہے،

^۱ بهجة الاسرار و معدن انوار ذکر کلمات اخبر بها عن نفسه محدثاً بنعمة رب مصطفى البابی مصر ص ۲۳، ۲۲

^۲ بهجة الاسرار و معدن انوار ذکر فصول من كلامه مرصعاً بشئ من عجائب احواله الخ مصطفى البابی مصر ص ۲۵

اور جس مقرب کو کوئی حال عطا کیا شیخ عبدالقادر اس سے بالا رہے، اللہ کے جتنے اولیا ہوئے اور جتنے ہوں گے قیامت تک سب شیخ عبدالقادر کا ادب کرتے ہیں۔ (اس کو بھی بھجیہ الاسرار میں شیخ مقتدا جمال الدین بن ابو محمد بن عبدالبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے اس کو سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بالمشافہ بلا واسطہ روایت فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔)	ولا وهب الله المقرب حالا الا وكان الشيخ عبدالقادر اجله وما اتخذ الله وليا كان اويكون الا وهو متأدب معه الى يوم القيامة۔ رواه ايضا في بھجة الاسرار^۱ عن الشيخ القدرة جمال الدين بن ابی محمد بن عبد البصري رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام مشافہ بلا واسطہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۶: از پنڈول، بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ان مسائل میں کہ:

- (۱) جناب باری عزّاسمہ کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہ جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کتنے؟
- (۲) سورہ فاتحہ و سورہ اخلاص میں صرف خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول کی بھی؟
- (۳) جو بزرگ عالم حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم فرماتے ہیں اگر بعد وصال کے خواب میں تعلیم کرے تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رو سے چلنا کیسا ہے؟
- (۴) سنا ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی کوئی خبر حدیث سے ہے؟ اور کب تک زندہ رہے گا؟ پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟
- (۵) حنّانہ لکڑی جو آپ کے فرق میں نالاں تھی قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا؟

الجواب:

- (۱) اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ اسمائے ناشی ہے، آٹھ سو^{۸۰۰} سے زائد

^۱ بھجة الاسرار ومعدن انوار ذکر الشيخ ابو محمد القاسم بن عبد البصري مصطفى الباني مصر ص ۱۷۳

مواہب و شرح مواہب میں^۱ ہیں، اور فقیر نے تقریباً چودہ سو^{۱۴۰۰} پائے، اور حصر ناممکن۔

(۲) سورۃ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرتج مدح ہے الصراط المستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ان کے اصحاب ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انعت علیہم چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء کے سردار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے اس میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے۔

(۳) اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو۔

(۴) یہ بے اصل ہے۔

(۵) وہ (استن حنانہ) جنت کا ایک درخت کیا جائے گا، کما فی حدیث^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم



^۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۲/۳

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۲/۳

رسالہ

۱۳۳۶ھ

طرد الافاعی عن حمی ہادِرفع الرفاعی

(سانپوں) (موذیوں) کو دور کرنا اس ہادی کی بارگاہ سے جس نے امام رفاعی کو رعت بخشی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

مسئلہ ۱۱: از بڑوہ ملک گجرات محلہ راجپورہ متصل مانڈوی مرسلہ میاں محمد عثمان ولد عبدالقادر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جناب قطب الاقطاب غوث الثقلین میراں محی الدین ابو محمد سید عبد
القادر جیلانی قدس سرہ اپنے وقت میں غوث یا قطب الاقطاب نہیں تھے بلکہ سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب
اور غوث الثقلین تھے اور جناب سید عبدالقادر جیلانی نے جناب سید احمد کبیر رفاعی سے مدینہ منورہ میں چند اولیاء کے ہمراہ
بیعت کی ہے یہ بیعت اس وقت ہوئی کہ جب سید احمد کبیر رفاعی کے لئے مزار انور سے دست مبارک نکلا تھا، اور اکثر عرب میں
سید عبدالقادر جیلانی کو مرقومہ بالا صفتوں سے کوئی نہیں مانتا، ہاں سید احمد کبیر رفاعی کو مانتے ہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ سیدنا احمد
کبیر رفاعی کی ولایت اور قطبیت میں ہمیں بالکل کلام نہیں، مگر ان کی تفضیل سیدنا جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ پر نہیں
ہو سکتی، اور مدینہ منورہ کی بیعت کا کسی جگہ ثبوت نہیں ملتا، اور اکثر عرب سید عبدالقادر جیلانی

قدس سرہ کی بہت قدر و منزلت کرتے ہیں اور قطب الاقطاب و غوث الثقلین کی صفتیں حضرت پیران پیر صاحب ہی پر برتی جاتی ہیں۔

اس مضمون پر رودہ میں خفیہ خفیہ بحثیں ہوا کرتی ہیں، زید کے پیر مرحوم، بڑودہ کے رفاعی خاندان کے سجادہ نشین تھے چند روز ہوئے انتقال ہو گیا ہے، یہ انہیں کی تحریک و تحریر کا نتیجہ ہے۔ ہم مستفسر نیچے دستخط کرنے والے نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ سید احمد کبیر اور سید عبدالقادر میں قطب الاقطاب اور غوث اعظم کون ہے، اور علمائے ماسلف و حال کس کو مانتے ہیں۔ دوسرے مدینہ منورہ کی بیعت کا اور غوث پاک کی نسبت عقائد اہل عرب کا وافی و کافی ثبوت کتب معتبرہ سے تحریر فرما کر مرہون منت فرمائیں، آپ کے فتوے کے آنے کے بعد ان شاء اللہ اندرونی تقسیم کا بہت سہولت سے فیصلہ ہو جائے گا اور یہ ابتدائی مواد بڑھ کر مرض مہلک تک نہ پہنچے گا۔

محمد عثمان ولد عبدالقادر بقلم خود، منشی سید قطب الدین، عظیم الدین بقلم خود، چھوٹے خاں، امام خان بقلم خود، ننھے بھائی، رسول بھائی دستخط خود۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم ط

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ إِنْ أَنْفَضَلَ بَيْنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُؤْتِيهِمْ مِنْ شَاءٍ" ^۱	تم فرمادو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

اس آیه کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوں گی۔

ایک یہ کہ مقبولات بارگاہ احادیث میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بتائے کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ نسب یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہ کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں

^۱ القرآن الکریم ۳/۷۳

کہ اپنے آباؤ اجداد و مشائخ کو اوروں سے افضل ہی کریں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمان کو اسی پر عمل چاہئے، اکابر خود رضائے الہی میں فنا تھے جسے اللہ عز و جل نے ان سے افضل کیا، کیا وہ اس پر خوش ہوں گے کہ ہمارے متوسل ہمیں اس افضل بتائے۔ حاشا للہ! وہ سب سے پہلے اس پر ناراض اور سخت غضبناک ہوں گے تو اس سے کیا فائدہ کہ اللہ عز و جل کی عطا کا بھی خلاف کیا جائے اور اپنے اکابر کو بھی ناراض کیا جائے۔ حضرت عظیم البرکت سید اسید احمد کبیر رفاعی قدسنا اللہ بسرہ الکریم بیشک اکابر اولیاء و عاظم محبوبان خدا سے ہیں، امام اجل اوحید سیدی ابوالحسن علی بن یوسف نور الملتہ والدین لخمی شطونفی قدس سرہ العزیز کتاب مستطاب بحجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ هذا الشیخ من اعیان مشائخ العراق واجلاء العارفین او عظماء المحققین وصدار المقربین صاحب المقامات العلیة والجلالة العظيمة والکرامات الجلیلة والاهوال السنية والافعال الخارقة والانفاس الصادقة صاحب الفتح الموفق والكشف المشرق والقلب الانوار والسرا الظهر والقدر الاکبر¹	یعنی حجر سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار ان مشائخ و اکابر عارفین و عاظم محققین و افسران مقررین سے ہیں جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے۔

یوں ہی دو ورق میں اس جناب رفعت قباب کے مراتب عالیہ و مناقب سامیہ و کرامات بدیعہ و فضائل رفیعہ ذکر فرماتے ہیں۔ حضرت مدوح قدس سرہ الشریف کا روضہ آنور سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور یہ اشعار عرض کرنا ہے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلا
 و هذه دولة الاشباح قد حضرت
 تقبل الارض عنی وهی نائبتی
 فامد ید یمینک کی تحظی بها شفقتی²

¹ بهجة الاسرار و معدن الانوار الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی مصطفی البابی مصر ص ۲۳۵

² الحادی للفتاویٰ تنویر الحلق فی امکان رؤیة النبی والملك دار الکتب العلمیة بیروت ۲/۲۶۱

(زمانہ دوری میں اپنی روح کو حاضر کرتا تھا وہ میری طرف سے زمین بوسی کرتی، اب جسم کی نوت ہے کہ حاضر بارگاہ ہے حضور دست مبارک بڑھائیں کہ میری لب سعادت پائیں۔)

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک روضہ انور سے باہر کرنا اور حضرت احمد رفاعی کا اس کے بوسہ سے مشرف ہونا مشہور و ماثور ہے، تنویر الحکک فی امکان رؤیۃ النبی والملك للامام الجلیل السیوطی میں ہے:

لما وقف سید احمد الرفاعی تجاه الحجرة الشريفة قال: في حالة البعد وحي كنت ارسها تقبل الارض عني وهي نائبتني وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامد ديمينك كي تحظي بها شفتي فخرجت اليه اليد الشريفة فقبلها ¹	جب میرے سردار احمد رفاعی حجرہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو یوں کہا: جب میں دور ہوتا تو اپنی روح کو بھیجتا تھا جو میری نائب ہو کر میری طرف سے زمین بوسی کرتی تھی، یہ زیارت کا وقت ہے میں خود حاضر ہوا ہوں اپنا دست اقدس بڑھائیں تاکہ میری ہونٹ دست بوسی کی سعادت پائیں۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک آپ کی طرف نکلا جس کو آپ نے چوما۔ (ت)

اور بعینہ یہی کرامت جلیلہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی مذکور و مزبور ہے۔ کتاب تفریح الخاطر مناقب الشیخ عبدالقادر میں ہے:

ذکروا ان الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء مرة الى المدينة المنورة وقرأ بقرب الحجرة الشريفة هذين البيتين (فذكرهما كما مر وقال) فظهرت يده صلى الله تعالى عليه وسلم فصافحها ووضعها على رأسه رضي الله تعالى عنه ²	یعنی راویوں نے ذکر کیا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک بار حاضر سرکار مدینہ نور بار ہو کر روضہ انور کے قریب وہ دونوں شعر پڑھے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست انور ظاہر ہوا حضرت غوث نے مصافحہ کیا اور بوسہ لیا اور اپنے سر مبارک پر رکھا۔

اور تعدد سے کوئی مانع نہیں حضور سرکار غوثیت نے پہلا حج ۵۰۹ھ (پانسو نو ہجری) میں فرمایا ہے جب عمر شریف اڑتیس^{۳۸} سال تھی، حضور سیدی عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سفر میں ہم رکاب تھے حضرت

¹ الحاوی للفتاویٰ تنویر الحکک فی امکان رؤیۃ النبی والملك دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۱

² تفریح الخاطر مترجم معہ اصل عربی متن المنقبۃ الثانیۃ والعشرون سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۵۷۶ و ۵۷۷

سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ام عبیہ میں خور و سال تھے حضرت کو گیارہواں سال تھا، ممکن کہ اس بار حضور سرکار غوثیت نے یہ اشعار بارگاہ عرش جہ میں عرض کئے اور ظہور دست اقدس و بوسہ مصافحہ سے مشرف ہوئے ہوں۔ جب حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان ہوئے اور حج کو حاضر ہوئے باتباع سرکار غوثیت انہوں نے بھی وہ اشعار عرض کئے اور سرکار کرم کے اس کرم سے مشرف ہوئے ہوں، بہر حال اس پر وہ فقرہ تراشیدہ کہ اس وقت حضور قطب العالمین غوث العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رفیع رفاعی کے ہاتھ پر معاذ اللہ بیعت فرمائی کذب و افتراء خالص و دروغ یغریغ ہے اور اللہ واحد قہار جھوٹ کو دشمن رکھتا ہے نہ کہ ایسا جھوٹ جس سے زمین آسمان ہل جائیں "قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ" ^۱ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو، "فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِاللَّهِدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَذِبُونَ" ^۲ پھر جب وہ گواہان عادل نہ لاسکے تو جو ایسا دعویٰ کریں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں، "وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ" ^۳ خاب و خاسر ہوا جس نے افتراء باندھا۔ حضرت رفیع و رفاعی کی قطبیت سے کسے انکار ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال اقدس کے بعد حضرت سیدی علی بن ہتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب ہوئے، اور سرکار غوثیت کی عطا سے حضرت خلیل صرصری اپنی موت سے سات دن پہلے مرتبہ قطبیت پر فائز ہوئے۔ حضرت علی بن ہتی کا وصال وصال اقدس سرکار غوثیت سے تین سال بعد ۵۶۴ھ میں ہے، پھر حضرت سید رفاعی قطب ہوئے

عہ: ابن خلکانی روایت میں چند مہینے ہی کے تھے زیادہ سے زیادہ، یا ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

حيث قال احمد بن ابی الحسن المعروف بابن الرفاعی اس نے کہا کہ احمد ابن ابوالحسن جو کہ ابن رفاعی کے نام سے مشہور توفی یوم الخميس الثانی والعشرين من جمادی الاولیٰ ہیں، کا وصال ۲۲ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ بروز جمعرات ام عبیہ کے مقام پر ہوا، چنانچہ آپ ستر کی دہائی میں ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سنة ثمان وسبعين وخمسة بامر عبدة وهو في عشر السبعين رحمة الله تعالى ^۴

مگر روایت بحجۃ الاسرار عنقریب آتی ہے اس پر ۵۰۹ھ میں سات آٹھ برس کے ہونگے انتہا درجہ دس سال کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ القرآن الکریم ۲/۱۱۱

^۲ القرآن الکریم ۲۴/۱۳

^۳ القرآن الکریم ۲۰/۶۱

^۴ دفتیات الاعیان ترجمہ ۷۰، ابن الرفاعی دار الثقافت بیروت ۱/۱۷۷

اور ۵۷۸ھ میں وصال ہوا۔ بجز مبارکہ میں ہے:

الشیخ علی بن الہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد من تذکر عنہ القطیبة. سکن بلدة من اعمال نهر الملك الی ان مات بها سنة اربع وستين وخمسائة ¹ ۔	جنکی قطیبت کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو نہر الملک کے ایک قریہ میں سکونت پذیر ہوئے یہاں تک کہ اسی قریہ میں ۵۶۲ھ میں وصال فرمایا۔ (ت)

اسی میں ہے:

الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی احد من تذکر عنہ القطیبة. سکن بامر عبدة قرية بأرض البطائح الی ان مات بها فی سنة ثمان وسبعين وخمسائة و قدنا هذا الثمانين ² ۔	جن کی قطیبت کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی ہیں جو سرزمین طباح کے قریبہ ام عبیدہ میں ساکن تھے اور وہاں ہی ۵۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے اسی برس کے قریب عمر پائی۔ (ت)

اسی میں ہے حضرت شیخ جاگیر مرید جلیل تاج العارفین ابوالوفاء نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفعت شان و بے مثلی بیان کر کے فرمایا:

منه انتقلت القطیبة الی سیدی علی الہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ³ ۔	ان سے قطیبت میرے سردار شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منتقل ہوئی۔ (ت)

اسی میں ہے:

اخبونا الشیخ الشریف ابو جعفر محمد بن ابی القاسم العلوی الحسنی قال اخبونا الشیخ العارف ابو الخیر محمد بن محفوظ قال كنت انا (وفلان وفلان عد عشرة انفس من طالبی الاخرة وثلاثة من اهل الدنيا) حاضرین	ہمیں شیخ شریف ابو جعفر محمد بن ابوالقاسم علوی حسنی نے بحوالہ شیخ ابوالخیر خبر دی کہ ایک روز عارف باللہ محمد بن محفوظ اور دس حضرات اور طالبان آثرت اور تین شخص طالبان وزارت وغیرہا مناصب دنیا حاضر بارگاہ عالم پناہ سرکار غوثیت تھے حضور نے

¹ بهجة الاسرار ذکر الشیخ علی بن الہیتی دار الکتب العلمیة بیروت ص ۲۸۹ تا ۲۹۴

² بهجة الاسرار ذکر الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی مصطفیٰ البابی مصر ۲۳۵ تا ۲۳۷

³ بهجة الاسرار ذکر الشیخ جاگیر مرید رضی اللہ عنہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۶۹

ارشاد فرمایا ہر ایک اپنی حاجت عرض کرے میں اسے عطا فرماؤں، سب نے اپنی اپنی دینی و دنیوی مرادیں عرض کیں، ان میں شیخ خلیل صرصری کی عرض یہ تھی کہ میں اپنی زندگی میں مرتبہ قطبیت پاؤں۔ حضور نے فرمایا "ہم ان کی اور انکی سب کی مدد کرتے ہیں رب کی عطا سے اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔" عارف موصوف فرماتے ہیں خدا کی قسم جس نے جو مانگا تھا پایا۔	عند شیخنا الشیخ محی الدین عبدالقادر الجبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال لیطلب کل منکم حاجة اعطيها له (فذكر حوائجهم منها) قال الشیخ خلیل بن الصرصری ارید ان الاموت حتی انال مقام القطبیه قال فقال الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "کل نمد اهلؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك كان محظورا۔" قال فواللہ لقد نالوا كلهم ما طلبوا¹۔

اسی میں حضرت سید ابو عمرو عثمان بن یوسف و حضرت علی بن سلیمان خباز و حضرت ابو الغیث ابن جمیل یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ ان سب نے فرمایا:

حضرت خلیل صرصری اپنی موت سے سات دن پہلے قطب کئے گئے۔	قطب الشیخ خلیل الصرصری رحمہ اللہ تعالیٰ قبل موته بسبعة ایام²۔

یہ قطبیت بمعنی غوثیت ہے اور اقطاب اصحاب خدمت کو بھی کہتے ہیں جو ہر شہر و ہر لشکر میں ہیں شک نہیں کہ ہر غوث اپنے دورہ میں ان سب اقطاب کا افسر و سرور ہے کہ وہ تمام اولیائے دورہ کا سردار ہوتا ہے تو اس معنی پر ہر قطب یعنی غوث قطب الاقطاب ہے بلکہ غوث کے نیچے جو عہدہ داران تمام اصحاب خدمت کا افسر ہو بایں معنی قطب الاقطاب ہے، مگر قطب الاقطاب بمعنی اول یعنی غوث الاغوث کہ دوروں کے غوثوں کا غوث ہو، غوثوں کو غوثیت اس کی عطا سے ملتی ہو اور غوث اپنے دورے میں اس کی نیابت سے غوثیت کرتے ہوں وہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور پر نور محی الشریعہ والطریقۃ والحقیقۃ والدین ابو محمد ولی الاولیاء، امام الافراد، غوث الاغوث، غوث الثقلین، غوث الکل، غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر حنی حسی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تا ظہور سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مرتبہ عظمیٰ اسی سرکار غوثیت بار کے لئے رہے گا۔ حضرت رفاعی اور ان کے امثال قبل و بعد کے قطبوں کو حضور پر تفضیل دینی ہو س باطل و نقصان دینی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس کے بیان کو ہم چند احادیث مرفوعۃ الاسانید امام اجل واحد

¹ بهجة الاسرار ذکر فصول من کالمہ مرصعاً بشئ من عجائب احوالہ مختصراً مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۳ھ

² بهجة الاسرار ذکر فصول من کالمہ مرصعاً بشئ من عجائب احوالہ مختصراً مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۲ھ

سیدی نور الملتہ والدین ابو الحسن علی شطرنوی قدس سرہ الشریف کی کتاب مستطاب بحجۃ الاسرار معدن الانوار سے ذکر کرتے ہیں اور اس سے پہلے اتنا واضح کر دیں کہ یہ امام جلیل صرف دو واسطہ سے حضور سرکار غوثیت کے مستقیضین بارگاہ میں ہیں ان کو محدث جلیل القدر ابو بکر محمد ابن امام حافظ تقی الدین انماطی سے تلمذ ہے ان کو امام اجل شہیر علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسہ سے ان کو حضور قطب الاقطاب غوث الاغواث غوث الثقلین غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، نیز ان کو امام قاضی القجۃ محمد ابن امام ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی سے ان کو امام ابو القاسم ہبۃ اللہ بن منصور نقیب السادات سے ان کو حضور سید السادات سے، نیز ان کو شیخ جنید ابو محمد حسن بن علی النحی سے ان کو ابو العباس احمد بن علی دمشقی سے ان کو سرکار غوثیت سے، نیز ان کو امام صفی الدین خلیل بن ابی بکر مرعی و امام عبد الواحد بن علی بن احمد قرشی سے ان دونوں کو امام اجل بو نصر موسیٰ سے ان کو اپنے والد ماجد حضور سیدنا غوث اعظم سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، او ان کے سوا اور بہت طرق سے ان امام جلیل کی سند حضور تک ثنائی یعنی صرف دو واسطہ سے ہے، ۷۱۳ھ میں ان کا وصال شریف ہے، اکابر اجلاء نے انہیں امام مانا یہاں تک کہ امام فن رجال شمس ذہبی نے بآئکہ اوگا ان کی نگاہ دربارہ رجال کس درجہ بلند و شوار پسند واقع ہوئی ہے۔

ہاں انہیں حضرات صوفیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے علوم الہیہ سے بے شک عقیدت بلکہ تقریباً بلا کلیہ مجاہبت ہے۔
 ہاں اشاعرہ کے ساتھ ان کا برتاؤ معلوم ہے خود ان کے تلمیذ اجل امام تاج الیدین سبکی ابن امام اجل برکتہ الانام تقی الملتہ والیدین علی بن عبد الکافی قدس رہمانے تصریح فرمائی کہ شیخنا الذہبی اذا مر بأشعری لا یبقی ولا یذرا^۱ ہمارے استاذ ذہبی جب کسی اشعری پر گزرتے ہیں تو لگی نہیں رکھتے کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔ اور امام اجل صاحب بحر اشعری ہی ہیں۔

راجا معاشرت دلیل منافرت ہے اور ذہبی ان اماما جلیل کے زمانے میں تھے انکی مجلس مبارک میں حاضر ہوئے ہیں باہنمہ انکے مداح ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کو الامام الاوحد کے لفظ سے یاد فرمایا یعنی امام یتا، امام الشان ذہبی کے یہ دو لفظ تمام مداح و مدارج توثیق و تعدیل و اعتماد و تعویل کو جامع ہیں فرماتے ہیں:

علی بن یوسف بن جریر اللخی الشطرنوی	علی بن یوسف بن جریر النحی شطرنوی امام یتا

صاحب تعلیم فرقان حمید تمام بلاد مصر میں شیخ القراء ابوالحسن کینیت انکی اصل شام سے اور ولادت قاہرہ میں ۶۴۴ھ چھ سو چوالیس میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر میں درس و تعلیم کی صدارت فرمائی مین انکی مجلس درس میں حاضر ہوا اور انکی روش و خاموشی سے انس پایا۔	الامام الاوحد المقرئ نور الدین شیخ القراء بالديار المسرية ابوالحسن اصله من الشام ومولده بالقاهرة سنة اربع واربعين وستمائة وتصدر للاقراء والتدريس بالجامع الازهر وقدر حضرت مجلس اقراء واستأنست بسمته وسكوته¹۔

امام جلیل عبداللہ بن سعد یافعی قدس سرہ الشریف مرآة الجنان میں فرماتے ہیں:

یعنی حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں انہیں سے کچھ ہم نے اپنی کتاب نشر الحاسن میں ذکر کیں اور جتنے مشاہیر اکابر اماموں کے وقت میں نے پائے سب نے مجھے یہی خبر دی کہ سرکار غوثیت کی کرامات متواتر یا قریب متواتر ہیں اور بالاتفاق ثابت ہے کہ تمام جہان کے اولیاء میں کسی سے ایسی کرامتیں ظاہر نہ ہوئیں جیسی حضور پر نور سے ظہور میں آئیں اس کتاب میں ان میں سے صرف ایک ذکر کرتا ہوں وہ جسے روایت کیا شیخ امام فقیہ العالم مقرئ ابوالحسن علی بن یوسف بن جریری بن معضاد شافعی لخمی نے مناقب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کتاب مستطاب بحجة الاسرار شریف) میں اپنی پانچ سندوں سے اور عظیم اولیاء ہدایت کے نشانوں عارفین باللہ کی ایک جماعت (یعنی سیدی عمران کیمانی و سیدی عمر زار و سیدی ابوالسعود)	اما کرامته رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخارجة عن الحصر وقد ذكرت شيئاً منها في كتاب نشر المحاسن وقد اخبرني من ادرکت من اعلام الائمة الاکابر ان کرامته تواترت وقریب منالتواتر ومعلوم بلا اتفاق انه لم يظهر ظهور کراماته لغيره من شيوخ الافاق، وها انا اتصر في هذا الكتاب على واحدة منها وهي ما روى الشيخ الامام الفقيه العالم المقرئ ابو الحسن على بن يوسف بن جرير بن معضاد الشافعي اللخمي في مناقب الشيخ عبد القادر رضي الله تعالى عنه بسنده من خمس طرق وعن جماعة من الشيوخ الجلة اعلام الهدى العارفين بالمقتنين للاقتداء

¹ طبقات المقرئين

قالوا جاء امرأته بولد لها الحديث۔	مدلل و سیدی ابوالعباس احمد صرصی و امام اجل سیدنا تاج الملتہ والیدنا ابو بکر عبدالرزاق و سیدی امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی المعالی بن قائد اونی رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

وقد خرجت عن حقی فیہ اللہ عزوجل و لک) سے کہ ایک بی بی اپنا بیٹا خدمت اقدس سرکار غوثیت میں چھوڑ گئیں کہ اس کا دل حضور سے گرویدہ ہے میں اللہ کے لئے اور حضور کے لئے اس پر اپنے حقوق سے درگزی، حضور نے اسے قبول فرما کر مجاہد سے پر لگادیا ایک روز اس کی ماں آئیں دیکھا لڑکا بھوک اور شب بیداری سے بہت زار نزار زرد رنگ ہو گیا ہے اور اسے جو کی روٹی کھاتے دیکھا، جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں دیکھا حضور کے سامنے ایک برتن میں مرغی کی ہڈیاں رکھی ہیں جسے حضور نے تناول فرمایا ہے، عرض کی اے میرے مولیٰ! حضور تو مرغ کھائیں اور میرا بچہ جو کی روٹی۔ یہ سن کر حضور پر نور نے اپنا دست اقدس ان ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا:

قومی باذن اللہ تعالیٰ الذی یحیی العظام	جی اٹھ اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جلانے گا۔

یہ فرمانا تھا کہ مرغی فوراً زندہ صحیح سالم کھڑی ہو کر آواز کرنے لگی، حضور اقدس نے فرمایا: جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے وہ جو چاہے کھائے¹۔

اور انہیں سب ائمہ عارفین نے فرمایا کہ ایک بار حضور کی مجلس وعظ پر ایک چیل چلاتی ہوئی گزری اس کی آواز سے حاضرین کے دل متوش ہوئے حضور نے ہوا کو حکم دیا: اس چیل کا سر لے۔ فوراً چیل ایک طرف گری اور اس کا سر دوسری طرف۔ پھر حضور نے کرسی وعظ سے اتر کر اس چیل کو اٹھا کر اس پر دست اقدس پھیرا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا فوراً وہ چیل زندہ ہو کر سب کے سامنے اڑتی چلی گئی²۔ ع

قادر قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کنی
مردہ را جانے دہی وزندہ را بے جاں کنی
(اے قادر! تو قدرت رکھتا ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، مردہ کو تو جان دیتا ہے اور زندہ کو بے جاں کرتا ہے۔ ت)
امام محدث شیخ القراء شمس الملتہ والدین ابوالخیر محمد محمد ابن الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب نہایۃ الدرایات

¹ مرآة الجنان سنة احدى وستين وخمسين مائة ذكر نسبه ومولده الخ دار الكتب العلمية بيروت ۲۸/۳

² بهجة الاسرار فصول من كلامه مرصعاً بشئ من عجائب احواله مختصراً مصطفى البابی مصر ۶۵

فی اسماء رجال القراءات میں فرماتے ہیں:

یعنی علی بن یوسف بن جریر فضل بن معضاد نور الدین ابو الحسن النخعی الشطنوفی شافعی استاد محقق بارع یعنی ایسے جلیل فضائل والے کہ انہیں دیکھ کر آدمی حیرت میں رہ جائے۔ تمام بلاد مصریہ کے شیخ ۶۴۴ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر میں مسند درس پر جلوس فرمایا اور ان کے فوائد و تحقیق کے باعث لوگوں کا پرہجوم ہوا اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ شاطبیہ مبارکہ پر انکی شرح ہے اگر یہ شرح ملتی تو اس کی سب شرحوں سے بہترین شرح میں ہوتی۔ ان کے حواشی فائدہ بخش ہیں۔ ذہبی نے کہا ان کو سرکار غوثیت سے عشق تھا۔ حضور کے حالات و کمالات تین مجلد میں جمع کئے ہیں۔ میں شمس جزری کہتا ہوں کہ یہ کتاب قاہرہ میں خانقاہ حضرت صلاح الدین انار اللہ برہان کے وقف میں موجود ہے۔ ہمارے استاذ حافظ الحدیث محی الدین عبدالقادر حنفی وغیرہ استاذوں نے ہمیں اس کتاب کی روایات کی خبر و مضامین کی اجازت دی۔ حضرت مصنف کتاب ممدوح کا روز شنبہ وقت ظہر وصال ہوا اور روز یکشنبہ ذی الحجہ ۷۱۳ھ کو دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔	علی بن یوسف بن جریر فضل بن معضاد نور الدین ابو الحسن النخعی الشطنوفی الشافعی السناذ المحقق البارع شیخ الدیار المصریة ولد بالقاهرة سنة اربع واربعین وستمائة وتصدر للقراء بالجامع الازهر و تکاثر علیه الناس الاجل الفوائد والتحقیق وبلغنی انه عمل علی الشاطبیة شرحا فلو کان ظہر لکما اجد شرحها وله تعالیق مفیدة. قال الذہبی وکان ذا عزام بالشیخ عبدالقادر الجبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع اخبارہ و مناقبہ فی ثلاث مجلدات. قلت وهذا الكتاب موجود بالقاهرة بوقف الخانقاہ الصلاحیة و اخبرنی به و اجازہ شیخنا الحافظ محی الدین عبد القادر الحنفی وغیرہ توفی یوم السبت اوان الظہر و دفن یوم الاحد العشرین من ذی الحجۃ سنة ثلاث عشرة و سبعمائة رحمہ اللہ تعالیٰ^۱۔

امام عمر بن عبدالوہاب عرضی حلبی نے اپنے نسخہ میں کتاب مبارکہ بجمہ الاسرار شریف میں لکھا:

یعنی بیشک میں نے اس کتاب بجمہ الاسرار شریف کو

قد تتبعتها فلم اجد فيها نقلا الاوله

^۱ نہایۃ الرایات فی اسماء رجال القراءات

اول تا آخر جانچا تو اس میں کوئی روایت ایسی نہ پائی جسے اور متعدد اصحاب نے روایت نہ کیا ہو اور اس کی اکثر روایتیں امام یافعی نے اسنی المفائر و نشر المحاسن و روض الراحین میں نقل کیں۔ یوں ہی شمس الدین زکی حلبی نے کتاب الاشراف میں اور سب سے بڑی چیز جو بھج شریفہ میں نقل کی حضور کا مردے جلانا ہے۔ جیسے وہ مرغ زندہ فرمادیا، اور مجھے اپنی جان کی قسم یہ روایت امام تاج الدین سبکی نے بھی نقل کی، اور یہ کرامت ابن الرفاعی وغیرہ اولیاء سے بھی منقول ہوئی، اور کہاں یہ منصب کسی غبی جاہل حاسد کو جس نے اپنی عمر تحریر سطور کے سمجھنے میں کھوئی اور تزکیہ نفس و توجہ الی اللہ چھوڑ کر اسی پر بس کی کہ اسے سمجھ سکے جو کچھ تصرفوں کی قدرت اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں کو دنیا و آخرت میں عطا فرماتا ہے، اسی لئے سیدنا جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہمارے طریقے کا سچ ماننا بھی ولایت ہے۔	فیه متابعون وغالب ما اوردہ فیہا نقلہ الیافعی فی اسنی المفائر وفي نشر المحاسن وروض الراحین عہ وشمس الدین الزکی الحلبي ایضاً فی کلب الاشراف وعظم شئى نقل عنه انه احبى الموتى کاحیائہ الدجاجة ولعبرى ان هذه القصه نقلها تاج الدین السبکی ونقل ایضاً عن ابن الرفاعی وغیرہ وانی لغبی جاہل حاسد ضیع عمرہ فی فهم ما فی السطور وقنع بذلك عن تزکیة النفس واقبالها علی اللہ سبخنہ وتعالی وان یفهم ما یعطى اللہ سبخنہ وتعالی اولیاءہ من التصریف فی الدنیا والاخرة ولهذا قال الجنید التصدیق بطریقنا ولایة^۱۔

اقول: بحمد اللہ یہ تصدیق ہے امام مصنف قدس سرہ کے اس ارشاد کی خطبہ بھج کریمہ میں فرمایا کہ:

یعنی میں نے اس کتاب یکتا کر کے مہذب و منقح فرمایا اور اس کی سندیں منشی تک پہنچائیں جن میں خاص اس صحت پر اعتماد کیا کہ شذوذ	لخصته کتاباً مفرداً مرفوع الاسانید معتمد افیہا علی الصحة دون

عہ: یزید تکملتہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

^۱ حاشیہ امام عمر بن عبدالوہاب علی ابہجۃ الاسرار

الشذوذ ^۱ ۔	سے منزہ ہو، یعنی خالص صحیح و مشہور روایات لیں جن میں نہ ضعیف ہے، نہ غریب و شاذ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملہ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرماتے ہیں:

علی بن یوسف بن جریر اللخی الشطنوفی الامام الاوحد نور الدین ابو الحسن البصریہ ولد بالقاہرہ سنۃ اربع اربعین وستمائة و تصدر للاقراء بالجامع الازھر وتکثر علیہ الطلبة مات فی ذی الحجة سنۃ ثلاث عشر و سبعمائة ^۲ ۔	علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا نور الدین ابوالحسن دیار مصر میں شیخ القراء قاہرہ یں ۶۴۴ھ میں پیدا ہوئے، اور جماع ازہر میں مسند تدریس پر جلوس فرمایا طلبہ کا ہجوم ہوا، ذی الحجہ ۷۱۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ زبدۃ الآثار میں فرماتے ہیں:

بہجة الاسرار من تصنیف الشیخ الامام الاجل الفقیہ العالم المقری الاوحد البارع نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الشافعی اللخی و بینہ و بین الشیخ واسطتان ^۳ ۔	بہجۃ الاسرار تصنیف شیخ امام اجل فقیہ عالم مقری یکتا بارع نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شافعی لخمی ان میں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دو واسطے ہیں۔

نیز اپنے رسالہ صلاۃ الاسرار میں فرماتے ہیں:

کتاب عزیز بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار معتبر ومقرر ومشہور و مذکورست ومصنف آل کتاب از مشاہیر مشائخ و علماء ست، میان وے وحضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبد اللہ یافعی	کتاب عزیز بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار "بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار" قابل اعتبار، پختہ اور مشہور و معروف ہے۔ اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ مشہور علماء و مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، آپ امام عبد اللہ

^۱ بہجۃ الاسرار خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ص ۲

^۲ حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ

^۳ زبدۃ الآثار مقدمۃ الکتاب بکسک کہنی واقع جزیرہ ص ۵

رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از متسبان سلسلہ و مجبان جناب غوث الاعظم اند ^۱ ۔	یافعی علیہ الرحمہ پر مقدم ہیں۔ امام یافعی علیہ الرحمہ بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ عالیہ سے نسبت رکھنے والوں اور آپ سے محبت رکھنے والوں میں سے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

ایں فقیر در مکہ معظمہ و در خدمت شیخ اجل اکرم اعدل شیخ عبد الوہاب متقی کہ مرید امام ہمام حضرت شیخ علی متقی قدس اللہ سرہما بودند فرمودند بحجۃ الاسرار کتاب معتبرست، مانزیک ایں زمان مقابلہ کردہ ایم وعادت شریف چناں بود کہ اگر کتاب مفید و نافع باشد مقابلہ می کردند و تصحیح می نمودند دریں وقت کہ فقیر رسید بمقابلہ بحجۃ الاسرار مشغول بودند ^۲ ۔	یہ فقیر مکہ مکرمہ میں انتہائی جلالت، کرم اور عدل کے مالک شیخ عبد الوہاب متقی کی خدمت اقدس میں حاضر تھا جو امام ہمام حضرت شیخ علی متقی قدس اللہ سرہ کے مرید ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بحجۃ الاسرار" ہمارے نزدیک معتبر کتاب ہے جس کا ہم نے حال ہی میں مقابلہ کیا ہے۔ آپ کی عادت شریف یہ تھی کہ اگر کوئی کتاب فائدہ مند اور نفع بخش ہوتی تو اس کا مقابلہ کرتے اور تصحیح فرماتے تھے، جس وقت یہ فقیر وہاں پہنچا تو آپ بحجۃ الاسرار کے مقابلہ میں مصروف تھے۔ (ت)

الحمد للہ ان عبارات ائمہ و اکابر سے واضح ہوا کہ امام ابو الحسن علی نور الدین مصنف کتاب مستطاب بحجۃ الاسرار امام اجل امام یکتا محقق بارع فقیہ شیخ القراء منجملہ مشاہیر مشائخ علماء ہیں، اور یہ کتاب مستطاب معتبر و متعمد کہ اکابر ائمہ نے اس سے استناد کیا اور کتب حدیث کی طرح اس کی اجازتیں دیں۔ کتب مناقب سرکار غوثیت میں باعتبار علو اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتب حدیث میں موطائے امام مالک کا۔ اور کتب مناقب اولیاء میں باعتبار صحت اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتب حدیث میں صحیح بخاری کا، بلکہ صحاح میں بعض شاذ بھی ہوتی ہیں اور اس میں کوئی حدیث شاذ بھی نہیں، امام بخاری نے صرف صحت کا التزام کیا اور ان امام جلیل نے صحت و عدم شذوذ دونوں کا، اور بشادت علامہ عمر حلبی وہ التزام تام ہوا کہ اس کی ہر حدیث

^۱ رسالہ صلوة الاسرار

^۲ رسالہ صلوة الاسرار

کے لئے متعدد متابع موجود ہیں والحمد للہ رب العالمین ایسے امام اجل واحد نے ایسی کتاب جلیل معتمد میں جو احادیث صحیحہ اس باب میں روایت فرمائیں ہیں یہاں عدد مبارک قادریت سے تبرک کے لئے ان سے گیارہ حدیثیں ذکر کر کے باذنہ تعالیٰ برکات دارین لین وبالله التوفیق۔

مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم سے ابو محمد سالم بن علی ومیاطی نے حدیث بیان کی، کہا ہم کو چھ مشائخ کرام پیشوایان عراق حضرت ابو طاہر صرصری وابوالحسن خفاف وابو حفص بریدی وابوالقاسم عمرو وابوالید زید وابو عمرو عثمان بن سلیمان نے خبر دی ان سب نے فرمایا کہ ہم کو حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بھانجوں حضرت ابو الفرج عبدالرحیم وابوالحسن علی نے خبر دی کہ ہم اپنے شیخ حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی خانقاہ مبارک میں میں ام عبیدہ میں ہے حاضر تھے حضرت رفاعی نے اپنی گردن مبارک بڑھائی اور فرمایا: علی رقبתי میری گردن پر۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا: اسی وقت حضرت شیخ عبدالقادر نے بغداد میں فرمایا ہے کہ میرا یہ پاؤں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر۔

مصنف قدس سرہ نے کہا کہ ہم سے شریف جلیل ابو عبد اللہ محمد بن خضر بن عبد اللہ بن یحییٰ بن محمد حسینی موصلی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو شیخ ابو الفرج عبد المحسن حسن بن محمد بن احمد بن دوبرہ مقری حنبلی نے خبر دی کہ شیخ ابو بکر عتیق بن ابو الفضل محمد بن عثمان بن

حدیث اول: قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبرنا ابو محمد سالم بن علی الدمیاطی قال اخبرنا الاشیاء الصالحاء قداة العراق الشیخ ابو طاہر بن احمد الصرصری والشیخ ابو الحسن الخفاف البغدادی والشیخ ابو حفص عمر البریدی والشیخ ابو القاسم عمر الدر دانی والیشخ ابو الولید زید بن سعید والشیخ ابو عمر وعثمن بن سلیمان قالوا اخبرنا (الشیخان) ابو الفرج عبد الرحیم وابوالحسن علی ابنا اخت الشیخ القدوة احمد الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال کنا عند شیخنا الشیخ احمد بن الرفاعی یز اویتہ بامر عبیدة فمد عنقه وقال علی رقبתי، فسلنناہ عن ذلک فقال قد قال الشیخ عبد القادر الآن بغداد قد می هذه علی رقبۃ کل ولی اللہ^۱۔

حدیث دوم: (قال قدس سرہ) اخبرنا الشریف الجلیل ابو عبد اللہ محمد بن الخضر بن عبد اللہ بن یحییٰ بن محمد الحسینی الموصلی قال: اخبرنا ابو الفرج عبد المحسن ویسئی حسن ابن محمد بن احمد بن

^۱ بهجة الاسرار ذکر من حنارأسه من المشایخ عند ما قال ذلك الشیخ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۳

ابو الفضل بند لُجی الاصل بغدادی المولد ازجی المعروف بہ معتوق نے کہا کہ میں نے شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی رضی اللہ عنہ کی ام عبیدہ میں زیارت کی تو میں نے آپ کے اکابر اصحاب اور قدیم مریدوں کو کہتے ہوئے سنا کہ آج شیخ اس جگہ (برآمدے کی طرف انہوں نے اشارہ کیا) تشریف فرما تھے کہ اپنا سر جھکا دیا اور فرمایا کہ میری گردن پر۔ جب آپ سے لوگوں نے اس کے بارے میں پوچھا و فرمایا کہ ابھی ابھی بغداد میں شیخ سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ہم نے اس تاریخ کو محفوظ رکھا تو جیسا آپ نے کہا بعینہ وہ اسی وقت رونما ہوا تھا۔ (ت)

ہمیں شیخ صالح ابو حفص عمر بن ابوالمعالی نصر بن محمد بن احمد قرشی ہاشمی طفسونجی شافعی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ اصل صالح ابو عبد اللہ محمد بن ابوالشیخ صالح ابو حفص عمر بن شیخ قدوة ابو محمد عبدالرحمن طفسونجی نے حدیث بیان کی کہ ہم سے ابو عمر نے حدیث بیان کی کہ ایک دن طفسونج میں میرے والد نے اپنے مریدوں کے درمیان گردن جھکائی اور کہا کہ میرے سر پر۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا کہ ابھی شیخ سید عبد القادر علیہ الرحمۃ نے بغداد میں فرمایا ہے کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن

الدويرة المقری الحنبلی البصری قال: قال الشيخ ابوبكر عتيق بن ابی الفضل محمد بن عثمان بن ابی الفضل البند لُجی الاصل البغدادی المولد والدار والازجی المعروف بمعقوق زرت الشيخ سيد احمد بن ابی الحسن الرفاعي رضي الله عنه بامر عبيدة فسمعت اكابر اصحابه وقدماء مريديه يقولون: كان الشيخ يومًا جالسًا في هذا الموضع. فحنأ رأسه وقال: على رقبتى. فسأله عن ذلك فقال: قد قال الشيخ عبد القادر الأن ببغداد: قدمي هذه على رقبة كل ولي الله، فارخنا ذلك الوقت فكان كما قال في ذلك الوقت بعينه¹۔

حدیث سوم: اخبرنا الشيخ الصالح ابو حفص عمر بن ابی المعالی نصر بن محمد ابن احمد القرشی الهاشمی الطفسونجی المولد والدار الشافعی قال: اخبرنا الشيخ الاصل الصالح ابو عبد الله محمد بن ابی الشيخ الصالح ابی حفص عمر بن الشيخ القدوة ابی محمد عبد الرحمن الطفسونجی قال: اخبرنا ابو عمر قال: حنا ابی يومًا عنقه بين اصحابه بطفسونج وقال: على رأسي. فسألناه فقال: قد قال الشيخ عبد القادر الأن

¹ بهجة الاسرار ذكر من حنأ رأسه من المشايخ عند ما قال ذلك الشيخ الخ مصطفى الباني مصر ۱۳

پر ہے۔ ہم نے اپنے پاس تاریخ نوٹ کر لی پھر بغداد سے خبر موصول ہوئی کہ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے بالکل اسی دن یہ اعلان فرمایا تھا جو تاریخ ہم نے نوٹ کر رکھی تھی۔ (ت) ہم سے فقیہ ابو علی اسحاق بن علی بن عبداللہ بن عبدالدائم بن صالح ہمدانی صوفی شافعی محدث نے حدیث بیان کی کہ ہم سے شیخ جلیل الاصل ابو محمد عبداللطیف بن شیخ ابو نجیب عبدالقادر بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ سہروردی ثم بغدادی فقیہ شافعی صوفی نے حدیث بیان کی کہ میرے والد ماجد ابو النجیب بغداد میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس میں فرمایا: میرا یہ قدم بروی اللہ کی گردن پر ہے۔ تو میرے والد نے اس حد تک سر جھکایا کہ وہ زمین کے قریب جا پہنچا اور تین بار کہا: میرے سر پر، میرے سر پر، میرے سر پر۔^۱ (ت)	بغداد: قدمی هذه على رقبة كل ولي الله. فأرخناه عندنا. ثم جاء الخبر من بغداد انه قال ذلك في اليوم الذي أرخناه^۱۔ حدیث چہارم: اخبرنا الفقيه ابو علي اسحق بن علي بن عبد الله بن عبد الدائم بن صالح الهمداني الصوفي الشافعي المحدث قال: اخبرنا الشيخ الجليل الاصل ابو محمد عبد اللطيف ابن الشيخ ابى النجيب عبد القاهر بن عبد الله بن محمد بن عبد الله السهروردي ثم البغدادي الفقيه الشافعي الصوفي قال: حضر ابى ابو النجيب ببغداد بمجلس الشيخ عبد القادر رضى الله عنهما. فقال الشيخ عبد القادر قدمي هذه على رقبة كل ولي الله. فطأ فطأ بى رأسه حتى كادت تبلغ الارض، وقال على رأسى على رأسى يقولها ثلاثاً^۲۔

عہ: نوٹ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی کہ یہاں ہم بھجۃ الاسرار سے گیارہ "حدیثیں ذکر کرینگے مگر حدیث دوم، سوم اور چہارم تین حدیثیں اصل (فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۱۲) میں موجود نہیں ہیں بلکہ انکی جگہ بیاض چھوڑا ہوا ہے۔ حدیث دوم کی سند کا ابتدائی حصہ اصل میں مذکور ہونے کی وجہ سے اس کی نشان دہی ہو گئی مگر حدیث سوم و چہارم کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون سی تھیں، تاہم احادیث مذکورہ کے مضمون کو دیکھتے ہوئے حدیث دوم کے متصل بعد والی دو حدیثیں ہم نے بھجۃ الاسرار سے نقل کر دی ہیں جن کا مضمون کافی حد تک احادیث مذکورہ سے یگانگت رکھتا ہے۔ اس طرح گیارہ احادیث پوری ہو گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (مترجم)

^۱ بھجۃ الاسرار ذکر من حنارأسه من المشائخ عند ما قال ذلك الشيخ الخ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۳

^۲ بھجۃ الاسرار ذکر من حنارأسه من المشائخ عند ما قال ذلك الشيخ الخ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۳ و ۱۴

مصنف قدس سرہ نے کہا کہ ہم سے فقیہ جلیل القدر رزق اللہ بن ابو عبد اللہ محمد بن یوسف رقی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو شیخ صالح ابو اسحق ابراہیم رقی نے خبر دی کہ ہم کو شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ رقی نے خبر دی۔ نیز ہمیں سند عالی سے ابو الفتح نصر اللہ بن یوسف بن خلیل بغدادی محدث نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابو العباس احمد بن اسمعیل بن حمزہ ازہجی نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابو المظفر منصور بن مبارک و امام ابو محمد عبد اللہ بن ابی الحسن اصبہانی نے خبر دی ان سب حضرات نے فرمایا کہ ہم نے سید شریف شیخ امام ابو سعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ جب حضرت شیخ عبد القادر نے فرمایا کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر۔ اس وقت اللہ عزوجل نے ان کے قلب مبارک پر تجلی فرمائی اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ ملائکہ مقربین کے ہاتھ انکے لیے خلعت بھیجی اور تمام اولیائے اولین و آخرین کا مجمع ہوا، جو زندہ تھے وہ بدن کے ساتھ حاضر ہوئے اور جو انتقال فرما گئے تھے ان کی ارواح طیبہ آئیں، ان سب کے سامنے وہ خلعت حضرت غوثیت کو پہنایا گیا، ملائکہ اور رجال الغیب کا اس وقت ہجوم تھا ہوا میں پرے باندھے کھڑے تھے، تمام افق ان سے بھر گیا تھا اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے گردن نہ جھکا دی ہو۔ (ت) والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث پنجم: اخبرنا الفقیہ الجلیل ابو غالب رزق اللہ ابن ابی عبد اللہ محمد بن یوسف الرقی قال اخبرنا الشیخ الصالح ابو اسحق ابراہیم الرقی قال اخبرنا منصور قال اخبرنا القدوة الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ الرقی ح و اخبرنا عالیاً ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف بن خلیل البغدادی المحدث قال اخبرنا الشیخ ابو العباس احمد بن اسمعیل بن حمزة الازہجی قال اخبرنا الشیخان ابو المظفر منصور بن المبارک والامام ابو محمد عبد اللہ بن ابی الحسن الاصبہانی قالوا اسمعنا السید الشریف الشیخ القدوة ابا سعید القیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لما قال الشیخ عبد القادر قدیمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ تجلی الحق عزوجل علی قلبہ وجاءتہ خلعة من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ید طائفة من الملائكة المقربین والبسها بمحضر من جمیع الاولیاء من تقدم منهم وما تأخر الاحیاء باجسادهم والاموات بارواحهم وكانت الملائكة ورجال الغیب حافین بمجلسه واقفین فی الهواء صفا حتی استند الافق بهم ولم یبق ولی فی الارض الا حنا عنقه¹۔

¹ بهجة الاسرار ذکر اخبار المشائخ بالكشف عن هيئة الحال حين قال ذلك مصطفى البابی مصر ص ۸۹

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالاتیرا
اوپنے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سربھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلواتیرا^۱
تاج فرق عرفا کس کے قدم کو کہئے
سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا تیرا
گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل ٹوٹ گئے
کشف ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا^۲

حدیث ششم: (قال اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقاماتہ) اخبرنا ابو محمد الحسن بن احمد بن محمد وخلف بن احمد بن محمد الحریری قال اخبرنا جدی محمد بن دنف قال اخبرنا الشیخ ابوالقاسم بن ابی بکر بن احمد قال سمعت الشیخ خلیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان کثیرا الرؤیا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت له یارسول اللہ لقد قال الشیخ عبدالقادر قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ، فقال صدق الشیخ عبدالقادر وکفی لا و هو القطب وانا راعاه^۳	مصنف نے کہا (اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے بلند فرمائے) کہ ہم کو ابو محمد حسن بن احمد بن محمد اور خلف بن احمد بن محمد الحریری نے خبر دی کہ ہم کو میرے جد محمد بن دنف نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابوالقاسم بن ابی بکر احمد نے خبر دی کہ میں نے شیخ خلیفہ اکبر ملکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے بکثرت مشرف ہوا کرتے تھے فرمایا خدا کی قسم بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا عرض کی یا رسول اللہ! شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ میرا پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "عبدالقادر نے سچ کہا اور کیوں نہ ہو کہ وہی قطب ہیں اور میں ان کا نگہبان۔"

کلب باب عالی عرض کرتا ہے الحمد للہ! اللہ نے ہمارے آقا کو اس کہنے کا حکم دیا، کہتے وقت ان کے قلب مبارک پر تجلی فرمائی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلعت بھیجا، تمام اولیاء اولین و آخرین جمع کئے گئے، سب کے مواجہ میں پہنایا گیا۔ ملائکہ کا جھگٹ ہوا، رجال الغیب نے سلامی دی۔ تمام جہان کے اولیاء نے گردنیں جھکا دیں۔ اب جو چاہے راضی ہو، جو چاہے ناراض۔ جو راضی ہو اس کے لئے رضا، جو ناراض ہو اس کیلئے ناراضی۔ جس کا جی چلے اس سے کہو "مُوْتُوْا بِعِظْمِکُمْ" اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِدَاۤتِ

^۱ حدائق بخشش وصل دوم در منقبت آقائے اکرم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتبہ رضویہ کراچی ص ۸۴

^۲ حدائق بخشش وصل دوم در منقبت آقائے اکرم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتبہ رضویہ کراچی ص ۸۴

^۳ بهجة الاسرار ذکر اخبار المشائخ بالكشف عن هيئة الحال حين قال ذلك مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰

الضُّدُّوْمِ ۱۱" ۱ مر جاؤ اپنی جلن میں بے شک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔ واللہ الحجة البالغہ۔

حدیث ہفتم: (قال بیض اللہ تعالیٰ وجہہ) اخبرنا الحسن بن نجیم الحورانی قال اخبرنا الشیخ العارف علی بن ادريس البیعقوبی قال سمعت الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول الانس لهم مشائخ والملائكة لهم مشائخ وانا شیخ الكل، قال وسبعته فی مرض موته بقول لا ولادة بینی و بینکم و بین الخلق کلهم بعد ما بین السماء والارض لا تقیسونی بأحد ولا تقیسوا علیّ احداً^۲۔

حدیث ہشتم: (قال طیب اللہ تعالیٰ ثراہ) اخبرنا ابو المعالی صالح بن احمد المالکی قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن البغدادی المعروف بالخفاف والشیخ ابو محمد عبد اللطیف البغدادی المعروف بالمطرز قال ابو الحسن اخبرنا شیخنا الشیخ ابو السعود احمد بن ابی بکر الحریری سنة ثمانین وخمسائة وقال ابو محمد

مصنف نے کہا (اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو روشن کرے) کہ ہم سے حسن بن نجیم حورانی نے حدیث بیان کی، کہا ہم کو ولی جلیل حضرت علی بن ادريس البیعقوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی، کہا میں نے حضرت سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کہ فرماتے تھے: آدمیوں کے لئے پیر ہیں، قوم جن کے لئے پیر ہیں، فرشتوں کے لئے پیر ہیں، اور میں سب کا پیر ہوں، اور میں نے حضور کو اس مرض مبارک میں جس میں وصال اقدس ہوا سنا کہ اپنے شاہزادگان کرام سے فرماتے تھے: مجھ میں اور تم میں اور تمام مخلوقات زمانہ میں وہ فرق ہے جو آسمان وزمین میں۔ مجھ سے کسی کو نسبت نہ دو اور مجھے کسی پر قیاس نہ کرو۔ اے ہمارے آقا! آپ نے سچ کہا، خدا کی قسم! آپ صادق مصدوق ہیں۔ (ت)

مصنف (اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو خوشبودار بنائے) نے کہا کہ ہم کو ابو المعالی صالح بن احمد مالکی نے خبر دی کہ ہم کو دو مشائخ کرام نے خبر دی، ایک شیخ ابو الحسن بغدادی معروف بہ خفاف، دوسرے شیخ ابو محمد عبد اللطیف بغدادی معروف بہ مطرز۔ اول نے کہا ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ ابو السعود احمد بن ابی بکر حریری قدس سرہ نے ہمارے سامنے ۸۵۰ھ میں فرمایا، اور دوم نے کہا ہم کو ہمارے

^۱ القرآن الکریم ۱۱۹/۳

^۲ بهجة الاسرار ذکر کلمات اخبر بها عن نفسه الخ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲ و ۲۳

اخبرنا شیخنا عبد الغنی بن نقطة قال اخبرنا شیخنا ابو عمرو عثمان الصریفینی قالوا واللہ ما اظهر اللہ تعالیٰ ولا یظهر الی الوجود مثلاً للشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ^۱۔	مرشد حضرت عبدالغنی بن نقطہ نے خبر دی کہ ان کے سامنے ان کے مرشد حضرت شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی قدس سرہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ عزوجل نے اولیاء میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثل نہ پیدا کیا نہ کبھی پیدا کرے۔

۱۔ قسم کہتے ہیں شاہان صریفین وحریم

کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا^۲

حدیث نم: (قال رفع اللہ تعالیٰ کتابہ فی علیین) اخبرنا الشیخ ابو المحاسن یوسف بن احمد البصری عقال سبعت الشیخ العالم اباطالب عبد الرحمن بن محمد الهاشمی الواسطی قال سبعت الشیخ القدوة جمال الدین ابا محمد بن عبد البصری بہا یقول وقد سئل عن الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اُحی ہوام میت قال اجتمعت بابی العباس الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام وقلت اخبرنی عن حال الشیخ عبدالقادر قال ہو فرد الاحباب وقطب الاولیاء فی هذا الوقت وما واللہ تعالیٰ ولیاً الی مقام الاوکان الشیخ عبدالقادر اعلاء ولا سقی اللہ حبیباً کأسامن جبہ الاوکان للشیخ عبدالقادر	مصنف (اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال کو علیین میں بلند کرے) نے کہا کہ ہم کو شیخ ابوالحسن یوسف بن احمد بصری نے خبر دی کہ میں نے شیخ ابوطالب عبدالرحمن بن محمد ہاشمی واسطی سے سنا کہتے تھے میں نے شیخ امام جمال الملتی والدین حضرت ابو محمد بن عبد بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بصرہ میں سنا، ان سے سوال ہوا تھا کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں یا انتقال ہوا؟ فرمایا: میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا اور عرض کی: مجھے حضرت شیخ عبدالقادر کے حال سے خبر دیجئے۔ حضرت خضر نے فرمایا: وہ آج تمام محبوبوں میں یکتا اور تمام اولیاء کے قطب ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی ولی کو کسی مقام تک نہ پہنچایا جس سے اعلیٰ مقام شیخ عبدالقادر کو نہ دیا ہو نہ کسی حبیب کو اپنا جام محبت پلایا جس سے خوشگوار تر شیخ عبدالقادر

^۱ بهجة الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعاً بشیخی من عجائب احوالہ مختصراً مصطفی البابی مصر ص ۲۵

^۲ حدائق بخشش فصل سوم در حسن مفاخرت از سرکار قادریت رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۶

اھناکھ، ولا وہب اللہ لمقرب حالا الا وکان الشیخ عبد القادر اجلہ، وقد اودعه اللہ تعالیٰ سرامن اسرارہ سبق بہ جمہور الاولیاء وما اتخذ اللہ ولیا کان اول یكون الا وہو متأدب معہ الی یوم القیمة^۱۔	نے نہ پیا ہو، نہ کسی مقرب کو کوئی حال بخشا کہ شیخ عبدالقادر اس سے بزرگ تر نہ ہوں۔ اللہ نے ان میں اپنا وہ راز ودیعت رکھا ہے جس سے وہ جمہور اولیاء پر سبقت لے گئے، اللہ نے جنتوں کو ولایت دی اور جنتوں کو قیامت تک دے سب شیخ عبدالقادر کے حضور ادب کئے ہوئے ہیں۔

سے جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا^۲

حدیث دہم: قال رفع اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الفردوس اخبرنا الشریف ابو عبد اللہ محمد بن الخضر الحسینی الموصلی، قال سمعت ابي يقول كنت يوما جالسا بين يدي سيدي الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه فخطر في قلبي زيارة الشيخ احمد رفاعي رضي الله عنه فقال لي الشيخ احمد؟ قلت نعم فاطرق يسيرا، ثم قال لي يا خضرها الشيخ احمد فاذا انا بجانبه فرأيت شيخا مهابا فقميت اليه وسلمت عليه، فقال لي يا خضر و من يري مثل الشيخ عبد القادر سيد الاولياء يتمنى رؤية مثلي وهل انا الامن رعيته ثم غاب وبعد وفاة الشيخ انحدرت	مصنف نے کہا (اللہ تعالیٰ جنت فردوس میں اس کے درجے بلند فرمائے) کہ ہم کو سید حسینی ابو عبد اللہ محمد بن خضر موصلی نے خبر دی کہ میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے سنا کہ ایک روز میں حضرت سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر تھا میرے دل میں خطرہ آیا کہ شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کروں، حضور نے فرمایا: کیا شیخ احمد کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں۔ حضور تھوڑی دیر سر مبارک جھکایا پھر مجھ سے فرمایا: اے خضر! لویہ ہیں شیخ احمد۔ اب جو میں دیکھوں تو اپنے آپ کو حضرت احمد رفاعی کے پہلو میں پایا اور میں نے اُن کو دیکھا کہ رعب دار شخص ہیں میں کھڑا ہوا اور انہیں سلام کیا۔ اس پر حضرت رفاعی نے مجھ سے فرمایا: اے خضر! وہ جو شیخ عبدالقادر

^۱ بهجة الاسرار ذكر الشيخ ابو محمد القاسم بن عبد البصري مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

^۲ حدائق بخشش وصل سوم در حسن مفاخرت سرکار قادریت رضی اللہ عنہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۶

من بغداد الى امر عبدة لازورة، فلما قدمت عليه اذا هو الشيخ الذي رأيته في جانب الشيخ عبدالقادر رضى الله تعالى عنه في ذلك الوقت لم تجد دروئته عندي زيادة معرفة به فقال لي يا خضر الم تكفك الاولى¹ -

حدیث یازدہم: (قال جبعنا الله تعالى وایاہ یوم الحشر تحت لواء الحضرة الغوثية) اخبرنا ابو القاسم محمد بن عبادة الانصاري الحلبي قال سمعت الشيخ العارف ابا اسحق ابراهيم بن محمود البعلبكي البقري قال سمعت شيخنا الامام ابا عبد الله محمد البطائحي، قال انحدرت في حياة سيد الشيخ محي الدين عبدالقادر رضى الله تعالى عنه الى امر عبدة، واقمت برواق الشيخ احمد رضى الله تعالى عنه اياماً فقال لي الشيخ احمد يوماً اذكر لي شيئاً من مناقب الشيخ عبدالقادر وصفاته فذكرت له شيئاً منها، فجاء رجل في اثناء حديثي فقال لي مه لا تذكر عندنا مناقب غير مناقب هذا، و اشار الى الشيخ احمد فنظر

کو دیکھے جو تمام اولیاء کے سردار ہیں وہ میرے دیکھنے کی تمنا میں تو انہیں کی رعیت میں سے ہوں۔ یہ فرما کر میری نظر سے غائب ہو گئے پھر حضور سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال اقدس کے بعد بغداد شریف سے حضرت سیدی احمد رفاعی کی زیارت کو ام عبیدہ گیا انہیں دیکھا تو وہی شیخ تھے جن کو میں نے اس دن حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دیکھا تھا۔ اس وقت کے دیکھنے نے کوئی اور زیادہ ان کی شناخت مجھے نہ دی۔ حضرت رفاعی نے فرمایا: اے خضر! کیا پہلی تمہیں کافی نہ تھی! مصنف نے کہا (اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے یوم محشر کو غوث اعظم کے جھنڈے کے نیچے جمع فرمائے) کہ ہم کو ابو القاسم محمد بن عبادة انصاری حلبي نے خبر دی کہ میں نے شیخ عارف باللہ ابو اسحق ابراهيم بن محمود بعلبكي بقري کو فرماتے سنا، کہا میں نے اپنے مرشد امام ابو عبد الله بطائحي کو سنا کہ فرماتے تھے: میں حضور سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ام عبیدہ گیا اور حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ میں چند روز مقیم رہا ایک روز حضرت رفاعی نے مجھ سے فرمایا ہمیں حضرت شیخ عبدالقادر کے کچھ مناقب و اوصاف سناؤ، میں نے کچھ مناقب شریف ان کے سامنے بیان کئے میرے اثنائے بیان میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کہا کیا ہے اور حضرت سید رفاعی کی طرف اشارہ کر کے کہا ہمارے سامنے ان کے سوا کسی کے

¹ بهجة الاسرار ذكر احمد بن أبي الحسن الرفاعي مصطفى الباي مصر ۲۳۸، ۲۳۷

الیہ الشیخ احمد مغضباً، فرفع الرجل من بین یدیہ میتاً ثم قال ومن یستطع وصف مانقب الشیخ عبد القادر ومن یبلغ مبلغ الشیخ عبد القادر ذلك رجل بحر الشرعة عن یسینہ، وبحر الحقیقة عن یسارہ، من ایہما شاء اغترف الشیخ عبد القادر لاثانی له فی عصرنا هذا، قال وسبعته یوماً یوصی اولاد اختہ و اکابر اصحابہ، وقد جاء رجل یوعدہ مسافراً الی بغداد قال له اذا دخلت الی بغداد فلا تقدم علی زیارة الشیخ عبد القادر شیئاً ان کان حیا ولا علی زیارة قبرہ ان کان میتاً، فقد اخذله العهد ایما رجل من اصحاب الاحوال دخل بغداد ولم یزرہ سلب حالہ ولو قبیل الموت، ثم قال والشیخ محی الدین عبد القادر حسرة علی من لم یرہ رضی اللہ عنہ^۱۔

مناقب ذکر نہ کرو، یہ سنتے ہی حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو ایک غضب کی نگاہ سے دیکھا کہ فوراً اس کا دم نکل گیا لوگ اس کی لاش اٹھا کر لے گئے، پھر حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شیخ عبد القادر کے مناقب کون بیان کر سکتا ہے، شیخ عبد القادر کے مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے، شریعت کا دریا ان کے دہنے ہاتھ پر ہے اور حقیقت کا دریا ان کے بائیں ہاتھ پر جس میں سے چاہیں پانی پی لیں، ہمارے اس وقت میں شیخ عبد القادر کا کوئی ثانی نہیں۔ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے حضرت رفاعی کو سنا کہ اپنے بھانجوں اور اکابر مریدین کو وصیت فرماتے تھے ایک شخص بغداد مقدس کے ارادے سے ان سے رخصت ہونے آیا تھا فرمایا جب بغداد پہنچو تو حضرت شیخ عبد القادر اگر دنیا میں تشریف فرما ہوں تو ان کی زیارت اور پردہ فرما جائیں تو ان کے مزار مبارک کی زیارت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا کہ اللہ عزوجل نے ان سے عہد فرما رکھا ہے کہ جو کوئی صاحب حال بغداد آئے اور ان کی زیارت کو نہ حاضر ہو اس کا حال سلب ہو جائے اگرچہ اس کے مرتے وقت پھر حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شیخ عبد القادر حسرت ہیں اس پر جسے انکا دیدار نہ ملا۔

^۱ بھجۃ الاسرار ذکر الشیخ احمد بن الحسن الرفاعی مصطفی البابی مصر ص ۲۳۸

یہ کمینہ بندہ بارگاہ عرض کرتا ہے نہ

اے حسرت آنا نہ ندیدند جمالت محروم مداریں سگ خود را ز نوال¹
(جنہوں نے آپ کا جمال نہ دیکھا ان پر حسرت ہے، اپنے اس کتے کو اپنی عطا سے محروم نہ رکھیں۔ ت)

بحرمة جدك الكريم عليه ثمر على الصلوة والتسليم (اپنے کریم نانا کے صدقے میں۔ ان پر پھر آپ پر درود و سلام ہو۔ ت)
مسلمان ان احادیث صحیحہ جلیلہ کو دیکھے اور اس شخص کے مثل اپنا حال ہونے سے ڈرے جس کا خاتمہ حضرت غوثیت کی شان میں گستاخی اور حضرت سید رفاعی کے غضب پر ہوا، العیاذ باللہ رب العالمین۔ اے شخص! ظاہر شریعت میں حضرت سرکار غوثیت کی محبت بایں معنی رکن ایمان نہیں کہ جو ان سے محبت نہ رکھے شرع اسے فی الحال کافر کہے یہ تو صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے لئے ہے مگر واللہ کہ ان کے مخالف سے اللہ عزوجل نے لڑائی کا اعلان فرمایا ہے خصوصاً انکار نصوص کے انکار کی طرف لے جاتا ہے، عبدالقادر کا انکار قادر مطلق عزجلالہ کے انکار کی طرف کیوں نہ لے جائے گا۔

باز اشب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجراتیرا²

والعیاذ باللہ القادر رب الشیخ عبدالقادر و صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی جد الشیخ عبدالقادر ثمر علی الشیخ عبدالقادر آمین۔	شیخ عبدالقادر کے قدرت والے معبود کی پناہ، شیخ عبدالقادر کے نانا جان پھر خود شیخ عبدالقادر پر اللہ تعالیٰ درود، برکت اور سلام نازل فرمائے، آمین۔

تذکرہ: اخیر میں ہم دو جلیل القدر اجلۃ المشاہیر علماء کبار کہ معظمہ کے کلمات ذکر کریں جن کی وفات کو تین تین سو برس سے زائد ہوئے، اول امام اجل ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، دوم علامہ علی قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہا مکتب جلیلہ۔ دو غرض سے:

ایک یہ کہ اگر دو مطرودوں، مخذلوں، گمناموں، مجہولوں واسطی و قمرمانی کی طرح کسی کے دل میں

کتاب مستطاب بحجۃ الاسرار شریف سے آگ ہو تو ان سے لاگ کی تو کوئی وجہ نہیں یہ بالاتفاق اجلہ اکابر علماء ہیں۔
دوسرے یہ کہ دونوں صاحب اکابر مکہ معظمہ سے ہیں، تو اس افتراء کا جواب ہوگا جو مخالف نے اہل عرب پر کیا حالانکہ غالباً تاریخ
الحرین وغیرہ میں ہے، اور حاضری حرین طیسین سے مشرف ہونے والا جانتا ہے کہ اہل حرین طیسین بعد حضور پر نور سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اٹھتے بیٹھتے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے ہیں اور حضور کے برابر کسی کا
نام نہیں لیتے۔ ان حضرات کی بھی گیارہ ہی عبارات نقل کریں:-

(۱) علامہ علی قاری حنفی مکی متوفی ۱۰۱۴ھ کتاب نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر میں فرماتے ہیں:

لقد بلغنی عن بعض الاکابر ان الامام الحسن ابن سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما لما ترک الخلافة لما فیہا من الفتنة والآفة عوضه اللہ سبخنہ وتعالی القطبية الکبریٰ فیہ وفي نسلہ وكان رضی اللہ تعالیٰ عنه القطب الاکبر سیدنا السید الشیخ عبدالقادر هو القطب الاوسط والمہدی خاتمة الاقطاب ^۱ ۔	بیشک مجھے اکابر سے پہنچا کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بخیال فتنہ و بلائیہ خلافت ترک فرمائی اللہ عزوجل نے اس کے بدلے ان میں اور انکی اولاد امجاد میں غوثیت عظمیٰ کا مرتبہ رکھا۔ پہلے قطب اکبر خود حضور سید امام حسن ہوئے اور اوسط میں صرف حضور سیدنا سید عبدالقادر اور آخر میں حضرت امام مہدی ہوں گے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۲) اسی میں ہے:

من مشائخہ حماد الدباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى ان یوما کان سیدنا عبدالقادر عنده فی رباطہ ولما غاب من حضرته قال ان هذا الاعجبی الشریف قدماً یکون علی رقاب اولیاء اللہ یصیر مأموراً من عند مولاه	حضرت حماد دباس حضور سیدنا غوث اعظم کے مشائخ سے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایک روز انہوں نے سرکار غوثیت کی غیبت میں فرمایا، ان جوان سید کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا انہیں اللہ عزوجل حکم دے گا کہ فرمائیں میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ

^۱ نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر (قلمی) ص ۶

بأن يقول قدمي هذا على رقبة كل ولي الله ويتواضع له جميع اولياء الله في زمانه ويعظمونه لظهور شانه ¹ ۔	کی گردن پر، اور ان کے زمانے میں جمیع اولیاء اللہ انکے لئے سر جھکائیں گے، اور ان کے ظہور مرتبہ کے سبب ان کی تعظیم بجا لائیں گے۔

مامور من اللہ ہونا ملحوظ رہے اور جمیع اولیاء زمانہ میں بے شک حضرت سیدی رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی داخل۔
(۳) اسی میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا "قدمی هذه على رقبة كل ولي الله" ² فرمانا اور اولیاء حاضرین و غائبین کا گردنیں جھکانا اور قدم مبارک اپنی گردنوں پر لینا اور ایک شخص کا انکار کرنا اور اس کی ولایت سلب ہو جانا بیان کر کے فرماتے ہیں:

وهذا تنبيه بينة على انه قطب الاقطاب والغوث الاعظم ³ ۔	یہ روشن دلیل قاطع ہے اس پر کہ حضور تمام قطبوں کے قطب اور غوث اعظم ہیں۔

(۴) اسی میں ہے:

ومن كلامه رضي الله تعالى عنه تحدثا بنعم الله تعالى عليه بيني وبينكم وبين الخلق كلهم بعد ما بين السماء والارض فلا تقيسوني باحد ولا تقيسوا على احدًا يعني فلا يقياس الملوك بغيرهم وهذا كله من فتوح الغيب المبرء من كل عيب۔	حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عزوجل کی اپنے اوپر نعمتیں ظاہر فرمانے کا جو کلام ارشاد فرمائے ان میں سے یہ ہے کہ فرمایا مجھ میں اور تمام مخلوقات زمانہ میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں، مجھے کسی سے نسبت نہ دو اور مجھ پر کسی کو قیاس نہ کرو۔ اس پر علامہ علی قاری فرماتے ہیں اس لئے کہ سلاطین کا رعیت پر قیاس نہیں ہوتا اور یہ سب غیب کے فتوحات سے ہے جو ہر عیب سے پاک و صاف ہے۔

¹ نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر (قلمی) ص ۸

² نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر (قلمی) ص ۱۰۹

³ نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر (قلمی) ص ۱۰۹

(۵) اسی میں ہے:

امام عبداللہ بن علی بن عسرون تمیمی شافعی سے روایت ہے میں جوانی میں طلب علم کے لئے بغداد گیا اس زمانے میں ابن السقا مدرسہ نظامیہ میں میرے ساتھ پڑھا کرتا تھا، ہم عبادت اور صالحین کی زیارت کرتے تھے، بغداد میں ایک صاحب کو غوث کہتے، اور ان کی یہ کرامت مشہور تھی کہ جب چاہیں ظاہر ہوں جب چاہیں نظروں سے چھپ جائیں، ایک دن میں اور ابن السقا اور اپنی نو عمری کی حالت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ان غوث کی زیارت کو گئے، راستے میں ابن السقا نے کہا آج ان سے وہ مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب انہیں نہ آئے گا۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں، حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ الاعلیٰ نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں ان کے سامنے ان سے کچھ پوچھوں میں تو لنکے دیدار کی برکتوں کا نظارہ کروں گا۔ جب ہم ان غوث کے یہاں حاضر ہوئے ان کو اپنی جگہ نہ دیکھا تھوڑی دیر میں دیکھا تشریف فرما ہیں ابن السقا کی طرف نگاہ غضب کی اور فرمایا: تیری خرابی اے ابن السقا! تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، بے شک میں کفر کی آگ تجھ میں بھڑکتی دیکھ رہا ہوں۔ پھر میری طرف نظر کی اور فرمایا

وعن عبداللہ بن علی بن عسرون التمیمی الشافعی قال دخلت وأنا شاب الى بغداد في طلب العلم وكان ابن السقا يومئذ رفيقي في الاشتغال بالنظامية وكنا نتعبد ونزور الصالحين وكان رجل ببغداد يقال له الغوث، وكان يقال عنه انه يظهر اذا شاء وخفي اذا شاء فقصدت انا وابن السقا والشيخ عبد القادر الجيلاني وهو شاب يومئذ الى زيارته فقال ابن السقا ونحن في الطريق اليوم اسأله عن مسألة لا يدري لها جواباً، فقلت وأنا اسأله¹ (نزهة الخاطر والفاتر في ترجمة سيد الشريف عبد القادر (قلمی نسخہ) ص ۳۰) عن مسألة فانظر ماذا يقول فيها وقال سيدی الشيخ عبد القادر قدس سرہ الباهر معاذ اللہ ان اسأله شيئاً، وأنا بين يه اذا انظر بركات رويته فلما دخلنا عليه لم نره في مكانه فمكثنا ساعة فاذا هو جالس فنظر الى ابن السقا مغضباً وقال له ويلك يا ابن السقا تسألني عن مسألة لم أرد لها جواباً، هي كذا وجوابها كذا، اني لاري نار الكفر تلهب فيك۔ ثم نظرت الى وقال

¹ نزهة الخاطر والفاتر في ترجمه سيدی الشريف عبد القادر (قلمی) ص ۳۰

یا عبد اللہ! تسألنی عن مسألة لتنظر ما أقول فیہا ہی کذا وجوابہا کذا لتخرن علیک الدنیا الی شحمتی اذنیك بأساءة ادبک۔ ثم نظر الی سید عبد القادر و ادناہ منہ واکرمہ وقال له یا عبد القادر لقد ارضیت اللہ ورسولہ بآدبک کأنی اراک ببغداد وقد صعدت علی الكرسي متکلیما علی الملا وقلت قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ، وکأنی اری الاولیاء فی وقتک وقد حنوا رقبتهم اجلالا لک، ثم غاب عنا لوقته فلم نره بعد ذلك، قال واما سیدی الشیخ عبد القادر فانه ظهرت امارۃ قربہ من اللہ عزوجل واجتمع علیہ الخاص والعام، وقال قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ واقرت الاولیاء بفضلہ فی وقته واما ابن السقاف رأی بنتا للملک حسینة ففتن بها وسأل ان یزوجها به فأبى الا ان یتنصر فاجابه الی ذلك۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واما انا فجئت الی دمشق واحضر فی السلطان نور الدین الشہید وولانی علی الاوقات فولیتها واقبلت علی الدنیا اقبالا کثیرا قد صدق

اے عبد اللہ! تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ، ضرور تم پر دنیا اتنا گور کرے گی کہ کان کی ٹوٹک اس میں غرق ہو گے، بدلہ تمہاری بے ادبی کا۔ پھر حضرت شیخ عبد القادر کی طرف نظر کی اور حضور کو اپنے نزدیک کیا اور حضور کا اعزاز کیا اور فرمایا: اے عبد القادر! بے شک آپ نے اپنے حسن ادب سے اللہ و رسول کو راضی کیا گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجمع بغداد میں کرسی و عظم پر تشریف لے گئے اور فرما رہے ہیں کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر، اور تمام اولیائے وقت نے آپ کی تعظیم کیلئے گردنیں جھکائی ہیں۔ وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انہیں نہ دیکھا۔ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو نشان قرب ظاہر ہوئے کہ وہ اللہ عزوجل کے قرب میں ہیں خاص و عام ان پر جمع ہوئے اور انہوں نے فرمایا: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر۔ اور اولیاء وقت نے اس کا ان کے لئے اقرار کیا، اور ابن السقا ایک نصرانی بادشاہ کی خوبصورت بیٹی پر عاشق ہوا اس سے نکاح کی درخواست کی اس نے نہ مانا مگر یہ نصرانی ہو جائے، اس نے یہ نصرانی ہونا قبول کر لیا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ رہا میں، میرا دمشق جانا ہوا وہاں سلطان نور الدین شہید نے مجھے افسر اوقاف کیا اور دنیا بکثرت میری طرف آئی۔ غوث کا ارشاد ہم سب کے بارے میں

کلام الغوث فینا کلنا۔	جو کچھ تھا صادق آیا۔

اولیاء وقت میں حضرت رفاعی بھی ہیں۔ یہ مبارک روایت بھجۃ الاسرار شریف^۱ میں دو سندوں سے ہے، اور ایک یہی کیا۔ علامہ علی قاری نے اس کتاب میں چالیس^۲ روایات اور بہت کلمات کہ ذکر کئے سب بھجۃ الاسرار شریف سے ماخوذ ہیں، یونہی اکابر ہمیشہ اس کتاب مبارک کی احادیث سے استناد کرتے آئے مگر محروم محروم۔

(۶) اسی میں ہے:

قال رضى الله تعالى عنه وعزة ربّي ان السعداء و الاشقياء يعرضون على وان بؤبؤ عيني في اللوح المحفوظ انا حجة الله عليكم جميعكم انا نائب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ووارثه في الارض و يقول الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ و الملائكة لهم مشائخ وانا شيخ الكل. رضى الله تعالى عنه. ونفعنا به ^۲ ۔	حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "مجھے عزت پروردگار کی قسم! بے شک سعید و شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، بیشک میری آنکھ پتلی لوح محفوظ میں ہے، میں تم سب پر اللہ کی حجت ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب اور تمام زمین میں ان کا وارث ہوں۔ اور فرمایا کرتے: آدمیوں کے پیر ہیں، قوم جن کے پیر ہیں، فرشتوں کے پیر ہیں اور میں ان سب کا پیر ہوں۔" علی قاری اسے نقل کر کے عرض کرتے ہیں: اللہ عزوجل کی رضوان حضور پر ہو اور حضور کے برکات سے ہم کو نفع دے۔

(۷) اسی میں ہے:

روى عن السيد الكبير القطب الشهير سيد احمد الرفاعي رضى الله تعالى عنه انه قال الشيخ عبد القادر بحر الشريعة عن يمينه وبحر الحقيقة عن يساره من ايها شاء اغتوف السيد	سید کبیر قطب شہیر سید احمد الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: شیخ عبدالقادر وہ ہیں کہ شریعت کا سمندر ان کے دہنے ہاتھ ہے اور حقیقت کا سمندر ان کے بائیں ہاتھ، جس میں سے چاہیں پانی پی لیں۔ اس ہمارے

^۱ بھجۃ الاسرار ذکر اخبار المشایخ منہ بذلک مصطفیٰ البابی مصر ص ۶

^۲ نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سید الشریف عبدالقادر (قلمی نسخ) ص ۳۲

عبد القادر لا ثانی له فی عصرنا هذا رضی اللہ تعالیٰ عنہ^۱۔ وقت میں سید عبد القادر کا کوئی ثانی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸) امام ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

انهم قد يؤمرون تعريفاً لجاهل أو شكراً وتحدثاً بنعمة الله تعالى كما وقع الشيخ عبد القادر رضي الله تعالى عنه انه بينما هو بمجلس وعظه واذا هو يقول قدمي هذه على رقبة كل ولي الله تعالى فاجابه في تلك الساعة اولياء الدنيا قال جماعة بل واولياء الجن جميعهم وطأ طوارعهم وخضعوا له واعتزفوا بما قاله الارجل باصبعها فابى فسلب حاله^۲۔

کبھی اولیاء کو کلمات بلند کہنے کا حکم دیا جاتا ہے کہ جو ان کے مقامات عالیہ سے ناواقف ہے اسے اطلاع ہو یا شکر الہی اور اس کی نعمت کا اظہار کرنے کے لئے جیسا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا کہ انہوں نے اپنی مجلس وعظ میں دفعۃً فرمایا کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر، فوراً تمام دنیا کے اولیاء نے قبول کیا (اور ایک جماعت کی روایت ہے کہ جملہ اولیاء جن نے بھی) اور سب نے اپنے سر جھکا دئے اور سرکار غوثیت کے حضور جھک گئے اور ان کے اس ارشاد کا اقرار کیا مگر اصفہان میں ایک شخص منکر ہوا فوراً اس کا حال سلب ہو گیا۔

(۹) پھر فرمایا:

ومن طأ طأ رأسه ابو النجيب السهروردي وقال على رأسي واحمد^۲ الرفاعي قال على رقبتی وحید منهم وسئل فقال الشيخ عبد القادر يقول كذا وكذا، وابو مدین^۳ في المغرب وانا منهم اللهم اني اشهدك واشهد ملتكتك

حضور کے ارشاد پر جنہوں نے اپنے سر جھکائے ان میں سے (سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے پیران پیر) حضرت سید عبد القادر ابو النجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے اپنا سر مبارک جھکا دیا اور کہا (گردن کیسی) میرے سر پر میرے سر پر۔ اور ان میں سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے کہا میری گردن پر، اور کہا

^۱ نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سید الشریف عبد القادر (قلمی نسخ) ص ۳۴

^۲ الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبد القادر قدمی هذه الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۴

انی سعت و اطعت، و کذا الشیخ عبدالرحیم القناوی مدّ عنقه وقال صدق الصادق المصدوق¹۔

یہ چھوٹا سا احمد بھی انہیں میں ہے جن کی گردن پر حضور کا پاؤں ہے، اس کہنے اور گردن جھکانے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس وقت حضرت شیخ عبدالقادر نے بغداد مقدس میں ارشاد فرمایا ہے کہ "میرا پاؤں ہر ولی کی گردن پر" لہذا میں نے بھی سر جھکایا اور عرض کی کہ یہ چھوٹا سا احمد بھی انہیں میں ہے، اور انہیں میں حضرت سید ابو مدین شعیب مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے سر مبارک جھکایا اور کہا میں بھی انہیں میں ہوں الٰہی میں تجھے اور تیرے فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے قدمی کا ارشاد سنا اور حکم مانا۔ اسی طرح حضرت سیدی شیخ عبدالرحیم قناوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گردن مبارک بچھائی اور کہا سچ فرمایا سچے مانے ہوئے سچے نے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۱۰) پھر فرمایا:

ذکر کثیرون من العارفين الذين ذكرنا هم وغير هم انه لم يقل الابا مراما بقطبته فلم يسع احداً التخلّف بل جاء باسانيد متعددة عن كثرين انهم اخبروا قبل مولده بنحو مائة سنة انه سيولد بأرض العجم مولود له مظهر عظيم يقول ذلك فتندرج الاولياء في وقته تحت قدمه²۔

اولیاء کرام کہ ہم نے ذکر کئے یعنی حضرت نجیب الدین سہروردی و حضرت سید احمد رفاعی و حضرت شعیب مغربی و حضرت عبدالرحیم قناوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہوں نے اور ان کے سوا اور بہت عارفین کرام نے تصریح فرمائی کہ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے ایسا نہ فرمایا بلکہ اللہ عز و جل نے ان کی قطبیت کبریٰ ظاہر فرمانے کے لئے انہیں اس فرمانے کا حکم دیا لہذا کسی ولی کو گنجائش نہ ہوئی کہ گردن نہ بچھاتا اور قدم مبارک اپنی گردن پر نہ لیتا بلکہ متعدد سندوں سے بہت اولیاء کرام متقدمین سے مروی ہوا کہ انہوں نے سرکار غوثیت کی ولادت مبارک سے تقریباً سو برس پہلے خبر دی تھی کہ عنقریب عجم میں ایک صاحب عظیم مظهر والے پیدا ہونگے اور یہ فرمائیں گے کہ "میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر" اس فرمانے پر اس وقت کے تمام اولیاء ان کے قدم کے نیچے سر رکھیں گے اور اس

¹ الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی هذا علی رقبہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۴

² الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدمی هذا علی رقبہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۴

قدم کے سایہ میں داخل ہوں گے۔ اللھم لك الحمد صل علی
محمدا وابنه وذریته۔

(۱۱) پھر فرمایا:

"امام ابوسعید عبداللہ بن ابی عمرو نے کہ اپنے زمانہ میں شافعیہ کے
امام تھے ذکر فرمایا کہ میں بغداد مقدس میں طلب علم کے لئے گیا ابن
السقا اور میں مدرسہ نظامیہ میں شریک درس تھے اور اس وقت بغداد
میں ایک شخص کو غوث کہتے تھے (وہی پوری حدیث کہ نمبر ۵ میں
گزری، ان غوث کا ہمارے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت دینا کہ
آپ برسر منبر جمع میں فرمائیں گے "میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر
"اور تمام اولیائے عصر آپ کے قدم پاک کی تعظیم کے لئے اپنی گردنیں
خم کریں گے، اور پھر ایسا ہی واقع ہونا، حضور کا یہ ارشاد فرمانا اور تمام
اولیائے عالم کا اقرار کرنا کہ بے شک حضور کا قدم ہم سب کی گردن پر ہے)

وحكى امام الشافعية في زمنه ابوسعيد عبدالله بن
ابي عمرو قال دخلت بغداد في طلب العلم فوافقت
ابن السقا ووافقت في طلب العلم بالنظامية، وكننا نرور
الصالحين وكان ببغداد رجل يقال له الغوث¹ - (الى)
آخر الحديث المذكور

آخر میں ابن حجر نے فرمایا:

یعنی یہ حکایت قریب تو اتر ہے کہ اس کے ناقلین بکثرت ثقہ
عادل ہیں۔

وهذه الحكاية التي كادت ان تتواتر في المعنى لكثرة ناقلها
وعد التهم²۔

فتاویٰ حدیثیہ نے ابن السقا کی بد انجامی میں یہ اور زائد کیا کہ جب وہ بد بخت کہ بہت بڑا عالم جید اور علوم شریعہ میں اپنے اکثر اہل زمانہ
پر فائق اور حافظ قرآن اور علم مناظرہ میں کمال سربر آوردہ تھا جس سے جس علم میں مناظرہ کرتا اسے بند کر دیتا، ایسا شخص جب شان غوث
میں گستاخی کی شامت سے معاذ اللہ معاذ اللہ نصرانی ہو گیا بادشاہ نصاریٰ نے اسے بیٹی تو دے دی مگر جب بیمار پڑا اسے بازار میں پھینکوا دیا
بھیک مانگتا اور کوئی نہ دیتا، ایک شخص کہ اسے پہچانتا تھا گزرا اس سے پوچھا تو تو حافظ تھا اب بھی قرآن کریم میں سے کچھ یاد ہے۔ کہاسب
محو ہو گیا صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے۔

کتنی تمنائیں کریں گے وہ جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ کسی طرح مسلمان
ہو تے۔

"رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ" ³

¹ الفتاوى الحديثية مطلب في قول الشيخ عبد القادر قديم هذه على رقبه الخ دار احياء التراث العربي بيروت ص ۲۱۴

² الفتاوى الحديثية مطلب في قول الشيخ عبد القادر قديم هذه على رقبه الخ دار احياء التراث العربي بيروت ص ۲۱۵

³ القرآن الكريم ۲/۱۵

امام ابن ابی عسرون فرماتے ہیں پھر ایک دن میں اسے دیکھنے گیا اسے پایا کہ گویا اس کا سارا بدن آگ سے جلا ہوا ہے، وہ نزع میں تھا، میں نے اسے قبلہ کی طرف کیا ہو وہ پُورب کو پھر گیا، میں نے پھر قبلہ کو کیا وہ پھر پھر گیا۔ اسی طرح میں جتنی بار اسے قبلہ رخ کرتا وہ پُورب کو پھر جاتا یہاں تک کہ پُورب ہی کی طرف منہ کئے اس کا دم نکل گیا، وہ ان غوث کا ارشاد یاد کیا کرتا اور جانتا تھا کہ اسی گستاخی نے اس بلا میں ڈالا^۱۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ انتہی۔

اگر کبے پھر اسلام کیوں نہیں لاتا تھا، کلمہ پڑھ لینا کیا مشکل تھا اقول اس کا جواب قرآن عظیم دے گا:

"وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" ^۲	تم کیا چاہو جب تک اللہ نہ چاہے جو مالک سارے جہان کا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"كَلَّا بَلْ عَصَاكَ إِنْ كُنْتُمْ تُبْصِرُونَ" ^۳	کوئی نہیں بلکہ ان کی بد اعمالیوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دی ہے۔

اور فرماتا ہے:

"ذَلِكِ بَأْسُهُمْ امْتَوَاهُمْ كَفَرُوا فَطَعْنُوا عَلَى قُلُوبِهِمْ فهُمْ لَا يَعْقِلُونَ" ^۴	یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا تو ان کے دلوں پر مُسر لگا دی گئی کہ اب انہیں کچھ سمجھ نہ رہی والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

امام ابن حجر فرماتے ہیں:

وفي هذه ابلغ زجر واكد ردع عن الانكار على اولياء الله تعالى خوفا من ان يقع المنكر فيما وقع فيه ابن السقامن تلك الفتنة المهلكة الابدية التي لا اقبح منها. نعوذ بالله	اس واقعہ میں اولیاء کرام پر انکار سے کمال جھڑکنا اور سخت منع ہے اس خوف سے کہ منکر اس مہلک فتنے میں پڑ جائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کا ہلاک ہے اور جس سے بدتر کوئی خباثت نہیں جس میں ابن السقام پڑ گیا، اللہ عزوجل کی پناہ۔ ہم اللہ عزوجل سے

^۱ الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدسی هذه علی رقبۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۱۵

^۲ القرآن الکریم ۲۹/۸۱

^۳ القرآن الکریم ۱۳/۸۳

^۴ القرآن الکریم ۳/۶۳

من ذلک. ونسأله بوجهه الکریم وحبیبہ الرؤف الرحیم ان یؤمننا من ذلک ومن کل فتنة ومحنة و بمنه وکرمه وفيها ایضاً اثم حث علی اعتقادهم و الادب معهم وحسن الظن بهم ما امکن ^۱ ۔	اس کے وجہ کریم اور اس کے حبیب رؤف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ویلے سے مانگتے ہیں کہ ہم کو اپنے احسان و کرم کے ساتھ اس سے اور ہر فتنہ و محنت سے امان بخشے۔ نیز اس واقعہ میں کمال ترغیب ہے اس کی کہ اولیاء کرام کے ساتھ عقیدت و ادب رکھیں اور جہاں تک ہو ان پر نیک گمان کریں۔

فقیر کوئے قادری امید کرتا ہے کہ اتنے بیان میں اہل انصاف و سعادت کے لئے کفایت ہو۔ اللہ عز و جل مسلمان بھائیوں کو
اتباع حق و ادب اولیاء کی توفیق دے اور ابن السقا مجہم اس شخص کے حال سے پناہ دے جس نے بزم خود حضرت سید احمد کبیر
رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارگاہ میں حق نیاز مندی ادا کیا اور نتیجہ معاذ اللہ وہ ہوا کہ سید کبیر کے غضب اور حضور غوثیت کی
سرکار میں اسماءِ ادب پر خاتمہ ہوا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اے برادر! مقتضائے محبت اتباع و تصدیق ہے نہ کہ نزاع و تکذیب۔ سچا محب حضرت احمد کبیر کے ارشادات کو بالائے سر لے گا
اور جس بارگاہ ارفع کو انہوں نے سب سے ارفع بتایا اور ان کا قدم اقدس اپنے سر مبارک پر لیا انہیں کو ارفع و اعظم مانے گا۔ عبد
الرزاق محدث شیعہ تھا مگر حضرات عالیہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے افضل
کہتا، اس سے پوچھا جاتا تو جواب دیتا کفی بی اذرا ان احب علیاً ثم اخالفہ^۲ یعنی امیر المومنین نے خود حضرات شیخین کو اپنے
نفس کریم سے افضل بتایا ہے مجھے یہ گناہ بہت ہے کہ علی سے محبت رکھوں پھر انکا خلاف کروں۔ واقعی تکذیب مخالفت اگرچہ
بزم عم عقیدت و محبت ہو اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، اللہ عز و جل اپنے محبوبوں کا حسن ادب روزی کرے
اور انہیں کی محبت پر خاتمہ فرمائے اور انہیں کے گروہ پاک میں اٹھائے، آمین! آمین۔

امین بجاہم عندک یا ارحم الراحمین	اے بہترین رحم فرمانے والے ان محبوبوں کا تیرے

^۱ الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی قول الشیخ عبدالقادر قدسی ہذہ علی رقبة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۱۵

^۲ میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۴ عبد الرزاق بن ہمام دار المعرفة بیروت ۶۱۲/۲

نزدیک جو مرتبہ ہے اس کے صدقے ہماری دعا قبول فرما۔ اللہ ہمیشہ ہمیشہ قیامت کے روز تک ہر گھڑی ہر لمحے ہمارے آقا و مولیٰ، انکی آل، صحابہ، بیٹے اور ان کے گروہ سب پر کروڑوں درود بھیجے، آمین۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔	وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین الی یوم الدین عدد کل ذرة ذرة الف الف مرة فی کل ان و حین الی ابدال الابدین، آمین، و الحمد لله رب العالمین۔

رسالہ

طرد الافاعی عن حی ہادی رفع الرفاعی

ختم ہوا۔



رسالہ فتاویٰ کرامات غوثیہ

مسئلہ اولیٰ:

از او جین ریاست گوالیار مرسلہ جناب محمد یعقوب علی خاں صاحب
مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے حق الیقین اور مفتیان پابند شرع متین اس مسئلہ میں کہ عبارت نظم "شام ازل اور صبح ابد" سے
بیٹھ جانا براق کا وقت سواری آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثابت ہے۔
"مقولہ جبرئیل علیہ السلام"

نظم

مسند نشین عرش معلیٰ یہی تو ہے	مفتاح قفل گنج فاو لہی یہی تو ہے
مہتاب منزل شب اسری یہی تو ہے	خورشید مشرق فتدی یہی تو ہے
ہمراز قرب ہمد اوقات خاصہ ہے	ہمژدہ ہزار عالم رب کا خلاصہ ہے
سن کر یہ بات بیٹھ گیا وہ زمیں پر	تھامی رکاب طائر سدرہ نے دوڑ کر
رونق افزائے دیں ہوئے سلطان بحر و بر	کی عرض پھر براق نے یاسید البشر
محشر کو جب قدم سے گہر پوش کیجئے	اپنے غلام کو نہ فراموش کیجئے

خیر الوالی نے دی اسے تسکین کہا کہ ہاں
خوش خوش وہ سوئے مسجد اقصیٰ ہوا رواں

صاحب "تحفہ قادریہ" لکھتے ہیں کہ براق خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اتنا بڑا اور اونچا ہو گیا کہ صاحب معراج کا ہاتھ زین تک اور پاؤں رکاب تک نہ پہنچا۔ ارباب معرفت کے نزدیک اس معاملہ میں عمدہ تر حکمت یہ ہے کہ جس طرح آج کی رات محبوب اپنا دولت وصال سے فرح (خوشحال) ہوتا ہے اسی طرح محبوب کا محبوب بھی نعمت قرب خاص اور دولت اختصاص اور ولایت مطلق اور غوثیت برحق اور قطبیت اصطفاء اور محبوبیت مجدد و علا سے آج مالا مال ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ صاحب "منازل اثنا عشریہ" "تحفہ قادریہ" سے لکھتا ہے کہ اس وقت سیدی و مولائی مرشدی و ملجائی، قطب الاکرم، غوث الاعظم، غیاث الدارین و غوث الثقلین، قرۃ العین مصطفوی نور دیدہ مرتضوی، حنی حسینی سر و حدیقہ مدنی، نور الحقیقت والیقین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک نے حاضر ہو کر گردن نیاز صاحب لولاک کے قدم سراپا اعجاز کے نیچے رکھ دی اور اس طرح عرض کیا: (بیت)

برسر و دیدہ ام بنہ اے مہ نازین قد
بود بسر نوشت من فیض قدم ازیں قدم

(اے نازین میرے سر اور آنکھوں پر قدم رکھئے تاکہ اس کی برکت سے میری تقدیر پر فیضان قدم ہو۔ ت)

خواجہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گردن غوث الاعظم پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہوئے اور اس روح پاک سے استفسار فرمایا کہ تو کون ہے؟ عرض کیا: میں آپ کے فرزند ان ذریات طیبات سے ہوں اگر آج نعمت سے کچھ منزل بخشے گا تو آپ کے دین کو زندہ کروں گا۔ فرمایا: تو محی الدین ہے اور جس طرح میرا قدم تیری گردن پر ہے کل تیرا قدم کل اولیاء کی گردن پر ہوگا۔
بیت قصیدہ غوثیہ:

وکل ولی له قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال¹

(ہر ولی میرے قدم بقدم ہے اور میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں۔ ت)

¹ فتوح الغیب علی ہامش بھجة الاسرار القصيدة الغوثية مصطفى البابی مصر ص ۲۳۱

پس ان دونوں عبارت کتب سے کون سی عبارت تحقیق ہے؟ کس پر عمل کیا جائے؟ یادوئوں ازروئے تحقیق کے درست ہیں؟ بیان فرمائیے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب:

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے وقت براق کا شوخی کرنا، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسے تنبیہ فرمانا کہ:

"اے براق! کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ! واللہ! تجھ پر کوئی ایسا سوار نہ ہوا جو اللہ عزوجل کے حضور ان سے زیادہ رتبہ رکھتا ہو۔"

اس پر براق کا شرمنا، پسینہ پسینہ ہو کر شوخی سے باز رہنا، پھر حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کا سوار ہونا، یہ مضمون تو ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و طبرانی و بیہقی وغیرہم اکابر محدثین کی متعدد احادیث صحاح و حسان و صوالح سے ثابت۔

کما بسط اکثرھا المولی الجلال السیوطی قدس سرہ فی خصائصہ الکبریٰ ^۱ وغیرہ من العلماء الکرام فی تصانیفہم الحسنی۔	جیسا کہ اس میں سے اکثر کی تفصیل امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الخصائص الکبریٰ" میں اور دیگر علماء کرام نے اپنی شاندار تصانیف میں فرمائی ہے۔ (ت)

اور اس کا حیا کے سبب براہ تذلل و انقیاد پست ہو کر لپٹ جانا بھی حدیث میں وارد ہے۔

ففی رواية عند ابن اسحق رفعاً الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال فارتعشت حتى لصقت بالارض فاستويت عليها ^۲ ۔	اور ایک روایت میں ابن اسحق سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں: جب جبریل نے اس سے کہا تو براق تھرا گیا اور کانپ کر زمین سے چسپاں ہو گیا، پس میں اس پر سوار ہو گیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحابہ وبارک وسلم۔

^۱ الخصائص الکبریٰ باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء حدیث امر سلمہ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند/۱۷۹۱، المواہب
اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۱ ما لسیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر الاسراء والمعراج دار ابن کثیر بیروت
الجزأین، الاول والثانی ص ۳۹۸

^۲ المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحق المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۹

اور یہ روایت کہ سوال میں تحفہ قادریہ سے ماثور، اس کی اصل بھی حضرات مشائخ کرام قدست اسرارہم میں مذکور۔۔۔۔۔
فاضل عبدالقادر قادری عہ بن شیخ محی الدین اربلی، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھتے ہیں کہ
جامع شریعت و حقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب حرز العاشقین میں فرماتے ہیں:

ان لیلۃ المعراج جاء جبرئیل علیہ السلام ببراق الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسرع من البرق الخاطف الظاهر، ونعل رجلہ کالہلال الباهر،	یعنی شب معراج جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام خدمت اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں براق حاضر لائے کہ چمکتی اچک لے جانیوالی بجلی سے زیادہ شتاب روتھا، اور اس کے پاؤں کا نعل آنکھوں میں چکا جو ند ڈالنے والا ہلال

عہ: حضرت علامہ عبدالقادر قادری بن محی الدین الصدیقی الاربلی جامع علوم شریعت و حقیقت تھے۔ علماء کرام اور صوفیہ عظام میں عمدہ مقام پایا۔ آپ کے اساتذہ میں الشیخ عبدالرحمن الطالبانی جیسے اجلہ فضلاء شامل ہیں۔ اور فہ میں ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں وصال پایا۔ آپ کی تصانیف میں سے مشہور کتابیں یہ ہیں:

- ۱۔ آداب المریدین ونجاة المسترشدين
 - ۲۔ تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر
 - ۳۔ النفس الرحمانية فی معرفة الحقیقة الانسانية ۴۔ الدر المکنون فی معرفة السرا المصون
 - ۵۔ حدیقة الازہار فی الحکمة والاسرار ۶۔ شرح الصلاة المختصرة للشیخ اکبر
 - ۷۔ الدرر المعتبرة فی شرح الاپیات الثمانية عشرة ۸۔ شرح اللغات للفخر الدین العراقي
 - ۹۔ القواعد الجمعیة فی الطریق الرفاعیة ۱۰۔ مجموعة الاشعار فی الرقائق والاثار
 - ۱۱۔ مرآة الشہود فی وحدة الوجود ۱۲۔ مسک الختام فی معرفة الامام، مختصر فی کراستہ
 - ۱۳۔ الالہامات الرحمانية فی مراتب الحقیقة الانسانية ۱۴۔ حجة الذاکرین ورد المنکرین۔
 - ۱۵۔ الطریقة الرحمانية فی الرجوع والوصول الی الحضرة العلییة۔
- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ معجم المؤلفین، عمربضا کمالہ، الجزء الخامس ص ۳۵۴

ب۔ ہدیة العارفین، اسماعیل بأشا البغدادی جلد اول ص ۲۰۵

اور اس کی کیلیں جیسے روشن تارے۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے لئے اسے قرار و سکون نہ ہوا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے سبب پوچھا: بولا: میری جان حضور کی خاک نعل پر قربان، میری آرزو یہ ہے کہ حضور مجھ سے وعدہ فرمائیں کہ روز قیامت مجھی پر سوار ہو کر جنت میں تشریف لے جائیں۔ حضور معلیٰ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ براق نے عرض کی: میں چاہتا ہوں حضور میری گردن پر دست مبارک لگادیں کہ وہ روز قیامت میرے لیے علامت ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ دست اقدس لگتے ہی براق کو وہ فرحت و شادمانی ہوئی کہ روح اس مقدار جسم میں نہ سائی اور طرب سے پھول کر چالیس ہاتھ اونچا ہو گیا۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک حکمت نہانی ازلی کے باعث ایک لمحہ سواری میں توقف ہوا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مطہر نے حاضر ہو کر عرض کی: اے میرے آقا! حضور اپنا قدم پاک میری گردن پر رکھ کر سوار ہوں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن مبارک پر قدم اقدس رکھ کر سوار ہوئے اور ارشاد فرمایا: "میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر۔"

ومسماۃ کالانجم الظواہر، ولم یأخذہ السکون والتمکین لیرکب علیہ النبی الامین، فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، لم لم تسکن یا براق حتی اربک علی ظہرک، فقال روحی فداءً لتراب نعلک یا رسول اللہ اتبني ان تعاهدني ان لاترکب یوم القیمة علی غیر حین دخولک الجنة، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یكون لك ما تمنيت، فقال البراق التمس ان تضرب یدک المبارکة علی رقبتي لیکون علامة لی یوم القیمة، فضرب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ علی رقبۃ البراق، ففرح البراق فرحاً حتی لم یسع جسده روحه ونسئ اربعین ذراعاً من فرحه وتوقف فی رکوبه لحظة لحكمة خفية ازلیة، فظهرت روح الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال یا سیدی ضع قدمک علی رقبتي وارکب، فوضع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمه علی رقبته وركب، فقال قدمی علی رقبتك وقدمک علی رقبۃ کل اولیاء اللہ تعالیٰ¹ انتھی۔

¹ تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر المنقبة الاولى سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۴، ۲۵

نوٹ: زیر نظر نسخہ حضرت مولانا ابوالمنصور محمد صادق قادری فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

اس کے بعد فاضل عبدالقادر اربلی فرماتے ہیں:

یعنی اے برادر! بچ اور ڈر اس سے کہ کہیں تُو انکار کر بیٹھے اور شعب معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری پر تعجب کرے کہ یہ امر تو صحیح حدیثوں میں اوروں کے لئے وارد ہوا ہے، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامؑ کو ملاحظہ فرمایا، اور جنت میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ کو دیکھا اور مقعد صدق میں اولیس قرنی اور	فأياك يا أخى ان تكون من المنكرين المتعجبين من حضور روحه ليلة المعراج لانه وقع من غيره في تلك الليلة كما هو ثابت بالأحاديث الصحيحة كرويته صلى الله تعالى عليه وسلم ارواح الانبياء في السموات وبلا لا في الجنة واويسا القرني في مقعد الصدق و

عہ ۱: تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

الشفاء بتعريف حقوق المصطفى فصل في تفضيله صلى الله تعالى عليه وسلم المطبعة الشركة الصحافية ۱۳۵/۱

عہ ۲: حدیث شریف میں ہے: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لبلال صلوة الغداة يا بلال حدثني بأرجى عمل

عملته عندك في الاسلام منفعه فاني سمعت الليلة خشف نعليك بين يدي في الجنة^۱ الحديث

ایک اور حدیث میں یوں ہے: عن ابن عباس قال ليلة اسرى برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دخل الجنة فسمع في

جانبها خشف فقال يا جبريل من هذا فقال هذا بلال المؤذن فقال قد افلح بلال رأيت له كذا كذا^۲۔

حضرت ابوامامہ کی روایت میں مرفوعاً ہے: فقيل هذا بلال يمشي امامك^۳۔

مذکورہ روایات اور احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

جنت میں ملاحظہ فرمایا۔

^۱ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سليم، ام انس بن مالك وبلال ۲۹۲/۲

^۲ منتخب كنز العمال على هامش مسند احمد بن حنبل المكتبة الاسلامي بيروت ۲۶۹/۳

^۳ الكامل لابن عدي ترجمه يحيى بن ابى حية ابو جناب الكلبي دار الفكر بيروت ۲۶۷۰/۷

امراً ابی طلحة فی الجنة، وسباعه صلى الله تعالى عليه وسلم خشخشة الغبيصاء	بہشت میں زوجہ ابو طلحہ ؑ کو اور جنت میں غمیصاء بنت لمعان کی پچھل سنی، جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں۔

عہ ۱: حدیث میں ہے: عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال رأیت الجنة فرأیت امرأ ابی طلحة الحدیث^۱۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے جنت میں ابو طلحہ کی زوجہ کو دیکھا۔

عہ ۲: حدیث شریف میں ہے: عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال دخلت الجنة فسمعت خشخة فقلت من هذا قالوا هذه الغمیصاء بنت ملحان امر انس بن مالک^۲۔

ایک اور روایت میں یوں بیان ہوا: عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخلت الجنة فسمعت خشخشة بین یدی فاذا فی الغمیصاء بنت ملحان امر انس بن مالک^۳۔

مسند احمد کی دوسری روایت یوں ہے: عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخلت فسمعت بین یدی خشخة فاذا انا بالغمیصاء بنت ملحان^۴۔

ان روایات کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک کی والدہ حضرت غمیصاء بنت لمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جنت میں پچھل سنی۔

نوٹ: یاد رہے کہ غمیصاء بنت لمعان یہی زوجہ ابو طلحہ ہیں۔ فاعلم ذلك

(حاشیہ منجانب امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

^۱ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سلیم، ام انس بن مالک و بلال ۲/۲۹۲

^۲ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سلیم، ام انس بن مالک و بلال ۲/۲۹۲

^۳ مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۹۹

^۴ مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۶

اور حرز العاشقین وغیرہ کتابوں میں کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درخواست پر حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکم حاضری دیا۔ روح امام نے حاضر ہو کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا۔^۱ اور عارف اجل شیخ محمد چشتی نے کتاب رفیق الطلاب میں حضرت شیخ الشیوخ قدست سرارہم سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج کچھ لوگ اپنی امت کے ملاحظہ فرمائے^۲ اور شیخ نظام الدین گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ رونق افروز پشت براق پر تھے اور براق کا زین پوش میرے کندھے پر تھا۔ اور عمدۃ المحدثین امام نجم الدین غیطی کتاب المعراج میں فرماتے ہیں: جب حضور معلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتهی تک تشریف لے گئے اس پر ایک ابر چھایا^۳ جس میں ہر قسم کا رنگ تھا، جبریل امین	بنت ملحان فی الجنة کما ذکرنا قبل هذا، و ذکر فی حرز العاشقین وغیرہ من الكتب ان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقی لیلۃ المعراج سیدنا موسیٰ علیہ السلام فقال موسیٰ مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح انت قلت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، ارید ان یحضر احد من علماء امتک لیتکلم معی فأحضر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ الی موسیٰ علیہ السلام (وساق القصة ثم قال)، وفی کتاب رفیق الطلاب لاجل العارفین الشیخ محمد الجشتی نقلا عن شیخ الشیوخ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی رأیت رجالا من امتی فی لیلۃ المعراج ارانیہم اللہ تعالیٰ (الخ ثم قال) وقال الشیخ نظام الدین الکنجوی کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را کبا علی البراق و

عہ ۱: (۱) نبراس شرح شرح عقائد، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص ۳۸۸

(ب) مقامیں المجالس اردو ترجمہ از واحد بخش سیال ص ۲۵۵

(ج) معراج النبی از علامہ سید احمد سعید کاظمی ص ۱۲۸ اور ما بعد

(د) عرفان شریعت (مجموعہ فتاویٰ امام احمد رضا) مرتبہ مولانا محمد عرفان علی حصہ سوم ص ۹۱ تا ۸۴

عہ ۲: رفیق الطلاب مجتہائی دہلی ص ۲۸

عہ ۳: عمدۃ الفضلاء المحققین امام نجم الدین غیطی فرماتے ہیں: واما الوفرف فیحتمل ان المراد به السحابة التي غشيتہ وفيہا من كل لون التي رواها ابن ابی حاتم عن انس وعند ما غشيتہ تأخر عنه جبریل۔ (کتاب المعراج (مؤلفہ رجب ۹۹۹ھ) مطبوعہ مصر، ص ۸۹)

علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے رہ گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستوی پر جلوہ عہ^۱ فرما ہوئے وہاں قلموں کے لکھنے کی آواز گوش اقدس میں آئی اور ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ نور عرش میں چھپا ہوا ہے، حضور نے دریافت فرمایا: کیا یہ فرشتہ ہے؟ جواب ہوا: نہیں۔ پوچھا کیا یہ نبی ہے؟ کہا: نہیں بلکہ یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یا خدا میں تر رہتی اور دل مسجدوں میں لگا رہتا۔ کبھی کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر اپنے والدین کو بُرا نہ کہلوا یا عہ^۲ انتہی۔	غاشیته على كتنفى انتهى وقال عمدة المحدثين الامام نجم الدين الغيطي في كتاب المعراج ثم رفع الى سدرۃ المنتهى فغشيه سحابة فيها من كل لون فتأخر جبريل عليه السلام ثم عرج لمستوى سمع فيه صريف الاقلام ورأى رجلا مغيبا في نور العرش فقال من هذا أملك؟ قيل: لا۔ قال: أنبي؟ قيل: لا، هذا رجل كان في الدنيا لسانه رطب من ذكر الله تعالى وقلبه معلق بالساجد ولم يستسب لوالديه قط^۱ الخ ما في التفريح ملخصا۔

یعنی جب معراج میں اتنے لوگوں کی ارواح کا حاضر ہونا احادیث واقوال علماء واولیاء سے ثابت ہے تو روح اقدس حضور پر نور سید الاولیاء غوث الاصفیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری کیا جائے تعجب و انکار ہے بلکہ ایسی حالت میں حاضر نہ ہونا ہی محل استعجاب ہے۔ اک ذرا انصاف و اندازہ قدر قادریت درکار ہے۔

اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ ت) فقیر غفرلہ المولی القدير نے اپنے رسالہ "هدى الحيران في نفى الفئ عن سيد الاكوان" میں بعونہ تعالیٰ ایک فائدہ جلیلہ لکھا کہ مطالب چند قسم ہیں، ہر قسم کا مرتبہ جدا اور ہر مرتبہ کا پایہ ثبوت علیحدہ۔ اس قسم مطالب احادیث میں ظہور نہ ہونا مضر نہیں، بلکہ کلمات علماء و مشائخ میں ان کا ذکر کافی۔

عہ^۱: امام نجم الدین غیطی فرماتے ہیں: ثم عرج به حتى ظهر لمستوى سمع فيه صريف الاقلام۔ (كتاب المعراج، مطبوعه مصر، ص ۸۹، ۸۷)

عہ^۲: تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب المعراج ص ۹

^۱ تفريح الخاطر في مناقب الشيخ عبدالقادر المنقبة الاولى سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۸۲۲۸

امام خاتمہ المحدثین جلال الملتہ والدین سیوطی قدس سرہ الشریف نے "مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء" میں اس روایت کی نسبت کہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضورِ نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کے وصال اقدس کے بعد کلام طویل میں حضور کو ہر جملہ پر بکلمہ "باکی انت وامی یا رسول اللہ" (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ت) ندا کر کے فضائلِ جلیلہ وخصائصِ جمیلہ بیان کئے، تحریر فرمایا:

یعنی میں نے یہ روایت کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور امام ابن الحاج نے اپنی مدخل میں اسے ایک حدیث طویل کے ضمن میں ذکر کیا اور ایسی روایت کو اسی قدر سند کفایت کرتی ہے کہ انہیں کچھ باب احکام سے تعلق نہیں انتہی۔	لم اجدہ فی شیخ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکر اہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سنداً لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام^۱۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسیم الریاض^۲ شرح شفاء قاضی عیاض میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔ بالجملہ روح مقدس کا شب معراج کو حاضر ہونا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت غوثیت کی گردن مبارک پر قدم اکرم رکھ کر براق یا عرش پر جلوہ فرمانا، اور سرکار ابد قرار سے فرزند ارجمند کو اس خدمت کے صلہ میں یہ انعام عظیم عطا ہونا۔۔۔ ان میں کوئی امر نہ عقلاً اور شرعاً مجبور اور کلماتِ مشائخ میں مسطور و ماثور، کتب حدیث میں ذکر معدوم، نہ کہ عدم مذکور، نہ روایات مشائخ اس طریقہ سند ظاہری میں محصور، اور قدرت قادر و وسیع و موفور، اور قدر قادری کی بلندی مشہور پھر رد و انکار کیا مقتضائے ادب و شعور۔

اب یہ رہا کہ اس حدیث میں کہ براق برق رفتار زمین سے لپٹ گیا۔ اور اس روایت میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گردن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قدم رکھ کر زیب پشت براق ہوئے، بظاہر تانی ہے۔
اقول: اصلاً منافات نہیں، بلکہ جب اسی روایت میں مذکور کہ براق فرط فرحت سے

^۱ نسیم الریاض بحوالہ مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء الفصل السابع برکات رضا گجرات ہند / ۲۴۸

^۲ نسیم الریاض بحوالہ مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء الفصل السابع برکات رضا گجرات ہند / ۲۴۸

چالیس ہاتھ اونچا ہو گیا اور پُر ظاہر کہ جو مَؤکِب عہ^۱ اس قدر بلند ہو وہ کیسا ہی زمین سے ملحق عہ^۲ ہو جائے تاہم قامتِ انسان سے بہت بلند رہے گا اور اس پر سواری کے لئے ضرور حاجتِ نردبان عہ^۳ ہوگی۔ اب ایک چھوٹے سے جانور فیل عہ^۴ ہی کو دیکھئے کہ جب ذرا بلند و بالا ہوتا ہے اسے بٹھا کر بھی بے زینہ سواری قدرے دقت رکھتی ہے۔ تو اگر براق بوجہ حیاء و تذلل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے لئے زمین سے لپٹ گیا ہو اور پھر بھی بوجہ طول ارتفاع حاجتِ زینہ ہو جس کے لئے روح سرکارِ غوثیت مدارِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاضر ہو کر اپنے مہربان باپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیرِ قدم اکرم اپنا شانہ مبارک رکھا ہو، کیا جائے استعجاب عہ^۵ ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی الْحَبِیْبِ الْاَكْرَمِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَهْلُ الْکَرَمِ وَاِبْنَهٗ الْکَرِیْمِ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ وَعَلِیْنَآ بِجَاهِهِمْ وَبَارَکْ وَسَلَم۔ وَاللّٰهُ سَبِّحْنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعَلِمَهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ وَاحْكَم۔	اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم، آپ کے کرم والے آل و اصحاب، آپ کے کریم بیٹے غوث اعظم اور ان کے صدقے میں ہم پر رحمت، برکت اور سلام نازل فرمائے۔ (ت)

مسئلہ دوم:

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

از کٹھور ضلع سورت اسٹیشن سائن پر بمرسلہ مولوی عبدالحق صاحب

مسئلہ ۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان اقوال کے باب میں:

اول: ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ شبِ معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے عرشِ معلیٰ پر اپنے اوپر سوار کر کے پہنچایا، یا کاندھادے کر اوپر سوار کر کے پہنچایا، یا کاندھادے کر اوپر جانے کی معاونت کی، یعنی یہ کام اوپر جانے کا براق اور حضرت جبریل علیہ السلام اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انجام کو نہ پہنچا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی۔

عہ^۱: مَؤکِب بمعنی سواری عہ^۲: ملحق ہونا: چٹ جانا، مل جان عہ^۳: سیڑھی عہ^۴: ہاتھی عہ^۵: تعجب۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے۔
تیسرے یہ کہ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیران پیر نے ناراض اور غصہ میں ہو کر چھین لی تھی۔
چوتھے یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔

ان اقوال کا کیا حال ہے؟ مفصل بیان فرما کر اجر عظیم اور ثواب کریم پائیں اور رفع نزاع بین الفریقین فرمائیں۔
المستفتی

عبدالحق عفا عنہ کٹھور، ضلع سورت، گجرات (بھارت)
مؤرخہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

الجواب:

اللهم لك الحمد فقير غفر الله تعالى له كلمات چند مجمل و سودمند عہ گزارش کرے اگرچہ فریقین میں سے کسی کو پسند نہ آئیں مگر بعونہ تعالیٰ حق و انصاف ان سے متجاوز نہیں والحق احق ان يتبع واللہ الہادی الی صراط مستقیم (اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے، اور اللہ تعالیٰ سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔)
جواب سوال ۲: یہ قول کہ "اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح و جائز الاطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ علیہ رفیعہ حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوم مرتبہ نبوت عہ ۲"

عہ ۱: مفید

عہ ۲: مرتبہ غوثیت، مرتبہ نبوت کے پیچھے اور اس سے نیچے ہے۔

ہے۔ خود حضور معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "جو قدم میرے جدِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا سو اقدام نبوت کے، کہ ان میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔"

از نبی برداشتِ گام از تو بنادن قدم
غیر اقدام النبوة سدّ مشاھا الحتام¹
(نبی کا گام قدم اٹھانا اور آپ کا گام قدم رکھنا ہے علاوہ اقدام نبوت کے، کہ وہاں ختم نبوت نے راستہ بند کر دیا ہے)
اور جواز اطلاق یوں کہ خود حدیث میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وارد:

لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب رواہ احمد ² و الترمذی والحاکم عن عقبہ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمة بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا (اس کو امام احمد، ترمذی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے جبکہ طبرانی نے معجم کبیر میں عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وارد:

لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً۔ رواہ ابن عساکر ³ عن جابر بن عبد اللہ وعن ابن عباس وعن ابن ابی اوفیٰ والباوردی	اگر ابراہیم جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے۔ (اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ اور ابن عباس اور ابن ابی اوفیٰ سے، جبکہ الباوردی نے حضرت

² جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، مین کمپنی، دہلی، ۲۰۹/۲، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة
لو کان بعدی نبی لکان عمر دار الفکر بیروت ۸۵/۳، المعجم الکبیر حدیث ۳۷۵، المكتبة الفیصلیة بیروت ۱۷/۱۸۰، مسند امام احمد بن
حنبل حدیث عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۳

³ تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر بنیہ و بناتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و از واجہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۳، ۷۴، ۷۵، کنز العمال
بحوالہ الباوردی عن انس وابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ، ابن عباس وابن ابی اوفیٰ حدیث ۳۲۲۰۴، ۳۶۹/۱۱

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	انس بن مالک سے روایت کیا، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

علماء نے امام ابو محمد جوینی قدس سرہ کی نسبت کہا ہے کہ: "اگر اب کوئی نبی ہو سکتا تو وہ ہوتے۔" امام ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

قال فی "شرح المہذب" نقلاً عن الشیخ الامام المجمع علی جلالته وصلاحه وامامته ابی محمد الجوینی الذی قیل فی ترجمته لو جاز ان یبعث اللہ فی هذه الامۃ نبیاً لکان اباً محمد الجوینی ^۱ ۔	شرح مہذب میں کہا نقل کرتے ہوئے اس شیخ و امام سے جن کی جلالت و صلاحیت و امامت پر اجماع ہے یعنی ابو محمد جوینی علیہ الرحمہ جن کے تعارف میں کہا گیا ہے کہ اگر اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت میں کسی نبی کو بھیجنا جائز ہوتا تو وہ ابو محمد جوینی ہوتے (ت)

مگر ہر حدیث حق ہے، ہر حق حدیث نہیں۔ حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہیے، بے ثبوت نسبت جائز نہیں، اور قول مذکور ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ۴: حضرت ام المؤمنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وسلم کا روح اقدس سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلانا، بعض مداحین حضور اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں کما رأیت فی بعض کتبہم التصریح بذلک (جیسا کہ میں نے ان کی بعض کتابوں میں اس پر تصریح دیکھی۔ ت)

اس تقدیر پر تو اصلاً استبعاد^۱ نہیں اور اب اس پر جو کچھ ایراد کیا گیا سب بے جاوے محل ہے اور اگر بیداری ہی میں مانا جاتا ہو، تاہم بلاشبہ عقلاً اور شرعاً جائز اور اس میں درایۂ کوئی استحالہ^۲ درکنار استبعاد بھی نہیں۔ "إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" ۲۔ (بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ ت)

عہ: ۱: دوران قیاس عہ ۲: محال ہونا

^۱ الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب قیل لو جاز ان یبعث اللہ فی هذه الامۃ نبیاً الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۲۵، ۳۲۴

^۲ القرآن الکریم ۲۰/۲

نہ ظاہر میں ام المومنین کے پاس شیر نہ ہونا کچھ اس کے منافی کہ امور خارقہ للعادہ^۱ اسباب ظاہر پر موقوف نہیں، نہ روح عام متکلمین کے نزدیک مجردات سے ہے اور فی نفسا مادیہ نہ سہی تاہم مادہ سے اس کا تعلق بدیہی۔ نہ جسم، جسم شہادت میں منحصر۔ جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیث برزخ وغیرہ اس پر گواہ^۲، کیفا کا^۳ شک نہیں کہ روح مفارق^۴ کی طرف نصوص متواترہ میں نزول و صعود و وضع و تمکن وغیرہ اعراض جسم و جسمانیت قطعاً منسوب اور وہ نسبتیں اہل حق کے نزدیک ظاہر پر محمول^۵ یا لیت شعری جب ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت۔

الترمذی عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ارواح الشهداء فی طیر خضر تعلق من شجر الجنة ^۱ ۔	(امام ترمذی کعب ابن مالک سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں میں میوہ ہائے جنت سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

جبکہ دوسری روایت میں ارواح عام مومنین کے لئے یہی ارشاد:

الامام احمد عن الامام الشافعی عن الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابيه رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نسمة المؤمن طائر يعلق في شجر الجنة حتى يرجعه الله تعالى في جسده يوم يبعثه ^۲ ۔	امام احمد امام شافعی سے وہ امام مالک سے وہ زہری سے وہ عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے وہ اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومن کی روح پرندہ کی صورت میں جنت کے درختوں میں رہتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے اپنے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔

عہ۱: عادت کے خلاف، کرامت وغیرہ عہ۲: وہ احادیث جو احوال برزخ پر مشتمل ہیں ان میں جسم مثالی بکثرت ذکر آیا ہے لہذا وہ احادیث جسم مثالی کے وجود پر گواہ ہیں۔ عہ۳: کوئی بھی صورت ہو عہ۴: جسم سے جدا روح عہ۵: اہل سنت کے نزدیک اپنے ظاہری معنی پر ہے ان میں کوئی تاویل نہیں کی گئی۔

^۱ جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ما جاء في ثواب شهيد امين كوفي دہلی ۱۹۷/۱

^۲ مسند احمد بن حنبل حدیث کرب بن مالک انصاری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵۵۵

تو دودھ پلانے میں کیا استحالہ ہے۔ حال روح بعد فراق و پیش از تعلق میں فارق عہ کیا ہے؟ آخر حضرت ابراہیم علی ابیہ الکریم و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صحیح حدیث میں ہے: "جنت میں دودایہ ان کی مدت رضاعت پوری کرتی ہیں۔"

رواہ احمد و مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ابراہیم ابیہ و انه مات فی الثدی و انه لو ظئرین یکملان رضاعہ فی الجنة ^۱ ۔	اس کو امام احمد و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا جو شیر خوارگی کی عمر میں وصال فرما گیا ہے بیشک جنت میں اس کیلئے دودایہ ہیں جو اس کی مدت رضاعت پوری کریں گی۔ (ت)

بائیں ہمہ یہ باتیں نافی استحالہ یں نہ مثبت وقوع عہ^۲ قول بالوقوع تا وقتیکہ نقل ثابت نہ ہو جزاف عہ^۳ و بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ۳: زنبیل ارواح عہ^۴ چھین لینا خرافات مخترعہ جہاں سے ہے۔ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رسل ملائکہ سے ہیں اور رسل ملائکہ، اولیاء بشر سے بالاجماع افضل۔ تو مسلمانوں کو ایسے باطلیل واہیہ

عہ^۱: روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد کی حالت اور جسم سے متعلق ہونے سے پہلے کی حالت میں کوئی فرق نہیں۔

عہ^۲: ان دلائل سے استحالہ کی نفی ہوتی ہے لیکن اس کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

عہ^۳: من گھڑت، جھوٹ، بے ہودہ

عہ^۴: روحوں کا تھیلہ۔

^۱ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال الخ قدیمی کتب خانہ ۲۵۴/۲، مسند احمد بن حنبل عن

انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۲/۳

سے احترام لازم ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

جواب سوال ۵: یونہی جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جناب افضل الاولیاء المحدثین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں یا ان کے ہمسر ہیں،

عہ: جمعیہ: بنائے انکار یہ طرز ادا ہے ورنہ ممکن کہ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ روحیں بامر الہی قبض فرمائی ہوں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے باذن الہی پھر اپنے اجسام کی طرف پلٹ آئی ہوں کہ احیاء مردہ حضور پر نور و دیگر محبوبان خدا سے ایسا ثابت ہے کہ جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

یوں ہی ممکن کہ حضرت ملک الموت نے بنظر صحائف محو اثبات قبض بعض ارواح شروع کیا اور علم الہی میں قضائے ابرام نہ پایا تھا برکت دُعاے محبوب قبض سے باز رکھے گئے ہوں۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب لؤلؤ الانوار میں حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہ میں لکھتے ہیں:

لما ضعف ولدہ احمد واشرف علی الموت وحضر عزرائیل
لقبض روحہ قال له الشیخ، ارجع الی ربک فراجعہ فان
الامر نسخ فراجع عزرائیل وشفی احمد من تلك الضعفة
وعاش بعدها ثلاثین عاماً^۱

یعنی جب ان کے صاحبزادے احمد ناتواں ہو کر قریب مرگ ہوئے
اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی روح قبض کرنے
آئے حضرت شیخ نے ان سے گزارش کی کہ اپنے رب کی طرف
واپس جائیے اس سے پوچھ لیجئے کہ حکم موت منسوخ ہو چکا ہے۔
عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پلٹ گئے، صاحبزادے نے شفا پائی اور
اس کے بعد تیس برس زندہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ الطبقات الکبریٰ (لؤلؤ الانوار) خاتمة الكتاب ترجمہ ۲۰ شیخ محمد الشرینی دار الفکر بیروت ۱۸۵/۲

گمراہ بد مذہب ہے۔ سبحان اللہ، اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام اولیاء مرجع العرفاء امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اکرم وافضل واتم واکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعہ، رافضی مانتے ہیں، نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفضیل عہد نبی کہ معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ و خرق اجماع امت مرحومہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا جائے کہ میں نے حق محبت حضور پر نور سلطان غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو ملک مقرب پر غالب یا افضل بتایا، حالانکہ ان بیہودہ کلمات سے پہلے بیزار ہونے والے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، وبالله التوفیق۔

جواب سوال ۱: رہائش معراج میں روح پر فتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا، اور وقت رکوب براق یا صعود عرش زینہ بننا، شرعاً و عقلاً اس میں کوئی بھی استحالہ نہیں۔

سدرۃ المنتہی اگر منتائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بنظر ارواح۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع، جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیاء کا منکر۔ بلکہ با وضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ: "اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے۔"

نہ اس قصہ میں معاذ اللہ بوئے تفضیل یا ہمسری حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نکلتی ہے، نہ اس کی عبارت یا اشارت سے کوئی ذہن سلیم اس طرف جاسکتا ہے۔ کیا عجب سواری براق سے بھی یہی معنی تراشے جائیں کہ اوپر جانے کا کام حضرت جبرائیل علیہ السلام اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انجام کو نہ پہنچا براق نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی۔ درپردہ اس میں براق کو فضیلت دینا لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تو نہ پہنچ سکے اور براق پہنچ گیا اس کے ذریعے سے حضور کی رسائی ہوئی۔

عہ: فضیلت دینا

یا ہذا خدمت کے افعال جو بنظر تعظیم واجلال سلاطین بجالاتے ہیں کیا ان کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بادشاہ ان امور میں عاجز اور ہمارا محتاج ہے؟۔۔۔۔۔ علاوہ بریں کسی بلندی پر جانے کے لئے زینہ بننے سے یہ کیونکر مفہوم کہ زینہ بننے والا خود بے زینہ وصول پر قادر۔۔۔۔۔ زردبان عہد ہی کو دیکھیں کہ زینہ صعود ہے اور خود اصلاً صعود پر قادر نہیں۔

فرض کیجئے کہ ہنگام بت کھنی حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی عرض قبول فرمائی جاتی اور حضور پر نور افضل صلوات اللہ واکمل تسلیما تہ علیہ وعلیٰ آلہ ان کے دوش مبارک پر قدم رکھ کر بت گراتے تو کیا اس کا یہ مفاد ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو معاذ اللہ اس کام میں عاجز اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قادر تھے۔ غرض ایسے معنی محال، نہ ہر گز عبارت قصہ سے مستفاد، نہ ان کے قائلین بے چاروں کو مراد، واللہ الہادی الی سبیل الرشاد (اور اللہ تعالیٰ ہی درست راستے کی طرف ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت)

یہ بیان ابطال استحالہ واثبات صحت بمعنی امکان کے متعلق تھا۔ رہا اس روایت کے متعلق بقیہ کلام، وہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ کے مجلد دوم عہد العطاء النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ کی کتاب مسائل شتیٰ میں مذکور کہ یہ سوال پہلے بھی اوجہین سے آیا اور اس کا جواب قدرے مفصل دیا گیا۔

خلاصہ مقصد اس کا مع زیادات جدیدہ یہ کہ اس کی اصل کلمات بعض مشائخ میں مسطور، اس میں عقلی و شرعی کوئی استحالہ نہیں، بلکہ احادیث و اقوال اولیاء و علماء میں متعدد بندگان خدا کے لئے ایسا حضور روحانی وارد۔

(۲، ۱) مسلم اپنی صحیح اور ابوداؤد طیالسی مسند میں جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

و دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت ما هذه قالوا هذا بلال ثم دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت ما هذه	میں جب جنت میں داخل ہوا تو ایک پچھل سنی، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ملائکہ نے عرض کی: یہ بلال ہیں۔ پھر تشریف لے گیا، پچھل سنی، میں نے پوچھا

عہد ۱: بیڑھی

عہد ۲: یاد رہے کہ فتاویٰ رضویہ قدیم میں یہ مسائل شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے اب ان کو اشاعت جدید میں کتاب الشتیٰ کے پیش نظر جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

یہ کیا ہے؟ عرض کیا: غمیصاء بنت ملحان، یعنی ام سلیم مادر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	قالوا هذه الغمیصاء بنت ملحان ^۱ ۔

ان کا انتقال خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا کہما ذکرہ الحافظ فی التقریب^۲ (جیسا کہ حافظ نے تقریب میں اس کو ذکر کیا۔ ت)
(۳) امام احمد و ابویعلیٰ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس اور
(۴) طبرانی کبیر اور ابن عدی کامل بسند حسن ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

میں شب معراج جنت میں تشریف لے گیا اس کے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی، پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ عرض کی: یہ بلال مؤذن ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	دخلت الجنة فسمعت فی جانبها وجسافقلت یا جبرئیل ما هذا قال هذا بلال المؤذن ^۳ ۔

(۵) امام احمد و مسلم و نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای، حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

(میں) بہشت میں رونق افروز ہوا، اپنے آگے ایک کھٹکا سنا، پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی: غمیصاء بنت ملحان۔	دخلت الجنة فسمعت خشفة بین یدی، فقلت ما هذه الخشفة، فقيل الغمیصاء بنت ملحان ^۴ ۔

^۱کنز العمال بحوالہ عبد بن حبید عن انس والطیالسی عن جابر حدیث ۳۳۱۶۱ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/۲۵۳، مسند ابی داود الطیالسی عن جابر حدیث ۱۷۱۹ دار المعرفۃ بیروت الجزء السابع ص ۲۳۸، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ام سلیم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۲

^۲تقریب التہذیب ترجمہ ۸۷۸۰ ام سلیم بنت ملحان دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۸۸

^۳کنز العمال حدیث ۳۳۱۶۲ و ۳۳۱۶۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/۲۵۳، الكامل لابن عدی ترجمہ یحییٰ بن ابی حبة ابن جناب الکلبی دار الفکر بیروت ۷/۲۶۷۰

^۴صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من ام سلیم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۲، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۹۹

(۶) امام احمد و نسائی و حاکم باسناد صحیحہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت الجنة فسمعت فيها قراءة، فقلت من هذا؟ قالوا حارثة بن نعمان كذلك البر كذلك البر ^۱ ۔	میں بہشت میں جلوہ فرما ہوا، وہاں قرآن کریم پڑھنے کی آواز آئی، پوچھا: یہ کون ہے؟ عرض کی گئی: حارثہ بن نعمان۔ نیکی ایسی ہوتی ہے نیکی ایسی ہوتی ہے۔

یہ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رہی جناب ہوئے قالہ ابن سعد فی الطبقات و ذکرہ الحافظ فی الاصابة^۲ (ابن سعد نے طبقات میں اور حافظ نے اصابہ میں اس کو ذکر کیا۔ ت)

(۷) ابن سعد طبقات میں ابو بکر عدوی سے مرسل راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت الجنة فسمعت نعمة من نعيم ^۳ ۔	میں جنت میں تشریف فرما ہوا تو نعيم کی کھکار سنی۔

یہ نعيم بن عبد اللہ عدوی معروف بہ نعام (کہ اسی حدیث کی وجہ سے ان کا یہ عرف قرار پایا) خلافت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔

كما ذكره موسى بن عقبة في المغازی عن الزهري و كذا قاله ابن اسحق ومصعب الزبيري وأخرون كما في الاصابة ^۴ ۔	جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں زہری کے حوالے سے اس کو ذکر کیا یوں ہی کہا ابن اسحق اور مصعب زبیری اور دیگر علماء نے جیسا کہ اصابہ میں ہے۔ (ت)

^۱ مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۳۶/۶، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة مناقب

حارثہ بن نعمان دار الفکر بیروت ۲۰۸/۳، الاصابة فی تمييز الصحابة بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۵۳۲ حارثہ بن نعمان دار صادر بیروت ۲۹۸/۱

^۲ الاصابة فی تمييز الصحابة بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۵۳۲ حارثہ بن نعمان دار صادر بیروت ۲۹۹/۱، الطبقات الكبرى لابن سعد ترجمہ

حارثہ بن نعمان دار الفکر بیروت ۳۸۸/۳

^۳ الطبقات الكبرى لابن سعد الطبقة الثانية من المهاجرين والانصار ترجمہ نعيم بن عبد اللہ المعروف النحام دار صادر بیروت ۱۳۸/۳

^۴ الاصابة فی تمييز الصحابة ترجمہ نعيم بن عبد اللہ ۸۷۷/۳ دار صادر بیروت ۵۶۸/۳

(۸) امام ابو بکر بن ابی الدینا، ابو الخارق سے مرسل راوی، حضور پر نور صلوات اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی شبِ اسریٰ میرا اگر ایک مرد پر ہوا کہ عرش کے نور میں غائب تھا، میں نے فرمایا: یہ کون ہے، کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی: نہ۔ میں نے فرمایا: نبی ہے عرض کی گئی: نہ۔ میں نے فرمایا کون ہے؟ عرض کرنے والے نے عرض کی: یہ ایک مرد ہے دنیا میں اس کی زبانِ یادِ الہی سے تر تھی اور دل مسجدوں سے لگا ہوا، اور (اس نے کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر) کبھی اپنے ماں باپ کو برا نہ کہلوایا۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔) کیوں راہ دور سے مقصد قرب نشان دیجئے، زفیض قادریت جوش پر ہے، بحر حدیث سے خاص گوہر مراد حاصل کیجئے۔ حدیث مرفوع مروی کتب مشہورہ ائمہ محدثین سے ثابت کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے تمام مریدین واصحاب و غلامان بارگاہ آسمان قباب کے شب اسریٰ اپنے مہربان باپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اقدس کے ہمراہ بیت المعمور میں گئے حضور پر نور کے پیچھے نماز پڑھی، حضور کے ساتھ باہر تشریف لائے والحمد للہ رب العلمین (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔) (ت)

اب ناظر غیر وسیع النظر متعجبانہ پوچھے گا کہ یہ کیونکر؟۔۔۔۔۔۔ ہاں ہم سے سنئے۔ واللہ الموفق۔ ابن جریر وابن ابی حاتم و ابو یعلیٰ وابن مردویہ و بیہقی وابن عساکر حضرت البوسعید خدری رضی اللہ

¹ الدر المنثور بحواله ابن ابى الدنيا تحت الآية ٢/١٥٢ مكتبه آية الله العظمى قم ١٤١١/١٢، الترغيب والترهيب بحواله ابن ابى الدنيا كتاب الذكر والدعاء، الترغيب فى الاكثار من ذكر الله الخ مصطفى الباقى ص ٣٩٥/٢

تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی، حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

پھر میں ساتویں آسمان پر تشریف لے گیا، ناگاہ وہاں ابراہیم خلیل اللہ ملے کہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے تشریف فرما ہیں اور ناگاہ اپنی امت دو قسم پائی، ایک قسم کے سپید کپڑے ہیں کاغذ کی طرح، اور دوسری قسم کا خاکستری لباس۔ میں بیت المعمور کے اندر تشریف لے گیا اور میرے ساتھ سپید پوش بھی گئے، میلے کپڑوں والے روکے گئے مگر ہیں وہ بھی خیر و خوبی پر۔ پھر میں نے اور میرے ساتھ کے مسلمانوں نے بیت المعمور میں نماز پڑھی۔ پھر میں اور میرے ساتھ والے باہر آئے۔	ثم صعدت الى السماء السابعة فاذا انا بآبراهيم الخليل مسند الظهر الى البيت المعمور (فذكر الحديث الى ان قال) واذا بامتي شطرين شطر عليهم ثياب بيض كأنها القراطيس وشطر عليهم ثياب رمد فدخلت البيت المعمور ودخل معي الذين عليهم الثياب البيض وحجب الاخرون الذين عليهم ثياب رمد وهم على خير فصليت انا ومن معي من المؤمنين في البيت المعمور ثم خرجت انا ومن معي¹ (الحديث)

ظاہر ہے کہ جب ساری امت مرحومہ بفضلہ عزوجل شریف باریاب سے مشرف ہوئی یہاں تک کہ میلے لباس والے بھی۔ تو حضور غوث الوزی اور حضور کے منتسبان باصفا تو بلاشبہ ان اجلی پوشاک والوں میں ہیں، جنہوں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المعمور میں جا کر نماز پڑھی، والحمد لله رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

اب کہاں گئے وہ جاہلانہ استبعاد کہ آج کل کے کم علم مفتیوں کے سدراہ ہوئے، اور جب یہاں تک بجز اللہ ثابت تو معاملہ قدم میں کیا وجہ انکار ہے کہ قول مشائخ کو خواہی نخواہی رد کیا جائے۔ ہاں سند محدثانہ نہیں۔۔۔۔۔ پھر نہ ہو۔۔۔۔۔ اس جگہ اسی قدر بس ہے۔ سند معنعنؑ کی حاجت نہیں،

عہ: ایسی روایت جس میں ایک راوی دوسرے راوی سے "عن فلان" کے لفظ سے روایت کرے۔

¹ تاریخ دمشق الكبير باب ذكر عروجه الى السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۳، دلائل النبوة للبيهقي باب الدليل على ان النبي صلى الله عليه وسلم عرج به الى السماء دار الكتب العلمية بیروت ۲/۹۳-۳۹۳، الدر المنثور بحواله ابن جرير وابن حاتم وغيره الخ تحت الآية دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۷۲

کہا بیناکہ فی رسالتنا "ہدی الحیران فی نفی الفئی عن سیدالاکوان" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "ہدی الحیران فی نفی الفئی عن سیدالاکوان" میں اسے بیان کیا ہے۔)

امام جلال الدین سیوطی نے "منہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء" میں مرثیہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "باکی انت وامی یا رسول اللہ" ¹

میں نے یہ روایت کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور امام ابن الحاج نے اپنی مدخل میں اس حدیث طویل کے ضمن میں ذکر کیا اور ایسی روایت کو اسی قدر سند کفایت کرتی ہے کہ انہیں کچھ باب احکام سے تعلق نہیں۔	لم اجده فی شیعی من کتب الحدیث الاثر (الی قولہ) بالاحکام ²۔

اور یہ تو کسی سے کہا جائے کہ حضرات مشائخ کرام قدس اسرار ہم کے علوم اسی طریقہ سند ظاہری حدیثنا فلان عن فلان میں منحصر نہیں، وہاں ہزار ہا ابواب وسیعہ و اسباب رفیعہ ہیں کہ اس طریقہ ظاہرہ کی وسعت ان میں سے کسی کے ہزارویں حصہ تک نہیں، تو اپنے طریقہ سے نہ پانے کو ان کی تکذیب کی حجت جاننا کیسی ناانصافی ہے۔

انسان کی سعادت کبریٰ ان مدارج عالیہ و معارج عالیہ تک وصول رہے۔۔۔۔۔ اور اس کی بھی توفیق نہ ملے تو میا درجہ تسلیم، نہ کہ معاذ اللہ انکار و تکذیب کو سخت مہلکہ ہائیکہ ہے، والعیاذ باللہ رب العلمین (اور اللہ تعالیٰ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔)۔۔۔۔۔ جیسے آج کل ایک بحرِ نبی بے بہرہ نے رسالہ "لباب المعانی" سیاہ کر کے مصر میں چھپوایا اور صرف اس پر کہ حضرت امام عارف باللہ، ثقہ، حجت، فقیہ، محدث، امام القراء، سیدی ابوالحسن علی نورالملک والدین شطونوفی قدس سرہ الصافی الصوفی نے کتاب بحجۃ الاسرار شریف میں باسناد صحیحہ حضرت امام اجل سیدی احمد رفاعی قدس سرہ الرفیع پر حضور پر نور سید الاولیاء حضرت غوث الوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفضیل روایت فرمائی، نہ صرف اس امام حلیل و کتاب جمیل بلکہ خاک بدہن گستاخ جناب اقدس میں

¹ نسیم الریاض بحوالہ منہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء الفصل السابع مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲۴۸/۱

² نسیم الریاض بحوالہ منہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء الفصل السابع مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲۴۸/۱

نے حاضر ہو کر گردنِ نیاز صاحب لولاک کے قدم سراپا اعجاز کے نیچے رکھ دی اور خواجہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گردنِ غوث اعظم پر قدم مبارک رکھ کر براق پر سوار ہوئے اور اس روح پاک سے استفسار فرمایا کہ تو کون ہے؟ عرض کیا: میں آپ کے فرزندوں اور ذریاتِ طہیات سے ہوں، اگر آج اس نعمت سے کچھ منزلت بخشے گا تو آپ کے دین کو زندہ کروں گا۔ فرمایا کہ: "تو محی الدین ہے اور جس طرح میرا قدم تیری گردن پر ہے اسی طرح کل تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔" اور اس روایت کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صاحب منزل اثنا عشریہ بھی تحفۃ القادریہ سے لکھتے ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۵۸ سطر ۵ میں مرقوم ہے کہ:

"خواجہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو کر سوار ہونے لگے براق نے شوخی شروع کی، جبریل علیہ السلام نے کہا: کیا بھڑکتی ہے، تو نہیں جانتا کہ تیرا رقبہ کون ہے؟ خلاصہ ہر وہ ہزار عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اٹھارہ ہزار جہانوں کے خلاصہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ت) براق نے کہا کہ اے امین وحی الہی! تم اس وقت خفگی مت کرو مجھے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ایک التماس ہے۔ فرمایا: بیان کرو۔ عرض کیا: آج دولت زیارت سے مشرف ہوں کل قیامت کے دن مجھ سے بہتر براق آپ کی سواری کے واسطے آئیں گے، امیدوار ہوں کہ حضور سوائے میرے اور کسی براق کو پسند نہ فرمائیں۔"

صاحب تحفۃ القادریہ لکھتے ہیں کہ: "وہ براق خوشی سے پھولا نہ سما یا اور اتنا بڑھا اور اونچا ہوا کہ صاحب معراج کا ہاتھ زین تک اور پاؤں رکاب تک نہ پہنچا۔"

پس استفسار اس امر کا ہے کہ آیا یہ روایت صحاح ستہ وغیرہ احادیث وشفائے قاضی عیاض وغیرہ کتب معتبرہ فن میں موجود ہے یا نہ۔ بیان کاف وشاف بالاسانید من المعتبرات المعتقدات بالسطر والتفصیل جزاکم اللہ خیرا۔ بینواتو جروا (معتبر و معتمد سندوں کے ساتھ کافی و شافی بیان پوری شرح و تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بیان کرو اجر پاؤں گے۔ ت)

الجواب:

کتب احادیث و سیر میں اس روایت کا نشان نہیں۔ رسالہ غلام امام شہید محض نامعتبر، بلکہ صریحاً باطل و موضوعات پر مشتمل ہے۔ منازل اثنا عشریہ کوئی کتاب فقیر کی نظر سے نہ گزری نہ کہیں اس کا

تذکرہ دیکھا۔

تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے اس کے مطالعہ بالاستیعاب سے بارہا مشرف ہوا، جو نسخہ میرے پاس ہے یا اور جو میری نظر سے گزران میں یہ روایات اصلاً نہیں۔^۱ عہ

بایں ہمہ اس زمانہ کے مفتیان جہول، محطیان غفول^۲ نے جو اس کا بطلان یوں ثابت کرنا چاہا کہ سدرۃ المننتی سے بالاعروج کیا اور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس و انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفضیل نکلتی ہے^۳ یہ محض تعصب و جہالت ہے جس کا رد فقیر نے ایک مفصل فتویٰ میں سترہ سال ہوئے کیا، جبکہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کھٹور ضلع سورت سے ایک سوال آیا تھا۔^۴ عہ

فاضل عبدالقادر قادری ابن شیخ محی الدین اربلی نے کتاب "تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ روایت لکھی ہے^۵ اور اسے جامع شریعت و حقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمہ اللہ

عہ ۱: تحفہ قادریہ، حضرت شاہ ابوالمعالی قادری (۱۱۱۶ھ) کی فارسی تالیف ہے جس میں حضور غوث الوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اور کرامات کا تذکرہ ہے۔ آپ اپنے وقت کے سربراہ و مشائخ میں شمار ہوتے ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آپ کے ارشاد پر اشاعت الملعات اور شرح فتوح الغیب مکمل فرمائی۔ آپ کا زار لاہور میں واقع ہے۔
تحفہ قادریہ کے قلمی نسخے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں، اصل فارسی نسخہ تاحال طبع نہ ہوا، البتہ اس کا اردو ترجمہ (۱) سیرت الغوث مولفہ محمد باقر نقشبندی (۱۳۲۳ھ) مطبع منشی نوکسٹور پریس لاہور اور (۲) تحفہ قادریہ (اردو ترجمہ) مولفہ مولانا عبدالکریم (۱۳۲۴ھ) ملک فضل الدین تاجر کتب لاہور کے ناموں سے شائع ہو چکے ہیں۔

عہ ۲: جاہل، غافل اور خطا کار مفتی۔

عہ ۳: دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، مدرسہ دیوبند کے اساطین مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد انبیٹھوی کے فتاویٰ کی تردید ہو رہی ہے، یہ فتاویٰ موجودہ رسالہ مبارکہ میں شامل کر دیے گئے ہیں۔

عہ ۴: ملاحظہ ہو مسئلہ ثانیہ رسالہ ہذا۔

عہ ۵: تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، المنقبۃ الاولیٰ، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۲۵، ۲۴

کی کتاب حرز العاشقین سے نقل کیا ہے۔ اور ایسے امور میں اتنی ہی سند بس ہے۔ اس کا بیان فقیر کے دوسرے فتوے میں ہے جس کا سوال ۷ اربع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ کو اوجین سے آیا تھا، عہ وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم (اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور اللہ تعالیٰ خوف جانتا ہے۔ ت)

رسالہ

فتاویٰ کرامات غوثیہ

ختم ہوا۔



عہ: ملاحظہ ہو مسئلہ ثانیہ، رسالہ ہذا

خلاصہ جواب تھانوی دیوبند

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بلا دلیل شرعی کسی قول یا فعل کو منسوب کرنا جہور کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔ پس روح مقدس حضرت غوث اعظم پر آپکا سوار ہو کر عرش پر پہنچنے کی نسبت فعل اور آپ کا فرمانا کہ "میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے" قول کی نسبت بلا دلیل۔ پس سخت معصیت و حرام ہے۔

اور چونکہ منقولین اور ان امور کے اصرار کرتے اور اس کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ پس اصرار علی المعصیۃ قریب کفر اور اس کا استحسان صریح کفر ہے۔ ایسے لوگوں کے ایمان میں کلام اور اشتباہ معلوم ہوتا ہے، بلکہ درپردہ اس قصہ میں حضرت غوث اعظم کو فضیلت دینا لازم آتا ہے حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کہ آپ تو وہاں نہ پہنچ سکے اور حضرت غوث اعظم پہنچ گئے اور ان کے ذریعے سے آپ کی رسائی ہوئی، نعوذ باللہ منہ۔

قطع نظر اس سے سدرۃ المنتہی کو اس لئے سدرۃ المنتہی کہتے ہیں کہ وہ منتہی عروج مخلوقات کا ہے۔ پس جس کا عروج اس سے اوپر بالذلیل ہو، مستثنیٰ ہے۔ دوسرے کے عروج کا دغوی رحم بالغیب جس کی مذمت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ اسی طرح یہ اعتقاد کہ زنبیل چھین لی، مخالف نص قرآنی منجرائی کفر ہے۔ ایسے ہی حضرت عائشہ کا دودھ پلانا، اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔ اول تو حضرت عائشہ کے دودھ ہی نہ تھا، دوسرے روح منہ اور لب اور پیٹ سے پاک ہے۔ یہ چیزیں خواص اجسام سے ہیں۔ پھر دودھ پینے کے کیا معنی۔ اور حضرت ابو بکر سے کسی بھی صحابی کو افضل سمجھنا خلاف اجماع امت ہے نہ کہ ایک ولی کو کہ سخت معصیت و بدعت و مخالف سنن مشہورہ کے ہے۔ اور یہ قول کہ قدمی علی رقاب اولیاء "خود حضرت غوث صاحب سے ثقات نے نقل فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دروغ ہے۔

کتبہ محمد اشرف علی
مہر

۲۔ فی الواقع یہ اوہام خیالات باطلہ اور جہالات فاسدہ ہیں جو جہال معقدین اپنے معقد علیہ کی نسبت شائع کیا کرتے تھیں۔
نعوذ باللہ من تلك الكفریات والہفوات۔

حررہ خلیل احمد (ابھیٹھی) مدرسہ دیوبند

۳۔ جواب صحیح ہے۔ رشید احمد گنگوہی

رشید احمد



رسالہ

تنزیہ المکانہ الحیدریہ عن وصمة عهد الجاهلیۃ ۱۳۱۲ھ

(زمانہ جاہلیت کے عیب سے مقام حیدری کی پاکی کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۹: از بنارس کنڈی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکت، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، جناب مولینا مولوی احمد رضا خان صاحب مد اللہ فیضانہ (اللہ تعالیٰ آپ کا فیضان ہمیشہ جاری رکھے۔ ت) از جناب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد، اس مسئلہ میں یہاں درمیان علماء کا اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکت ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں۔

زید کہتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چونکہ قبل از بلوغ ایمان لائے اور نہ پہلے بت پرستی شرک و کفر وغیرہ کے آپ مبتلا ہوئے نیز بلحاظ حدیث شریف:

کل مولود یولد علی الفطرة ^۱ ۔	ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

یہ کہنا کہ آپ پہلے کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے صحیح نہیں، اور جملہ مذکورہ بہ نسبت آپ کے سوئے ادب میں داخل ہے۔
عمر و کہتا ہے چونکہ اطفال تابع والدین کے ہوتے ہیں اور والدین آپ کے کافر پر تھے، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے علی مرتضیٰ کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے فقط۔ اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا تو جروا۔ (بیان فرمائیے اگر دیے جائے۔ ت)

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله الذي كرم وجه علي بن المرتضى: فلم يزل محظوظاً منه بعين الرضى: والصلوة والسلام على السيد العلي الرضى الارضى: شفيع المذنبين يوم فصل القضاء: وعلى اله وصحبه بعد ذلك من يأتى ومضى:	اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان رحم والا ہے۔ ساری تعریف اللہ کے لئے جس نے علی مرتضیٰ کے چہرے کو عزت و کرامت بخشی تو وہ ہمیشہ اس کی رضا و خوشنودی سے بہرہ ور رہے۔ اور درود و سلام ہو بلند، پسندیدہ، پسندیدہ تر سردار، فیصلہ قضا کے دن گنہگاروں کے شفیع پر اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر تمام اگلے پچھلوں کی تعداد کے برابر۔ (ت)

قول زید حق و صحیح قول عمرو باطل و فتنج ہے۔

اقول وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) یہ تو ظاہر و معلوم و ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی وقت بعثت سرِ ابراہیم حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً مشرف بتصدیق و ایمان ہوئے، اس وقت عمر مبارک حضرت مرتضیٰ آٹھ دس سال تھی اور بالیقین جو عاقل بچہ اسلام لائے

^۱ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قبل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۵، سنن ابی داود کتاب السنة باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۲، جامع الترمذی ابواب القدر باب ما جاء کل مولود یولد علی الفطرة امین کمپنی دہلی ۲/۳۶۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۳۳

حکم اسلام میں مستقل بالذات ہے پھر کسی کی تبعیت سے اس پر حکم دیگر حلال نہیں۔

مواہب اللدنیہ میں ہے: اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال تھی، جیسا کہ طبری نے ذکر کیا ہے۔

زر قانی نے فرمایا: یہی ابن اسحق کا بھی قول ہے، مصنف نے صرف اسی قول کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ سب سے راجح قول یہی ہے۔ (ت)

اور ابن سفین نے بسند صحیح حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ عیون الاثر (لابن سید الناس) میں اسی قول کو پہلے ذکر کیا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے: قولہ ان کی عمر سات سال تھی اور کہا گیا کہ آٹھ سال تھی۔ یہی صحیح ہے، اسی کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عروہ سے روایت کیا۔ اور کہا گیا کہ دس سال تھی، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔۔۔ اور کہا گیا کہ پندرہ سال تھی، یہ قول مردود و نامقبول ہے۔ پوری تفصیل فتح القدر میں ہے۔ (ت)

رد المحتار کتاب النکاح میں احکام الصغار

فی المواہب: کان سن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذ ذاک عشر سنین فیما حکاہ الطبری^۱ اھ

قال الزرقانی: وهو قول ابن اسحق واقتصر المصنف علیہ لقول الحافظ انه ارجح الاقوال^۲۔

وروی ابن سفین باسناد صحیح عن عروۃ قال اسلم علی وهو ابن ثمان سنین وصدر بہ فی العیون الخ^۳۔

وفی رد المحتار: قوله وستہ سبع وقیل ثمان وهو الصحیح، واخرجه البخاری فی تاریخہ عن عروۃ۔

وقیل عشر اخرجه الحاکم فی المستدرک۔ وقیل خمسة عشر وهو مردود وتماہ ذلک مبسوط فی الفتح

اھ^۴

وفی نکاحہ عن احکام الصغار

^۱ المواہب اللدنیہ المقصد الاول اول من أمن المکتب الاسلامی بیروت ۲۱۶/۱

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ اول من أمن دار المعرفۃ بیروت ۲۴۲/۱

^۳ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ اول من أمن دار المعرفۃ بیروت ۲۴۲/۱

^۴ رد المحتار کتاب الجہاد باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۷/۳

للاستروشنی انه قبل البلوغ تبع لابیویہ فی الدین ما لم یصف الاسلام اه قال: فاذا دان التبعية لا تنقطع الا بالبلوغ اوبالاسلام بنفسه وبه صرح فی البحر^۱ والمنع من باب الجنائز اه^۱	لا استروشنی سے نقل ہے: بچہ قبل بلوغ دین میں اپنے والدین کا تابع ہے جب کہ خود مسلمان نہ ہوا ہو، شامی نہ کہا: افادہ فرمایا کہ یہ تبعیت بالغ ہونے یا خود اسلام لانے ہی سے ختم ہوتی ہے، اسی کی تصریح بحر الرائق اور منہج الغفار باب الجنائز میں بھی ہے (ت)

تو بعد بعثت تو اس خیال شنیع کی زہار گنجائش نہیں بلکہ اس سے پیشتر بھی کہ جب قریش بتلائے قحط ہوئے تھے حضور اقدس صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوطالب پر تخفیف عیال کے لئے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنی بارگاہ ایمان پناہ میں لے آئے
 تھے کہا ذکرہ ابن اسحق فی سیرتہ^۲ (جیسا کہ اس کو ابن اسحق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا۔ ت)

حضرت مولیٰ نے حضور مولیٰ الکل سید المرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنار اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش
 سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراء دیکھا، حضور ہی کی باتیں سنیں، عادتیں سیکھیں، صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ توجب سے اس جناب عرفان مآب کو ہوش آیا قطعاً یقیناً رب عزوجل کو ایک ہی جانا، ایک ہی
 مانا۔ ہر گز ہر گز بتوں کی نجاست سے اس کا دامن پاک کبھی آلودہ نہ ہوا۔ اسی لئے لقب کریم "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ" ملا۔ ذلک
 فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

عہ: ولفظہ: ولا تزول التبعية الى البلوغ. نعم نزول
 التبعية اذا اعتقد ديناً غير دين ابويه اذا عقل الاديان
 فحينئذ صار مستقلاً^۳۔

ولفظہ: تبعیت بلوغ تک ختم نہیں ہوتی، ہاں اس وقت تبعیت ختم
 ہو جاتی ہے جب اديان کی سمجھ رکھ کر اپنے ماں باپ کے دین کے
 علاوہ کسی دین کا معتقد ہو جائے اب وہ (تابع نہ رہا) خود مستقل ہو
 گیا۔ (ت)

^۱ رد المحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۴/۲

^۲ السيرة النبوية لابن هشام ذکر ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول ذکر اسلم الجزئين الاولین، دار ابن کثیر بیروت ص ۲۶۴

^۳ بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوته (ت) سید کمپنی کراچی ۱۹۰/۲

ذوالفضل البین (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے وہ نمایاں فضل والا ہے۔ ت) اب رہ گئے صرف چند برس جو روز پیدائش سے بالکل نا سمجھی کے ہوتے ہیں جن میں بچہ نہ کچھ اور اک رکھتا ہے، نہ سمجھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمر میں حقیقت تو کوئی بچہ کافر نہیں کہا جاسکتا کہ صدق مشتق قیام مبداء کو مستلزم۔ کفر تکذیب ہے، اور تکذیب بے اور اک و تمیز نا متصور عہ بلکہ اس وقت تک ہر بچے کا دین فطری اسلام ہے کما نطق بہ صحاح الاحادیث (جیسا کہ صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں۔ ت)

ہاں جس کے والدین کافر ہوں اس پر ان کی تبعیت کا حکم کیا جاتا ہے جبکہ تبعیت متصور بھی ہو ورنہ نہیں، جیسے وہ بچہ جسے دارالاسلام میں اسیر کر لائیں اور اس کے کافر ماں باپ دارالحرب میں رہیں، کہ بوجہ اختلاف دار تبعیت ابوین منقطع ہو گئی، اب بہ تبعیت دار اسے مسلم کہا جائیگا۔

در مختار کتاب الجنائز میں ہے: کوئی بچہ اپنے حربی والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ (دارالحرب سے) گرفتار کر کے (دار الاسلام میں) لایا گیا (اور مر گیا) تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ (کافر حربی کے) تابع ہے۔ ہاں اگر تنہا گرفتار ہو تو دارالاسلام یا گرفتار کرنے والے کے تابع ہونے کے باعث مسلم ہے اھ ملخصاً۔ (ت)	فی جنائز الدر "صبی سبی مع احد ابویہ لایصلی علیہ لانه تبع له ولو سبی بدونه فمسلم تبعاً للدار او للسانی^۱ اھ ملخصاً۔"

عہ: نتیجہ یہ نکلا کہ کفر بے اور اک و تمیز غیر متصور ہے۔ لہذا نا سمجھ بچہ کفر سے خالی ہوگا۔ جب کفر اس کے ساتھ قائم نہیں تو اس پر کفر کا اطلاق بھی درست نہیں کیونکہ کافر، کفر سے مشتق ہے اور کسی پر مشتق صادق ہونے کے لئے مصدر سے اس کا متصف ہونا لازم ہے جیسے لفظ عالم کسی پر صادق آنے کے لئے علم سے اس کا متصف ہونا لازم ہے۔ لہذا بچہ جب مبداء (کفر) سے خالی ٹھہرے تو اس پر مشتق (کافر) کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا ۱۲ محمد احمد مصباحی۔

^۱ الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتہدی دہلی ۱۳۳/۱

در مختار کتاب النکاح میں ہے: باعتبار دین ماں باپ میں سے جو بہتر ہو بچہ اسی کا تابع ہوتا ہے اگر دار ایک ہو الخ (ت)	وفی نکاحہ: الولد یتبع خیر الابویں دیگنان اتحدت الدار ^۱ الخ۔

جب یہ امر منقح ہو لیا اب یہاں اس نرے نا سمجھ کی عمر پر بھی یہ ناگوار و ناسزا خیال دو امر کے ثبوت کافی کا محتاج:

امر اول حضرت فاطمہ عہا بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوطالب دونوں کا اس وقت تک کافر ہونا کہ ان میں ایک بھی موحد ہو تو بچہ اس کی تبعیت سے موحد کہا جائے گا کفر کی تبعیت ہر گز نہ کرے گا لہذا نصوا علیہ قاطبہ من ان الولد یتبع خیر الابویں دینا^۲ (کیونکہ تمام علماء نے نص فرمایا کہ ماں باپ میں سے باعتبار دین جو بہتر ہو بچہ اسی کے تابع ہوتا ہے۔ ت)

امر دوم اس وقت حکم تبعیت صادق و ثابت ہونا

ان دو امر سے اگر ایک بھی پایہ ثبوت سے ساقط رہے گا تو یہ بیہودہ خیال، خیال کرنے والے کے منہ پر مارا جائے گا، مگر مولیٰ علی کے رب جل و علا کو حمد و ثناء ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ان دو میں سے ایک بھی ثابت نہیں۔

اولا اہل فترت جنہیں انبیاء اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی دعوت نہ پہنچی تین قسمیں ہیں:

اول موحد جنہیں ہدایت ازلی نے اس عالمگیر اندھیرے میں بھی راہ توحید دکھائی جیسے قس بن ساعدہ عہ و زید بن عمرو بن نفیل و عامر بن الظرب عدوانی و قیس بن عاصم تمیمی و صفوان

عہ ۱: حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی والدہ ماجدہ جو صحابیہ ہوئیں ۱۲ محمد احمد

عہ ۲: یہ دونوں مقبول بندے زمانہ جاہلیت میں نہ صرف موحد تھے بلکہ پیش از بعثت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت شریفہ پر بھی ایمان رکھتے۔ قس نے بازار عکاظ کے خطبے میں اپنی قوم سے فرمایا: عنقریب ادھر سے ایک حق ظاہر ہونے والا ہے۔ اور مکہ کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے (باقی بر صفحہ آئندہ)

^۱ الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۰/۱

^۲ الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۰/۱

بن ابی امیہ کنانی وزبیر بن ابی سلمیٰ^۱ شاعر و غیر ہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔
دوم مشرک کہ اپنی جہالتوں ضلالتوں سے غیر خدا کو پوجنے لگے، جیسے کہ اکثر عرب۔
سوم غافل کہ براہ سادگی یا انہماک فی الدنیا انہیں اس مسئلہ سے کوئی بحث ہی نہ ہوئی بہائم کے مثل زندگی کی۔ اعتقادات میں
نظر سے غرض ہی نہ رکھی یا نظر و فکر کی مہلت نہ پائی۔ بہت زنان (عورتوں) و چوپایوں و اہل بوادی (صحرا جنگل والوں) کی
نسبت یہی مظنون (گمان) ہے۔

علامہ زرقاتی نے کہا: ایسا عہد جاہلیت جس میں مشرق و مغرب ہر طرف جہالت عام ہے۔	قال العلامة الزرقانی: ومن جاهلیة عم الجہل فیہا شرقاً وغرباً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہا وہ حق کیا ہے؟ لوی بن غالب کی اولاد سے ایک مرد کہ تمہیں کلمہ اخلاص اور ہمیشہ کے چین اور دائمی نعمت کی طرف دعوت فرمائے گا تم
اس کی بات ماننا، اگر میں جانتا کہ اس کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو سب سے پہلے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا رواہ ابو نعیم فی دلائل
النبوة^۲ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو ابو نعیم نے دلائل النبوة میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔
ت) عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: مجھ سے زید بن عمرو نے کہا میں اپنی قوم کا مخالف اور دین ابراہیم و اسماعیل کا تابع ہوا،
وہ دونوں بتوں کو نہ پوجتے اور اس قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، میں اولاد اسماعیل سے ایک نبی کے انتظار میں ہوں مگر میرے خیال میں
اس کا زمانہ نہ پاؤں گا میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہے، اے عامر! اگر تمہاری عمر
وفا کرے تو انہیں میرا سلام پہنچانا۔ عامر فرماتے ہیں: جب میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زید کا یہ قصہ بیان کیا حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: میں نے اسے دیکھا کہ جنت
میں دامن کشاں سیر کر رہا ہے۔ رواہ ابن سعد والفاکھی عنہ^۳ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ غفرلہ (اس کو ابن سعد اور فاکھی نے
عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

^۱ شرح الزرقانی علی الموابہب الدینیۃ المقصد الاول باب وفاة امہ و ما یعلق بأبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱

^۲ شرح الزرقانی علی الموابہب الدینیۃ بحوالہ ابی نعیم فی دلائل النبوة المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱

^۳ شرح الزرقانی علی الموابہب الدینیۃ بحوالہ ابن سعد والفاکھی المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱

وفقد فيها من يعرف الشرائع ويبلغ الدعوة على وجهها الانفر ايسيرا من احبار اهل الكتاب مفرقين في اقطار الارض كالشام وغيرها واذ كان النساء اليوم مع فشو الاسلام شرقا وغربا لا يدرين غالب احكام الشريعة لعدم مخالطتهن الفقهاء. فما ظنك بزمان الجاهلية والفترة الذي رجاله لا يعرفون ذلك فضلا عن نسائه. ولذا لما بعث صلى الله تعالى عليه وسلم تعجب اهل مكة وقالوا ابعث الله بشرا رسولا. وقالوا لئن ابعث الله نبيا لئنزل ملئكة. ربما كانوا يظنون ان ابراهيم عليه السلام بعث بما هم عليه فانهم لم يجدوا من يبلغهم شريعته على وجهها لدثورها وفقد من يعرفها. اذ كان بينهم وبينه ازيد من ثلاثة الاف سنة. قاله في مسالك الحنفاء والدرج المنيفة اه باختصار¹۔

احکام شریعت جاننے والے اور صحیح طور سے دعوت کی تبلیغ کرنے والے ناپید ہیں، صرف چند علماء اہل کتاب ہیں جو اطراف زمین شام وغیرہ میں منتشر ہیں۔۔۔۔۔ اور آج جبکہ اسلام شرق و غرب میں پھیل چکا ہے عورتوں کا یہ حال ہے کہ اکثر احکام شرع سے بے خبر رہتی ہیں کیونکہ علماء سے ان کا ربط اور وابستگی نہیں۔ پھر عہد جاہلیت اور زمانہ فترت کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جبکہ عورتیں در کنار مرد بھی ان سب سے نا آشنا ہوتے تھے، اسی لئے تو جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اہل مکہ کو تعجب ہوا، بولے: کیا اللہ نے کسی انسان کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے؟ اور بولے: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا۔ وہ تو یہاں تک سمجھا کرتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں ان ہی باتوں کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، اس غلط خیال کی یہی وجہ تھی کہ شریعت ابراہیمی کو صحیح طور سے کوئی پہنچانے والا ہی انکو نہ ملا، کیونکہ اس کے نشانات مٹ گئے تھے اور اس کے جاننے والے بھی ناپید ہو چکے تھے، اس لئے کہ ان اہل مکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔ یہ مسالک الحنفاء اور الدرج المنيفة میں فرمایا گیا ہے اه باختصار (ت)

¹ شرح الزرقانی علی مواہب اللدنیۃ المصد الاول باب وفاة امه وما يتعلق بأبویہ دار المعرفۃ بیروت ۱۸۴/۱

جماہیر ائمہ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب تک بعثت اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو کر دعوت الہیہ انہیں نہ پہنچی یہ سب فرتے ناجی و غیر معذب تھے۔

لقلہ تعالیٰ "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا" ۱۔
 (الجواب بتعمیم الرسول العقل او تخصیص العذاب
 بعذاب الدنیا خلاف الظاہر فلا یصار الیہ الا بموجب
 ولاموجب اقول بلی احادیث صحیحہ صریحہ کثیرہ
 بشیرۃ ناطقہ بعذاب بعض اہل الفترۃ کعمرو بن لہی
 وصاحب المحجن وغیرہما وبہ علم ان ردھا یجعلھا
 معارضة للقطعی کما صدر عن العلامة الابی والامام
 السیوطی و کثیر من الاشعریۃ لاسبیل الیہ فان
 قطعیۃ الدالۃ غیر مسلم فلا یہجم بمثل ذلک علی
 رد الصحاح والکلام

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق: ہم عذاب فرمانے والے نہ
 تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول۔
 (اشاعرہ کے جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے خواہ
 انسان ہو یا عقل یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذاب دنیا ہے
 (یعنی جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں
 دیتے اور عذاب آخرت دعوت رسول پہنچے بغیر بھی ہو سکتا
 ہے) یہ (تاویل) خلاف ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی
 موجب نہیں۔

اقول: کیوں نہیں بہت ساری صحیح صریح حدیثیں بعض اہل
 فترت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں جیسے عمرو بن لہ اور
 ٹیڑھے ڈنڈے والا آدمی جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں
 اچک کر پھرا لیتا تھا) اور ان دونوں کے علاوہ۔۔۔۔۔ اس بیان
 سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کا رد کرنے کی کوئی
 وجہ نہیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ احادیث نص قطعی کے خلاف
 ہیں جیسا کہ علامہ ابی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے
 یہی کہہ کر رد کر دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنی پر آیت کی دلالت

۱ القرآن الکریم ۱۷/۱۵

ہیہنا طویل لیس هذا موضعه ولا نحن بصدده۔	قطعی ہونا مسلم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالتہ نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے ۱۲ مترجم۔

خصوصاً جہاں عرب جنہیں قرآن عظیم جا بجا امی و جاہل و بے خبر و غافل بتا رہا ہے، صاف ارشاد ہوتا ہے:

"تَنْزِيلُ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ لِيُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاءَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ۝" ¹	اتنا راہوا زبردست مہر والے کا کہ تو ڈرائے ان لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے انکے باپ دادا تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكِ الْقَرَارِ يَظْلِمُوْا ۝ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝" ²	یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔
قلت ای و هذا وان كان ظاهراً في عذاب الدنيا وعذاب الآخرة منتف بالفحوى فان الملك الكريم الذي لم يرض للغافل بعذاب منقطع لا يرضى بعذاب دائم من باب اولی اقول لكن الغفلة انما هي على امر الرسالة والنبوۃ والسبعیات كبعث وغیره۔ وقد قلنا بموجبها في ذلك۔ اما التوحيد فلا غفلة عنه مع وضوح الدلائل وكفاية العقل	قلت یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذاب دنیا کی نفی میں ظاہر ہے اور عذاب آخرت کی نفی مفہوم سے ہو جاتی ہے کیونکہ جس بادشاہ کریم نے غافل کے لئے دنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب بدرجہ اولیٰ پسند نہ فرمائے گا۔ اقول لیکن یہ وہ غفلت ہے جو رسالت، نبوت اور سمع عقائد بعث وغیرہ کے باب میں ہو، اور اس باب میں موجب غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں لیکن توحید سے غفلت کا کوئی موجب نہیں جبکہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اس کی

¹ القرآن الکریم ۶۵/۳۶

² القرآن الکریم ۱۳۱/۶

وقد قال الله تعالى: "قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" ① سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ② قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ③ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ④ قُلْ مَنْ يَبْدَأُ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ⑤ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ⑥ ① وقال تعالى: - "وَلَيْن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّيْءَ وَالْقَمَرِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ⑦" ② إلى غير ذلك من الآيات - كل ذلك مع قوله عز من قائل - "أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْأَنْبِيَاءُ نَزْلَ الْكِتَابِ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ⑧" ③ - فافهم -

رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم فرماؤ کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے اللہ کی۔ تم فرماؤ پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے؟ تم فرماؤ کون ہے ساتوں آسمانوں کا مالک اور بڑے عرش کا مالک؟ بولیں گے: یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ فرماؤ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ تم فرماؤ کون ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ فرماؤ پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔ اور ارشاد باری ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند، تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ اور ان کے علاوہ آیات۔ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے: کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے، غور کیجئے۔ (ت)

ائمہ ماترید یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ائمہ بخارا وغیرہم بھی اسی کے قائل ہوئے۔ امام محقق

① القرآن الکریم ۸۹/۲۳۵

② القرآن الکریم ۲۹/۶۱

③ القرآن الکریم ۶/۱۵۶

کمال الدین ابن الہمام قدس سرہ نے اسی کو مختار رکھا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ائمة البخاری عندنا لا يجب ايمان ولا يحرم كفر قبل البعث كقول الاشاعرة ¹ ۔	ائمہ بخاری نے اشاعرہ کی طرح فرمایا: ہمارے نزدیک قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے:

عند الاشعرية والشيخ ابن الهمام لا يؤخذون ولو اتوا بالشرك والعياذ بالله تعالى ² ۔	اشعریہ اور شیخ ابن الہمام کے نزدیک ان سے مواخذہ نہیں اگرچہ مرتکب شرک ہوں، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

اهل الفترة ناجون ولو غيروا وبدلوا على ما عليه الاشاعرة وبعض المحققين من الماتريديہ ونقل الكمال في التحرير عن ابن عبد الدولة انه المختار لقوله تعالى: "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا" وما في الفقه الاكبر من ان والديه صلى الله تعالى عليه وسلم ماتا على الكفر فهدسوس على الامام ³ الخ۔	اہل فترت ناجی ہیں اگرچہ تغیر و تبدل کے مرتکب ہوں۔ اس پر اشاعرہ اور بعض محققین ماتریدیہ ہیں۔ کمال ابن ہمام تحریر میں ابن عبد الدولہ سے ناقل ہیں کہ یہی مختار ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ہم عذاب فرمانے والے نہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج لیں۔۔۔۔۔ اور فقہ اکبر میں جو ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین نے حالت کفر میں انتقال کیا تو یہ مصنف فقہ اکبر امام اعظم پر دسیسہ کاری ہے (ت)

اس قول پر تو ظاہر کہ اہل فترت کو تا زمان فترت کافر نہ کہا جائے گا کہ وہ ناجی ہیں، او کافر ناجی نہیں تو شکل ثانی نے صاف نتیجہ دیا کہ وہ کافر نہیں۔

وعلى هذا استدلل به السيد العلامة	اسی بنیاد پر اس سے سید علامہ طحطاوی نے

¹ منح الروض الاظهر في شرح الفقه الاكبر معنى قرب الباری الخ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۰۷

² فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالة الثانیة الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲۹/۱

³ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبة العربیة کوئٹہ ۸۰/۲

والدین کریمین کے کفر سے منزہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوا اور ہر اس شخص سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر ان کا اکرام پسند کرے۔ (ت)	على نزهة الابوين الشريفيين عن الكفر۔ رضى الله تعالى عنها وعن كل من احب اجلالها اجلالا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم۔

والہذا ائمہ اشاعرہ میں کوئی انہیں مسلم کہتا ہے کوئی معنی مسلم میں۔

زر قانی نے فرمایا: پھر اصحاب (ائمہ رحمہم اللہ کی عبارتیں اس کے بارے میں مختلف ہو گئیں جسے دعوت نہ پہنچی سب سے عمدہ عبارت اس کی ہے جس نے کہا وہ ناجی ہے۔ اسی کو امام سبکی نے اختیار کیا، کسی نے کہا وہ فطرۃ پر ہے۔ کسی نے کہا مسلم ہے۔ امام غزالی نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسے معنی مسلم میں کہا جائے۔ (ت)	قال الزرقانی "ثم اختلف عبارة الاصحاب فيمن لم تبليغه الدعوة فاحسنها من قال انه ناج، وایاها اختار السبکی، ومنهم من قال على الفطرة ۱۔ منهم من قال مسلم قال الغزالی والتحقيق ان يقال في معنى مسلم ۱۔"

اس طور تو خود ابوطالب پر حکم کفر اس وقت سے ہوا جب بعد بعثت اقدس تسلیم و اسلام سے انکار کیا، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت
مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسنی خود اسلام لا کر حکم تبعیت سے قطعاً منزہ ہو چکے تھے واللہ الحمد۔
بعض علماء قائل تفصیل ہوئے کہ اہل فترت کے مشرک معاقب اور موحد و غافل مطلقاً ناجی۔ یہ قول اشاعرہ سے امامین جلیلین
نووی و رازی رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اس قول کا امام جلال الدین سیوطی نے اسلام والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق اپنے	وتعقبه الامام جلال السيوطي في رسائله في الابوين الكريمين

عہ: ہکذا فی نسختی بالتناء ویتراوی لی انه "الفطرة"
بالطاء ۲ منہ۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں (میرے نسخہ میں اسی طرح
تا سے ہے میرا خیال ہے کہ یہ طائے ساتھ "فطرة" ہے ۲ منہ (ت)

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفاة امه الخ دار المعرفة بیروت ۱۷۲/۱

رسائل میں تعاقب کیا ہے جس کا مآل یہ ہے کہ پہلے اہل فترت کا امتحان (پھر فیصلہ)۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف بن مالکی نے بھی اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم میں قول مذکور کا تعاقب کیا ہے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ان کا کلام منقول ہے، اقول مگر آخر میں چل کر انہوں نے اس قول کو تسلیم کر لیا ہے اس طرح کہ پہلے فرمایا کہ جب قطعی نصوص نے بتایا کہ حجت قائم ہوئے بغیر عذاب نہ دیا جائے گا تو ہم نے جانا کہ ان پر عذاب نہ ہوگا۔ پھر انہیں خیال پیدا ہوا کہ تعذیب کے بارے میں تو حدیثیں بھی وارد ہیں تو آخر کلام میں اہل فترت کو انہوں نے تین قسموں (۱) مبدل (۲) اور غافل (۳) میں تقسیم کیا۔ پھر فرمایا کہ جن کی تعذیب کی صحت ثابت ہے انہیں قسم ثانی والوں پر محمول کیا جائیگا اس لئے کہ وہ اپنے برے افکار و اعمال کے ذریعے حد سے تجاوز کرنے کے باعث کافر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سارے لوگوں کو کفار و مشرکین کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ان میں سے جب کسی کا حال بیان فرماتا ہے تو صاف صاف انکے کافر و مشرک ہونے کا حکم ثبت فرمادیتا ہے جیسے یہ ارشاد باری ہے:

رضی اللہ تعالیٰ عنہما بما یرجع الی القول بالامتحان۔
والعلامة ابو عبد الله محمد بن خلف بن مالكي في
اكمال الاكمال شرح صحيح مسلم كما نقل كلامه
في المواهب۔ اقول لكنه عاد۔ آخر الى تسليمه حيث قال
اولا لما دلت القواطع على انه لا تعذيب حتى تقوم
الحجة علينا انهم غير معذبين^۱ اثم استشعر ورود
الاحاديث وقسمهم آخر الكلام الى موحد ومبدل و
غافل۔ ثم قال فيحمل من صح تعذيبه على اهل
القسم الثاني لكفرهم بما تعدوا به من الخبايا، و
الله سبحانه وتعالى قد سبى جميع هذا القسم كفارا
ومشركين فانما نجد القرآن كلما حكى حال احد
سجل عليهم بالكفر والشرك، كقوله تعالى
" مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بُحَيْرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ " ثم قال الله تعالى
" وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا "

^۱ المواهب اللدنية المقصد الاول قضيه نجاته والديه صلى الله تعالى عليه وسلم الخ المكتب الاسلامي بيروت ۱۷۹/۱

اللہ نے مقرر نہ کیا بحیرہ (کان چرا) اور نہ سائبہ۔ پھر یہ ارشاد ہے: لیکن جو لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر بے عقل ہیں الخ۔ تو یہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی کی طرف رجوع ہے، جو امام نووی و امام رازی نے فرمایا کہ اہل فترت کے مشرکوں پر عذاب ہوگا۔ اقول: (میں کہتا ہوں) ہاں علامہ ابی نے آیت مذکورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں کھلا ہوا خفا ہے کیونکہ آیت اس بارے میں نص نہیں ان سے اہل فترت ہی کے (بحیرہ وغیرہ) کا اختراع کر نیوالے مراد ہیں، بلکہ کفار نے جب ان باطل چیزوں کو اپنے دین و اعتقاد میں داخل کر لیا تو ان کے بارے میں یہ حکم ثبت فرمایا کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کافرین افترا کرتے ہیں، نہ یہ کہ سارے افترا کرنے والے کافر ہیں کہ اہل فترت کے فکر کی تصریح ہو۔ (ت)	يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾^۱ الخ، فهذا كما ترى رجوع الى ما قاله هذا ان الامامان من تعذيب من اشرك منهم۔ اقول: وفي استدلاله بالآية خفاء ظاهر اذ ليست نصاً في ان المراد بهم من اختراع ذلك من اهل الفترة، بل الكفار لما تدينوا بتلك الاباطيل سجل عليهم بانهم يفترون على الله الكذب۔۔۔۔۔ وبالجمله فمفاد الآية ان الكافرين يفترون لا ان المفتريين كلهم كافرون، حتى يكون تسجيلا على كفر اهل الفترة۔

ردالمحتار میں یہی قول ائمہ بخاری کی طرف نسبت کیا:

اس کے برخلاف جو پہلے ہم نے مولانا علی قاری، طحطاوی اور بحر العلوم رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا، علامہ شامی نے اس طرح فرمایا کہ ہاں ماترید یہ میں سے ائمہ بخارا اشاعرہ کے موافق ہوئے انہوں نے امام اعظم کے قول "اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کسی کے لئے کوئی عذر نہیں۔" کو	على خلاف ما قدمنا عن القارى والطحطاوى وبحر العلوم رحمهم الله تعالى، حيث قال "نعم البخاريون من الماتريديّة وافقوا الاشاعرة، وحملوا قول الامام، لا عذر لاحد في الجهل بخالقه، على ما بعد

^۱ المواهب اللدنية المقصد الاول قضية نجاة والديه صلى الله تعالى عليه وسلم المكتب الاسلامي بيروت ۱۸۱/۱

البعثة، واختاره المحقق ابن الهمام في التحرير۔ لكن هذا في غير من مات معتقدا للكفر۔ فقد صرح النوري والفخر الرازي بأن من مات قبل البعثة مشركا فهو في النار، وعليه حمل بعض المالكية ماصح من الاحاديث في تعذيب اهل الفترة^۱ الخ۔"	مابعد بعثت پر محمول کیا، اسی کو محقق ابن الہمام نے تحریر میں اختیار کیا لیکن یہ قول جو لوگ کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے مر گئے ان کے علاوہ کے بارے میں ہے۔ امام نووی اور فخر الدین رازی نے تصریح فرمائی ہے کہ جو قبل بعثت حالت شرک میں مر گئے جہنم میں ہوں گے۔ اسی پر بعض مالکیہ نے تعذیب اہل فترت سے متعلق احادیث صحیحہ کو محمول کیا ہے۔ (ت)

جمہور ائمہ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک اہل فترت کے مشرک، معاقب، موحد^۲، ناجی، غافلوں^۳ میں جس نے مہلت
فکرو تا مل نہ پائی، ناجی، پائی، معاقب۔

وهو المؤيد بما نقل عن امام المذهب رضى الله عنه من قوله لا عذر لاحد^۲ الخ وحمل البخاريين لا يجرى في قوله الآخر فيما نقل عنه وانه لو لم يبعث الله رسولا لو جب على الخلق معرفته بعقولهم لكن اوله المحقق بحمل الوجوب على العرفي۔ اى لكان ينبغي لهم ذلك۔ اقول: ويرد على ظواهر هذه الاقوال جميعا احاديث الامتحان وهي صحيحة	یہی قول تائید یافتہ ہے اس سے جو امام مذہب رضى الله تعالى عنه سے منقول ہے کہ کسی کے لئے اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کوئی عذر نہیں الخ اور اہل بخارا کا بعد بعثت والوں پر اس قول کو محمول کرنا امام سے منقول اس دوسرے قول میں نہ چل سکے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی رسول مبعوث نہ فرماتا تو بھی مخلوق پر اپنی عقلوں کے ذریعہ خالق کی معرفت واجب ہوتی۔ لیکن محقق ابن الہمام نے اسے وجوب عرفی پر محمول کر کے تاویل کی ہے یعنی ان کے لئے یہی مناسب ہوتا۔ اقول: ان تمام اقوال کے ظاہر پر احادیث امتحان سے اعترض وارد

^۱ رد المحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۶

^۲ رد المحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۶

كثيرة ولا ترد ولا ترام۔

وقد عد السيوطي جملة منها قال "والمصح منها ثلاثة۔

الاول حديث الاسود بن سريع وابي هريرة معاً مرفوعاً، اخرجه احمد وابن راهويه والبيهقي و صححه وفيه واما الذي مات في الفترة فيقول رب ما اتاني لك رسول، فيأخذ موثقهم ليطيعنه، فيرسل اليهم ان ادخلوا النار، فمن دخلها كانت عليه برداً وسلاماً، ومن لم يدخلها سحب اليها¹۔

والثاني حديث ابي هريرة موقوفاً، وله حكم الرفع لان مثله لا يقال من قبل الرأي۔ اخرجه عبد الرزاق وابن جرير وابن ابى حاتم وابن المنذر في تفاسيرهم، اسناده صحيح على شرط الشيخين²۔

والثالث حديث ثوبان مرفوعاً، اخرجه البزارو الحاكم في المستدرک وقال صحيح على شرط الشيخين، واقره الذهبي³۔ الخ

ہوگا۔ اور یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں کہ کثیر بھی۔ اس قابل نہیں کہ رد کی جائیں یا انہیں رد کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ امام سیوطی نے ان میں کچھ حدیثیں شمار کرائی ہیں، فرمایا کہ ان میں صحیح یافتہ تین ہیں۔

اول: اسود بن سریع اور ابو ہریرہ دونوں حضرات کی حدیث مرفوع، جس کی تخریج امام احمد اور ابن راہویہ اور بیہقی نے کی ہے۔ اور بیہقی نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ اس حدیث میں ہے: لیکن وہ جو فترت میں مر گیا تو عرض کرے گا خداوند! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہ آیا۔ تو ان سے عہد و پیمان لے گا کہ اب ضرور اس کا حکم مانیں گے۔ تو انہیں پیغام بھیجے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ جو داخل ہوگا اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔ جو نہ داخل ہوگا اسے گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ دوم: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث موقوف، یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ اس کی تخریج عبد الرزاق نے کی ہے اور ابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں کی ہے، اسکی اسناد صحیح بر شرط شیخین ہے۔

سوم: حضرت ثوبان کی حدیث مرفوع، جس کی تخریج بزار نے کی ہے، اور حاکم نے مستدرک میں تخریج کر کے فرمایا کہ صحیح بر شرط شیخین ہے، اور ذہبی نے اسے مقرر رکھا۔

¹ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة بحوالہ السيوطي المقصد الاول، باب وفاة امه الخ دار المعرفة بيروت ۱۴۲-۱۴۳

² شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة بحوالہ السيوطي المقصد الاول، باب وفاة امه الخ دار المعرفة بيروت ۱۴۲-۱۴۳

³ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة بحوالہ السيوطي المقصد الاول، باب وفاة امه الخ دار المعرفة بيروت ۱۴۲-۱۴۳

وذلك لان الامتحان يوجب الوقف والقول بشيئ يخالفه يبد ان تمام وروده انما هو على الاشاعة الذين اطلقوا القول بالنجاة اما المفصلون من اصحابنا فلهم ان يقولوا اينجو هذا يعاقب ذاك - ولكن يكون ذلك بعد الامتحان - ولي ههنا كلام آخر في تحقيق المرام لا ذكره لخوف الاطالة وغرابة المقام فلنرجع الى ما كنا فيه -	وجہ اعتراض یہ ہے کہ جب فیصلہ بعد امتحان ہوگا تو ہم پر توقف لازم ہے، اور کوئی صریح حکم لگا دینا اس کے خلاف ہے، لیکن یہ سارا اعتراض ان اشعار پر ہے جو مطلقاً نجات کے قائل ہیں لیکن ہمارے اصحاب میں سے اہل تفصیل یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ ناجی ہوگا وہ معاقب - لیکن فیصلہ بعد امتحان ہوگا۔ اور یہاں تحقیق مقصود میں میرا ایک دوسرا کلام ہے جسے خوف طوالت اور اجنبیت مقام کے باعث ترک کر رہا ہوں، اب ہم اصلی بحث کی طرف رجوع کریں۔ (ت)

ان دونوں قولوں پر بس حکم کفر کے لئے صراحۃً اختیار شرک، یا بر قول آخر وصف مہلت تامل، ترک توحید کا ثبوت لازم - ہم
پوچھتے ہیں مخالف کے پاس کیا حجت ہے کہ زمانہ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحده یا عافله نہ تھیں
حالانکہ بہت عورتوں کی نسبت یہی مظنون کیا قد مناعن الزرقانی عن السیوطی (جیسا کہ ہم بحوالہ زر قانی امام سیوطی سے
ما قبل میں ذکر کر چکے ہیں۔ ت) مخالف جو دلیل رکھتا ہے پیش کرے اور جب نہ پیش کر سکے تو رجماً بالغیب حکم تبعیت پر کیونکر
منہ کھول دیا۔ کیا اطلاق کفر اور وہ بھی معاذ اللہ ایسی جگہ محض اپنے تراشیدہ اوہام پر ہو سکتا ہے؟ کیا محتمل نہیں کہ وہ اس وقت بھی
ان لوگوں میں ہوں جو بالاتفاق ناجی ہیں، تو ولد انہیں کا تابع ہوگا اور بالتبع بھی حکم کفر ہر گز صحیح نہ ہو سکے گا۔ علامہ شامی قدس سرہ
السامی رد المختار میں مسلم و کافرہ سے مولود بالزنا کی نسبت فرماتے ہیں:

يظهر لي الحكم بالاسلام للحديث الصحيح كل مولود يولد على الفطرة حتى يكون ابواه هماً اللذان يهودانه او ينصرانه، فانهم قالوا انه صلى الله تعالى عليه	مجھے اس کے مسلمان ہونے کا حکم کرنا ہی سمجھ میں آتا ہے اس لئے کہ حدیث صحیح ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ دونوں ہی اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ

وسلم جعل اتفاقيهما ناقلا له عن الفطرة فأذا لم يتفقا بقي على أصل الفطرة، وإيضاً حيث نظروا للجزئية في تلك السائل احتياطاً فلينظر إليها هنا احتياطاً أيضاً، فإن الاحتياط بالدين أولى ولأن الكفر اقبح القبيح فلاینبغی الحكم به علی شخص بدون امر صریح^۱ اه ملخصاً۔	تعالیٰ علیہ وسلم نے ماں اور باپ دونوں کے اتفاق کو دین فطرت سے منتقل کرنے والا ٹھہرایا۔ تو اگر دونوں متفق نہ ہوں تو بچہ اصل فطرت پر رہے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء نے جب ان مسائل میں احتیاطاً جزئیت کا لحاظ کیا تو یہاں بھی احتیاطاً لحاظ جزئیت ہونا چاہئے کیونکہ دین کے معاملہ میں احتیاط ہی اولیٰ ہے۔ اور اس لئے بھی کہ کفر سب سے بدتر فتنہ ہے تو کسی شخص پر کسی امر صریح کے بغیر حکم کفر لگانا مناسب نہیں۔ اه ملخصاً (ت)

سبحان اللہ! اس جرات کی کوئی حد ہے کہ مدعا علیہ اسد اللہ الغالب اور دلیل و گواہ مفقود و غائب، انا للہ وانا الیہ راجعون
(ہم اللہ ہی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ت)
حاجی: باجماع ائمہ اشاعرہ قدست اسرارہم، حسن وفتح مطلقاً شرعی ہیں۔ تو قبل شرع اصلاً کسی شیئی کی نسبت ایجاب یا تحریم کچھ
نہیں۔ بعض ائمہ ماتریدیہ تمت انوارہم بھی باتمکہ قائل عقلیت ہیں مگر تعرف عقل قبل سمع کو مستلزم حکم و شغل ذمہ مکلف
عہ نہیں جانتے۔ یہی مذہب امام ابن الممام نے اختیار فرمایا اور انہیں کی تبعیت فاضل محب اللہ بہاری نے کی۔ مسلم الثبوت
وفواتح الرحموت میں ہے:

(عندنا) وعند المعتزلة عقلي لكن عندنا من متأخرى الماتریدیہ لا يستلزم هذا الحسن والقبح حکماً	اشیاء کا حسن وفتح ہمارے نزدیک اور معتزلہ کے نزدیک عقلی ہے لیکن ہم متأخرین ماتریدیہ کے نزدیک یہ حسن وفتح بندے کے بارے میں اللہ

عہ: یعنی بعض ائمہ ماتریدیہ مانتے ہیں کہ کچھ اشیاء کے حسن وفتح کا ادراک عقل سے ہوتا ہے مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ شریعت
آنے سے پہلے ہی محض عقل کے ادراک پر مکلف بندہ ذمہ دار ہو جائے اور اس پر کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا لازم ہو جائے ۱۲ محمد احمد

^۱ رد المحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۴/۲

سبجئے کی طرف سے کسی حکم کو مستلزم نہیں، توجب تک اللہ نے رسولوں کو بھیج کر اور خطاب نازل فرما کر کوئی حکم نہ فرمایا یہاں بالکل کوئی حکم نہیں۔ یہیں سے ہم نے کہا کہ مکلف ہونے کا تعلق اس شرط کے ساتھ ہے کہ دعوت پہنچی ہو تو وہ کافر جسے دعوت نہ پہنچی وہ ایمان کا بھی مکلف نہیں اور اس کے کفر پر بھی اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اہل مختصاً (ت)	من الله سبحانه في العبد فما لم يحكم الله تعالى بأمر الرسل وانزال الخطاب ليس هناك حكم أصلاً ومن ههنا اشتراطنا بلوغ الدعوة في تعلق التكليف بالكافر الذي لم تبلغه الدعوة غير مكلف بالإيمان أيضاً ولا يؤاخذ بكفره¹ اہل مختصاً۔

نیز فواتح میں ہے:

حاصل بحث یہ ہے کہ یہاں تین اقوال ہیں: اول مذہب اشعریہ کہ افعال کا حسن و قبح شرعی ہے۔ اسی طرح حکم افعال بھی شرعی ہے۔ دوم حسن و قبح عقلی ہیں اور ان پر تعلق حکم کا مدار ہے۔ توجب بعض افعال میں حکم کا ادراک ہو جائے جیسے ایمان کفر، شرک اور کفران میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے ذمہ حکم متعلق ہو جائے گا، یہی ان علمائے کرام اور معتزلہ کا مذہب ہے، مگر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قبح عقلی کے اعتبار سے عقوبت واجب نہیں ہو جاتی جیسا کہ ورود شرع کے بعد واجب نہیں کیونکہ عفو کا احتمال ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ واجب مانتے ہیں۔ سوم حسن و قبح عقلی ہیں۔ اور اتنے ہی سے	حاصل البحث ان ههنا ثلاثة اقوال: الاول مذهب الاشعريه ان الحسن والقبح في الافعال شرعي وكذلك الحكم۔ الثاني انها عقليان وهما مناطان لتعلق الحكم۔ فاذا ادرك في بعض الافعال كالإيمان والكفر والشرك والكفر ان يتعلق الحكم منه تعالى بذمة العبد وهو مذهب هؤلاء الكرام والمعتزلة. الا انه عندنا لا تجب العقوبة بحسب القبح العقلي كما لا تجب بعد ورود الشرع لاحتمال العفو بخلاف هؤلاء²۔ الثالث عقليان وليسامو جبين للحكم

¹ فواتح الرحموت بذييل المستصفي المقالة الثانية الباب الاول منشورات الشريف الرضي قم ايران ۱/۲۵

² فواتح الرحموت بذييل المستصفي المقالة الثانية الباب الاول منشورات الشريف الرضي قم ايران ۱/۲۹

ولا کاشفین عن تعلقه وهو مختار الشيخ ابن الهمام وتبعه المصنف ورأيت في بعض الكتب وجدت مشائخنا الذين لا قيتهم قائلين مثل قول الاشعرية ¹ اه بتلخيص۔	وہ تعلق حکم کے موجب یا مظہر نہیں۔ یہی شیخ ابن الہمام کا مختار ہے اور مصنف نے اسی کا اتباع کیا ہے۔ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا کہ میں نے اپنے ان مشائخ کو جن سے میں نے ملاقات کی ہے اشعریہ کے قول کا قائل پایا ^{بتلخیص} ۔ (ت)

ان دونوں قولوں پر قبل شرح حکم اصلاً نہیں، تو عصیان نہیں، کہ عصیان مخالفت حکم کا نام ہے۔

ولذا قال الامام ابن الهمام كيف تحقق طاعة او معصية قبل ورود امر ونهى۔	اسی لئے ابن الہمام نے فرمایا کہ امر و نہی وارد ہونے سے پہلے کسی طاعت یا معصیت کا تحقق کیسے! (ت)

اور جب عصیان نہیں کفر بالاولیٰ نہیں کہ وہ اخبث معاصی ہے اور انتقائے عام مستلزم انتقائے خاص۔ یوں بھی خود ابوطالب پر تا
زمان فترت حکم کفر نہ تھا، جب کفر کیا تبعیت کا اصلاً محل نہ تھا۔
جماہیر ائمہ ماترید یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ عقل کو معرف حکم مانتے ہیں، مگر نہ مطلقاً کہ یہ تو سفاہت سفائے معترکہ و
روافض و کرامیہ و براہمہ خذلہم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے۔ ت) ہے۔ بلکہ امثال توحید و شکر و ترک کفران و کفر
و غیر ہا امور عقلیہ غیر محتاج سمع میں۔ اس مذہب پر پھر وہی سوال ہوگا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا زمان فترت میں ارتکاب
شرک و اجتناب توحید ثابت کرو۔ اگر نہ ثابت کر سکو تو کیا مولیٰ المسلمین ولی رب العلمین حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پر ایسے شنیع لفظ کا اطلاق بے دلیل کر دیا جائے گا؟
ثالثاً اس سب سے تنزل کیجئے اور تا ظہور بعثت ان دونوں زن و شوکا کفر مان ہی لیجئے تو اب ایک ذرا نظر انصاف درکار کہ امر دوم کا پتا
نہ لگا رہا نہ رہے۔

نا سمجھ بچے کو بہ تبعیت والدین یا دار کافر کہنے کے ہر گز ہر گز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقہً کافر ہے کہ

¹ فواتح الرحموت بذييل المستقصى المقالة الثالثة الباب الاول منشورات الشريف الرضي قم ايران ۲۹/۱

یہ تو بدہتاً باطل۔ وصف کفریقیناً اس سے قائم نہیں، بلکہ اسلام فطری سے متصف ہے کما قد منّا (جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ ت) یہ اطلاق صرف از روئے حکم ہے یعنی شرعاً اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہل دار پر ہیں وہ بھی نہ مطلقاً بلکہ صرف دنیوی، مثلاً وہ اپنے کافر مورث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا، کافر وارث کو اس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو، کافر سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے نہ مسلمہ سے، وہ مر جائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں گے، مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں گے الی غیر ذلک من الاحکام الدنیویۃ (اس کے علاوہ دیگر دنیوی احکام۔ ت) فتح القدیر میں ہے:

تابعیۃ الابویں او احدہما ای فی احکام الدنیا لافی العقبی ^۱ ۔	والدین یا ان میں سے کسی ایک کے تابع ہونا یعنی دنیوی احکام میں ہے نہ کہ اخروی احکام میں (ت)

بحر الرائق میں ہے:

اعلم ان المراد بالتبعیۃ التابعیۃ فی احکام الدنیا لافی العقبی ^۲ ۔	تو جان لے کہ تابع ہونے سے مراد دنیاوی احکام میں تابع ہونا ہے نہ کہ اخروی احکام میں۔ (ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

التبعیۃ انما ہی فی احکام الدنیا لافی العقبی ^۳ ۔	تابع ہونا تو محض دنیاوی احکام میں ہے نہ کہ اخروی احکام میں۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تبع له ای فی احکام الدنیا لا للعقبی لما مر انهم خدم اهل	بچے والدین میں سے کسی کے تابع ہے یعنی دنیاوی احکام میں نہ کہ اخروی احکام میں، کیونکہ گزر چکا ہے کہ انکے بچے جنتیوں کے خادم

^۱ فتح القدیر باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۹۴/۲

^۲ بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوٰۃ الحج ای سعید کمپنی کراچی ۱۹۰/۲

^۳ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر باب الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۶۶/۱

الجنة ^۱ ۔	ہوں گے۔ (ت)

اور جب یہ تبعیت صرف احکام دنیوی میں ہے تو اس کا ثبوت احکام دنیائے وجود پر موقوف۔ اگر دنیا میں کوئی حکم ہی نہ ہو تو تبعیت کس چیز میں ہوگی؟ اور پر ظاہر کہ قبل بعثت ان امور میں کوئی حکم شرعی اصلاً اجمالاً متحقق نہ تھا۔ تو اس وقت تک کسی نا سمجھ بچے کا بہ تبعیت والدین کافر قرار پانا ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ نہ حکم نازل، نہ تبعیت حاصل۔ ہکذا اینبغی التحقيق واللہ سبحنہ ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہیے اور اللہ سبحنہ وتعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔ ت)

اس تحقیق ائینق سے بتوفیق اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ مجرہ سجنہ سجنًا حکماً اسماء و ہما کسی طرح کسی نوع یہ لفظ شنیع حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ پر صادق نہ ہوا۔ روز الست سے ابد الآباد تک ان کا دامن ایمان مامن اس لوٹ (آلودگی) سے اصلاً جزاً قطعاً مطلقاً پاک و صاف منزہ رہا۔ والحمد للہ رب العلمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

یہ سب وہ ہے جو قلب فقیر پر لطیف خیبر کے فیض سے فائض ہوا اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس کو بادشاہ جواد قدیر کی ملاقات کے دن تک اس ضعیف حقیر کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ مقبولہ بنادے، اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر اللہ علیٰ کبیر ہی سے، اور اللہ رحمت و برکت و سلامتی نازل فرمائے امن دینے والے امان، نصرت فرمانے والے مولیٰ، بلند شفیع، خوشخبری دینے والے مبشر پر اور ان کی آل، اصحاب، اہل جماعت اور علی مرتضیٰ امام امیر پر، اور ہم پر ان حضرات کے وسیلہ اور ان کے سبب سے اور ان کے زمرہ میں، قبول فرما اے ہمارے سننے دیکھنے والے رب!	هذا كله ما فاض على قلب الفقير: من فيض اللطيف الخبير: واسأل الله تعالى ان يجعله ذريعة مقبولة لحفظ ايمان هذا الضعيف الحقير ليوم لقاء الملك الجواد القدير۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلي الكبير: وصلى الله تعالى وبأرك وسلم على الامان المؤمن المولى النصير الشفيع الرفيع المبشر البشير: وعلى اله وصحبه واهله وحزبه وعلى المرتضى الامام الامير: وعلينا بهم ولهم وفيهم. آمين يا ربنا السميع البصير۔

^۱ الدر المختار باب صلوة الجنائز مطبع مکتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ

تکمیل: بحمد اللہ تعالیٰ یہی فضل اجل واجمل، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ واکمل، نصیب حضرت امیر المؤمنین، امام المشاہدین، افضل الاولیاء المحمدیین، سیدنا و مولانا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حکم تبعیت تو انہیں وجہ بالا سے باطل۔ چند برس کی عمر شریف ہوئی کہ پر توشان خلیل اللہ بت خانہ میں بت شکنی فرمائی۔ ان کے والد ماجد سیدنا ابو قافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہوئے) اس زمانہ جاہلیت میں انہیں بت خانے لے گئے اور بتوں کو دکھا کر کہا: **هذه الهتك الشم العلى فاسجد لها** یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں انہیں سجدہ کرو۔ وہ تو یہ کہہ کر باہر گئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضائے مبرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور براہ اظہار عجز صنم و جہل صنم پرست ارشاد فرمایا: **انی جالغ فاطمینی** میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ فرمایا: **انی عارف کنی** میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا: **میں تجھ پر پتھر ڈالتا ہوں۔ فان كنت الهما فامنع نفسك** اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ اب بھی نزابت بنا رہا۔ آخر بقوت صدیقی پتھر پھینکا کہ وہ خدائے گمراہاں منہ کے بل گرا۔ والد ماجد واپس آتے تھے یہ ماجرا دیکھا، کہا: اے میرے بچے! یہ کیا کیا؟ فرمایا: وہی جو آپ دیکھ رہے ہیں؟ وہ انہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس (کہ وہ صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا انہوں نے فرمایا: اس بچے سے کچھ نہ کہو، جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا، میں نے سنا کہ ہاتھ کہہ رہا ہے۔

اے اللہ کی سچی لونڈی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی، اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔ (اسے قاضی ابوالحسین احمد بن محمد زبیدی نے) "معالی الفرش الی عوالی العرش" میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہم نے پوری حدیث طویل اپنی کتاب "مطلع القمرین فی"	یا امة الله على التحقيق: ابشری بالولد العتیق: اسبہ فی السباء الصدیق: لمحمد صاحب ورفیق: رواه القاضی ابوالحسین احمد بن محمد بن الزبیدی بسندہ فی "معالی الفرش الی عوالی العرش" ¹ وقد ذكرنا الحديث بطوله فی کتابنا المبارک

¹ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری بحوالہ معالی الفرش الی عوالی العرش باب اسلام ابی بکر دار الکتب العربی بیروت ۱۸۸/۶، ۱۸۷

ان شاء اللہ تعالیٰ مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العمرین۔	ابانۃ سبقة العمرین "میں بیان کیا ہے جو بابرکت (کتاب) ہے اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

سولہ برس کی عمر میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پکڑے کہ عمر بھر نہ چھوڑے، اب بھی پہلوئے اقدس میں آرام کرتے ہیں، روز قیامت دست بدست حضور اٹھیں گے، سایہ کی طرح ساتھ ساتھ داخل خلد بریں ہوں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے فوراً بے تامل ایمان لائے، ولہذا سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لم یزل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعین الرضا منہ ^۱ ۔	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی میں رہے۔ (ت)

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

اختلف الناس فی مرادہ بهذا الکلام فقیل لم یزل مؤمناً قبل البعثۃ وبعدها وهو الصحیح المرتضی ^۲	اس کلام سے امام اشعری کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بیان مراد میں ایک قول یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مومن رہے، قبل بعثت بھی، بعد بعثت بھی۔ یہی قول صحیح و پسندیدہ ہے (ت)

امام اجل سید ابوالحسن علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی قدس سرہ الملکی فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یثبت عنہ حالة کفر باللہ کما ثبتت عن غیرہ ممن آمن۔ وهو الذی سبعناه من اشیاخنا ومن یقتدی بہ وهو الصواب ان شاء اللہ تعالیٰ ^۳ ۔	صحیح یہ کہنا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کوئی حالت کفر ثابت نہ ہوئی جیسا کہ دوسرے ایمان والوں سے متعلق ثابت ہوئی۔ یہی ہم نے اپنے شیوخ اور پیشواؤں سے سنا ہے اور یہی حق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)

^۱ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ دار الکتب العربی بیروت ۱۸۷/۶

^۲ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ دار الکتب العربی بیروت ۱۸۷/۶

^۳ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ دار الکتب العربی بیروت ۱۸۷/۶

الحمد لله یہ اجمالی جواب، موضح، نہم جمادی الاخریٰ روز شنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ "تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصیۃ عہد الجاہلیۃ" نام ہوا۔

اور ہماری دعا کا اختتام یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے بہترین مخلوق، اس کے افتخار کے سراج ہمارے آقا و مولیٰ محمد پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس کا علم اتم اور اس کا حکم مضبوط ہے۔ (ت)	وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین، وصلى الله تعالى على خير خلقه وسراج افقه سيدنا ومولانا محمد و آله وصحبه اجمعين، واللّٰهُ سُبْحَنَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ، وَعَلَيْهِ جَلْ مَجْدُهُ اَتَمُّ وَحْكُمُهُ عَزَازَةُ احْكَمُ۔

رسالہ

تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصیۃ عہد الجاہلیۃ
ختم ہوا۔

مسئلہ ۲۰: از بنارس محلہ پتر کٹھہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ) ۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ابقاھم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین (اللہ تعالیٰ انہیں روز جزاء تک قائم رکھے۔ اس میں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیشہ کے مسلمان تھے یا کہ علی مافی تاریخ الخلفاء للسیوطی ورد المحتار لابن عابدین و جامع المناقب وغیرہ) جیسا کہ امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء، علامہ ابن عابدین کی رد المحتار اور جامع المناقب وغیرہ میں ہے۔ (ت) تیرہ یا دس یا نو یا آٹھ برس کے سن میں ایمان لائے ہیں، اگر ہمیشہ مسلمان تھے تو پھر ایمان لانا چہ معنی وارد۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل (تفصیل سے بیان کرو اجر عظیم دیے جائے گا۔ ت)

الجواب:

حضرت امیر المومنین، مولیٰ المسلمین، امام الواصلین، سیدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا،

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی اور حضرت امیر المومنین امام المشاہدین افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا و مولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل الاظہر دونوں حضرات عالم ذریت سے روزِ ولادت، روزِ ولادت سے سنِ تمیز، سنِ تمیز سے ہنگامِ ظہور پر نور آفتابِ بعثت، ظہورِ بعثت سے وقتِ وفات، وقتِ وفات سے ابدالِ آبادت بحمد اللہ تعالیٰ موحد موقن و مسلم و مومن و طیب و زکی و طاہر و نقی تھے، اور ہیں، اور رہیں گے، کبھی کسی وقت کسی حال میں ایک لمحہ ایک آن کو لوٹ کفر و شرک و انکار ان کے پاک، مبارک، سترے دامنوں تک اصلاً نہ پہنچانے پہنچے، والحمد للہ رب العلمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

عالم ذریت سے روزِ ولادت تک اسلام میثاقی تھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" قَالُوْا بَلٰی^۱ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا کیوں نہیں۔)

روزِ ولادت سے سنِ تمیز تک اسلام فطری کہ کل مولود یولد علی الفطرة^۲ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (ت)
سنِ تمیز سے روزِ بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والاصفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا، کبھی غیر خدا کو خدا نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا، ایک ہی سے کام رہا۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔ (ت)	"ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مِنْ یَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ" ۝۳۔

پھر ظہورِ بعثت سے ابدالِ آبادت تک حال تو ظاہر و قطعی و متواتر ہے والحمد للہ رب العلمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت) فقیر غفرلہ اللہ المولیٰ القدر نے یہ نفسی مطلب بقدر حاجت اپنے رسالہ موجزۃ تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصیۃ عہد الجاہلیۃ میں واضح کیا۔

^۱ القرآن الکریم ۱۷۲/۷

^۲ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۵/۱، سنن ابی داود کتاب السنۃ ۲۹۲/۲، جامع

الترمذی ابواب القدر ۳۶/۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۳/۲

^۳ القرآن الکریم ۲/۲۲

ثم اقول: وبالله التوفيق (میں پھر کہتا ہوں اور توفیق اللہ کی طرف سے ہے) ظاہر ہے کہ تاوان (وقت) فترت اس زمان جاہلیت و مکان اُمیت و ہجنان غفلت میں سمعیات پر اطلاع کے تو کوئی معنی ہی نہ تھے، اسی طرح نبوت و کتاب کہ وہ لوگ ان امور سے واقف ہی نہ تھے، والہذا براہِ عجب کہتے ہیں: "أَبَعَثَ اللَّهُ بُشَيْرًا لِّأَسْوَاقٍ" ^۱ کیا خدا نے آدمی کو رسول بنایا۔ اور کہتے:

"مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَنْشِئُ فِي الْأَسْوَاقِ" ^۲	یہ رسول کیسا ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اور پھر ظاہر کہ حکم، بے تصور محکوم علیہ محال قطعی۔ تو جس چیز سے ذہن اصلاً خالی اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممنوع عقلی۔

وقد قال تعالى: "مَا أَنتُمْ بِأَبَاءٌ لَهُمْ فَهُمْ يَغْفُلُونَ" ^۳	بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔ (ت)

لہذا اس زمانے میں صرف توحید مدار اسلام و مناطِ نجات و نافی کفر تھی۔ موحدان جاہلیت کا مسئلہ اجماعیہ کسے نہیں معلوم؟ بایں ہمہ وہ اسلام ضروری تھا کہ اس وقت اسی قدر ممکن تھا اصل دین و مرضی رب العلمین جسے "إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ" ^۴ (بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ ت) فرمایا گیا تمام ایمانیات پر ایمان لانا ہے،

"كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَيْكَتِهِ وَكُتِبَ لَهُمْ سُلَيْمٌ" ^۵	سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ (ت)

یہ بغیر بعثت و بلوغ دعوت ناممکن۔ اور اس کا بھی فرد اکمل وہ ہے جس کی نسبت ابراہیم خلیل و اسمعیل ذبیح صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم نے دعا کی:

"وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ" ^۶	اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار۔ (ت)

^۱ القرآن الکریم ۹۴/۱۷

^۲ القرآن الکریم ۷/۲۵

^۳ القرآن الکریم ۶/۳۶

^۴ القرآن الکریم ۱۹/۳

^۵ القرآن الکریم ۲۸۵/۲

^۶ القرآن الکریم ۱۲۸/۲

جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

"هُوَ سُبُّكُمْ الْاَسْلَمِيْنَ مِنْ قَبْلُ" ^۱	اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں۔ (ت)

یعنی اس نبی کریم افضل المسلمین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کی امت مرحومہ میں داخل ہونا۔ یہ اسلام کا اطلاق اخص واکمل واجمل ہے۔ ان دونوں معنوں پر ان حضرات عالیات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ یا دس برس کی عمر میں اسلام لائے، یہ ارشاد اقدس سنتے ہی فوراً بلا تا مل مسلمان ہوئے۔ معہذا اس میں ایک سرّ یہ ہے کہ بعد بعثت وبلوغ دعوت صرف اس اسلام ضروری پر قناعت کافی ووجہ نجات نہیں۔ اگر کوئی شخص فترت میں صد ہا سال موحد رہتا اور بعد دعوت تصدیق نہ کرتا وہ اسلام سابق یقیناً زائل ہو کر کافر مغللہ فی النار ہو جاتا۔ تو جس نے فوراً تصدیق کی اس پر حکم اسلام اس وقت سے تام و قائم و محکم و مستقر ہوا۔

علاوہ بریں رب العزت عزوجل اپنے خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت فرماتا ہے:

"اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهُ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ" ^۲	جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا، بولا میں اسلام لایا رب العالمین کیلئے۔

جب خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور انکا عرض کرنا کہ اسلام لایا، معاذ اللہ ان کے ایمان قدیم و اسلام مستمر کامنافی نہ ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثناء کی طرف بعد نبوت وپیش از نبوت تمبھی کسی وقت ایک آن کے لئے بھی غیر اسلام کو اصلاً راہ نہیں، تو صدیق ومرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے اس روز اسلام لائے، انکے اسلام سابق کے معاذ اللہ کیا مخالفت ہو سکتے ہیں۔

هذا كله واضح مبين۔ والحمد لله رب العالمين۔	یہ سب واضح نمایاں ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا۔ (ت)

^۱ القرآن الکریم ۷۸/۲۲

^۲ القرآن الکریم ۱۳۱/۲

بحمد اللہ تعالیٰ نے فقیر کی اس تقریر سے جس طرح روافض کا نفی خلافت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے براہ عناد و مکابرہ آئیہ کریمہ "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" ^۱ (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ ت) سے سفیمانہ استدلال، جس کا نہ صغریٰ صحیح نہ کبریٰ ٹھیک، ہبائے منشور ہو گیا، یونہی تفضیلیہ کا وہ باطل خیال کہ "قدم اسلام خاصہ حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہے لہذا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل" مدفوع و مقہور ہو گیا۔

فاقول وبالله التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لحاظ سے تو یہ تخصیص ہی غلط کہ وہ بھی اس فضل جلیل میں شریک حضرت اسد اللہ الغالب، بلکہ انصاف کیجئے تو شریک غالب ہیں اگرچہ دونوں حضرات قدیم الاسلام ہیں کہ ایک آن ایک لمحہ کو ہر گزہر گز متصف بکفر نہ ہوئے، مگر اسلام میثاقی و اسلام فطری کے بعد اسلام توحیدی و اسلام اخص دونوں میں صدیق اکبر کا پایہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ توحیدی میں یوں کہ صدیق اکبر کی ایک عمر کثیر اس زمانہ ظلمت و جہالت میں گزری۔ ابتداء میں مدتوں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اسلام پناہ سے دوری رہی۔ اس پر بچپن کی کچی سمجھ میں انکے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ اس وقت تک مبتلائے شرک تھے اپنے دین باطل کی تعلیم دینا، بت خانے میں لے جا کر سجدہ بت کی تفہیم کرنا، غرض رہنما مفقود، رہزنی موجود۔ بایں ہمہ انکا توحید خالص پر قائم رہنا، اللہ اکبر کیسا اجل و اعظم ہے۔ حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی نے انکھ کھولی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا جمال جہاں آراء دیکھا، حضور ہی کی گود میں پرورش پائی، حضور ہی کی باتیں سنیں، حضور ہی کی عادتیں سیکھیں، شرک و بت پرستی کی صورت ہی اللہ تعالیٰ نے کبھی نہ دکھائی، آٹھ یا دس سال کے ہوئے کہ آفتاب جہاں تاب رسالت اپنی عالمگیر تابشوں کے ساتھ چمک اٹھا، والحمد للہ رب العالمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت) اسلام اخص میں یوں کہ صدیق اکبر نے فوراً اپنا اسلام سب پر ظاہر و آشکار کر دیا، ہدایتیں فرمائیں، کفار کے ہاتھوں سے اذیتیں پائیں، جن کی تفصیل ہماری کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین وغیرہ کتب حدیث میں ہے۔

^۱ القرآن الکریم ۲/۱۲۴

اور امیر المومنین مولیٰ علی کی نسبت آیا کہ کچھ دنوں اپنے باپ ابوطالب کے خوف سے کہ لازمہ صغرن ہے اپنے اسلام کا اخفا فرمایا، امام حافظ الحدیث خیشمہ بن سلیمان قرشی و امام دارقطنی و محب الدین طبری و غیر ہم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ و چہہ الکریم فرماتے ہیں:

ان ابا بکر سبقتی الی اربع لم اوتھن، سبقتی الی افشاء السلام، و قد مر الهجرة، مصاحبته فی الغار و اقام الصلوة و انا یومئذ بالشعب، یظهر اسلامه و اخفیه ^۱ ۔ الحديث	بیشک ابوبکر چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے کہ مجھے نہ ملیں: انہوں نے مجھ سے پہلے اسلام آشکار کیا، اور مجھ سے پہلے ہجرت کی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یار غار ہوئے، اور نماز قائم کی اس حالت میں کہ میں ان دنوں گھروں میں تھا۔ وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے اور میں چھپاتا تھا۔

امام قسطلانی مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

اول من اسلم علی ابن ابی طالب و هو صبی لم یبلغ الحلم، و کان مستخفیا باسلامه، و اول رجل عربی بالغ اسلم و اظهر اسلامه ابو بکر بن ابی قحافة رضی اللہ تعالیٰ عنہما ^۲ ۔	سب سے پہلے ایمان لانے والے مذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جبکہ آپ بچے تھے اور سبن بلوغ کو نہ پہنچے تھے وہ اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے، اور سب سے پہلے ایمان لانے والے عربی مرد جنہوں نے اسلام ظاہر کیا وہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ (ت)

امام ابو عمر ابن عبدالبر روایت فرماتے ہیں:

سئل محمد بن کعب القرظی عن اول من اسلم ولی او ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: قال	محمد بن کعب قرظی سے سوال کیا گیا کہ ابوبکر و علی میں سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟

^۱ المواہب اللدنیہ بحوالہ خیشمہ بن سلیمان ذکر اول من امن، اسلام علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۸ و ۲۱۹

^۲ المواہب اللدنیہ بحوالہ خیشمہ بن سلیمان ذکر اول من امن، اسلام علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۹

سبحان اللہ علیٰ اولہما اسلامًا وانما شبَّہ علی الناس لان علیًا اخفی اسلامہ من ابی طالب واسلم ابو بکر فآظہر اسلامہ ^۱ ۔	تو انہوں نے کہا سبحان اللہ ان دونوں میں سے حضرت علی پہلے اسلام لائے مگر انہوں نے اسلام کو اپنے والد سے پوشیدہ رکھا جس وجہ سے ان کا اسلام لوگوں پر مشتبہ رہا جبکہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ (ت)

والہذا احادیث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آثار صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ صدیق کا اسلام سب کے اسلام سے افضل، اور ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے ازیں واکمل ہے کما بینا کہ فی کتابنا المذکور المبارک ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے کتاب مذکور میں جو ان شاء اللہ بابرکت ہوگی۔ ت)

رہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذہب جمہور اہلسنت میں امیر المومنین حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو وہ دونوں افضل اور امیر المومنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ سب سے افضل مگر اس وجہ سے افضل نہیں کہ یہ قدیم الاسلام ہیں وہ جدید الاسلام، کہ یہ فضل جزئی ہے جو مفضول کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ فضل کلی اور شئی ہے جس کی تحقیق انیق ہم نے کتاب مذکور میں ذکر کی۔ قدم اسلام اگر موجب افضلیت ہو تو لازم آئے کہ من و تو زید و عمرو کہ بعونہ تعالیٰ باپ و ادھر و ادھر پست ہا پست سے مسلمان چلے آتے ہیں۔ عمر و عثمان، ابو ذر و سلمان و حمزہ و عباس و غیر ہم صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاذ اللہ افضل ٹھہریں، تو اس بنا پر دعویٰ افضلیت محض جہالت اور فضل جزئی و کلی کے تفرقہ سے غفلت ہے۔

واللہ الہادی و ولی الایادی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔	اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱: از بنارس محلہ کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۱۴ رجب ۱۳۱۲ھ

ماقولکم ایہا العلماء ابقا کم اللہ تعالیٰ	اے علماء کرام اللہ تعالیٰ یوم جزا تک آپ کو باقی

^۱ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ترجمہ ۱۸۷۵ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹/۳

الیوم الجزء فی المسئلة التي نرسل اليكم۔	رکھے آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیج رہے ہیں۔ (ت)

زید کہتا ہے چونکہ علی مرتضیٰ نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اس سے پہلے کبھی دامن پاک آپ کا نجاست شرک و کفر سے آلودہ نہیں ہوا اور حدیث شریف:

کل مولود یولد علی الفطرة ^۱ ۔	ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

دلالة کرتی ہے کہ کل بچے کا دین اسلام ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ ہمیشہ سے مسلمان تھے۔ عمرو کہتا ہے کہ جب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تو یہ کہنا کہ آپ ہمیشہ سے مسلمان تھے محض غلط ہے۔ بینوا تو جروا (بیان کروا کر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

قول زید حق و مقبول و زعم عمرو باطل و مخذول ہے۔

كما حققنا بتوفيق الله تعالى في "تنزية المكانة الجديريه عن وصمة عهد الجاهلية"	جیسا کہ ہم نے "تنزیہ المكانة الجديريه عن وصمة عهد الجاهلية" میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی تحقیق کر دی ہے۔ (ت)

ہاں عبارت زید میں یہ لفظ قابل گرفت ہے کہ "ہم کہہ سکتے ہیں" اس سے بوجہ ضعف آتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں، ہم بالیقین کہتے ہیں:

"الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ" ^۲ ۔	سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا۔ (ت)

^۱ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قبل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۵، سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۲، جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرة امین کبیری دہلی ۲/۳۶، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۳۲

^۲ القرآن الکریم ۳۳/۷

بیشک حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی ہمیشہ سے مسلمان صحیح الایمان تھے اور بیشک انہوں نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ان دونوں باتوں میں اصلاً تافی نہیں۔ یہ اسلام متاخر وہ ہے جس کا ذکر اللہ صلی علیہ وسلم نے علم الایمان اصل الایمان عین الایمان والہ وسلم۔ اے اللہ درود و سلام نازل فرما علامت ایمان، اصل ایمان، عین ایمان پر اور آپ کی آل پر۔ (ت) آیہ کریمہ :

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل، ہاں ہم نے اسے نور کیا۔ (ت)	"مَا كُنْتُمْ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا" ¹ الآیۃ۔

یعنی اسلام خاص زمان بعثت کہ کتاب و رسول پر ایمان و عقائد سمعیہ کے اذعان پر مشتمل ہو۔ یہ بے شک بعد بعثت حاصل ہوا۔ اس کا حدوث قدم اسلام توحیدی کا منافی نہیں،

جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں اس شخص پر جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔ (ت)	کہا لا یخفی علی من کان لہ قلب او القی السمع وهو شہید۔

تفسیر کبیر میں زیر آیہ کریمہ منجملہ وجوہ تاویل مذکور:

وجہ چہارم، ایمان ان تمام چیزوں کے مان لینے کا نام ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مکلف بنایا، اور حضور قبل نبوت اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ تمام احکام و تکالیف سے واقف نہ تھے بلکہ وہ خداوند تعالیٰ کے عارف تھے اور یہ اس کے منافی نہیں جو ہم نے ذکر کیا (کہ قبل وحی بھی انبیاء کا کفر سے منزہ ہونا اجماعی ہے) وجہ پنجم، صفات الہی کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہو سکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں۔ تو اسی قسم دوم کی معرفت قبل نبوت نہ تھی۔ (ت)	الرابع الایمان عبارة عن الاقرار بجميع ماكلف الله تعالى به وانه قبل النبوة ماكان عارفاً بجميع تكاليف الله تعالى. بل انه كان عارفاً بالله تعالى وذلك لاينافی ما ذكرناه۔ الخامس صفات الله تعالى على قسمين منها مايمكن معرفته بمحض دلائل العقل، ومنها ما لا يمكن معرفته الا بالدلائل السبعية، فهذا القسم الثاني لم تكم معرفته حاصلة قبل النبوة ²

¹ القرآن الكريم ۴۲/۵۲

² مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴۲/۵۲ المطبعة البهية المصرية مصر ۱۹۱/۲

تفسیر ارشاد العقل السليم میں ہے:

ای الایمان بتفصیل مافی تضاعیف الكتاب من الامور التي لاتتهدى اليها العقول. لا الایمان بما يستقبل به العقل والنظر. فان درایتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام له ما لا ريب فيه قطعاً۔ ¹	اس آیت میں ایمان سے مراد ان امور کی تفصیلات پر ایمان ہے جو کتاب کے وسیع صفحات میں مندرج ہیں جن تک از خود عقلوں کی رسائی نہیں، ان امور سے متعلق ایمان کی نفی مراد نہیں جن کو عقل و فکر خود جان لیتی ہے اور کتاب وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی، قبل نبوت بھی اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آشنا ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں۔ (ت)

اسی کے قریب قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفا شریف میں نقل کر کے فرمایا: وهو احسن وجوهہ²۔
(وجوہ تاویل میں یہ سب سے عمدہ ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

رسالہ

تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصیۃ عہد الجاہلیہ
ختم ہوا

¹ ارشاد العقل السليم تحت الآیۃ ۳۲/۵۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۳۸

² الشفاء بتعريف حقوق المصطفى فصل واما عصمتهم من هذا الفن قبل النبوة المطبعة الشركة الصحافية ۲/۱۰۵



رسالہ

۱۳۳۱ھ

غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق

(تحقیق کی انتہاء حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کی امامت کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

مسئلہ ۲۲: اول: رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و عترتہ وسلم نے وقتِ رحلت یا کسی اور وقت اپنے بعد اپنا جانشین کس کو مقرر کیا؟

الجواب:

جانشینی و نیابت دو قسم ہے:

اول: جزئی مقید کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لئے دوسرے کو اپنا نائب کرے، جیسے بادشاہ کا لڑائی میں کسی کو سردار بنا کر بھیجنا یا کسی کو ضلع کی حکومت دینا یا تحصیل خراج پر مامور کرنا، یا کہیں جاتے ہوئے انتظام شہر سپرد کر جانا، اس قسم کا استخلاف صریح حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و عترتہ و ازواجہ و صحابہ اجمعین و بارک

وسلم سے بازار ہوا، جیسے بعض غزوات میں امیر المومنین صدیق اکبر بعض میں حضرات اسامہ بن زید۔ غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ تحصیل زکوٰۃ پر امیر المومنین فاروق اعظم و حضرت خالد بن ولید وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مقرر فرمایا۔ یہ بھی یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت تھی کہ اخذ صدقات اصل کام حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ کا ہے۔ قال تعالیٰ:

اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ (ت)	"خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ" ^۱

تعلیم قرآن و دین کے لئے قرائے کرام شہدائے عظام کو مقرر فرمایا۔ حضرت عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ، حضرت معاذ بن جبل کو ولایت بجنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری کو زبید و عدن، حضرت ابوسفیان والد امیر معاویہ یا ہجرت عمرو بن حزم کو شہر نجران، حضرت زیاد بن لبید کو حضر موت، حضرت خالد سعید اموی کو صنعا، حضرت عمرو بن العاص کو عمان کا ناظم صوبہ کیا۔ باذان بن سبسان کیانی مغل کو صوبہ داری یمن پر مقرر رکھا۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ملک یمن کا عہدہ قضا بختا۔ ۸ھ میں حضرت عتاب، ۹ھ میں حضرت ابو بکر صدیق اکبر کو امیر الحاج بنایا۔ بعض وقائع میں امیر المومنین فاروق اعظم، بعض میں حضرت معقل بن یسار، بعض میں حضرت عقبہ کو حکم قضا دیا۔ غزوہ تبوک کو تشریف لے جاتے وقت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو اہلبیت کرام، اور غزوہ بدر میں حضرت ابولبابہ، اور تیرہ غزوات و اسفار کو نہضت فرماتے حضرت عمرو بن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا امیر و والی فرمایا۔ از انجملہ غزوہ ابواء کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا غزوہ تھا و غزوہ بواط و غزوہ ذی العبرہ و غزوہ طلب کرز بن جابر و غزوہ سویق و غزوہ غطفان و غزوہ احد و غزوہ حمراء الاسد و غزوہ نجران و غزوہ ذات الرقاع و سفر حجۃ الوداع کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پچھلا سفر تھا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ سب ہم نے تلخیص کی صحیح بخاری اور اس کی	لخصنا كل ذلك من صحيح البخاری

وشرحہ و لمواہب الدنۃ بالمنح المحمدیۃ و شرحہا للزرقانی والاصابة فی تمييز الصحابة للامام الحافظ العسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔	شرحوں، مواہب الدنۃ بالمنح المحمدیۃ اور اسکی شرح زرقانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف الاصابہ فی تمییز الصحابہ سے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

دوم کلی مطلق کہ حیات مستخلف سے جمع نہیں ہو سکتی یعنی امام کا اپنے بعد کسی کیلئے امامت کبریٰ کی وصیت فرمانا اس کا نص صریح علی الاعلان بتصریح نام حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے واسطے نہ فرمایا، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ضرور پیش کرتے اور قریش و انصار میں دربارہ خلافت مباحثے مشاورے نہ ہوتے، امیر المؤمنین امام الاشیعین اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے باسانید صحیحہ قویہ ثابت کہ جب ان سے عرض کی گئی استخلف علینا ہم پر کسی کو خلیفہ کر دیجئے۔ فرمایا: لاولکین اترککم کما ترککم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کسی کو خلیفہ نہ کروں گا بلکہ یونہی چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے اخرجہ الامام احمد^۱ بسند حسن والبخاری بسندی قوی والدارقطنی وغیرہم (اس کو امام احمد نے بسند حسن اور بخاری نے بسند قوی اور دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا۔ (ت) بخاری کی روایت میں بسند صحیح ہے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:

ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستخلف علیکم ^۲ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہ کیا کہ میں کروں۔

دارقطنی کی روایت میں ہے، ارشاد فرمایا:

دخلنا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ	ہم نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ

^۱ مسند امام احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب اسلامی بیروت ۱/۱۳۰، الصواعق المحرقة الباب الاول الفصل الخامس دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۰، کشف الاستار عن زوائد البخاری باب فی قتله حدیث ۲۵۷۲ مؤسسة الرسالة بیروت ۳/۲۰۳، کنز العمال بحوالہ کوا بن السنی حدیث ۳۶۵۶۲ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۸۹/۱۳

^۲ الصواعق المحرقة بحوالہ البخاری الباب الاول الفصل الخامس دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۰

استخلف علينا قال لا، ان يعلم الله فيكم خيرا يول عليكم خيرا كم قال على رضي الله تعالى عنه فعلم الله فينا خيرا فولى علينا ابا بكر (رضي الله تعالى عنهم اجمعين)¹	ہم پر کسی کو خلیفہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا: نہ، اگر اللہ تعالیٰ تم میں بھلائی جانے گا تو جو تم سب میں بہتر ہے اسے تم پر والی فرما دے گا۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: رب العزّة جل وعلا نے ہم میں بھلائی جانی پس ابوبکر کو ہمارا والی فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امام اسحاق بن راہویہ و دارقطنی و ابن عساکر و غیر ہم بطرق عدیدہ و اسانید کثیرہ راوی، دو شخصوں نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ان کے زمانہ خلافت میں دربارہ خلافت استفسار کیا ائہد عہدہ الیک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام رائی رائتہ۔ کیا یہ کوئی عہد و قرار داد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا آپ کی رائے ہے بلکہ ہماری رائے ہے اما ان یکون عندی عہد من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عہدہ الی فی ذلک فلا، واللہ لئن کنت اول من صدق بہ فلا کون اول من کذب علیہ رہایہ کہ اسباب میں میرے لئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی عہدہ قرار داد فرمادیا ہو سو خدا کی قسم ایسا نہیں اگر سب سے پہلے میں نے حضور کی تصدیق کی تو میں سب سے پہلے حضور پر افتراء کرنے والا نہ ہوں گا ولو کان عندی منہ عہد فی ذلک ماترکت اخابنی تیم بن مرۃ و عمر بن الخطاب یشوبان علی منبرہ ولقاتلتہما ببیدی ولولم اجد الابرد فی ہذہ اور اگر اسباب میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے میرے پاس کوئی عہد ہوتا تو میں ابوبکر و عمر کو منبر اطہر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جست نہ کرنے دیتا اور بیشک اپنے ہاتھ سے ان سے قتال کرتا اگرچہ اپنی اس چادر کے سوا کوئی ساتھی نہ پاتا ولکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یقتل قتلا ولم یمیت فجأہ مکث فی مرضہ ایاماً و لیالی یأتیہ المؤمن فیؤذنه بالصلاۃ فیامر ابا بکر فیصلی بالناس

¹ الصواعق المحرقة بحوالہ الدارقطنی الباب الاول الفصل الخامس دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۰

وہو یرى مكاني ثم ياتيه المؤذن فيؤذنه بالصلاة فيأمر أبا بكر فيصلى بالناس وهو یرى مكاني بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ کچھ قتل نہ ہوئے نہ یکایک انتقال فرمایا بلکہ کئی دن رات حضور کو مرض میں گزرے، مؤذن آتا نماز کی اطلاع دیتا، حضور ابو بکر کو امامت کا حکم فرماتے حالانکہ میں حضور کے پیش نظر موجود تھا پھر مؤذن آتا اطلاع دیتا حضور ابو بکر ہی کو امامت دیتے حالانکہ میں کہیں غائب نہ تھا ولقد ارادت امرأة من نسائه ان تصرفه عن ابی بکر فابی وغضب وقال "انتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس اور خدا کی قسم ازواج مطہرات میں سے ایک بی بی نے اس معاملہ کو ابو بکر سے پھیرنا چاہا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ مانا اور غضب کیا اور فرمایا تم وہی یوسف (علیہ السلام) والیاں ہو ابو بکر کو حکم دو کہ امامت کرے فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نظر نافی امورنا فاخترنا لدنیا ناً من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا فكانت الصلوة عظیم الاسلام وقوام الدین. فبايعنا ابا بكر رضى الله تعالى عنه فكان لذلك اهلا لم يختلف عليه منا اثنان پس جبکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہم نے اپنے کاموں میں نظر کی تو اپنی دنیا یعنی خلافت کے لئے اسے پسند کر لیا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا تھا کہ نماز تو اسلام کی بزرگی اور دین کی درستی تھی لہذا ہم نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور وہ اس کے لائق تھے ہم میں کسی نے اس بارہ میں خلاف نہ کیا۔ یہ سب کچھ ارشاد کر کے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسنی نے فرمایا: فادیت الی ابی بکر حقہ وعرفت له طاعته وغزوت معه فی جنوده وکنت اخذ اذا اعطانی واغزو اذا غزانی واضرب بین یدیہ الحدود بسوطی¹۔ پس میں نے ابو بکر کو ان کا حق دیا اور ان کی اطاعت لازم جانی اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے لشکروں میں جہاد کیا جب وہ مجھے بیت المال سے کچھ دیتے میں لے لیتا اور جب مجھے لڑائی پر بھیجتے میں جاتا اور ان کے سامنے اپنے تازیانہ سے حد لگاتا۔ پھر بعینہ یہی مضمون امیر المومنین فاروق اعظم و امیر المومنین عثمان غنی کی نسبت ارشاد فرمایا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ہاں البتہ اشارات جلیلہ واضحہ بارہا فرمائے، مثلاً:

¹ تاريخ دمشق الكبير ترجمه ٥٠٢٩ على بن ابي طالب رضى الله تعالى عنه دار احياء التراث العربى بيروت ١٤٣٣/٢٠٢٥، الصواعق المحرقة بحواله الدارقطنى وابن عساكر واسحق بن راهويه الباب الاول الفصل الخامس دار الكتب العلميه ص ٢٤٠/٢٤١

(۱) ایک بار ارشاد ہوا میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنویں پر ہوں اس پر ایک ڈول ہے میں اس سے پانی بھرتا رہا جب تک اللہ نے چاہا پھر ابو بکر نے ڈول لیا اور ایک بار کھینچا پھر وہ ڈول ایک پل ہو گیا جسے چرسہ کہتے ہیں اسے عمر نے لیا تو میں نے کسی سردار زبردست کو اس کام میں انکے مثل نہ دیکھا یہاں تک کہ تمام لوگوں کو سیراب کر دیا کہ پانی پی کر اپنی فرودگاہ کو واپس ہوئے۔ رواہ الشیخان^۱۔ عن ابی ہریرۃ وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اس کو شیخین نے ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ ت)

(۲) امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں میں نے بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہوا میں اور ابو بکر و عمر، کیا میں نے اور ابو بکر و عمر نے، چلا میں اور ابو بکر۔ رواہ الشیخان^۲ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو شیخین نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

(۳) ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات ایک مرد صالح (یعنی خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہیں اور عمر ابو بکر سے اور عثمان عمر سے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب ہم خدمت اقدس حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اٹھے آپ میں تذکرہ کیا کہ مرد صالح تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور بعض کا بعض سے تعلق وہ اس امر کا والی ہونا جس کے ساتھ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں، رواہ عنہ ابوداؤد والحاکم^۳ (اس کو جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا۔ ت)

^۱ صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۱۷، صحیح البخاری کتاب التبعیہ قدیمی

کتب خانہ کراچی ۱۰۳۹/۱۰۳۰ و ۱۰۴۰، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۵۲/۲، الصواعق المحرقة بحوالہ

الشیخین الباب الاول الفصل الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۰۳ و ۳۰۴

^۲ صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیل مناقب عمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۱۹/۱، مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ متفق

علیہ باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۵۹

^۳ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الخلفاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۱، المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابة دار الفکر بیروت ۳/

(۴) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے بنی المصطلق نے خدمت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھیجا گیا حضور سے دریافت کروں حضور کے بعد ہم اپنے اموال زکوٰۃ کس کے پاس بھیجیں، فرمایا ابو بکر کے پاس۔ عرض کی اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو کسے دیں؟ فرمایا عمر کو۔ عرض کی جب ان کا بھی واقعہ ہو۔ فرمایا عثمان کو۔ رواہ عنہ فی المستدرک وقال لهذا حدیث صحیح الاسناد^۱ (اس کو انس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ت)

(۵) ایک بی بی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور کچھ سوال کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پھر حاضر ہو۔ انہوں نے عرض کی آؤں اور حضور کو نہ پاؤں۔ فرمایا مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا۔۔۔۔۔ رواہ الشیخان^۲ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو شیخین نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۶) یونہی ایک مرد سے ارشاد فرمایا مروی کہ میں نہ ہوں تو ابو بکر کے پاس آنا۔ عرض کی جب انہیں نہ پاؤں۔ فرمایا تو عمر کے پاس۔ عرض کی جب وہ بھی نہ ملیں۔ فرمایا تو عثمان کے پاس۔ اخرجہ ابو نعیم^۳ فی الحلیۃ والطبرانی عن سہل بن ابی حیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابو نعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے سہل بن ابی حیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی۔ ت)

(۷) ایک شخص سے کچھ اونٹ قرضوں خریدے یہ واپس جاتا تھا کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ملے حال پوچھا۔ اس نے بیان کیا۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر حاضر ہو اور عرض کی اگر حضور کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو میری قیمت کون ادا کرے گا۔ فرمایا ابو بکر۔ پھر دریافت کرایا اور جو ابو بکر کو کچھ حادثہ پیش آئے تو کون دے گا۔ فرمایا عمر۔ پھر دریافت کرایا انہیں بھی کچھ حادثہ درپیش ہو۔ فرمایا ویحک اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت

^۱ المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۷/۷۷۳

^۲ صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۶، صحیح البخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۷۰، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۳/۲۷۳

^۳ ازالة الخفاء عن سہل بن ابی حیثمہ فصل پنجم مقصد اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۲۴

ہائے نادان جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جائے رواہ الطبرانی^۱ فی الکبیر عن عصمة بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
ہسنہ الامام جلال الدین سیوطی (طبرانی نے کبیر میں اس کو عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام
جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کو حسن قرار دیا۔ ت)

(۸) انہیں اشارات جلیلہ سے ہے حضورِ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایام مرض و وفات اقدس میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو اپنی جگہ امامت مسلمین پر قائم کرنا اور دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہونا غضب فرمانا جس سے امیر المومنین مولیٰ علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے استناد فرمایا کہ رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاک لدنیانا^۲
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں چن لیا ہمارے دین کی پیشوائی کو، کیا انہیں ہم پسند نہ کریں اپنی دنیا کی امامت کو۔ ت)
(۹) اور نہایت روشن صریح کے قریب نص و تصریح وہ ارشاد اقدس ہے کہ امام احمد و ترمذی نے بافادہ تحسین اور ابن ماجہ و ابن
حبان و حاکم نے بافادہ تصحیح اور ابوالحسن روایانی نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترمذی و حاکم نے حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عدی نے کامل میں اور حضرت
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و بارک وسلم
نے فرمایا: انی لا ادعری ما بقائکم فاقفوا بالذین من بعدی ابی بکر^۳۔

^۱ المعجم الکبیر حدیث ۷۸/۴۷۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۱۸۱

^۲ الصواعق المحرقة بحوالہ ابن سعد الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۳، ۷۱، ۴۳

^۳ مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۲، جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب

ابی بکر و عمار بن یاسر ابن کثیر و ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سید کبیری کراچی ص ۱۰، کنز

العمال حدیث ۳۳۱۱۵ موسسة الرسالہ بیروت ۱۱/۶۲۰، موارد الظمآن حدیث ۲۱۹۳ المطبعة السلفية ص ۵۳۹

وفي لفظ اقتداوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر^۱ میں نہیں جانتا میرا رہنما تم میں کب تک ہو لہذا تمہیں حکم فرماتا ہوں کہ میرے ان دو صحابیوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۱۰) ایک بار آخر حیات اقدس میں نص صریح بھی فرمادینا چاہتا تھا پھر خدا اور مسلمانوں پر چھوڑ کر حاجت نہ سمجھی، امام احمد و امام بخاری و امام مسلم ام المؤمنین صدیقہ محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیہا وسلم سے راوی کہ وہ ارشاد فرماتی ہیں: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ادعی لی اباک و اخاک حتی اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قال انا اولی ویابی اللہ والہو منون الا ابابکر^۲۔

حضرت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس مرض میں انتقال فرمانے کو ہیں اس میں مجھ سے فرمایا اپنے باپ اور بھائی کو بلا لے کہ میں ایک نوشتہ تحریر فرمادوں کہ مجھے خوف ہے کوئی تمنا کر نیوالا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہہ اٹھے کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ نہ مانے گا اور مسلمان نہ مانیں گے مگر ابو بکر کو۔ امام احمد کے ایک لفظ یہ ہیں کہ فرمایا ادعی لی عبد الرحمن بن ابی بکر اکتب ابی بکر کتاباً لا یختلف علیہ احد ثم قال دعیہ معاذ اللہ ان یختلف الہو منون فی ابی بکر^۳ عبد الرحمن بن ابی بکر کو بلاؤ کہ میں ابو بکر کے لئے نوشتہ لکھ دوں کہ ان پر کوئی اختلاف

1 الكامل لابن عدی ترجمہ حماد بن دلیل دار الفکر بیروت ۲/ ۶۶۶، المستدر للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار اکفر بیروت ۳ /

۵، کنز العمال حدیث ۵۶۲۳ و موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۵۵ و ۵۶۰، المعجم الكبير حدیث ۶۲۳۸ المكتبة الفيصلية بيروت ۹

۶۸، مسند احمد بن حنبل عن حذيفة المكتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۲

2 صحيح البخارى كتاب البرص ۲/ ۸۳۶ و كتاب الاحكام باب الاستخلاف ۲/ ۱۰۷۲ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحيح مسلم كتاب فضائل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم. باب من فضائل ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷۳، مسند احمد بن حنبل عن عائشة رضي الله عنها المكتبة الاسلامی بیروت ۶ / ۱۳۴، الصواعق المحرقة الباب الاول الفصل الثالث دار الكتب العلمية بيروت ص ۳

3 الصواعق المحرقة الباب الاول الفصل الثالث دار الكتب العلمية بيروت ص ۳، مسند احمد بن حنبل عن عائشة رضي الله عنها

المكتب الاسلامی بیروت ۶ / ۱۳۴

نہ کرے۔ پھر فرمایا: رہنے دو خدا کی پناہ کہ مسلمان اختلاف کریں ابو بکر کے بارے میں۔ صلی اللہ تعالیٰ علی الحبيب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔ واللہ سببحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ احکم۔

مسئلہ دوم: خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے آیا حضرت علی علیہ السلام افضل تھے یا کم؟

الجواب:

اہل سنت وجماعت نصر ہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ و رسل و انبیائے بشر صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الہی سے افضل ہیں۔ تمام امم عالم اولین و آخرین کوئی شخص ان کی بزرگی و عظمت و عزت و وجاہت و قبول و کرامت و قرب و ولایت کو نہیں پہنچتا۔

فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ بڑا فضل والا ہے (ت)	"أَنَّ الْفَضْلَ بَيْنَ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ" ۱

پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی علیہ سید ہم و مولو ہم وآلہ و علیہم وبارک وسلم، اس مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم و احادیث کثیرہ حضور زنبی کریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشادات جلیہ واضحہ امیر المؤمنین مولیٰ علی مرتضیٰ و دیگر ائمہ اہلبیت طہارت وارتضا و اجماع صحابہ کرام و تابعین عظام و تصریحات اولیائے امت و علمائے امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ و حجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہو سکتا۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب عظیم بسیط و ضخیم دو مجلد پر منقسم نام تاریخی مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العمرین^{۱۲۹} سے قسم تصنیف کی اور خاص تفسیر آیہ کریمہ "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ"^{۱۳۰} اور اس سے افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اثبات و احقاق اور اوہام خلاف کے ابطال و ازہاق میں ایک جلیل رسالہ مسٹی بنام تاریخی الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی^{۱۳۰} تالیف کیا اس بحث کی تفصیل ان کتب پر موقوف، یہاں صرف چند ارشادات ائمہ اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر

^۱ القرآن الکریم ۵۷/ ۲۹

پر اقتصار ہوتا ہے، اللہ عزوجل کی بیشمار رحمت و رضوان و برکت امیر المومنین اس حیدر حق گو حق دان حق پرور کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی پر کہ اس جناب نے مسئلہ تفضیل کو بغایت مفصل فرمایا اپنی کرسی خلافت و عرش زعامت پر بر سر منبر مسجد جامع و مشاہد و مجامع و جلوات عامہ و خلوات خاصہ میں بطریق عدیدہ تامد مدیدہ سپید و صاف ظاہر و واشگاف محکم و مفسر بے احتمال و دگر حضرات شیخین کریمین وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت مرحومہ سید لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل و بہتر ہونا ایسے روشن و ابین طور پر ارشاد کیا جس میں کسی طرح شائبہ شک و تردد نہ رہا مخالف مسئلہ کو منقری بتایا اسی کوڑے کا مستحق ٹھہرا، حضرت سے ان اقوال کریمہ کے راوی اسی سے زیادہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے:

ذہبی نے کہا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے زمانہ خلافت میں جبکہ آپ کرسی اقتدار پر جلوہ گر تھے تو اثر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کے جم غفیر میں افضلیت شیخین کو بیان فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی سے زائد افراد نے اس بارے میں آپ سے روایت کی ہے۔ ذہبی نے ان میں سے کچھ کے نام گنوائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے وہ کس قدر جاہل ہیں انتی (ت)	قال الذہبی وقد تواتر ذلك عنه في خلافته وكرسى مملكة وبين الجمل الغفير من شيعته ثم بسط الاسانيد الصحيحة في ذلك قال ويقال رواه عنه نيف وثمانون نفسا و عدد منهم جماعة ثم قال فقبح الله الرافضة ما اجهلهم¹ انتھی

یہاں تک کہ بعض منصفان شیعہ مثل عبدالرزاق محدث صاحب مصنف نے باوصف تشیع تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا جب خود حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی انہیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے تو مجھے اس کے اعتقاد سے کب مفر ہے مجھے یہ کیا گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں۔ صواعق میں ہے:

کیا ہی اچھی راہ چلے ہیں بعض منصف شیعہ جیسے عبدالرزاق کہ اس نے کہا میں اس لئے شیخین کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت	ما احسن ماسلکھ بعض الشيعة المنصفين كعبد الرزاق فانه قال افضل الشيعين

¹ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الاول دار الكتب العلمية بيروت ص ۹۱ و ۹۰

بتفضیل علی ایہما علی نفسه والالما فضلتہما کفی بی وزرا ان احبه ثم اخالفہ ^۱ ۔	دیتا ہوں کہ حضرت علی نے انہیں فضیلت دی ہے ورنہ میں انہیں آپ پر فضیلت نہ دیتا میرے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ میں آپ سے محبت کروں پھر آپ کی مخالفت کروں (ت)

اب چند احادیث مرتضویٰ سنئے:

حدیث اول^۱: صحیح بخاری شریف میں سیدنا وابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہا سے مروی:

قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابو بکر قال قلت ثم من قال عمر ^۲ ۔	میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا ابو بکر میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حدیث دوم^۲: امام بخاری اپنی صحیح اور ابن ماجہ سنن میں بطریق عبد اللہ بن سلمہ امیر المنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روای کہ
فرماتے تھے۔

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر وخیر الناس بعد ابو بکر عمر ^۳ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ هذا حدیث ابن ماجہ۔	بہترین مرد بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ہیں اور بہترین مرد بعد ابو بکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔ (ت)

حدیث سوم^۳: امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل الطحی کتاب السنۃ میں راوی:

اخبرنا ابو بکر بن مردویہ ثنا سلیم بن احمد ثنا الحسن (ہم کو خبر دی ابو بکر بن مردویہ نے، ہم کو حدیث بیان	

^۱ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الاول دار الكتب العلمية بیروت ص ۹۳

^۲ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الاول دار الكتب بیروت ص ۹۳

^۳ صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناقب ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸

بن المنصور الرماني ثنا داؤد بن معاذ ثنا ابو سلمة العتكي عبد الله بن عبد الرحمن عن سعيد بن ابي عروبة عن منصور بن المعتمر عن ابراهيم عن علقمة قال بلغ عليا ان اقواما يفضلونه على ابي بكر و عمر فصعد المنبر فحمد الله واثني عليه ثم قال يا ايها الناس انه بلغني ان قسوما يفضلوني على ابي بكر و عمر ولو كنت نقد مت فيه لعاقبت فيه فمن سمعته بعد هذا اليوم يقول هذا فهو مفتر عليه حد المفترى ثم قال ان خير هذا الامة بعد نبيها ابو بكر ثم عمر، ثم الله اعلم بالخير بعد، قال وفي المجلس الحسن بن علي فقال والله لوسى الثالث لوسى عثمان¹۔

کی سلیمان بن احمد نے، ہم کو حدیث بیان کی حسن بن منصور رمانی نے، کو کو حدیث بیان کی داؤد معاذ بن، ہم کو ابو سلمہ عتکی عبد اللہ بن عبد الرحمن نے، انہوں نے سعید بن ابو عروہ سے، انہوں نے منصور بن معتمر سے، انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے حضرت علقمہ سے روایت کی) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتاتے ہیں، یہ سن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے حمد و ثناء کے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہتے ہیں اس بارہ میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنو گا وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر، پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔ علقمہ فرماتے ہیں مجلس میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرماتھے انہوں نے فرمایا خدا کی قسم اگر تیرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعین (ت)

حدیث چہارم^۲: امام دارقطنی سنن میں اور ابو عمر بن عبد البر استیعاب میں حکم بن حجل سے

¹ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء بحوالہ ابی القاسم فی کتاب السنة مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۶۸

راوی حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

لا اجد احد افضلنى على ابى بكر وعمر الا جلدته حد المفتى ^۱ ۔	میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتی کی حد لگاؤں گا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پنجم^۵: سنن دارقطنی میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مقرب بارگاہ تھے جناب امیر انہیں وہب الخیر فرمایا کرتے تھے، مروی:

انه كان يرى ان عليا افضل الامة فسمع اقواما يخالفونه فحزن حزنا شديدا فقال له علي بعد ان اخذ بيده وادخله بيته ما احزنك يا ابا جحيفة فذكر له الخير فقال الا اخبرك بخير هذه الامة خيرا ابوبكر ثم عمر قال ابو جحيفة فاعطيت الله عهدا ان لا اكنتم هذا الحديث بعد ان شافهني به علي ما يقين ^۲ ۔	یعنی ان کے خیال میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تمام امت سے افضل تھے انہوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا سخت رنج ہوا حضرت مولیٰ ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانہ ولایت میں لے گئے غم کی وجہ پوچھی، گزارش کی، فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ امت میں سب سے بہتر کون ہے ابو بکر ہیں پھر عمر۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ خود حضرت مولیٰ نے بالمشافہ مجھے ایسا فرمایا۔

حدیث ششم^۱: امام احمد مسند ذی البیہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ابن ابی حازم سے راوی:

قال جاء رجل الى علي بن الحسين رضي الله تعالى عنهما فقال ما كان منزلة ابى بكر وعمر	یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت انور میں حاضر ہو کر عرض کی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

^۱ الصواعق المحرقة بحوالہ الدرار قطنی، الباب الثالث الفصل الاول دار الكتب العلمية بيروت ص ۹۱

^۲ الصواعق المحرقة بحوالہ الدرار قطنی، الباب الثالث الفصل الاول دار الكتب العلمية بيروت ص ۹۲

من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتهما الساعة وهما ضجیعا ^۱	کی بارگاہ میں ابو بکر و عمر کا مرتبہ کیا تھا فرمایا جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں۔

حدیث ہفتم: دار قطنی حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

اجمع بنو فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن ما یكون من القول ^۲ ۔	یعنی اولاد امجاد حضرت بتول زہرا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا الکریم وعلیہا وعلیہم وبارک وسلم کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو (ظاہر ہے کہ سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو)

حدیث ہشتم^۸: امام ابن عساکر وغیرہ و سالم بن ابی الجعد سے راوی:

قلت لمحمد بن الحنفیة هل كان ابو بكر اول القوم اسلاما؟ قال لا، قلت فبم علا ابو بكر وسبق حتى لا یذكر احد غیر ابی بكر قال لا نه كان افضلهم اسلاما حين اسلم حتى لحق بر به ^۳ ۔	یعنی میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی: کیا ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا: نہ۔ میں نے کہا: پھر کیا بات ہے کہ ابو بکر سب سے بالا رہے اور پیشی لے گئے یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ فرمایا: یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے ملے۔

حدیث نہم^۹: امام ابوالحسن دار قطنی جناب اسدی سے راوی کہ امام محمد بن عبد اللہ محض ابن حسن ثنی بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم کے پاس کچھ اہل کوفہ و جزیرہ نے حاضر ہو کر

^۱ مسند احمد بن حنبل حدیث ذی الیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۷/ ۷۷

^۲ الصواعق المحرقة بحوالہ الدار قطنی عن محمد الباقر الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۷۸

^۳ الصواعق المحرقة بحوالہ ابن عساکر عن سالم بن ابی الجعد الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۸۰

ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں سوال کیا امام مدوح نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا:

انظر والی اہل بلادک یشالونی عن ابی بکر و عمر لہما عندی افضل من علی ^۱ ۔	اپنے شہر والوں کو دیکھ مجھ سے ابو بکر و عمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ مولا علی سے افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے اور حضرت امام حسین شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب مبارک نفس زکیہ ہے، ان کے والد حضرت عبداللہ محض کہ سب میں پہلے حسنی حسینی دونوں شرف کے جامع ہوئے لہذا محض کہلوائے، اپنے زمانے میں سردار بنی ہاشم تھے، ان کے والد ماجد امام حسن ثنی اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین صلی اللہ علیہ تعالیٰ علی ابیہم و علیہم و بارک و سلم۔

حدیث دہم: امام حافظ عمر بن شبہ حضرت امام اجل سید زید شہید ابن امام علی سجاد زین العابدین ابن امام حسین شہید صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علی جدہم الکریم و علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر و عمر، ولم یستطیعوا ان یقولوا فیہما شیئاً وانطلقتہم انتم فظفرتم ای وثبتم فوق ذلک فبرئتم منہما فمن بقی؟ فواللہ ما بقی احد الا برئتم منہ ^۲ ۔	یعنی خارجیوں نے اٹھ کر ان سے تبری کی جو ابو بکر و عمر سے کم تھے یعنی عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مگر ابو بکر و عمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اے کوفیو! اوپر جست کی کہ ابو بکر و عمر سے تبری کی تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم! اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تہرانہ کہا ہو۔

والعیاذ باللہ رب العلمین اللہ اکبر اور اللہ تعالیٰ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اللہ سب سے بڑا ہے۔ (ت) امام زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مجید ہم غلامان خاندان زید کو بحمد اللہ کافی و وافی ہے، سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، جبر شریعت، بحر طریقت

^۱ الصواعق المحرقة بحوالہ الدار قطفی عن جندب الاسدی الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۸۳

^۲ الصواعق المحرقة بحوالہ الحافظ عمر بن شبہ الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۹

بقیۃ السلف، حجة الخلف سیدنا و مولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف تصنیف فرمائی کہ بارگاہ عالم پناہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موقع قبول عظیم پر واقع ہوئی، حضرت مستفتی دامت برکاتہم کے جدا مجد اور اس فقیر کے آقائے نعمت و مولائے اوحد حضرت اسد الواصلین محبوب العاشقین سیدنا و مولونا حضرت سید شاہ حمزہ حسینی زیدی مارہروی قدس سرہ القوی کتاب مستطاب کاشف الاستار شریف کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ در خاندان ماحضرت سندا محققین سید عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب کمال بر خاستہ اند قطب فلک ہدایت و مرکز دائرہ ولایت بود در علم صوری و معنوی فائق و از مشارب اہل تحقیق ذائق صاحب تصنیف و تالیف ست و نسب ایں فقیر بچہار واسطہ بذات مبارکش می پیوند ^۱	جاننا چاہئے کہ ہمارے خاندان میں حضرت سندا محققین میر سید عبدالواحد بلگرامی بہت صاحب کمال شخصیت ہیں۔ وہ فلک ہدایت کے قطب، دائرہ ولایت کے مرکز، ظاہری و باطنی علم میں فوقیت رکھنے والے، اصل تحقیق کے گھاٹوں کو چکھنے والے صاحب تصنیف و تالیف ہیں۔ اس فقیر کا نسب چار واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ (ت)

پھر بعد چند اجزاء کے فرماتے ہیں:

شہر تصانیف او کتاب سنابل ست در سلوک و عقائد حاجی الحرمین سید غلام علی آزاد سلمہ اللہ در مائر الکلام فی نوید و تھے در شہر رمضان المبارک سنہ خمس و ثلاثین و مائتہ و الف مولف و اوراق در دار الخلافہ شاہجہاں آباد خدمت شاہ کلیم چشتی قدس سرہ راہ زیارت کرد ذکر میر عبدالواحد قدس سرہ در میان آمد شیخ مناقب و مائر میر تادیر بیان کرد فرمود شبے در	سلوک و عقائد میں آپ کی مشہور تصنیف کتاب سنابل ہے۔ حاجی حرمین سید غلام علی آزاد، اللہ انہیں سلامت رکھے، مائر الکلام میں لکھتے ہیں جس وقت ۱۱۳۵ھ میں رمضان المبارک میں مولف اوراق در دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت کی، میر عبدالواحد کا ذکر در میان کلام میں آگیا۔ حضرت شیخ نے کافی دیر تک میر صاحب کے فضائل و مناقب

^۱ کاشف الاستار مائر الکرام از میر علی آزاد بلگرامی (لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۵)

بیان کئے اور فرمایا کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں اپنے بستر پر لیٹا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغت اللہ بروجی اکٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں، صحابہ کرام اور اولیاء امت کی ایک جماعت بھی حاضر ہے، آپ کی مجلس اقدس میں ایک شخص موجود ہے اور آپ اس کی طرف نظر کرم کرتے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور اس سے باتیں کر رہے ہیں اور اس کی طرف بھرپور توجہ فرما رہے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے سید صبغت اللہ سے پوچھا یہ شخص کون ہے جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر توجہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرے عبدالواحد بلگرامی ہیں اور ان کے اس قدر احترام کی وجہ یہ ہے کہ کتاب سنابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مقبول ہوئی ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔ مقالہ شریف ان ہی کے بلند پایہ لفظوں میں ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے سرلطیف کو مقدس بنائے۔ (ت)	مدینہ منورہ پہلو بر ستر خواب گزاشتہ در واقعہ می بینم کہ من و سید صبغت اللہ بروجی معادر مجلس اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم باریاب شدیم جمعے از صحابہ کرام و اولیائے امت حاضر اند درینہا شخصے ست کہ حضرت باولت بہ تبسم شریں کردہ حرفہا میزند و التفات تمام دارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغت اللہ استفسار کردم کہ ایں سید شخص کیست کہ حضرت، با و التفاف بایں مرتبہ دارند گفت میرے عبدالواحد بلگرام، و باعث مزید احترام او اینست کہ سنابل تصنیف او در جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبول افتادہ انتی کلامہ انتی مقالہ الشریف بلفظہ المنیف قدس اللہ تعالیٰ سرہ اللطیف^۱۔

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے اس کتاب مقبول و مبارک میں مسئلہ تفضیل بحال تفصیل و تاکید جمیل و تہدید جلیل ارشاد فرمایا لفظ مبارک سے چند حروف کی نقل سے شرف حاصل کروں اولیائے کرام محدثین و فقہاء جملہ اہل حق کے اجماعی عقائد میں بیان فرماتے ہیں:

اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام	و اجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء

^۱ کاشف الاستار ص ۴۱ ب اصح التواریخ از مولانا محمد میاں قادری مارہروی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۸۱ء، مآثر الکلام از میر

ابو بکر صدیق ست و بعد از وے عمر فاروق ست و بعد از وے عثمان ذی النورین ست و بعد از وے علی مرتضیٰ ست رضی اللہ لہ تعالیٰ عنہم اجمعین ^۱ ۔	انسانوں میں افضل ابو بکر صدیق، ان کے بعد عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذوالنورین، اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔ (ت)

پھر فرمایا:

فضل ختمین از فضل شیخین کمتر ست بے نقصان و قصور ^۲	ختمین (عثمان غنی و علی مرتضیٰ) کی فضیلت شیخین (صدیق و فاروق) سے کم ہے مگر اس میں کوئی نقص اور خامی نہیں (ت)

پھر فرمایا:

اجماع اصحاب و تابعین و تبع تابعین و سائر علمائے امت ہمہرین عقیدہ واقع شدہ است ^۳	صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا اجماع اسی عقیدہ پر واقع ہوا ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

مخدوم قاضی شہاب الدین در تیسر الحکام بنوشت کہ بیچ ولی بدرجہ بیچ پیغمبر ے نرسد زیرا کہ امیر المؤمنین ابو بکر بحکم حدیث بعد پیغمبر اں از ہمہ اولیا برتر ست و او بدرجہ بیچ پیغمبر ے نرسید و بعد او امیر المؤمنین عمر بن خطاب ست و بعد او امیر المؤمنین عثمان بن عفان ست و بعد او امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ست رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین	مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسر الحکام میں لکھا کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حدیث کی رو سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء کے بعد تمام اولیاء سے افضل ہیں اور وہ کسی نبی کے مقام تک نہیں پہنچے۔ ابو بکر صدیق کے بعد امیر المؤمنین عمر بن خطاب، ان کے بعد امیر المؤمنین عثمان بن عفان اور ان کے بعد امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کا مقام ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔

^۱ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷

^۲ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰

^۳ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰

جو شخص امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجیوں سے ہے اور جو آپ کو ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل جانے وہ رافضیوں میں سے ہے۔ (ت)	کسیکے امیر المؤمنین علی را خلیفہ نداندا و از خوارج ست و کسیکے اور ابراہیم المؤمنین ابو بکر و عمر تفضیل کند او از روافض ست ¹

پھر فرمایا:

یہاں سے جانا چاہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیر اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مرید کائنات میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اے عزیز! اگر شیخین کی فضیلت کاملہ ختنین پر بہت زیادہ سمجھنی چاہے مگر اس طور پر نہیں کہ تیرے دل میں ختنین کی فضیلت کاملہ کے قاصر و ناقص ہونے کا خیال گزرے، بلکہ ان کے اور تمام صحابہ کے فضائل عقول بشریہ اور افکار انسانیہ سے بہت بلند ہیں۔	ازینجا باید دانست کہ در جہاں نہ ہجو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پرے پیدا شد و نہ ہجو ابو بکر مریدے ہوید اگشت، اے عزیز! اگرچہ کمالیت فضائل شیخین بر ختنین مفرط وفاق اعتقاد باید کرد امانہ بر وجہی کہ در کمالیت فضائل ختنین قصورے و نقصانے بخاطر تورسد بلکہ فضائل ایشان و فضائل جملہ اصحاب از عقول بشریہ افکار انسانیہ بسے بالاتر ست ²

پھر فرمایا:

جب انبیاء جیسی صفات کے حامل صحابہ کرام کا اجماع واقع ہو گیا کہ شیخین کریمین افضل ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس اجماع میں شامل اور متفق تھے۔ تو فرقہ تفضیل نے خود اپنے اعتقاد میں غلطی کھائی ہے۔ میرا گھر بار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فدا اور میرا جان و دل آپ کے قدموں پر قربان ہوں کون ازلی بد بخت ہے جس کے دل میں محبت مرتضیٰ	پس چون اجماع صحابہ کہ انبیاء صفت اند بر تفضیل شیخین واقع شد و مرتضیٰ نیز دریں اجماع متفق و شریک بود مفضلہ در اعتقاد خود غلط کردہ است اسے خان ومان مافدائے نام مرتضیٰ باد کدام بد بخت ازل کہ محبت مرتضیٰ درد لش نباشد و کدام راندہ در گاہ مولے کہ اہانت اور وادارد، مفضلہ گمان

¹ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰

² سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰

نہیں ہے اور کون ہے بارگاہ خداوندی کا دھتکارا ہوا جو توہین مرتضیٰ کو روا رکھتا ہے۔ مفضلہ (فرقہ تفضیلیہ) نے گمان کیا ہے کہ محبت مرتضیٰ کا تقاضا آپ کو شیخین پر فضیلت دینا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ آپ کی محبت کا ثمرہ آپ کے ساتھ موافقت ہے نہ کہ مخالفت۔ جب حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخین اور ذوالنورین کو اپنے آپ سے افضل قرار دیا، ان کی اقتداء کی اور ان کے عہد خلافت کے احکام کو تسلیم کیا تو ان کی محبت کی شرط یہ ہے کہ ان کی راہ روش کے ساتھ موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت۔ (ت)	برہہ است کہ نتیجہ محبت مامرتضیٰ تفصیل اوست بر شیخین، و نمیدانند کہ ثمرہ محبت موافقت ست باونہ مخالفت کہ چوں مرتضیٰ موافقت ست باونہ مخالفت کہ چوں مرتضیٰ فضل شیخین و ذی النورین را بر خود روا داشت و اقتداء با ایشان کرد و حکمائے عہد خلافت ایشان را انتتال فرمود شرط محبت باو آں باشد کہ در راہ و روش با موافق باشند نہ مخالف¹

حضرت میر قدس سرہ ال منیر نے یہ بحث پانچ ورق سے زائد میں افادہ فرمائی ہے من طلب الزیادۃ فلیدر جمع البیہ (جو زیادہ تفصیل چاہتا ہے وہ اس کی طرف رجوع کرے، ت) یہ عقیدہ ہے اہل سنت و جماعت اور ہم غلامان دو دمان زید شہید کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بمختار المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں

رسالہ "غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی و الصدیق" ختم ہوا

¹ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۷



رسالہ
الزلال الانقی من بحر سبقة الانقی
 (سب (متیوں) سے بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریا سے صاف ستھرا میٹھا پانی

بسم الله الرحمن الرحيم ط

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ دھونڈو۔ پاک برتر نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) کی رضائے احمد (سب سے زیادہ سراہی ہوئی رضا مندی) پسندیدہ برتر پاک ستھرے کے لئے ہے جو شیخین گرامی مرتبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ	قال تعالى "وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" ^۱ احمد رضا نقی علی رضا علی طیب ذکی بان یفضل الشیخین والضجیعین الجلیلین والامیرین وزیرین فی درجات

^۱ القرآن الکریم ۳۵/۵

علیہ وسلم کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں امیروں اور وزیروں کی درجات بلند و بالا میں فضیلت مانتا ہے تو اس کو خوب واضح اور ظاہر کیا ہے اور اس کو مبین اور روشن کیا ہے اور اس کی تلویح و تصریح کی اس طرح کہ اس کی زبان اس عقیدہ کی طرف بلاتی اور اس کا دل اس پر خوش ہے۔

اس لئے کہ بجز اللہ تکبر و محبت جاہ سے کوئی ذرہ اس کے پاس نہیں، میں اس کی ایسی تعریف کروں جس سے اس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر نعت کے قطرے لوں جس کے لئے بزرگیاں ہیں اور فضیلتیں اس سے مزین ہیں اور عظیم نعمتیں اس کی مطمح، تو اسی سے ان کا آغاز اور انتہی کی طرف ان کی رجوع تو اسی کی طرف منسوب ہوں اور اسی کی طرف منتہی ہوں میں اوصاف حمیدہ سے اس کی تعریف بیان کرتا ہوں جو حمد یکتا کی بلندی تک پہنچنے کے لئے میرا زینہ بنیں۔ سب تعریفیں اسی کو سزاوار تھوڑی اور بہت اول و آخر ظاہر و باطن جس کو چاہے بلند فرمائے اور جس کو چاہے پست کرے اور لئے کہ فضل کی ترازو اس کے دست قدرت میں ہے، میں اپنی یہ بات کہہ کر میدان حمد میں جولان کروں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ ہی کے لئے حمد ہے دنیا و آخرت میں۔ سب تعریفیں اللہ

علیہ فبأح به وافصح وبینه وواضح. ولوح به وصرح نادیا الیہ لسانہ وطیباً به جنانہ۔

اذ لم تکن بحمد اللہ من الکبر وحب الجاہ ذرة لدیہ اصفه و صفاً اجده به رشفاً من بحر نعت مصطفی کانت له الجائل وزانت به الفضائل وازدانت له الفواضل فیه کان بدوها والیہ کان فیئها فلا تنتهی الا الیہ ولا تنتهی الا الیہ انعتہ بمحامد تكون لی مصاعداً الی ذروة حمد واحد له الحمد کله دقه وجله وکثره وقله واوله واخره باطنه وظاهره یرفع من یشاء ویضع اذ میزان الفضل بیدیہ قولى هذا اقول و فی میدان الحمد اجول۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال تعالیٰ "لَهُ الْحُكْمُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ" ^۱ والحمد لله

^۱ القرآن الکریم ۲۸/۷۰

کے لئے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا اللہ کے لئے حمد بلند ہے اس پر کہ اس نے ہمارے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو سب جہانوں پر فضیلت دی، اور انہیں قیامت کے دن گنہگاروں کا شفیع مقرر کیا، اور ہر مسلمان کو جس نے انہیں ایک لحظہ دور سے بھی دیکھا وسیع فضل دیا اور ان کے صحابیوں کے بدگوئیوں کو جہنم کے گرم پانی اور آگ کے کانٹوں کی غذا کی وعید سنائی اور ان صحابہ سے چار بزرگوں کو اسلام کے عناصر اور مخلوق کے امام ہیں بے مثال انتخاب کیا اور خلافت کی ترتیب فضیلت کی ترتیب پر رکھی اور جس نے ترتیب الٹی اس نے بری غلطی کی، تو اللہ صلوٰۃ وسلام بھیجے اور رحمت و برکت اتارے دلوں کے پیارے اور گناہوں کے چارہ ساز اور ان کی آل پاک اور نیک صحابہ پر، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے عظمت کا درود جس کے پیچھے سلام چلے اور تکریم کا سلام جس کے پیچھے درود آئے، اور دونوں کو برکت و افزائش ہمیشہ کے لئے قوت دے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک ان کا خدا ان کا آقا و مولیٰ کس قدر بلند و برتر اور بالا و اعلیٰ ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، عظمت الا معبود ہے، اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کی رحمت اور اس کی عطا ہیں۔ اللہ نے انہیں سچے دین کے

رب العلین حمد امنیعا علی ان فضل نبینا علی العلین جمیعا و اقامہ یوم القیلة للمذنبین شفیعا۔ وحباً کل من راہ ولو لحظة من بعید فضلا وسیعا۔ و وعد من وقع فی واحد من الصحابة حبیباً و ضریعا۔ و اختار منهم الاربعة الکرام عناصر الاسلام و ائمة الانام اختیاراً بدیعاً۔ و بنی ترتیب الخلافة علی ترتیب الفضیلة و غلط من عکس غلط شنیعا۔ فصلی اللہ وسلم و بآرک و ترحم علی حبیب القلوب و طبیب الذنوب و الہ الاطہار و صحبہ الاختیار انہ کان بصیرا سیبعا۔ صلوٰۃ اعظام یتلوہا سلام و سلام اکرام تعقبہ صلوٰۃ و تشیع کلا برکة و زکوة الی الابد تشییعا۔ و اشہد ان الالہ سیدہ و مولاہ ما اعظمہ و اعلاہ اکبرہ و اجلہ و حدہ لا شریک لہ الہا رفیعاً۔ و ان محمد ا عبده و رسوله و رحمتہ و رفدہ۔ اجلہ و اکملہ۔ و بدین الحق ارسلہ لیبحو

ساتھ بیجا تاکہ وہ ہر خرابی مٹائیں اور سب دینوں پر جلد غالب آئیں۔

بعد حمد و صلوة ان شاء اللہ پر گراں قدر عطا اور بیش بہا متاع اور ربان رحمت ہے نہ کہ شیطانی وسوسہ، اور یہ اوراق دیکھو تو تھوڑے ہیں اور انہیں یاد کر لو تو گرانقدر ہیں اور پڑھو تو آسان اور سمجھو تو سہل، اور انصاف کرو تو سنواریں اور تعصب بر تو توجدار ہیں، اور یہ جنات عالیہ ہیں جن کے خوشے جھکے ہوئے ہیں، ان میں اونچے تخت ہیں اور پنے ہوئے کوزے اور قالین بچھے ہوئے اور چاند نیاں ہیں پھیلی ہوئی،

اس کی ضیافت کو مقبول و منظور اور اس کی زینت یہ ہے کہ اہل حسد اسے قبول نہ کریں۔ اس میں سب باغوں کے ہر قسم کے پھل ہیں۔ تحقیق کے انگور اور تدقیق کی تروتازہ کھجور اور حقائق کے ناریل اور دقائق کے بادام، یہ اپنے پھل دو بار دیتی ہے ایک بار سنیوں کے لئے ایسا پھل جو شہد کی طرح میٹھا ہو، اور دوسری بار گمراہوں کے لئے ایسا پھل جو ان کے لئے مہلک زہر ہو۔ اس میں حکمت کے چشمے ہیں جن کا سلسبیل نام ___ اگر تو سیرانی چاہتا ہے تو اٹھ راستہ تلاش کر، اس کا پانی صاف اور شانی اور کافی ہے پینے والے

کل علة ويعلو الدين كله علواً سريعاً۔

وبعد فهذا ان شاء الله منحة عالية وسلعة غالية ورحمه ربانية لانزغة شيطانية. واوراق ان رأيت قليلة وان وعيت جليلة. اذا قرأت هانت. واذا فهمت لانت. وان انصفت زانت. وان تعسفت بانت. فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۚ فُتُوْهُنَّ اٰيَةٌ ۚ ۞ ۱ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْمُوعَةٌ ۚ ۞

وَاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۚ ۞ ۲ وَنَبَارِقُ مَّصْفُوْةٌ ۚ ۞ وَزَرَائِيْ مَبْنُوْةٌ ۚ ۞ ۳ ۲- قبولها القبول من قبل الفحول. وزينتها الرد من اهل الحسد فيما من كل الثمرات. وجنا الجنات، عنب التحقيق ورطب التدقيق، وجوز الحقائق ولوز الدقائق تؤتي الغريقين اكلها مرتين مرة عسلا لارباب السنن، واخرى ثمالاً ۴ لا صاحب الفتن فيها عيون حكمة تسى سلسبيلاً، فان شئت ربا فقم سل سبيلاً، ماء هاصاف وشاف وكاف

عہ: بضم الثاء السم المنقح كذا في المعجم الوسيط۔

¹ القرآن الكريم ۶۹/ ۲۲، ۲۳

² القرآن الكريم ۸۸/ ۱۶، ۱۳

کے لئے بہت کثیر اور ستھرا جس سے وہ سیراب ہو جائیں اور جو اس سے بچے اس کیلئے زہر قاتل ہے کہ اس کو ہلاک کر دے، تو یہ کیسی جنت ہے جس کے سایہ میں انسانوں اور جنوں کیلئے گمراہی کی دھوپ اور آتشِ جدل (ہٹ دھرمی سے امان ہے، اس کی جڑ جمی ہوئی اور اس کی شاخیں آسمان میں اس کے درختوں کی آبیاری اور اس کے پھول کھلانے اور پھل چننے کا کام اللہ کے محتاج بندے سرانجام دیتے ہیں اور ہر کام میں اس کے فقیر بندے عبدالمصطفیٰ عرف احمد رضا، جو دین کے اعتبار سے محمدی ہے اور عقیدہ کے اعتبار سے سنی اور مذہباً حنفی ہے اور قادری انتساب ہے اور ارادۃ برکاتی اور مسکن بریلوی اور مدفن کے لحاظ سے ان شاء اللہ مدینہ والا بقیع پاک والا اور اللہ کی رحمت سے مقام ابدی کے لحاظ سے بہشتی فردوسی نے خود انجام دیا۔ اللہ اس کا ہو اور اس کی امید بر لائے اور اس کے عمل نیک کرے اور اس کی عاقبت اس کی دنیا سے بہتر فرمائے (احمد رضا) ابن امام ہمام فاضل عظیم، دریائے موجزن و ماہ تمام، حامی سنت، حامی بدعت، صاحب تصانیف پسندیدہ و توفیق الیف

هَلَا هُلْ ١٢٢٢ مَرُو لَمِنْ يَسْتَقِيهِ وَهَلْ هُلْ مَرُو لَمِنْ يَتَقِيهِ۔

فِي أَلْهَامِنْ جَنَّةٍ فِي ظِلِّهَا جَنَّةٌ لِلْأَنْسِ وَالْجَنَّةِ مِنْ شَمْسِ الْإِفْتِتَانِ وَحَرِيقِ الْمَرَاءِ "أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَقُرْ عَهْدِي السَّمَاءُ ١٢٢٢" السَّمَاءُ ١٢٢٢ تَوَلَّى سَقَى أَشْجَارَهَا وَفَتَقَ أَزْهَارَهَا وَاجْتَنَاءَ ثَمَارَهَا عَبْدَهُ الْكَلِّ عَلَيْهِ وَالْمُتَّفَاقِ فِي كُلِّ أَمْرٍ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمُصْطَفَى الشَّهِيرِ بِأَحْمَدِ رَضَا مُحَمَّدِي دِينًا وَالسُّنِّيَ يَقِينًا وَالْحَنْفِيَّ مَذْهَبًا وَالْقَادِرِيَّ مُنْتَسِبًا وَالْبَرْكَاتِيَّ مُشْرِبًا وَالْبَرْيَلَوِيَّ مُسْكِنًا وَالْمَدِينِيَّ الْبَقِيْعِيَّ أَنْ شَاءَ اللَّهُ مَدْفِنًا. فَالْعَدْنِي الْفَرْدَوْسِيَّ بِرَحْمَةِ اللَّهِ مُوْطِنًا. كَانَ اللَّهُ لَهُ وَحَقَّقَ أَمْلَهُ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ وَجَعَلَ أَخْرَاجَ خَيْرِ أَمْنٍ أَوْلَادَهُ ابْنَ الْأَمَامِ الْهَمَامِ. وَالْفَاضِلِ الطَّبْطَامِ وَالْبَحْرِ الطَّامِ وَالْبَدْرِ التَّامِ. حَامِي السَّنَنِ وَمَا حِي الْفَتَنِ، ذِي تَصَانِيفٍ رَاقِيَّةٍ وَتَوَالِيفٍ

عہ ۱: بضم الہاء المباء الكثير الصافي المعجم الاوسيط۔

عہ ۲: الہلہل، السم القتال، المعجم الوسيط۔

فاضلہ و بلند رتبہ و لطیفہ صافیہ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ناصح امت، دافع کربت، نگہبانی حدود رسالت از مکر اہل ضلالت، اور میں نے ان کے باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر عرض کیا ہے۔

اس کے کمال تک نہ پہنچا مریاں
پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحر بیکراں
کھٹھکانہ ہو غروب کا تو بدر ہر ماں

سیدی و مولائی و سندی، مجبائی کوہ علم، علامہ عالم، مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قادری، برکاتی احمدی رسولی، اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور انہیں تازگی و فرحت دے۔ ابن عارف مدبر سید و سردار کریم شمس تقویٰ ماہ تمام تقدس نجم ہدایت علامہ خلقت صاحب برکات کثیر و کرامات مستمرہ و درجات عالیہ و منازل بدیعہ میں نے ان کی شان میں ان کے انعام کا امیدوار ہو کر کہا ہے

معدوم ہو کرم و کس کام کا نسب
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا
اور تو علی ہے مجھ کو دے عالی قدر رتب

فایقۃ شریفۃ منیفۃ لطیفۃ نظیفۃ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ناصح الامۃ، کاشف الغمۃ، حامی حمی الرسالۃ عن کید اہل الضلالۃ، و ممّا قلت فی بابہ معتذرا الی جنابہ

فواللہ لم یبلغ ثنائی کمالہ
ولکن عجزی خیر مدحی لہالہ
فذا البحر لولان للبحر ساحلا
وذا البدر لولالبدر یخشی مالہ،

سیدی و مولائی و سندی ماوای العالم العلم علامۃ العالم مولانا البولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی الاحمدی الرسولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه بالانضرة و السرور لقاء ابن العارف العریف، السید الغطریف شمس التقی، بدر النقی، نجم الہدی، علامۃ الوری ذی البرکات المتکثرۃ و الکرامات المتواترۃ، و الترقیات الرفیعۃ و التنزلات البدیعۃ، و قلت فی شانہ راجیاً لا حسانہ

اذالم یکن فضل فما النفع بالنسب
وہل یصطفیٰ خبث وان کان من ذہب
والکننی ارجو الرضا منک یا رضا
وانت علی فآزولی والی الرتب

میرے حرز جان اور میری امان اور میرے کنز و ذخیرہ صاحب
قدر علی و فخر گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خاں نقشبندی
اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر ان کا فیض جاری
فرمائے، آمین یا رب العلمین!

مجھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی تالیف خوب اور اس کی
ترتیب کو محکم کرنے پر اس امر نے اکسایا جو میں نے دیکھا کہ
کچھ لوگ منحرف ہوئے اور کچھ قسم پھسلے اور کچھ ذہن اس
سے گمراہ ہوئے جس کے لئے نہایت بلندی تک علم بلند کئے
گئے آیات، اخبار اور آثار کی کثرت سے اور اس پر صحابہ
کبار، اہل بیت اطہار، پیشوایان اخبار اور علماء اہل ارکان اجماع
ہو چکا یعنی شیخین ابو بکر و عمر کی فضیلت ابو الحسنین علی پر اللہ
ہمیں ان کے لئے کرے اور انہیں میں ہمیں رکھے یہاں تک
کہ مجھے خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو ظن نے کھینچا اور ظن امین
نہیں اندھوں کی اقتداء اور قیمتی چیز عہ کی تحقیر اور ذلیل
عہ چیز کے انتخاب کی طرف وہی شبہات کہ نہ لطیف ہیں نہ
نظیف ستھرے، بلکہ آگ کے کانٹوں کی غذا کی طرح ہے کہ
"نہ فرہ کریں نہ بھوک سے بے نیاز کریں" کا سہارا اس میں
لیتا ہے جس پر سردار ان تقدس و تقویٰ کا اتفاق ہے یعنی

حصنی وحرزی و ذخری وکنزی ذی القدر السنی
والفخر السی مولانا مولوی محمد رضا علی خان
النقشبندی قدس اللہ سرہ و افاض علینا برہ امین
یا رب العلمین، حصنی علی تصنیفہا و احسان تالیفہا
باحصان ترصیفہا ما رایت ان قد زاعت اقدام وزلت
اقوام وضلت افہام عما رفعت له الرايات الی رفع
الغایات، و اشغ النهایات من تو افر الایات و تظافر
الاخبار و تواتر الآثار من العترة الاطہار و الصحابة
الکبار و الاولیاء الاخبار و العلماء لابرار من تفضیل
الشیخین علی ابن الحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و
جعلنا لهم ومنهم حتی بلغنی ان بعض من قادة
الخمین والظن غیر امین الی اقتداء العین فی ازدراء
الثمین واجتبا المہین تعلق بشکوک سخیفة لا
لطیفة ولا نظیفة و انما ہی کطعام "من صریع" لا یسین
ولا یغنی من جوع" فیما توافق علیہ سادة النقی و
قادة التقی

عہ: یعنی گرامی

عہ: یعنی عقیدہ صحیحہ موافق اہلسنت و جماعت

من الاجتناج بکریمة "وَسَيَجْزِيهَا الْآتِقُ" ^۱ وقام بعضها كلها او بعضها احد المتدخلين في عداد الاذكياء على بعض العصريين من النبلاء. ولم اعلم الام دارت رحي التقرير. وعلى اى شق برك البعير. فاشتد ذلك على وعظم امره لدى فاستخرت الله تعالى في عمل كتاب يبين الجواب عن كل اريتأب ويكشف النقاب عن وجه الصواب. مع اطلاعى على قصور باعى وقصر ذاعى. عدم الظفر من اسفار التفاسير الا بشيى نزل يسير ولو لا الا ما اقلسيه من هجوم هوموم و عوموم غوموم وتباعد اغراض وتوارد اعراض. وما لا محيىض عنه لمسلم من اىذاء مودو ايلام مولم كما اخبر النبى الاكرم صلى الله عليه وسلم بيد ان الفقير العانى عابن عين اعيان المعانى تفيض على فيضا مدرارا واتشج الى ثجا كبار. افقوى ظنى ان صاحب التوفيق سيقوى الضعيف على بايطيق فاختلست الفرصة

کریہ "وَسَيَجْزِيهَا الْآتِقُ" سے فضیلت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حجت قائم کرنا اور ان شبہات کو ایک شخص نے جو اذکیاء کے شمار میں دخیل ہونا چاہتا ہے، فضلاء میں سے ایک ہمعصر پر پیش کیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ تقریر مدعی کی ہو چکی کب تک چلی اور اونٹ کس کروٹ بیٹھا تو یہ مجھے دشوار گزار اور اس کا معاملہ میرے نزدیک بڑا ہو گیا تو میں نے اللہ سے استخارہ کیا ایک کتاب کی تصنیف میں جو ہر شبہ کا روشن جواب دے اور صواب کے چہرے سے نقاب اٹھا دے باوجود یہ کہ میں اپنے قصور طاقت اور بساط کی قلت اور کتب تفاسیر سے بہت تھوڑا میسر ہونے سے واقف ہوں اور اگر سوائے اندوہ و غم کے هجوم اور اغراض کی دوری اور امراض کے دور دپیتم کے اور موزی کی ایذا جس سے کسی مسلم کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی، کچھ نہ ہو تو اس کام سے یہی مانع ہوتا مگر اس فقیر ذلیل نے دیکھا کہ معانی نفیسہ کا چشمہ اس کے قلب پر سراٹھے سے ابل رہا ہے اور وہ بڑی مقدار میں اس کی طرف بہہ کر آرہے ہیں تو میرا گمان غالب ہوا کہ مالک توفیق (خدا) اس ضعیف کو اس کی قوت دے گا جس کی اسے قدرت نہیں

^۱ القرآن الکریم ۹۶ / ۱۷

خسة ايام من آخر الشهر المبارك ذى الحجة الحرام، حتى جاءت بحمد الله كما ترى تروق الناظر وتجلو البصائر كاشفة عن وجوه غواني من حسان معاني لم تفرع الاذان، ونفائس تحقيق وعرائس تدقيق لم يطبهن قبلي انس ولا جان فان صدق ظني فكل مافيه غير مانبيه مما سمع به فكري الفاتر، وادی اليه نظري القاصر والانسان كما تعلم مساوق الخطاء والنسيان، فما كان صواباً فمن الله الرحمان، وانا ارجو الله سبحانه فيه، وما كان خطأ فمني ومن الشيطان وانا ابرى الى الله عن مساويه، ويأبى الله العصية في كل معنى وكلمة الا لكتاباه الاعظم و كلام رسوله الاكرم صلى الله تعالى عليه وسلم، ولما كان فض ختامها وطلوع بدر تمامها لليلة بقية من المائة الثالثة عشر من سني هجرة سيد البشر عليه من الصلوات

تو میں نے ماہ مبارک ذوالحجۃ الحرام سے آخری پانچ دن کی فرصت لی یہاں تک کہ یہ کتاب بحمد اللہ ایسی ظاہر ہوئی جیسی کہ تم دیکھتے ہو جو دیکھنے والے کو خوش کرتی، بصیرتوں کو جلا بخشتی ہے، اور ایسے خوشتر معانی (جو کانوں سے نہ ٹکرائے) سے پردے ہٹاتی ہے جو خوبان بے نیاز آرائش کے چہرے ہیں اور تحقیق کی نفیس صورتیں اور تدقیق کی دلہنیں ہیں جنہیں مجھ سے پہلے کسی آدم نے چھوانے کسی جن نے، تو اگر میرا گمان سچا ہو تو سوائے اس کے جس کی میں کسی کی طرف نسبت کروں اس میں جو کچھ ہے وہ میری فکر قاصر کی دین ہے اور اس تک میری کوتاہ نظر پہنچی ہے اور انسان جیسا کہ تم جانتے ہو خطا و نسیان کے ساتھ چلتا ہے، تو جو درست ہو وہ خدائے رحمان کی طرف سے ہے، اور میں اس کے سبب اللہ سے امیدوار ثواب ہوں، اور جو خطا ہو تو وہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے اور میں اللہ کی طرف اس کی بدیوں سے براءت کرتا ہوں، اور اللہ ہر معنی اور ہر کلمہ میں عصمت (خطا سے محفوظ ہونا) اپنی کتاب معظم اور انے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی کے لئے نہیں چاہتا اور جب اس رسالہ کی مہر اختتام کی شکست اور اس کے تمام کلامہ تمام اس ایک رات میں طلوع ہوا جو سید البشر کی ہجرت کے سالوں میں سے تیرھویں صدی میں باقی تھی اور پروردگار

میں سب درودوں سے بڑھتا درود اور تحیات میں سب سے فزوں تحیت ہو مناسب ہے کہ اس کا نام "الزوال الانقی من بحر سبقة الاتقی" رکھوں تاکہ نام سال تصنیف کی نشانی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہی ولی نعمت ہے اور یہ میری نصانیف سے پندرہویں تصنیف ہے علوم دین میں، اللہ تعالیٰ مجھے اور باقی مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے، اور اللہ تعالیٰ اسے میرے ما بعد کیلئے نور بنائے اور میرے حق میں حجت نہ میرے خلاف وہ جو چاہے کر سکتا ہے، اور قبول دعا اسی کو سزاوار ہے اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کار ساز ہے اور بدی سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ علو و عظمت والے ہی سے ہے۔	انماها ومن التحیات ازکاها ناسب ان اسمیها "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی" لیکون العلم علما علی العام واللہ تعالیٰ ولی الانعام، وهو الخامس عشر من تصانیفی فی علوم الدین نفعی اللہ تعالیٰ بها و سائر المسلمین وجعلها نورا بین یدی و حجة لی لاعلی، انه علی ما یشاء قدیر و بالاجابة جدیر و حسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط

ہمارا رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبر دار ہے" (ترجمہ رضویہ) اللہ تعالیٰ کی مراد اس طور کا رد ہے جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے	قال ربنا تبارک وتعالیٰ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعْبًا وَقَبَاً لِّتَعَارَفُوا" إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ^۱ "اراد اللہ سبحنہ و تعالیٰ رد ما كانت علیہ الجاہلیة من التفاخر بالاباء والطعن فی الانساب وتعلی النسب علی

^۱ القرآن الکریم ۱۳/۴۹

غیرہ من الناس حتی کا نہ عبدلہ او اذل، وکان بدء هذه النزعة اللبیمة من الذلیل الخسیس عد و الله ابلیس اذ قال "اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ" ^۱ "فرد الله سبحانه وتعالى عليهم بان اباكم واحد وامكم واحدة فانه تعالى "خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ نِسَاءً" ^۲ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ يَدْلِي بِمِثْلِ مَا يَدْلِي بِهِ الْاُخَرِ سِوَاءٍ بِسِوَاءٍ، فَلَا مَسَاغَ لِلتَّفَاضُلِ فِي النِّسْبِ وَ التَّفَاخُرِ بِالْاَمْرِ وَالْاَبِ، وَ اَمَّا مَا رَتَبْنَا كَمْ عَلٰى اَجْيَالٍ تَحْتَهَا شُعُوبٌ تَحْتَهَا قَبَائِلٌ فَاِنَّمَا ذَالِكٌ لِّتَعَارُفِهَا فَتَصْلُوا اَرْحَامَكُمْ وَ لَا يَنْتَهِي اَحَدٌ اِلَى غَيْرِ اَبِيهِ، لَا لَانِ تَتَفَاخَرُوا وَ يَزْدَرِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا نَعَمْ اِنْ اَرَدْتُمْ التَّفَاضُلَ فَالْفَضْلُ عِنْدَنَا بِالتَّقْوٰى فَكَلِمَا زَاد

اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کالوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شائیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہونہ اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقویٰ (پرہیزگاری

^۱ القرآن الکریم ۷/۱۲ و ۳۸/۷۶

^۲ القرآن الکریم ۴/۱۱

سے ہے تو جب انسان پر ہیز گاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پر ہیز گار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نفوس کی عزت اور ان کی پر ہیز گاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں اور ان کے اس شخص سے جس نے ان کے لئے مجلس میں جگہ کشادہ نہ کی فلائی کا بیٹا کہنے کے باب میں اتڑی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جس نے فلائی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض کیا وہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: لوگوں کے چہروں میں بغور دیکھو۔ تو انہوں نے دیکھا۔ پھر فرمایا: اے ثابت! تم نے کیا دیکھا؟ عرض کی: میں نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔ سرکار (علیہ السلام والتحیۃ المدرار) نے فرمایا: تو بے شک تمہیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور تقویٰ میں۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اتڑی اور جنہوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے حق میں ارشاد نازل ہوا: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ

الانسان تقویٰ زاد کرامة عند ربہ تبارک وتعالیٰ، فاکرمکم عندنا من کان اتقى لامن کان انسب۔ ان اللہ علیم بکرم النفوس وتقواھا خبیر بہم النفوس فی ہواھا۔

قال البغوی قال ابن عباس نزلت فی ثابت بن قیس وقوله للرجل الذی لم یفسح له "ابن فلانة یعیبرہ بامہ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الذاکر فلانہ؟" فقال ثابت انا یا رسول اللہ، فقال انظر فی وجہ القوم، فنظر، فقال ما رأیت یا ثابت؟ قال رأیت احمر وابیض واسود، قال فانک لاتفضله الا فی الدین والتقویٰ فنزلت فی ثابت هذه الایة وفی الذی لم یتفسح له "یا یہا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا" وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انہوں نے اذان کہی، تو عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھالیا اور انہوں نے یہ دن نہ دیکھا۔ اور حارث بن ہشام نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے: میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انہیں خبردار کر دے گا۔ تو جبریل (علی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور (علیہ الصلوہ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا، تو اللہ نے یہ آیت اتاری اور انہیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقراء کی تحقیر سے منع فرمایا۔

علامہ نسفی نے زمخشری کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں فرمایا یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا لا حتی علا علی ظہر الکعبۃ واذن، فقال عتاب بن اسید بن ابی العیص: الحمد للہ الذی قبض ابی حتی لم یر هذا الیوم۔ وقال الحارث بن ہشام اما وجد محمد غیر هذا الغراب الاسود موذن۔ وقال سہل بن عمرو ان یرد اللہ شیئاً یغیرہ۔ وقال ابوسفیان انی لا اقول شیئاً اخاف ان یخبر بہ رب السماء فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما قالو فدعاهم وسالہم عما قالوا فاقروا فانزل اللہ تعالیٰ هذه الابۃ وزجرہم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازراء بالفقراء^۱ قال العلامة النسفی فی المدارک تبعاً للزمخشری فی الکشاف عن یزید بن شجرۃ مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سوق المدینۃ فرای غلاماً اسود یقول من اشترانی فعلى شرط ان لا یمنعی

^۱ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاية ۴۹/۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۵/۴

وسلم وآلہ وسلم کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے گا۔ تو اسے کسی نے خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی تو سرکار اس کے دفن میں رونق افروز ہوئے تو لوگوں نے اس بارے میں کچھ کہا تو یہ آیت اتری۔

مختصر یہ کہ آیت کریمہ کا حاصل نسب پر فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت تقویٰ ہی سے ملتی ہے، توجہ متقی نہیں اس کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں اور تقویٰ کا سلب کلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں، اس لئے کہ ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور جو متقی ہو گا وہ باعزت ہو گا اور جو زیادہ تقویٰ والا ہو گا وہ زیادہ عزت دار اپنے رب کے یہاں ہو گا۔ اور شاید تمہیں گمان ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہمیں نفع بخش نہیں حالانکہ بات ہوں نہیں بلکہ وہ ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑینگے ان شاء اللہ

من الصلوات الخمس خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فاشتراه بعضهم فبرض فعاده رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، ثم توفي فحضر دفنه فقالوا في ذلك شيئاً فنزلت¹۔

وبالجملة فمحصل الآية نفى التفاخر بالانساب وان الكرم عند الله تعالى انما ينال بالتقوى فمن لم يكن تقياً لم يكن له حظ من الكرامة وسلبه كلياً لا يصح الا عن كافر اذ كل مؤمن يتقى اكبر الكبائر الكفر و الشرک، ومن كان تقياً كان كريماً ومن كان اتقى كان اكرماً عند الله تعالى، ولعلك تظن ان سردنا تلك الروايات في شان النزول مما لا يغنيننا فيما نحن بصددہ، وليس كذلك بل هو ينفعتنا في نفس الاحتجاج وتكسره سورة بعض الاوهام ان شاء الله

¹ مدارك التنزيل تفسیر النسفی تحت الاية ۴۹/ ۱۳ دار الكتاب العربي بیروت ۱۴۳/ ۱۷

تعالیٰ، کہا استطاع علیہ، فانظر، هذه مقدمة۔

والمقدمة الاخری

قال الله سبحانه وتعالى: وَسَيَجْزِيهَا الَّذِي تَقَىٰ ۚ الَّذِي يُوَفِّي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۚ وَمَا لِحَدِّثِمْ عَنْهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۚ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۚ وَلَسَوْفَ يَرُفُّهُ ۚ ۝١ اجمع المفسرون من اهل السنة والجماعة على ان لاية نزلت في الصديق رضى الله تعالى عنه وانه هو المراد باللاتقى۔

اخرج ابن ابى حاتم والطبرانى ان ابا بكر اعتق سبعة كلهم يعذب في الله فانزل الله تعالى قوله "وَسَيَجْزِيهَا الَّذِي تَقَىٰ ۚ" الى اخر السورة²، قال البغوى قال ابن الزبير وكان

تعالیٰ، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہو گے، تو انتظار کرو، یہ ایک مقدمہ ہے۔

اور دوسرا مقدمہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستر اہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا اہل سنت و جماعت کے مفسرین کا اجمال ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضى الله تعالى عنه کے حق میں اتڑی اور الاتقى سے وہی مراد ہے۔

ابن ابی حاتم و طبرانی نے حدیث روایت کی کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سات کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ نے اپنا فرمان ("وَسَيَجْزِيهَا الَّذِي تَقَىٰ ۚ" تا آخر سورۃ) نازل فرمایا۔ بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابو بکر

¹ القرآن الكريم ۹۲ / ۲۱۴۱۷

² الصواعق المحرقة بحوالہ ابن حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثاني دار الكتب العلمية بيروت ص ۹۸، الدر المنثور بحوالہ ابن حاتم والطبرانی تحت الاية ۹۲ / ۲۱۴۱۷ دار احیاء التراث العربی ۸ / ۳۹۳، الحاوی للفتاویٰ الفتاویٰ القرآنیۃ سورۃ اللیل الفصل الاول

دار الكتب العلمية بيروت ۱ / ۳۲۷

ابو بکر یبتاع الضعفة فيعتقهم، فقال ابوه: ای بنی لو كنت نبتاع من يمنع ظهرك؟ قال منع ظهري اريد، فنزل "وسيجنبها الاتقى" الى اخر السورة، وذكر محمد بن اسحق قال كان بلال لبعض بنی جمع وهو بلال بن رباح واسم امه حمامة وكان صادق الاسلام وطاهر القلب وكان امية بن خلف يخرجہ اذا حميت الظهيرة فيطرحه على ظهرة ببطحاء مكة، ثم يامر بالصخرة العظيمة فتوضع على صدره، ثم يقول له لا تزال هكذا حتى تموت او تكفر به محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ويقول وهو في ذلك البلاء احد احد، و قال محمد بن اسحاق عن هشام بن عروة عن ابيه قال مر به ابو بکر يوماً وهو يضمنون به ذلك وكانت دار ابی بکر فی بنی جمع فقال لامیة لاتتقی فی هذا البسکین؟ قال: انت افسدتہ فانقده ما

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انہیں آزاد کر دیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے کہا: اے بیٹے! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوئے جو تمہاری حفاظت کرتے۔ ابو بکر نے فرمایا میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت تا آخر سورت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحق نے ذکر کیا بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ بنی جمح کے غلام تھے اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کی ماں کا نام حمامہ ہے اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسلام میں سچے تھے اور پاک دل تھے، اور امیہ بن خلف انہیں باہر لاتا جب گرم دوپہر ہوتی تو انہیں پیٹھ کے بل مکہ کے ریتلے میدان میں ڈال دیتا پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا تو ان کے سینہ پر رکھ دی جاتی پھر کہتا، تم ایسے ہی پڑے رہو گے یہاں تک کہ مر جاؤ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کافر ہو۔ اور حضرت بلال احد احد فرماتے حالانکہ وہ اس بلا میں ہوتے۔ اور محمد بن اسحق نے ہشام بن عروہ سے روایت کی انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے فرمایا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گزر ایک دن بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے ہوا اور وہ لوگ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ یہی برتاؤ کر رہے تھے اور ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گھر بنو جمح میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو (امیہ بن خلف) اس بیچارے کے معاملہ میں

تری۔ قال ابو بکر افعل عندی غلام اسود واجلد منه واقوی علی دینک اعطیکہ؟ قال قد فعلت فاعطاه ابو بکر غلامہ واخذہ فاعتقہ، ثم اعتق معہ علی الاسلام قبل ان یہاجر ست رقاب بلال سابعہم، عامر بن فہیرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہد بدرا و اُحدا وقتل یوم بئر معونۃ شہیداً، وام عیس و زھرۃ فاصیب بصرہا و اعتقہا فقال قریش ما اذهب بصرہا الا اللات والعزی فقالت: کذبوا وبیت اللہ ما تضر اللات والعزی وما تنفعان، فرد اللہ تعالیٰ الیہا بصرہا و اعتق النہدیۃ وابنتہا وکانتا لامرأۃ من بنی عبد الدار فمر بہما وقد بعثتہما سیدتہما تطحنان لہا وہی تقول واللہ لا اعتقکما ابدا

اللہ سے نہیں ڈرتا، تو امیہ نے کہا آپ نے اسے بگڑا ہے تو آپ اس گت سے اسے بچالیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں بچائے لیتا ہوں میرے پاس ایک غلام ہے سیاہ فام جو بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے زیادہ اور طاقتور ہے اور تیرے دین پر ہے وہ تجھے دے دوں۔ امیہ بولا: مجھے منظور ہے تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لے لیا تو انہیں آزاد کر دیا پھر ان کے ساتھ اسلام کی شرط پر ہجرت سے پہلے چھ غلاموں کو آزاد کیا، ان کے ساتویں بلال ہیں، عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنگ بد واحد میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کی جنگ میں قتل ہو کر شہید ہوئے، اور ام عیس و زھرہ کی آنکھ جاتی رہی، جب انہیں ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آزاد فرمایا، تو قریش بولے کہ انہیں لات وعزی نے اندھا کیا ہے، تو آپ بولیں: قریش، کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات وعزی نہ ضرر دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے انہیں ان کی بینائی پھیر دی۔ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، تو صدیق اکبر (رضی الہ تعالیٰ عنہ) ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت نے انہیں بھیجا تھا کہ اس کا آغا پیسیں اور وہ عورت کہتی تھی کہ خدا کی قسم! تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔

فقال ابو بکر کلا یا ام فلان، فقلت کلا انت افسدتہما فاعتقہما، قال فیکم؟ بکذا وکذا قال قد اخذتہما وہما حرتان، و مر بجاریۃ بنی المؤمنین وہی تعذب فابتاعہا فاعتقہا۔

وقال سعید بن المسيب بلغنی ان امیۃ بن خلف قال لابی بکر فی بلال حین قال اتبیعہ؟ قال نعم ابیعہ بنسطاس وکان نسطاس عبد الابی بکر صاحب عشرۃ الاف دینار، غلمان وجوار ومواش وکان مشرکاً حملہ ابو بکر علی الاسلام ان یکون مالہ لہ، فابی فابغضہ ابو بکر، فلما قال لہ امیۃ ابیعہ بغلامک نسطاس، اغتنمہ ابو بکر وباعہ منہ فقال المشرکون ما فعل ذلک ابو بکر الالید، کانت لبلال عندہ فانزل اللہ تعالیٰ

تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اے ام فلان! ہر گز نہیں۔ وہ بولی: ہر گز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے تو آپ آزاد کریں۔ صدیق نے فرمایا: تو کتنے دام پر بیچتی ہے؟ وہ بولی: اتنے اور رائے دام پر۔ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں نے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں، اور آپ کا گزر بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہو جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اسے خرید کر اسے آزاد کر دیا،

اور سعید بن المسيب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ امیۃ بن خلف نے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اس وقت جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بلال کو فروخت کرے گا؟ کہا: ہاں میں اسے نسطاس سید نا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بیچتا ہوں اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا تھا کہ نسطاس اسلام لے آئے اور اس کا مال اسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابو بکر نے اس کو معذور جانا، پھر جب امیۃ نے کہا: بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ ابو بکر نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیۃ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین بولے، ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

"وَمَالًا حَيْثُ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ" ^۱

اتاری "وَمَالًا حَيْثُ عِنْدَهُ" الخ یعنی اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ عطا اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (اس روایت میں خریداری بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا پھر کہا) تو مشرکین بولے: ابوبکر نے بلال کو ان کے کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت (مندرجہ بالا) اتری اھ ملخصاً۔

اور ازالہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ساتھ کو آزاد کیا، ان سب پر اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و عامر بن فمیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زبیرہ اور ام عیسیٰ اور بنی مؤمل کی کنیز ہیں اور انہیں کیلئے آیت اتری "وَسَيَجْزِيهَا الْآثَقُ" ^۲ اور اس سے (دوزخ) بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ تا آخر سورت۔

اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت ہے وہ اپنی باپ سے روای ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوقحافہ نے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا: میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاش! تم تندرست و

و ذکر العلامة ابو السعود فی تفسیرہ قدروی عطاء و الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ذکر قصۃ شراء بلال و اعتناقه قال فقال المشركون ما اعتقه ابوبكر الا ليد كانت عنده فنزلت ^۲ اھ ملخصاً

وفي الازالة عن عروۃ ان ابابكر الصديق اعتق سبعة كلهم يعذب في الله بلا لا و عامر بن فهيرة النهديۃ وابنتها وزنيرة وام عيسى وامة بنی المؤمل، وفيه نزلت "وَسَيَجْزِيهَا الْآثَقُ" ^۳ الى آخر السورة۔

وعن عامر بن عبد الله بن الزبير عن ابيه قال قال ابو قحافة لابي بكر اراك تعتق رقاباً ضعافاً فلوانك اذا فعلت ما فعلت اعتقت رجلاً جلدًا يمينعوك

^۱ معالم التنزيل (تفسير البغوي) تحت الآية ۹۲ / ۲۱۴۱۷ دار الكتب العلمية ۲۰۲۳ - ۲۰۲۳

^۲ ارشاد والعقل السليم تحت الآية ۹۲ / ۱۹ دار احیاء التراث العربی ۱۶۸ / ۹

^۳ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلك اول سہیل اکیدمی لاہور / ۳۰۱

وَيَقُومُونَ دُونَكَ فَقَالَ يَا ابْنَ آدَمَ ارْجِدْ وَجْهَ اللَّهِ
فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ "فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۖ إِلَى قَوْلِهِ
وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ يُجْزَى ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ
الْأَعْلَى ۚ" ۝ وَكَسُوفٌ يَرْضَى ۝" ۱۔

تو ان غلام آزاد کرتے جو تمہاری حفاظت کرتے اور جنگ میں
تمہاری سپر ہوتے۔ تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:
اے میرے باپ! میں تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو یہ
آیت نازل ہوئی "فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۖ" یعنی جس نے
دیا اور پرہیزگاری کی۔ اللہ تعالیٰ کے قول وما لاحد عنده من
نعمة تجزى تک یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دی
اجائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند
ہے، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

وعن سعيد بن المسيب قال نزلت "وما لاحد عنده من
نعمة تجزى" في ابى بكر عتيق نكسالم يلتبس منهم
جزاء ولا شكورا ستة او سبعة منهم بلال وعامر بن
فهيبة ۲

اور حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے انہوں نے فرمایا کہ آیہ کریمہ سے "وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَكَ مِنْ
نِعْمَةٍ يُجْزَى ۖ" ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں
اتری کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو آزاد کیا ان سے نہ بدلہ چاہا نہ
شکر گزاری، وہ آزاد شدہ چھ یا سات تھے، انہیں میں بلال
وعامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

وعن ابن عباس في قوله تعالى "وَسَيَجَنَّبُهَا الْأَتَقَى ۖ" قَالَ
هُوَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ۳۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
"وَسَيَجَنَّبُهَا الْأَتَقَى ۖ" کی تفسیر میں ہے فرمایا وہ ابو بکر صدیق
ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)۔ میں کہتا ہوں اور ابن ابی
حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند خود روایت
کی کہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت ابو بکر نے

قلت وقد اخرج ابن ابى حاتم ابن مسعود (رضى الله
تعالى عنه ان ابابكر اشترى بلالا من امية بن خلف

¹ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل هشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰۱

² ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل هشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰۱

³ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل هشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰۱

ببردة وعشرة اواق فاعتقه الله تعالى، فانزل الله تعالى
هذه الآية: اي ان سعي ابي بكر و اميه و ابي لمفترق
فرقانا عظيما فشتان ما بينهما¹

وقد قال السيد ابن السديد عمار بن ياسر رضي الله
تعالى عنهما في اشتراء الصديق بلالا واعتاقه شعرا

جزى الله خير اعن بلال وصحبه

عتيقا واخزي فاكها و ابا جهل

عشية هباني بلال بسوءة

ولم يحذر امام يحذر البرء ذو العقل

بتوحيد رب الانام وقوله

شهدت بان الله رب على مهل

فان تقتلونني فاقتلوني فلم اكن

لاشرك بالرحمن من خيفة القتل

في ارب ابراهيم والعبد يونس

وموسى وعيسى نجنى ثم تملى

لمن ظل يهوى الغي من ال غالب

على غير بر كان منه ولا عدل²

حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا
پھر انہیں خاص اللہ کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
اتاری جس کا مطلب یہ ہے "بے شک تمہاری کوشش مختلف
ہے" یعنی ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور امیہ اور ابی بن خلف
کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے اور
سردار بن سردار عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے ابو بکر صدیق
کے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے
میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اللہ جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے
عتیق (ابو بکر کو اور امیہ اور ابو جہل کو رسوا کرے، وہ شام یاد
کرو جب ان دونوں نے بلال کا برا چاہا اور اس سے نہ ڈرے
جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے، انہوں نے بلال کا برا اس
لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا اور نے اس نے
یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، میں اس پر
مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کرو گے
کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہرانا قتل کے ڈرے سے تو
اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسیٰ وعیسیٰ کے رب!
مجھے نجات دے، پھر اسے مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آل
غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے)

¹ الصواعق المحرقة بحوالہ ابن ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثاني دار الكتب العلمية بيروت ص ۹۹

² لباب التاويل في معاني التنزيل (تفسير خازن) تحت الآية ۱۷/۹۲ در الكتب العلمية بيروت ۴/۳۳۶

اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقی کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے قول کے بموجب ابو بکر صدیق ہیں۔

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا ہم سنیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقی سے مراد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

صواعق میں ابن حنبل نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابو بکر کے حق میں نازل ہوئی۔ یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ طبرسی کو باوجود رخصت اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہی ہے جس کی شہادت دشمن دیں، والحمد للہ رب العالمین۔

پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال و نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی کے لئے نہیں بنتا، تو انہوں نے فرمایا تمہیں معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں اتزی ہے اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان ہے ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون یعنی وہ رکوع کی

ہذا وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجبیع^۱

وقال الرازی فی مفاتیح الغیب "اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ"^۲۔

ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامة ابن الجوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر^۳۔ حتی بلغنی ان الطبرسی مع رفضه لم یسغ له انکاره فی تفسیرہ مجمع البیان، والفضل ما شهدت به الاعداء، الحمد للہ رب العالمین۔

ثم ان الامام الفاضل فخر الدین الرازی حاول فی تفسیرہ اثبات ان الایة لا تصلح الا للصدیق بطریق النظر والاستدلال علی ما هو دابہ رحمہ اللہ تعالیٰ فقال "اعلم ان الشیعة باسرههم ینکرون هذه الروایة ویقولون انها نزلت فی حق علی ابن ابی طالب علیہ السلام والدلیل علیہ قوله تعالیٰ "ویؤتون الزکوٰۃ وهم

^۱ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الایة ۹۲/۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۶۳

^۲ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایة ۹۲/۱۷ المطبعة البهیة المصریة ۳۱/ ۲۰۵

^۳ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الثانی، دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

حالت میں زکوہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا قول الاتقی الذی یؤتی مآلہ یتزکی یعنی وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو سستہرا ہونے کو اپنا مال دیتا ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا "وِیُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" الایۃ اور جب ایک رافضی نے یہ بات میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف ابو بکر ہیں، اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے، تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس سے مراد بس ابو بکر ہوں، تو جب یہ دونوں مقدمے صحیح ہونگے دعویٰ درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔" اور اکرم ہی افضل ہے۔ تو آیت نے بتایا کہ ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبہ والا ہو، تو ثابت ہو گیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے افضل ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ساری امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلق سے افضل ابو بکر ہیں یا علی۔

راکعون، فقولہ "الاتقی الذی یؤتی مآلہ یتزکی" اشارۃ الی مآفی تلك الایۃ من قوله "یؤتُونَ الزَّكَاةَ" وهم راکعون" ولہذا ذکر ذلك بعضهم فی محضرى قلت اقيم الدلالة العقلية على ان المراد من هذه الایۃ ابو بکر، وتقریر ہا ان المراد من هذا الاتقی هو افضل الخلق، فاذا كان كذلك وجب ان يكون المراد ابو بکر، فهاتان المقدمتان متى صحتا صح المقصود، انما قلنا ان المراد من هذا الاتقی افضل الخلق لقوله تعالى "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" والا کرم هو الافضل فدل علی ان کل من کان اتقی وجب ان يكون الافضل. فثبت ان الاتقی المذكور ههنا الابد وان يكون افضل الخلق عند اللہ تعالیٰ، فنقول لابد وان يكون المراد به ابا بکر لان الامة مجمعة علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ

اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابو بکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہو گیا، اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علی پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے وما لاحد عنده من نعمة تجزى یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالب پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انہیں کھلاتے بلاتے، پہناتے اور پالتے تھے اور حضور (رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابو بکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابو بکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خرچ اٹھاتے تھے، ہاں کیوں نہیں ابو بکر پر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین کی طرف ہدایت و ارشاد کا احسان ہے۔ مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ

تعالیٰ علیہ وسلم تعالیٰ علیہ وسلم اما ابو بکر او علی، ولا یکن حمل هذه الایة علی بن ابی طالب فتعین حملها علی ابی بکر. وانما قلنا انه لا یکن حملها علی علی بن ابی طالب لانه تعالیٰ قال فی صفة هذا الاتقی "وما لاحد عنده من نعمة تجزى" وهذا الوصف لا یصدق علی علی ابن ابی طالب لانه کان فی تر بية النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانه اخذه من ابیه وکان یطعمه ویسقیه و یکسوه ویر بیه. وکان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم منعاً علیہ نعمة یجب جزاءها اما ابو بکر فلم یکن للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمة دنیویة بل ابو بکر کان ینفق علی الرسول الصلوٰۃ والسلام بلی کان للرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام علیہ نعمة الهدایة والارشاد الی الدین. الا ان هذا لا یجزى لقوله تعالیٰ "ما أسئلكم علیہ من اجر" والمذکور ههنا لیس مطلق النعمة بل نعمة تجزى، فعلمنا ان هذه الایة لاتصلح

لعلى بن ابى طالب، واذا ثبت ان المراد بهذه الآية من كان افضل الخلق، وثبت ان ذلك الافضل من الامة اما ابوبكر او على، وثبت ان الآية غير صالحة لعلی تعین حملها علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وثبت دلالة الآية ايضا علی ان ابابکر افضل الامة^۱ اھملخصاً۔

قلت اما ما ذكر الفاضل الامام ان علياً رضي الله تعالى عنه كافي تربية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وانه اخذه من ابيه فقد ذكره محمد بن اسحق وابن هشام وهذا اللفظ ابن اسحق "حدثني عبد الله بن ابی نجیح عن مجاهد بن جبیر ابی الحجاج قال كان من نعمة الله تعالى على علي بن ابی طالب رضي الله تعالى عنه مما صنع الله تعالى له واراده به من الخير ان قریشا صابتهم ازمة شديدة وكان ابوطالب ذاعبال كثير فقال

دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بتنا، اور جب یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو افضل خلق ہے، اور یہ ثابت ہے امت میں سب سے افضل یا ابوبکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا مصداق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین ہو گیا اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہو گئی کہ ابوبکر ساری امت سے افضل ہیں اھملخصاً۔

میں کہتا ہوں کہ یہی بات جو فاضل امام (فخر الدین رازی علیہ الرحمہ) نے فرمائی کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ان کے والد سے لے لیا تھا تو اس کا ذکر محمد ابن اسحاق وابن ہشام نے کیا ہے اور محمد بن اسحاق کے الفاظ یوں ہیں: مجھ سے عبد اللہ بن ابی کحج نے حدیث بیان کی انہوں نے روایت کی مجاہد بن جبیر ابی الحجاج سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے قبیل سے وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا اور ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور ابوطالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول

^۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ۹۲/ ۱۷، المطبعة البهية المصرية مصر ۲۰۶۲۰۵ / ۳۱

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے مالداروں میں سے تھے، اے عباس! آپ کے بھائی ابوطالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر جو یہ سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ ابوطالب کے یہاں چلے کہ ہم ان کی اولاد کا بوجھ کم کریں ان کے بیٹوں سے ایک آدمی میں لے لوں اور ایک آدمی آپ لے لیں تو ہم دونوں ان کی کفالت کریں۔ حضرت عباس نے عرض کی: جی ہاں۔ تو دونوں حضرات چل کر ابوطالب کے پاس تشریف لائے تو ان سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ جب تک لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کر دیں۔ تو ابوطالب ان سے بولے: اگر تم میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو تو تم جو چاہو کرو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر کو لیا اور چمٹالیا۔ تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کو نبی مبعوث فرمایا تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا مانا اور جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ اسلام لا کر ان سے بے نیاز ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس عہدہ وکان من ایسر بنی ہاشم یا عباس ان اخاک ابا طالب کثیر العیال، وقد اصاب الناس ماتری من هذه الازمة فانطلق بنا الیہ، فلنخفف عنہ من عیالہ آخذ من بنیہ رجلا وتاخذ انت رجلا، فنکلہما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتی اتیا الی ابي طالب، فقالا لہ انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتی ینکشف عن الناس ماہم فیہ، فقال لہما ابو طالب اذا ترکتما لی عقیلا فاصنعا ما شئتما، فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیاً فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرًا فضمہ الیہ فلم یزل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی بعثہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیاً فاتبعہ علی وآمن بہ علی وصدقہ ولم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنی عنہ^۱ انتھی۔

^۱ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء اول والثانی ص ۲۴۶

میں کہتا ہوں اور نعمت کبریٰ کی تکمیل بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علیٰ اہلبہا وعلیہا وعلیہا سے شادی ہو کر ہوئی۔ اور یہ جو ذکر کیا کہ حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خرچ اٹھاتے تھے۔ تو یہ اس کے نزدیک جس کو احادیث و کتب سیرت سے واقفیت ہے بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔ امام احمد و بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: لوگوں میں سے کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ پر زیادہ احسان ہو سوا ابو بکر بن قافہ کے، اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلامی خلت اور محبت افضل ہے، اس مسجد میں ابو بکر کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کرو۔

اور ترمذی نے (اپنی سند سے) ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے حدیث ذکر کی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں (کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) ہر شخص کے احسان کا بدلہ ہم نے اسے دے دیا سوائے ابو بکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا

قلت وتماہ النعمة الكبرى بتزويج البتول الزهراء صلوات الله على ابيها الكريم وعليها وامامها ذكر من ان ابابكر كان ينفق على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فهذا اوضح و اظهر عند من له خبرة بالاحاديث والسير۔ اخرج الامام احمد و البخاري عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: انه ليس من الناس احدا من على في نفسه وماله من ابى بكر بن ابى قحافة ولو كنت متخذاً من الناس خليلاً لا اتخذت ابابكر خليلاً ولكن خلة الاسلام افضل سدوا عنى كل خوخة في هذا المسجد غير خوخة ابى بكر¹

واخرج الترمذى عن ابى هريرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما لاحد عندنا يد الا وقد كافيناها ما خلا ابابكر فان له عندنا يدا يكافيه الله بها يوم القيامة واما نفعنى

¹ صحيح البخارى كتاب الصلوة باب الخوخة والمهر فى المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۷، مسند احمد حنبل عن ابن عباس المکتب

بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا، اور مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابو بکر کے مال نے دیا، اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابو بکر کو دوست بناتا، اور خبردار تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔"	مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت اباً بکر خلیلاً الا وان صاحبکم (ای محمد اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خلیل اللہ¹
اور ترمذی نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث ذکر کی انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی: "اللہ ابو بکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اور مجھے دارالہجرۃ (مدینہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید کر آزاد کیا۔"	واخرج ایضاً عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: رحم اللہ تعالیٰ ابابکر زوجی ابنته وحملنی الی دار الهجرة واعتق بلالاً من ماله²
اور امام احمد وابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابو بکر کے مال نے مجھے دیا، تو ابو بکر روویئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔" اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ	واخرج الامام احمد وابن ماجة عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر، فبکی ابو بکر وقال هل انا وما لی الا لک یا رسول اللہ³ واخرج الطبرانی عن ابن عباس

¹ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین کبیری دہلی ۲/۲۰۷

² جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین کبیری دہلی ۲/۲۱۳

³ سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۳

عنہما سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوں حدیث روایت کی "مجھ پر ابو بکر سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں، اس نے اپنی جان و مال سے میرا ساتھ دیا اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔"

اور ابو یعلیٰ نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مرفوع حدیث ابن ماجہ براویت ابو ہریرہ کے مثل (یعنی انہیں الفاظ سے) روایت کی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا قول ہے کہ یہ حدیث علی و ابن عباس و جابر بن عبد اللہ و ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا: "اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا فرماتے۔ اور ابن عساکر نے متعدد سندوں سے حضرات عائشہ و عروہ سے روایت کیا ہے کہ ابو بکر جس دن اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار درہم تھے، تو ابو بکر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اٹھا دیا۔"

میں کہتا ہوں یہ حدیث سیدنا انس بن مالک سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام عدی نے

رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما أحد اعظم عندی یدا من ابی بکر واسانی بنفسه و مالہ وانکحنی ابنته¹

واخرج ابو یعلیٰ من حدیث ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرفوعاً مثل حدیث ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ قال ابن حجر قال ابن کثیر مروی ایضاً من حدیث علی او بن عباس و جابر بن عبد اللہ و ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اخرجه الخطیب عن ابن المسیب مرسل و زاد و کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسه۔ و اخرج ابن عساکر من طرق عن عائشۃ و عروۃ ان ابابکر اسلم یوم اسلم له اربعون الف دینار و فی لفظ اربعون الف درہم فانفقها علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم² قلت و مروی ایضاً من حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

¹ المعجم الكبير حديث ۱۱۴۶۱ المكتبة الفيضيلة بيروت ۱۱/۱۹۱

² الصواعق المحرقة الباب الثاني الفصل الثاني، دار الكتب العلمية بيروت ص ۱۱۲

کامل میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند حدیث مذکور) ہمیں خبر دی مولیٰ ثقہ حجة مفتی حنفیہ بمکہ محمیه پیشوائے فقہاء و محدثین سیدی و استاذی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن سراج نے انہوں نے جمال علماء سلف خیر فی منصب الافتاء (یعنی منصب افتاء میں مفتیوں کے لئے اچھے پیشرو) مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی سے روایت کی انہوں نے خاتمة الحفاظ والمحدثین مولانا محمد عابد بن شیخ احمد علی سندى ثم زبیدی ثم مدنی سے روایت کی انہوں نے مولیٰ محمد صالح فلائی عمری سے انہوں نے شیخ محمد بن السنۃ فلائی فاروقی سے انہوں نے مولائی سید شریف محمد بن عبد اللہ سے انہوں نے فاضل محدث سیدی علی اجوری سے انہوں نے امام شمس الدین رملی سے انہوں نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے انہوں نے علامہ عالم کوہ حفظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی سے انہوں نے ابو علی محمد بن احمد مہدوی سے انہوں نے یونس بن اسحاق سے انہوں نے ابوالحسن علی بن مقیر سے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو کریم شہر زوری سے ہمیں خبر دی اسمعیل بن مسعود بن جرجانی نے ہمیں خبر دی ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی اور ابو عمر و عبد الرحمن بن محمد الفارسی نے ہمیں خبر دی اور ابوالاحمد عبد اللہ بن عدی جرجانی

کما أخرجه الامام ابن عدی فی الكامل انبأنا المولى الثقة الحجة مفتی الحنفية بمكة المحببة امام الفقهاء و المحدثين سیدی و استاذی مولانا عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الرحمن السراج عن جمال العلماء السلف الخیر فی منصب الافتاء مولانا جمال بن عبد الله بن عمر المکی عن خاتمة الحفاظ والمحدثین مولانا محمد عابد بن الشيخ احمد علی السندی ثم الزبیدی ثم المدنی عن المولى محمد صالح الفلائی العمری عن الشيخ محمد بن السنۃ الفلائی الفاروقی عن مولای السید الشریف محمد بن عبد الله عن الفاضل المحدث سیدی علی الاجهوری عن الامام شمس الدین الرملی عن شیخ الاسلام زید الدین زکریا الانصاری عن علامة الوری جبل الحفاظ شهاب الدین ابی الفضل احمد حجر العسقلانی عن ابی علی محمد بن احمد المهدوی عن یونس بن ابی اسحق عن ابی الحسن علی بن المقیر انا ابو کریم الشہر زوری انا اسمعیل بن مسعود الجرجانی انا ابو القاسم حمزة بن یوسف السہمی الجرجانی و ابو عمر و عبد الرحمن بن محمد الفارسی انا ابو احمد عبد الله بن عدی الجرجانی

نا الحسین بن عبد الغفار الازدی ناسعید ابن کثیر بن غفیر نا الفضل بن مختار عن ابان عن انس قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لابی بکر ما اطیب مالک منه بلال مودنی وناقتی التي هاجرت علیها وزجنتی ابنتک وواسیتنی بنفسک ومالک کانی انظر الیک علی باب الجنة تشفع لامتی^۱۔

هذا وقد اسقصینا الکلام عی هذین الفصلین الذین اشار الیهما النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فی تلك الاحادیث اعنی مواساة الصدیق النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم بنفسه وماله فصلین من الباب الثانی من کتابنا الکبیر فی التفصیل علی غایة التحقیق والتفصیل فارجع الیه ان احببت هذا تقریر ما ذکر الفاضل الرازی وقد اوردہ الامام ابن حجر ایضاً فی الصواعق

نے ہم سے حدیث بیان کی حسین بن عبد الغفار ازدی نے ہم سے حدیث بیان کی سعید بن کثیر بن غفیر نے ہم سے حدیث بیان کی فضل بن مختار نے ابان سے انہوں نے روایت کی انس سے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا: تمہارا مال کتنا سستا ہے اسی سے میرا مودن بلال ہے اور میری اوٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی اور تم نے اپنی دختر میرے نکاح میں دیا اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو میری امت کیلئے شفاعت کر رہے ہو۔

یہ تو ہوا اور ہم نے ان دونوں فصل پر (یعنی صدیق کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد جان و مال سے کرنا) جن کی طرف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اشارہ فرمایا۔ کامل گفتگو اپنی کتاب کبیر، جو باب تفضیل میں ہے کے باب دوم کی دو فصلوں میں نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ کی ہے اس کا مطالعہ کر لو اگر چاہو، یہ کلام اس کلام کی تائید ہے جو فاضل رازی نے ذکر کیا، اور امام رازی کا یہ کلام امام ابن حجر میں صواعق محرقة بھی لائے

^۱ الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۷۵/۱، الکامل لابن عدی ترجمہ الفضل بن مختار بصری دار الفکر

وارتضاء۔

قلت ولمناقش ان يناقش فيه بأربعة وجوه ينتظمها وجهان الاول انا لانسلم ان ابابكر لم يكن عليه احمد نعمة تجزى فان من اعظم المنعمين على الانسان والديه قال تعالى "اِنْ اَشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ" ^۱۔
ومعلوم ان لاشكر الا بمقابلة النعمة ونعم الوالدين من النعم الدنيوية التي تجرى فيها المجازاة دون الدينية التي قال الله تعالى فيها "قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ" ^۲ "اِنْ اَجْرِي اِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ" ^۳ على انا نعتقد ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قد تمت له خلافة الله العظمى ونيايته الكبرى فيده الكريمة علياً و ايدى العلمين سفلى - جعل سبحانه وتعالى خزائن رحمته ونعمه وموائد جوده وكرم طوع يديه و مفضضة اليه صلى الله تعالى عليه وسلم ينفق

میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس میں چار وجہ سے بحث کرے جن کو دو وجہیں گھیرے ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ابو بکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس بدلہ دیا جائے اس لیے کہ انسان پر بڑے محسنوں میں اس کے ماں باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ اور یہ معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے اور والدین کے احسانات ان دینی احسانات سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور یہ دینی احسانات نہیں ہیں جن کی بابت اللہ کا فرمان ہے (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے پروردگار پر ہے، اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی خلافت عظمیٰ اور نیابت کبریٰ کامل ہو چکی تو ان کا دست کرم بالا اور سب جہانوں کے ہاتھ پست، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور کل نعمت کے خزانے اور اپنے فیض و کرم کے خوان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے، اور یہ سب انہیں سونپ دیا جیسے چاہیں خرچ کریں،

^۱ القرآن الکریم ۳۱/۱۴

^۲ القرآن الکریم ۲۵/۸۵ و ۳۸/۸۶

^۳ القرآن الکریم ۲۶/۱۰۹ و ۱۲/۱۴۵ و ۱۲۳/۱۸۰

کیف یشاء وهو خزانة السر وموضع نفوذ الامر فلا تنال بركة الامنه ولا ينقل خیر الاعنه كما قال صلى الله تعالى عيه وسلم انما انا قاسم والله المعطى^۱ - فهو الذى يقسم الخيرات والبركات وسائر النعماء والآلاء فى الارض والسماء والملك والملکوت والاول والاخر والباطن والظاهر ايقنت بها جماهير الفضلاء العظام ومشاهير الاولیاء الکرام كما حققته فى رسالتى الملقبة بسلطنة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم ، وفيها من المباحث الفائقة والمدارك الشائقة ما تقربه الاعین وتلذبه الاذان وتنشرح به الصدور والحمد لله رب العلمین فاذن ما كان لابی بکر اور غیره من مال وبلوغ امال الابعطاء النبى صلى الله عليه وسلم، فلم تنحصر النعم النبوية على صاحبها الصلوة والتحية فى النعم الدينية التى لاتجزى فكما ان علیاً لم یصلح ومورد اللایة فکذلک ابوبکر سواء بسواء -

اقول: والجواب عن اما اولافلانه

اور وہ راز الہی کا خزانہ اور اس کے حکم کی جائے نفاذ ہیں تو برکت انہیں سے ملتی ہے اور خیر انہیں سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں تو بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ تو وہی خیرات و برکات اور ساری نعمتیں آسمان و زمین و ملک و ملکوت اول آخر باطن و ظاہر میں بانٹتے ہیں اس پر فضلاء عظام اور مشہور اولیائے کرام کے جمہور کا یقین ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ سلطنة المصطفى میں تحقیق کی اس میں کچھ ایسے مباحث فاضلہ اور پسندیدہ دلائل ہیں کہ ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور کان لطف اندوز ہوتے ہیں اور سینے کھلتے ہیں، تو جب یہ بات ہے (کہ ساری برکت و نعمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے سبب ہے) تو ابوبکر کو جو کچھ مال و منال حاصل ہوا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا سے ہی حاصل ہو لہذا نبوی احسانات علی صاحبها الصلوة والتحية ان دینی احسانات میں منحصر نہیں جن کا بدلہ نہیں دیا جاتا تو جس طرح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آیت کے مصداق نہ ٹھہرے اسی طرح ابوبکر بھی یکساں طور پر آیت کے مصداق نہیں۔

میں کہتا ہوں اس اعتراض کا جواب اول

^۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ خیر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶، صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالیٰ فان قدمه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۹، صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتزال طائفة من امتی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۱۰۸۷

تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو جو آپ نے ذکر کیا تو آیت سرے سے معطل ہو جائے گی اور کبھی اس کا کوئی مصداق نہ پایا جائے گا اس لئے کہ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں جو اپنے ماں باپ سے پیدا نہ ہو یا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین و دنیا کا کوئی احسان نہ فرمایا ہو۔

اور جواب دوم اور وہی حل ہے یہ کہ دنیا کے سب احسان ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جاتا ہو اس لئے کہ احسان کا بدلہ یہ ہے کہ احسان کے مساوی اس کی جزا دے، اور والدین کے احسان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ نے انہیں بچہ کی ایجاد اور عدم کی ظلمت سے نور ہستی میں آنے کا سبب بنایا ہے اور ان کے سبب سے اس کے بعد کہ وہ بے وقعت پانی تھا خوبصورت انسان بنایا، اور یہ احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا یوں کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کر دے، یا عدم کے بعد انہیں موجود کر دے، اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بچہ اپنے ماں باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا مگر یہ کہ اسے غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔" یہ حدیث مسلم والبوداؤد

ان صح ما ذکر تم لتعطلت الایة راسا ولم یوجد لها مصداق ابدا اذ لیس فی الصحابة من لم یلده ابواہ او لم ینعم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دینہ و دنیاہ^۱۔

واما ثانیاً وهو الحل فلان نعم الدنيا لیست کلها مما تجزی اذا لمجازاة هو المكافات وحاصل نعمة الوالدین ان الله سبحانه وتعالى جعلها سبباً لایجادہ و خروجه من ظلمة العدم الى نور التكون . وبهما جعله بشرا حسیناً بعد ان کان ماء مهیناً وهذا مما لایمکن ان یجازی اذا لیس فی وسع احد ان یحیی ابویہ او یکنہما بعد ان لم یکنوا ولذلك قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایجزی ولد والده الا ان یجده مملوکاً فیشتریه فیعتقه اخرجه مسلم والبوداؤد

^۱ صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۴۹۵، سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی بر الوالدین آفتاب علم

وترمذی و نسائی وابن ماجہ نے اپنی سندوں سے روایت کی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تھوڑے بدلہ کی طرف (جو موافق مقدور بشر ہو) اشارہ فرمایا اس لئے کہ غلامی موت کے حکم میں ہے اس وجہ سے کہ اس کے سبب آدمی کی اہلیت معطل ہو جاتی ہے اور عاقل بالغ انسان جانوروں سے مل جاتا ہے لہذا اسے آزاد کرنا گویا کہ اس کو زندہ کرنا اور بہیمیت کی تاریکی سے انسانیت کی روشنی میں لے آنا ہے، اسی لئے ماں باپ کو آزاد کرنا اس کے بعض حقوق کی ادائیگی میں شمار ہوا، اسی طرح نبوی احسانات علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمیۃ جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے ثابت کیا ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جائے اور ان میں یہ مقولہ جاری ہو کہ یہ اس احسان کا بدلہ ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس مقام رفیع اور اس منصب بے نظیر میں بادشاہ قادر تبارک و تعالیٰ کی خلافت پر فائز ہو کر متصرف ہیں اور بادشاہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ بدلہ بغیر احسان کے نہیں ہوتا، جیسا کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اور بندہ احسان کا جو بدلہ دے گا لامحالہ وہ بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عطا سے ہوگا تو سرکار کی عطا کی مکافات

والترمذی^۱ و نسائی وابن ماجہ فأشار صلى الله تعالى عليه وسلم الى بعض المجازاة على حسب مايدخل تحت الامكان فان الرق موت حكما اذبه تتعطل الاهلية ويلتحق الانسان العاقل البالغ بالبهائم فالعتق كانه احياء له و اخراج من ظلمة البهيمية الى نور الانسانية فعن هذ عد اداء لبعض حقوقهما وكذلك النعم النبوية على صاحبها الصلوة والتحمية على حسب ماقررنا عليك ليست مما تجزى وتجري فيه ذاك بهذا الا انه صلى الله تعالى عليه وسلم في ذلك المقام الرفيع والمنصب البديع انما يتصرف على خلافة الملك المقتدر تبارك و تعالى و نعم الملك لاتجزى فان الاحسان لايجازى الا بالاحسان كما نطق به القرآن العظيم ومايجازى به العبد لابد وان يكون ايضا من عطاية صلى الله تعالى عليه وسلم فكان مكافات عطائه بعطائه

^۱ جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء في حق الوالدين امين كمنى ويلي ۱۲/ ۱۳، سنن ابن ماجه ابواب الادب باب بر الوالدين ابواب الاموال
سعيد كمنى كراچی ص ۲۶۸، مشکوة المصابيح كتاب العتق باب اعتاق العبد المشترك الفصل الاول قدیمی كتب خانہ كراچی ص ۲۹۴

وہو غیر معقول وعن هذا نعتقد ان اداء شكر الله سبحانه وتعالى بمعنى فراغ الذمة منه محال عقلا اذا لشكر نعمة اخرى فليشكرها حتى يخرج عن عهدته ويتسلسل الى ما لا يتناهى، فثبت ان الدليل لا غبار عليه من هذا الوجه۔

الثانى : ان المقدمة القائلة ان الامه مجمعة على ان افضل الخلق بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اما ابو بكر او على رضى الله تعالى عنهما۔

مدخول فيها اذهناك فرقتان اخريان تدعى احدهما تفضيل سيدنا الفاروق رضى الله تعالى عنه على جميع الامة، ومستندهما مایروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انه قال ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر¹ وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم لو كان بعدى نبى لكان عمر بن خطاب²

وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله تعالى باهى باهل عرفة عامة وباهى لعمر خاصة³

سرکاری عطا سے ہوگی، اور یہ معقول نہیں، یہیں سے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ کا شکر بہ معنی براءت ذمہ از شکر عقلا محال ہے اس لئے کہ شکر نعمت دیگر ہے تو بندہ اس دوسری نعمت کا شکر کرے کہ عہدہ برآ ہو اور یہ سلسلہ شکر کا نہایت کونہ پہنچے تو ثابت ہوا کہ دلیل اس وجہ سے بے غبار ہے دوسری وجہ : یہ ہے کہ یہ مقدمہ جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد افضل یا ابو بکر ہیں یا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس پر اجماع امت ہے۔

اس پر اعتراض کو محال ہے اس لئے کہ یہاں دو افرقے اور ہیں، ان میں کا ایک دعویٰ کرتا ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امت سے افضل ہیں، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "حضرت عمر سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ اور آپ سے مروی ہے، کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے عرفات میں جمع ہونے والوں پر عام طور سے فخر فرمایا اور عمر سے خاص طور

¹ کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۹ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷

² جامع الترمذی البواب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹

³ کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۵ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷، کنز العمال حدیث ۳۵۸۵۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۹۶

وان كان الاستدلال بها وبامثالها لا يقوم على ساق
اما رواية اودراية او معاً كاستسناك المفضلة بحديث
على خير البشر وحديث الطير وحديث الاستخلاف
في غزوة تبوك وماضاً هاها فبها كذب مختلق ومنها
منكر واهٍ ومنها ما يافيد هم شيئاً وكذلك مضت
سنة الله في كل مبتدع يحتج ولا حجة ويجنح حيث
لامحجة۔

والفرقة الاخرى تدعى تفضيل سيدنا عباس بن
عبد المطلب رضي الله تعالى عنهما وكان ملحظهم وان
لم يعط ففضله قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ
اب عم الرجل صنو ابیہ . وهو حديث احسن اخرجه
الترمذی^۱ وغيره عن ابی ہریرۃ رضي الله تعالى عنه
ولا شك

سے مباہات فرمائی۔ اگرچہ اس روایت سے اور اس کے مشابہ
روایتوں سے دلیل پائے ثبات پر قائم نہیں ہوتی یا بلحاظ
روایت یا بلحاظ درایت یا دونوں کے لحاظ سے، جیسے تفصیلیہ کا
حدیث علی خیر البشر علی سب انسانوں سے افضل ہیں اور حدیث
طیر اور غزوہ تبوک کے زمانہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانے کی روایت
سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں کچھ تو نری تراشیدہ جھوٹ
ہیں اور کچھ منکر و اہی (راویان ثقہ کے مقابل راویان غیر ثقہ
کی روایات ضعیف ہیں) اور کچھ انہیں بالکل فائدہ مند نہیں اور
یو نہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہر بد مذہب کے حق میں ہوئی کہ وہ
استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں اور وہاں کا قصد کرے جہاں
راستہ نہیں۔

اور دوسرا فرقہ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضي الله تعالى عنهما
کو سب سے افضل کہتا ہے، گویا انکے مد نظر اگرچہ ان کی مراد
نہیں دیتا اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ عنہ کا عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابت قول ہے کہ آدمی کا چچا اس کے
باپ کی مثل ہے۔ اور یہ حدیث حسن ہے جسے ترمذی وغیرہ
نے ابو ہریرہ رضي الله تعالى عنہ سے روایت کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ

^۱ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العباس ابن کمینہ، ج ۲/ ۲۱۷

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ المسلمین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر و قائد اور ان کی آبر و اور ان کے سروں کا تاج ہیں۔ اس وجہ سے چاروں خلفاء پر بھی انہیں فضیلت ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی سید ابراہیم ان کے ولد اور ان پر صلوة و سلام ہو، روئے نسب و جزئیت و کرامت جوہر و طینت تمام امت سے افضل ہیں۔

بالجملہ ان چار شقوں سے کوئی شق باقی تین وجوہ کو باطل کئے بغیر متعین نہیں ہوگی تو آپ نے کیونکر فرمایا کہ آیت کریمہ جب علی پر صادق نہ آئی تو ابوبکر اس کا مصداق متعین ہوئے علاوہ اس کے مسائل سمعیہ دلیل سمعی ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ تو صاحب نظر و جستجو کا کوئی مذہب اس سے پہلے نہیں ہوتا کہ وہ دلیل میں غور کرے تو کوئی راہ اس کو روشن ہو جائے تو اگر دلیل کا تام ہونا کسی مذہب سازی پر موقوف ہو تو دور لازم آئے گا اور یہ اس جواب کی نظیر ہے جو ہم نے ائمہ شافعیہ کی اس دلیل کے جواب میں کہا جو انہوں نے وضو میں فرضیت ترتیب پر آیت کریمہ میں وجوہ

انه رضى الله تعالى عنه شيخ المسلمين وسيدهم ومقدمهم وقائدهم وعز نفوسهم وتاج رؤسهم حتى الخلفاء الاربعة من هذا الوجه كما ان حضرة البتول الزهراء واخاها السيد الكريم ابراهيم على ابيهما وعليهما الصلوة التسليم افضل الامة مطلقاً من جهة النسب واجزائية وكرامة الجواهر والطينة۔ وبالجمله فلا يتعين احد من الشقوق الاربعة الا بابطال الثلثة الباقية جميعاً فكيف قلتم ان الآية لما لم تلتئم على علي تعين ابوبكر مصداقاً لها على ان المسائل السبعية لاتنال الا من قبل السبع۔

فالناظر المتفحص المذهب له قبل ان ينظر في دليل فيظهر له سبيل فان كان تمام الدليل موقوفاً على (المذهب) بذهب لزم الدور وهذا نظير ما اجنباه عن استدلال الائمة الشافعية على افتراض الترتيب في الوضوء بدخول الغاء

پر دخول فاء اور قائل بالفصل کے معدوم ہونے سے قائم کی جیسا کہ خلافیات میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بات میں ہماری اولین سند جس پر ہمارا اعتماد ہے جملہ صحابہ اور اچھے طریقے پر ان کے تمام پیروان کا تابعین کا اجماع ہے جیسا کہ امام شافعی پھر بیہقی پھر دیگر ائمہ نے اسے نقل کیا اور اس پر بخاری وغیرہ کی احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں مفصل بیان کیا ہے اور اس امر پر میں نے دلیل جمیل قائم کی کہ اجتماع تام کامل ہے اور اس سے کسی کا خلاف ثابت نہیں اور یہ کہ جو خلاف علامہ ابو عمر بن عبد البر نے ذکر کیا نہ روایت کے لحاظ سے نہ درایت کے لحاظ سے وہ اس قابل ہے کہ نظر اس پر گزرے یا اس کی طرف مڑ کے دیکھا جائے۔ اور اگر ہم مان لیں تو سواد اعظم ہی کی اتباع ہوگی اور شاذ و نادر کی اتباع ممنوع ہوگی اور اتنی بات ہمیں مذہب قرار دینے کو کافی ہے تو دور نہ رہا، ہاں ان دو فرقوں کی (جو حضرت عمر و عباس کی فضیلت پاتے ہیں) حدیث قوی و صحیح ہے، لیکن مقصود میں خلل انداز نہیں اس لئے کہ عمر و عباس آیت کے نزول کے وقت مسلمان نہ تھے، جیسا کہ مطالعہ تاریخ سے ظاہر ہے، تو یہ دونوں قطعی آیت کے مقصود ہی نہ ہوئے، اور اسی وجہ سے باقی دو شقیں باطل ہو گئیں اور آخر کار دلیل

على الوجوه وعدم القائل بالفصل كما هو مذکور في الخلافیات۔

اقول : والجواب عنهما مستندنا الاول الذي عليه المعول في هذا الباب اجماع الصحابة والتابعين لهم بالاحسان رضي الله تعالى عنهم اجمعين كما نقله الامام الشافعي ثم البيهقي ثم اخرون ودلت عليه احاديث عند البخاري وغيره كما فصلته في الكتاب واقتت الدليل الجليل على ان الاجماع تام كامل لم يثبت شذوذ منه ولا ندور، وان الخلاف الذي ذكره ابو عمر بن عبد البر فليس مما يعرج عليه او يلتفت اليه الا رواية والادراية وان سلمنا فالسواد العظيم مبتوع واتباع الشاذ ممنوع، وهذا القدر يكفي للتبذير فانتفى الدور نعم حديث الفرقتين قوي صحيح ليكن لا يخل بالمقصود فان عمر و عباس رضي الله تعالى عنهما لم يكونا سلما حين نزول الآية كما يظهر بالرجوع الى التاريخ، فلم يقصدا بالاية قطعاً وبه بطل الشقان الباقيان وال دليل

مضبوط و مستحکم رہی، اس معاملہ کی نہایت کاریہ کہ فاضل مستدل کو تو ان دونوں مذہبوں کا علم نہ ہوا یا اس وجہ سے کہ سقوط و ندرت میں حد کو پہنچے ہونے کی وجہ سے انہیں شمار ہی نہیں فرمایا، مزید برآں بجز اللہ اس پر اجماع کہ صدیق ہی مراد آیت ہیں کہ ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صدیق کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدمات نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں اور افضل اکرم اور ارفع درجہ اور اعلیٰ منزلیہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں، لہذا افضل مطلق کلی صدیق کیلئے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے اور تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے قابل ہے، لیکن تفضیلیہ کو اس میں تین وجوہ سے کلام ہے ہم ان وجوہ کو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا ایسا رد کرتے جو کوئی شبہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک نہ رہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقی کی تفسیر اتقی (صفت)

الی الاحصان والارصان والحمد لله ولی الاحسان غایة الامر ان الفاضل المستدل لم یطلع هذین القولین اولم یعتقد بهما لتناهیهما فی السقوط و الشذوذ علی أنابحمد الله بعد ما ثبت الاجماع علی ان الصدیق هو المراد فی غنی عن هذه التجشیات كما لا یخفی اذا ثبت هذا فنقول وصف الله سبحانه وتعالى الصدیق بأنه اتقی وصف الاتقی بأنه اکرم انتجت المقدمتان ان الصدیق اکرم عند الله تعالى و الافضل والا کرم والارفع درجة والاعلی مکانة کلها الفاظ معتورة علی معنی واحد، فثبت الفضل المطلق الکی للصدیق والله تعالى ولی التوفیق، هذا تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل والحمد للمولی الجلیل واعلم ان هذا الاحتجاج اطبقت علیه کلمات العلماء سلفاً وخلفاً وارتضوه وتلقوه بالقبول تلیداً و طارفاً ولا شک انه لجدید بذلک لکن المفضلة لهم کلام فیہ بثلاثة وجوه نذکرها نردھا بحیث لا یمتی ولا یندر بتوفیق الله العلی الاکبر۔

فنقول الشبهة الاولى ان من المفسرین من فسر الاتقی بالتقی

کما فی المعالم والبیضاوی وغیرہما من التفاسیر
فسقط الاحتجاج عن اصله اقول ولا علینا ان نمهد
اولا مقدمات تعینک ان شاء اللہ تعالیٰ فی الجواب عن
هذا الاتیاب ثم نرفع الحجاب عن وجه الصواب
بتوفیق العلیم الوہاب فاستمع لما یلقى علیہ۔

المقدمة الاولى ما تظافرت لادلة من العقل والنقل و
ناهیك بهما اما مین علی ان الالفاظ لاتصرف عن
ظواهرها ما لم تمس حاجة شديدة لاتندفع الابه
والا لم یکن هذا تاویلا بل تغیرا وتبدیلا ولو فتح
باب التصرفات من دون ضرورة تلجی لارتفع الامان
عن النصوص کما لایخفی و هذا بغایة ظهوره اغنانا
عن تجشم اقامة الدلیل علیہ حتی ان بعض العلماء
ادرجوه فی متون العقائد وانه لحقیق به فان قصاری
هم المبتدعین عن اخرهم انما هو صرف النصوص
عن الظواهر وارتکاب تاویلات

مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں کہ صرف تقویٰ
سے اقصاف ہے) سے کی جیسا کہ معالم و بیضاوی وغیرہما
تفاسیر میں ہے تو استدلال جس کی بنیاد اتقی کے اسم تفضیل
ہونے پر تھی) جڑ سے اکھڑا پڑا، میں کہتا ہوں ہمارا کوئی حرج
نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں
جو جواب میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں پھر ہم
خدائے دانا و بخشندہ کی توفیق کے سہارے چہرہ صواب سے
حجاب اٹھائیں تو سنو جو تم سے کہا جائے۔

پہلا مقدمہ عقل و نقل کی بکثرت دلیلیں (اور یہ دونوں امام
تمہیں کافی ہیں) اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہر معنی سے
پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہر
معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ یہ بے ضرورت پھیرنا
تاویل نہ ہوگا بلکہ تغیر و تبدل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت
پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ
جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے
اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز
کر دیا۔ بعض علماء نے اس عقائد کے متون میں رکھا، اور یہ
مسئلہ اس کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدمذہبوں کی ساری
کوشش یہی ہے، کہ عبارات شرعیہ ان کے ظاہر ہی معنی سے
پھیر دیں اور فاسد

فاسدة واحتمالات كاسدة واعذار باردة فوجب علينا
حسم مادتها بايجاب حمل النصوص على ما يعطيه
ظاهرها الابضرة ابداء هذا ظاهر جدا۔

المقدمة الثانية: ليس كل ما يذكر في اكثر التفاسير
المتداولة واجب القبول وان لم يسا عدة معقول
ويؤيده منقول، والوجه في ذلك ان التفسير المرفوع
وهو الذي لا محيص عن قبوله ابداء نذر يسير جدا
لا يبلغ المجموع منه جزء اوجزئين۔

قال الامام الجويني علم التفسير عسير يسير اما
عسره فظاهر من وجوه اظهرها انه كلام متكلم لم
يصل الناس الى مراده بالسماع منه، ولا امكان للوصول
اليه بخلاف الامثال والاشعار ونحوها فان الانسان
يمكن عليه منه اذا تكلم بان يسمع منه او ممن يسمع
منه، واما القرآن فتفسيره على وجه القطع لا يعلم
الا بان يسمع من الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم و
ذلك متعذر الا في

تاویلوں اور کھوتے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے
مرتب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقام
ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنی پر رکھنا واجب بتا کر
ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔

دوسرا مقدمہ: بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا
ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی
دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی موید ہو
، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو
جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا۔

امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل
ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن ترویج یہ ہے کہ وہ
ایسے متکلم (عز جلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے
سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف
امثال واشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے
والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ
اس سے خود سنے یا اس سے سننے جس نے اس سے سنا ہو۔ رہی
قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے سننے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں تعذر ہے تو مرد الہی کا علم امارات و دلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور و فکر کریں لہذا اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا۔ اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کیلئے نظر کرتا ہے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں، اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقہ ہے، لیکن اس میں ضعیف و موضوع سے احتراز واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف و موضوع) زیادہ ہے الخ۔ امام سیوطی نے فرمایا جو ان کی طرف سے صحیح ہے وہ بہت کم ہے بلکہ اس میں اصل موضوع قلت ہی ہے۔ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکو کار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ و تابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں

ایک متعدد قلائل، فالعلم بالمراد يستنبط بآمارات ودلائل، والحكمة فيه ان الله تعالى اراد ان يتفكر عباده في كتاب، فلم يأمر نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم بالتنصيص على المراد في جميع آياته^۱ و قال الامام الزركشي في البرهان للناظر في القرآن لطلب التفسير ماخذ كثيرة امهاتها اربعة الاول النقل عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا هو الطراز الاول ليكن يجب الحذر من الضعيف فيه والموضوع فانه كثير^۲ الخ۔

قال الامام السيوطي الذي صح من ذلك قليل جدا بل اصل الموضوع منه في غاية القلة، وكذلك المأثور عن الصحابة الكرام والتابعين لهم باحسان قلائل لهذه الطوامير الكبرى الاقاويل الذاهبة شذر مذر فيها لا خبر ولا اثر وانما حدثت بعدهم لما كثرت الاراء وتجاذبت الالهواء قام كل لغوي ونحوي وبياني وكل من له

^۱ الاتقان بحواله الجويني فصل الحاجة الى التفسير دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۴۳۰

^۲ البرهان في علوم القرآن فصل في امهات ماخذ التفسير للناظر في القرآن دار الفكر بيروت ۲/ ۱۵۶

مبارسة بشيعة من انواع علوم القرآن يفسر الكلام العزيز بما سح به فكرة وادي اليه نظره ثم جاء الناس مهر عين وجميع الاقوال مولعين فنقلوا ما وجدوا وقليل ما نقدوا فعن هذا جاءت كثرة الاقاويل ختلاط الصواب بالباطيل۔

وذكر ابن تيمية كما نقله الامام السيوطي قائلا انه نفيس جدا لذلك وجهين احدهما قوم اعتقدوا معاني، ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن عليها۔ والثاني قوم فسروا القرآن بمجرد مايسوغ ان يريده من كان من الناطقين بلغة العرب من غير نظر الى المتكلم بالقرآن والمنزل عليه المخاطب به، فالاولون راعوا المعنى الذي راوه من غير نظر الى ما يستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبيان۔ والآخرين راعوا مجرد اللفظ ومايجوز ان يريده به العربي من غير نظم الى ما يصلح للمتكلم وسياق الكلام۔

کشاکش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی مہارت تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے سائق ہوئے تو جو انہوں نے پایا اسے نقل کر دیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش آئی۔

اور ابن تيمية نے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس ہے اس کی دو وجہیں ذکر کیں: پہلی وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرا لیا، پھر انہوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔ اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہو سکتے ہیں انہوں نے قرآن کے متکلم (باری تعالیٰ) اور جس پر اترا اور جو اس کا مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا، انہوں نے قرآن کے الفاظ کے دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کہ نظر انداز کر دیا۔ اور دوسروں نے صرف لفظ او جو عربی کی مراد ہو سکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاق کلام کیا ہے۔

پھر یہ لوگ بسا اوقات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انہوں نے مراد لئے) محتمل ہونے میں خطا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پہلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انہوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ یہی خطا کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے اور پہلی جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جو اس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی اثبات ان کا مقصود ہوتی ہے باطل ہوتا تو ان کی خطا لفظ و معنی دونوں میں ہوتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تیمیہ نے یہاں تک کہا) مختصر یہ کہ جو صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں برسر خطا ہوگا بلکہ بد مذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ و تابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا، جس طرح انہیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اھ ملخصاً۔

ثم هو الاء كثير ما يغلطون في احتمال اللفظ لذلك المعنى في اللغة كما يغلط في ذلك الذين قبلهم كما ان الاولين كثير اما يغلطون في صحة المعنى الذي فسروا به القرآن كما يغلط في ذلك الآخرون وان كان نظر الاولين الى المعنى اسبق ونظر الآخريين الى اللفظ اسبق، والا ولون صنفان نارة يسلبون لفظ القرآن ما دل عليه واريده وتارة يحصلونه على ما لم يدل عليه ولم يرد به، وفي كلا الامرين قد يكون ما قصدوا نفيه او اثباته من المعنى باطلا فيكون خطاهم في الدليل والمدلول وقد يكون حقا فيكون خطاهم فيه في الدليل لا في المدلول (الى ان قال) وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئا في ذلك بل مبتدعا لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله¹ اھ ملخصاً۔

¹ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۳۴۱، ۳۴۲

ولذا قال الامام ابو طالب طبري في اوائل تفسيره في القول في آداب المفسر، ويجب ان يكون اعتماداً على النقل عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعن اصحابه ومن عاصرهم ويتجنب المحدثات¹ الخ۔

قال ابن تيمية ايضاً كان النزاع بين الصحابة في تفسير القرآن قليلاً جد اوهو (و) ^ع ان كان بين التابعين اكثر منه بين الصحابة فهو قليل بالنسبة الى ما بعد هم² الخ۔ وقال السيوطي بعد ما ذكر تفاسير القدماء "ثم الف في التفسير خلايق فاختصر والاسانيد ونقلوا الاقوال بترافد دخل من هنا الدخيل والتبس الصحيح بالعليل، ثم صار كل من يسنح له قول يورده، ومن يخطر بباله شيعي يعتد به، ثم ينقل ذلك عنه من يجبي بعده ظاناً ان له اصلاً غير ملتفت الى تحرير ما ورد عن السلف الصالح ومن يرجع اليهم في التفسير حتى رايته

اور اسی لئے امام ابو طالب طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا، اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدماء کی تفسیروں کا ذکر فرمایا کہ فرمایا: پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انہوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور ناتمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخیل گھسا اور صحیح و غیر صحیح مخلوط ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد جو آثار باوہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اور اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں اور جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے

عہ: سقطت هذه الواو من قلم الناسخ وزدناها في القوسين بعد ما رأينا الاتقان فوجدناها فيه۔ الازهری غفر له

¹ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۲۳۵

² الاتقان في علوم القرآن بحواله ابن تيمية النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۲۳۷

ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں تقریباً دس قول نقل کئے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ وتابعین و تبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک انہوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرماتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔ میں کہوں گا تفسیر امام ابو جعفر بن جریر طبری کی تفسیر معتمد علماء نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس کی جیسی کوئی تالیف نہیں ہوئی الخ۔ اور مقاصد، رہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں، کتب سیر و غزوات و تفسیر اھ۔ میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات	من حکى في تفسير قوله تعالى غير المغضوب عليهم ولا الضالين "نحو عشرة اقوال، وتفسيرها باليهود والنصارى هو الوارد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وجميع الصحابة والتابعين واتباعهم حتى قال ابن ابى حاتم الا علم في ذلك اختلاف بين المفسرين¹ (الى ان قال) فان قلت فای التفاسیر ترشد اليه وتامر الناظر ان يعول عليه۔ قلت تفسير الامام ابى جعفر بن جرير الطبرى الذى اجمع العلماء المعتبرون على ان له يؤلف في التفسير مثله² الخ۔ وفي المقاصد البرهان والاتقان غيرهما عن الامام اجل احمد بن حنبل رضى الله تعالى عنه قال ثلثة ليس لها اصل المغازى والملاحم والتفسير³ اھ قلت وهذا ان لم يكن جارياً على اطلاقه (عہ) يشهد به الواقع الا انه

عہ: لعلہ کہا۔ الازھری غفرلہ

¹ الاتقان في علوم القرآن النوع الثمانون في طبقات المفسرين دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۴۷۳ و ۴۷۵

² الاتقان في علوم القرآن النور الثمانون في طبقات المفسرين دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۴۷۶

³ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۴۴۰

یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح و سقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ تو ان کے زمانہ میں تھا تو ان کے بعد کیسی حالت ہوئی ہوگی۔ اور مجمع بحار الانوار میں رسالہ ابن تیمیہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زحشری سورتوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحب خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکڑہارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع جو کچھ پاتے نقل کر دیتے تھے، اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دور تھا، اور بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تلخیص ہے، لیکن انہوں نے اپنی تفسیر کو موضوعات اور بدعتوں سے بچایا ہے اور اسی میں جامع البیان مصنفہ معین بن صفی سے ہے "کبھی محی السنۃ بغوی اپنی تفسیر میں وہ مطالب و حکایات ذکر کرتے ہیں جسے متاخرین نے یک زبان ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے، اور اسی میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا: تفسیر کلبی میں شروع ہے

لم يقله ما لم ير الخلط غالباً عليها كما لا يخفى وهذا في زمانه فيكف بما بعده وفي مجمع بحار الانوار عن رسالة ابن تيمية "وفي التفسير من هذه الموضوعات كثيرة كما يرويه الثعلبي والواحدى والزحشرى في فضل السور والثعلبي في نفسه كان ذاخير ودين لكن كان حاطب ليل ينقل ما وجد في كتب التفسير من صحيح وضعيف وموضوع والواحدى صاحبه كان ابصر منه بالعربية لكن هو ابعد عن اتباع السلف. والبغوى تفسيره مختصر من الثعلبي لكن صان تفسيره عن الموضوع والبدع¹، وفيه عن جامع البيان لمعين بن صفى قد يذكرومجي السنة البغوى في تفسيره من المعانى والحكايات ما اتفقت كلمة المتأخرين على ضعفه بل على وضعه² اهو فيه عن الامام احمد رحمه الله تعالى انه قال في تفسير الكلبى

¹ مجمع بحار الانوار نوع في تعيين بعض الوضاع وكتبهم مكتبة دار الايمان مدينة المنورة ۲۳۱/ ۵

² مجمع بحار الانوار نوع في تعيين بعض الوضاع وكتبهم مكتبة دار الايمان مدينة المنورة ۲۳۱/ ۵

آخر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں ہے۔ اور بے شک خلیلی نے ارشاد میں تھوڑے تفسیر کے جزا سے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان کا اکثر بلکہ چند نقول ان کی متاخرین کی کتابوں میں ہیں، ابن تمیمیہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جو یبر بر روایت ضحاک عن ابن عباس الخ۔ اور کہا ہے ابن جریج تو انہوں نے صحیح روایتوں کا قصد نہ کیا انہوں نے ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح و سقیم مذکور ہوا روایت کر دیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کا علماء نے فی نفسہ ضعیف بتایا حالانکہ انہوں نے اکابر تابعین سے اور امام شافعی سے ملاقات کی یہ اشارہ ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے۔ امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس سے پھر اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت مل جائے	من اوله الى اخره كذب لا يحل المنظر فيها¹ اه وقد عد الخليل في الارشاد اجزاء قائل من التفسر صحت اسانيد ها وغالبها بل كلها لا توجد الان اللهم الانقول عنها في اسفار المتأخرين² قال وهذه التفاسير الطوال التي اسندوها الى ابن عباس غير مرضية ورواتها مجاهيل كتفسير جو يبر عن الضحاک عن ابن عباس² الخ۔ وقال فاما ابن جريج فانه لم يقصد الصحة وانما روى ما ذكر في كل اية من الصحيح والسقيم، وتفسير مقاتل بن سليمان فمقاتل في نفسه ضعوفه وقد ادرك الكبار من التابعين و الشافعي اشار الى ان تفسيره صالح³۔ قال المولى السيوطي قدس الله سره واوهي طريقه (يعنى تفسير ابن عباس رضي الله تعالى عنهما) طريق الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس فان انضم الى ذلك رواية محمد بن مروان السدى

¹ مجمع بحار الانوار نوع في تعيين بعض المواضع وكتبهم مكتبة دار الايمان مدينة المنورة ۵/ ۲۳۰

² الاتقان في علم القرآن بحواله الخليلي النوع الثمانون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۷۰

³ الاتقان في علم القرآن بحواله الخليلي النوع الثمانون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۷۱

تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعلابی اور واحدی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عدی نے کامل میں فرمایا کلبی کی احادیث قابل قبول ہیں اور خصوصاً ابو صالح کی روایت سے اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں، اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں، مگر کلبی کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں روى خیالات ہیں، اور سند ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی، پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق مل جائے تو بوجہ ضعف بشر ضعیف ہے، اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن حاتم نے تخریج کیں اور اگر جویر کی کوئی روایت ضحاک سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویر شدید الضعف متروک ہے، انہوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعی مصنفہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن شاکر قطان میں دیکھا کہ انہوں نے اپنی سند بطریق ابن عبد الحکم روایت کیا کہ ابن عبد الحکم نے فرمایا میں نے امام شافعی کو فرماتے سنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تفسیر میں تقریباً سو حدیثیں

الصغیر فہی سلسلۃ الکذب وکثیر ما یرج منها الثعلبی والواحدی، ولکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحة وخاصة عن ابی صالح وهو معروف بالتفسیر ولیس لاحد نفسیر اطول منه ولا اشبع، وبعده مقاتل بن سلیمان الا ان الکلبی یفضل علیہ لما فی مقاتل من المذاهب الرديئة وطریق الضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطعة فان الضحاک لم یلقه فان انضم الی ذلك رواية بشر بن عمارة عن ابی روق عنه فضعیفة لضعف بشر، وقد اخرج من هذه النسخة کثیرا ابن جریر وابن ابی حاتم، وان کان من رواية جویر عن الضحاک فأشد ضعفا لان جویرا شدید الضعف متروک^۱ الخ۔ قال ورايت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبد اللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان انه اخرج بسنده من طریق بن عبد الحکم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الاشبیه

^۱ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون دار الكتاب العربي بیروت ۱/۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳

بہائے حدیث^۱

ثابت ہیں۔

میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ اور وہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف و جرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان ان کے ساتھ کیسا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور سترے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کر لے جائیں تو انہوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کر دیں جن سے روٹکے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں پھینکتے ہیں اس لئے

قلت وهذه معالم التنزيل للإمام البغوي مع سلامة حالها بالنسبة إلى كثير من التفاسير المتداولة و دنوها إلى المشرع الحديثي يحتوى على قناطر مقنطرة من الضعاف والشواذ والواهيات المنكرة و كثيرا ما تدور اسانيدھا على هؤلاء المذكورين بالضعف والجرح كالثعلبي والواحدى والكلبي والسدى و مقاتل وغيرهم ممن قصصنا عليك ولم نقصص فمأ ظنك بالذين لا اعتناء لهم بعلم الحديث ولا اقتدار على نقد الطيب من الخبيث كالقاضي البيضاوى وغيره ممن يحذو حذوه، فلا تسئل عما عندهم من ابا طيل لازم لم لها ولا خطام دع عنك هذا يا ليتهم اقتصروا على ذلك لكن بعضهم تعدوا ما هنا لك وسلکوا مسالك تجر الى مهالك فادلجوا في تفسير القرآن ما تقف له الشعر وتنكرة القلوب وتبجه الاذن اذ قرر واقتصص الانبياء الكرام والملائكة العظام عليهم الصلوة والسلام

^۱ الاتقان في علوم القرآن النوع الثمانون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۷۲

بما ينقص عصبتهم وينقص اويزيل عن قلوب
الجهال عظمتهم كما يظهر على ذلك من راجع قصة
ادم وحواء وداؤد واوريا وسليمان والجسد الملقى و
اللقاء في الامنية والغرائقة العلى وهاروت وماروت
وما ببابل جرى فبالله التعوذ واليه المشتكى
فاصابهم في ذلك ما اصاب اهل السير والملاحم في
نقل مشاجرات الصحابة اذ جاء كثير منها مناقضا
للدين وموهنا لليقين وازداد خنا على وخن وهنات
على هنات ان اطلع على كلامهم بعض من ليس عنده
آثاره من علم ولا متانة من حلم فضل واصل اما
اغترار اباكلما تهم جهلا منه بما فيه من الويال
البعيد والنكال الشديد واما ظلما وعلوا لاجتراء
بذلك على ابانة ما في قلبه البرص من تنقيص الانبياء
وتفسيق الاولياء فمضى عليه الكبير و نشاء عليه
الصغير

انبیاء کرام و ملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر
رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل
میں ان کی عظمت کم ہو جاتی ہے یا زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ
بات آدم و حوا و داؤد و اوریا و سلیمان و الجسد الملقى و
اللقاء و فی الامنیۃ و الغرائقۃ العلی و ہاروت و ماروت
و ما ببابل جرى فباللہ التعوذ والیہ المشتکی
فاصابہم فی ذلک ما اصاب اہل السیر و الملاحم فی
نقل مشاجرات الصحابۃ اذ جاء کثیر منها مناقضا
للدين و موهنا للیقین و ازداد خنا علی وخن و هنات
علی هنات ان اطلع علی کلامہم بعض من لیس عنده
آثارہ من علم و لا متانۃ من حلم فضل و اصل اما
اغترار اباکلما تہم جہلا منہ بما فیہ من الویال
البعید و النکال الشدید و اما ظلما و علوا لاجتراء
بذلک علی ابانۃ ما فی قلبہ البرص من تنقیص الانبیاء
و تفسیق الاولیاء فمضى علیہ الکبیر و نشاء علیہ
الصغیر

ان میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پر وان چڑھے اور یہ

عامی لوگوں سے بدتر ہو گئے کہ عامیوں کو ان کتابوں کے معاملہ کی قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور بے شک ہمارے علماء نے دونوں فریقوں کو بھرپور نصیحت کی چنانچہ انہوں نے دونوں فریق کی سخت مذمت کی یعنی وہی تفاسیر اور سیرت کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انہوں نے ان کتابوں کا ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زر قانی نے اس کی شرح میں اور علامہ قاری نے شرح شفا میں اور شیخ (محقق عبدالحق محدث دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے دوسری تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب العلمین، اور یقیناً ابو حیان نے بات کو سہل و نرم کیا کہ انہوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل میں وہ حدیثیں ثابت نہں اور نامناسب حکایات اور تواریخ اسرائیل کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر تفسیر میں مناسب نہیں، اور تم جان لو کہ اس جگہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں فلسفی و سوسے آتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی اور اسے موعوب شے گمان کیا تو ان کو دور از کار

فاختل دین کثیر من الناقصین وصاروا شرا من العوام العامین اذ لم یقدروا علی مطالعتها فنجوا عن فتنتها وقد بذل علماءنا النصح للثقلین فشدو النکیر علی کلا الفریقین اعنی التفاسیر والوہیۃ و السیر الداہیۃ فاعلنوا انکارها و بینوا عوارها کالقاضی فی الشفاء والقاری فی الشرح والخفاجی فی النسیم والقسطلانی فی البواہب والزرقانی فی الشرح والشیخ فی المدارج وغیرہم فی غیرہا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، والحمد للہ رب العالمین، ولقد الان القول ابو حیان اذ قال کما نقل الامام السیوطی ان المفسرین ذکر واما لا یصح من اسباب نزول واحادیث فی الفضائل و حکایات لا تناسب و تواریخ اسرائیلیۃ ولا ینبغی ذکر ہذا فی علم التفسیر^۱ انتھی، واعلم ان هناك اقواماً یعتز یہم نزغۃ فلسفیۃ لما افنوا عمرہم فیہا وظنوها شیئاً شہیاً فیولعون بابداء احتمالات

^۱ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتب العربی بیروت ۴/ ۲۶۳

احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہونے ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قول باری تعالیٰ "وَأَنْشَقَّ الْقَمَرُ" ^۱ مآتعلقت بہ جہلۃ النصاری وَاخرون ممن یتدلجلجون فی الایمان فیلہجون بکلمۃ الاسلام وفی قلوبہم من بغض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانکار معجزاتہ جبال عظام فاناللہ وانا الیہ راجعون ہذا الذی اعیبی السیوطی حتی تبرأ عنہا کلہا واقتصر علی الارشاد الی تفسیر ابن جریر کما مر نقلہ کما تضجرا الذہبی عن خلاعة اکثر السیر والتواریخ فعافہا عن اخرہا الی دلائل البیہقی قائلًا انه النور کلہ وقد دبت ہذہ الفتنة الصباء والبلیۃ العبیاء الی کثیر من متاخری المتکلمین الذین اشتد عنایتہم بالتفلسف الخبیث ولم یحصلو ابصیرۃ فی صناعة الحدیث حتی انہم یذکرون فی بعض المسائل فضلا عن الدلائل ما لیس من السنۃ فی شیء واما

احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہونے ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قول باری تعالیٰ "وَأَنْشَقَّ الْقَمَرُ" ^۱ مآتعلقت بہ جہلۃ النصاری وَاخرون ممن یتدلجلجون فی الایمان فیلہجون بکلمۃ الاسلام وفی قلوبہم من بغض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانکار معجزاتہ جبال عظام فاناللہ وانا الیہ راجعون ہذا الذی اعیبی السیوطی حتی تبرأ عنہا کلہا واقتصر علی الارشاد الی تفسیر ابن جریر کما مر نقلہ کما تضجرا الذہبی عن خلاعة اکثر السیر والتواریخ فعافہا عن اخرہا الی دلائل البیہقی قائلًا انه النور کلہ وقد دبت ہذہ الفتنة الصباء والبلیۃ العبیاء الی کثیر من متاخری المتکلمین الذین اشتد عنایتہم بالتفلسف الخبیث ولم یحصلو ابصیرۃ فی صناعة الحدیث حتی انہم یذکرون فی بعض المسائل فضلا عن الدلائل ما لیس من السنۃ فی شیء واما

^۱ القرآن الکریم ۱/۵۴

کو کچھ ان کے درمیان قیل و قال اور کثرت سوال و شبہات و جدال ہیں۔ ان سے بہت ڈرتے رہو اور ان کی حالت نہ پوچھو آہ اللہ ہی سے فرمادہ ہے۔

اس لئے کہ نوبت یہاں پہنچی ان کتابوں کو دیکھنے والا یہ جانتا ہوا نہیں لگتا ہے کہ یہ بات ارسطو اور افلاطون لائے یا یہ وہ ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے اور ان کا یہ معاملہ دین کے لئے حمیت والے علماء پر شاق گزار یہاں تک کہ امام عالم باعمل سیدی شیخ محقق (عبدالحق محدث دہلوی) نے مسئلہ معراج میں جب ان کی یہ روش دیکھی تو انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا انہوں نے ان لوگوں کے بابت سخت کلام فرمایا یہاں تک کہ انہیں گمراہ و گمراہ گر کا نام دیا اور اس میں وہ نت نئے نہیں بلکہ ان سے پہلے ان پر قیامت کبریٰ ان پیشواؤں نے قائم کی جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اور جن سے ایمان کے ستون قائم ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کو مفصل بیان فرمایا ہے تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو اس لئے کہ جب تم اس مقام کو دیکھو گے تو بڑی عجیب بات دیکھو گے، اور اسی قبیل سے وہ ہے جو بعض لوگوں نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلافات میں ذکر کیا ہے، کہ انہوں نے بہت صحابہ کے یہاں تک کہ دس صحابہ خردہ یافتگان

مابینہم من قیل و قال و کثرة السؤال و الشبه و الجدل، فکن حذورا و لاتسئل عن الخیر اوة علی اللہ الشکوی۔

فلقد بلغ الامر الى ان الناظر في تلك الكتب لا يكاد يعرف ان هذا مما جاء به ارسطو و افلاطون او ما جاء به محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد ثقل صنعهم هذا على العلماء المحتمين للدين ان الامام العامل بعلمه سیدی الشیخ المحقق لما رای ذلك منهم في مسألة المعراج لم يتمالك نفسه ان اغلظ القول فيهم الى سبهم ان سبهم ضالین مضلین ولم یکن بدعا في ذلك بل سبقه في اقامة الطامة الكبرى عليهم ائمة تشار اليهم بالبنان وتقوم بهم اركان الايمان كما فصله الملا علی القاری فی شرح الفقہ الاکبر ان شئت فطالعه فانك اذا رايت ثم رايت عجباً کبیراً ومن هذا القبیل ما ذکره بعضهم في مشاجرات الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم اذ نسب القول بتفسيق كثير منهم حتى بعض العشرة المبشرة ايضاً

جنت میں سے کچھ کے فسق کا قول بہت سنی علماء کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ انہوں نے قطعاً خدا کی قسم یہ بات نہ کہی نہ کسی کے لئے روار کھی تو حق یہ ہے کہ دین کا نظام تو حدیث سے ہے اور حدیث سے فقیہ کے سوا سب کو گمراہی کا اندیشہ ہے اور فقہ اثبات شبہات اور نادان عقل کو حاکم بنا کر حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو جہل کی شر اور علم کی شر سے بچائے اس لئے کہ علم کی شر بہت سخت اور بہت تلخ ہے اور برائی سے پھرنا اور نیکی کی قدرت اللہ ہی سے ہے جو غلبے والا حکمت والا ہے اور ہم نے اس مقام میں کلام طویل سنت کی حفاظت کے لئے اور اس بات کی کراہیت کے سبب کیا کہ فتنے مسلمانوں میں رواج پائیں یا دین کی طرف چلے آئیں تو ایمان بگڑ جائے، سنتا ہے تو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ نصیحت پکڑنے والا گمراہ نہیں ہوتا، اور خبردار اس کی مخالفت نہ کرنا اگرچہ فتویٰ دینے والے فتویٰ دیں۔

ضروری تنبیہ: میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمہیں وہم اس بات سے ڈگمگادے جو ہم نے تم پر القاء کیا، تو تم ہم پر اس سے جدا بات کا بہتان باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے اور

الی كثير من اهل السنة والجماعة وهم والله ما قالوا ولا اذنوا فالحق ان الدين لا يقوم الا بالحديث والحديث مضلة الا للفقهاء والفقهاء لا يحصل باتباع الشبهه وتحكيم العقل السفیه نجانا الله والمسلمين عن شر الجهل وشر العلم فان شر العلم ادھی وامر ولا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم وانما اطبنا الكلام في هذا المقام حوطاً على السنن وكرهية للفتن ان تروج على المؤمنين او تزعزع الى الدين فيفسد اليقين الا فعض عليه بالنواجذ فالنصيح غير مفتون وایک ان تخالفه وان افتاك المفتون۔

ایقظ مهم: اعینک باللہ ان یستفزک الوهم عن الذی القینا علیک فتفتري علینا غیرہ اویوسوسک قلة الفهم انا لانکثرث للتفسیر ولا نلقى له

بالا ولا نسلم له خيرة وانما المعنى ان غالب الزير
المتداول لا تسلم من الدخيل وتجمع من الاقوال
كل صحيح وعليل فمجرد حكايتها لا يوجب التسليم
ولا يصد الناقد عن نقد السقيم فما هي عندنا اسوء
حالا من اكثر كتب الاحاديث اذ نعاملها مرة بالترك
ومرة بالاحتجاج لما نعلم انها ترد كل مورد فتحمل
تارة عذبا فراتا وتاتي مرة بسلح اجاج، وبالجملة
فالامر يدور على نظافة الحديث سنداً ومتناً فإينما
وجدنا الرطب اجتنيناً وان كان في منابت الحنظل
وحيثما راينا الحنظل اجتنيناً وان نبت في مسيل
العسل۔

ولقد علمت ان اكثر هذا الداء العضال انما دخل
التفاسير من باب الاعضال وفي امثال تلك المحال اذا
لم يعرف السند يؤل الامر الى نقد المقال فما كان
منها يناضل النصوص ويرد المنصوص اوفيه ازراء
بالرسل والانبياء او غير ذلك مما لا يحتمل علمنا انه
قول مغسول

اس کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں
مانتے، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ دخیل سے
محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح و سقیم قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان
کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کا مان لینا واجب
نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو
یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے
زیادہ برا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو
چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں
کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھٹ پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی
اٹھالیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے منہ جل جائے
لائی ہیں، بالجملة مدار کار حدیث کی نظافت (پاکیزگی) سند و
متن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے
اسے چن لیں گے اگرچہ وہ کسی خراب جگہ اگا ہوا اور جہاں کہیں
کڑوا پھل دیکھیں گے تو اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ وہ شہد کی نہر
میں اگا ہو۔

اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس لاعلاج مرض کا بیشتر حصہ
تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات
میں جب سند معروف نہ ہو مال کار بات کو پرکھنا ہے تو جو بات
نصوص سے ٹکراتی اور منصوب کورد کرتی ہو یا اس میں رسل
وانبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابل قبول نہ ہو ہم
جان لیں گے کہ یہ قول دھودینے کے قابل ہے اور اگر

خراہیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کر لیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرات کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروریہ میں سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنی سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچتا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الہی کی دلالت قیل وقال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بعض علماء نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دور ولایت ہیں اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر ایسے معانی خارجہ محتملہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت کرتا ہو اور وہ غالباً اور اس کے مثل کلام کے سوا عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا تبادر اس کے خلاف ہو۔

وان كان بريئاً من الافات نقياً من العاهات قبلناه على تفاوت عظيم بين قبول وقبول وليس هذا من باب ما نهينا عنه من الاجترار على التفسير بالاراء ومعاذ الله ان نجترى عليه فان علم التفسير اشد عسير ويحتاج فيه الى ما ليس بحاصل ولا ميسر كما قد فصل بعضه العلامة السيوطي رحمه الله تعالى عليه وكذلك اذا اتانا منها ما فيه العدول عن ظاهر المدلول وصح ذلك عن لا يسعنا خلافه او كانت هناك خلة لا تنسد الابه تعين القبول والا فدلالة كلام الله تبارك وتعالى احق بالتعويل من قال وقيل هذا الذي قصد فلا تنقص ولا تزدد.

قال الامام السيوطي قال بعضهم في جواز تفسير القرآن بمقتضى اللغة روايتان عن احمد وقيل الكراهة تحمل على صرف الاية عن ظاهرها الى معان خارجة محتملة يدل عليها القليل من كلام العرب ولا يوجد غالباً الا في الشعر ونحوه ويكون المتبادر خلافها¹ اهـ

¹ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۱۴۲۲/۲

اور سیوطی نے برہان سے حکایت کیا: ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معنی کا احتمال رکھے اس میں تو غیر علماء کو اجتہاد جائز نہیں اور علماء کو لازم ہے کہ وہ شواہد و دلائل پر بھروسہ کریں نہ کہ محض رائے پر، تو اگر دو معنی میں سے ایک ظاہر تر ہے تو اسی پر محمول کرنا واجب ہے مگر یہ کہ دلیل قائم ہو کہ مراد خفی ہی ہے اھ۔

اور فرمایا: علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت تو ضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنی سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی و مجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

مقدمہ سوم: مفسرین کو تم بہت دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی آیت کے تحت کوئی وجہ تاویل ذکر کرتا ہے اور بعض دوسرے دوسری وجہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی بہت سی وجوہ جمع کر دیتے ہیں اور بیشتر وجوہ اختلاف و تردد کے

وقال عن برهان الزركشى "كل لفظ احتمال معنيين فصاعدا فهو الذي لا يجوز لغير العلماء الاجتهاد فيه، وعليهم اعتماد الشواهد والدلائل دون مجرد الرأي، فان كان احد المعنيين اظهر وجب الحمل عليه الا ان يقوم دليل على ان المراد هو الخفي¹ اھ

وقال قال العلماء يجب على المفسران يتحرى في التفسير مطابقة المفسر و ان يتحرز في ذلك من نقص عما يحتاج اليه في ايضاح المعنى اوزيادة لا تليق بالغرض ومن كون المفسر فيه زيغ عن المعنى وعدول عن طريقه وعليه بمراعاة المعنى الحقيقي و المجازي، ومراعاة التأليف والغرض الذي سيق له الكلام² الخ۔

المقدمة الثالثة: كثيرا ما ترى المفسرين يذكر بعضهم تحت الآية وجها من التأويل والبعض الاخرون وجها اخر وربما جمعوا وجوها كثيرة وغالبه ليس من باب الاختلاف

¹ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۳۵۳

² الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲/ ۳۶۱

باب سے نہیں جس میں سے کسی کو اخذ کرنا دوسری سے تمسک کا مانع ہو خصوصاً ان میں جو ظاہر تر اور روشن تر ہو بلکہ یہ وجوہ بیان مقصد میں تفسیر عبارت ہے یا کلام جن وجوہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ کو بیان کر دینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن مختلف وجوہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں تھکتے، لہذا اس کی تمام وجوہ کو حجت بنانا جائز ہے اور یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسباب بلیغہ سے ایک سبب ہے، او راگر معاملہ اس کے برخلاف ہوتا تو نعمت مصیبت ہو جاتی اور اعجاز عجز ہو جاتا والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے تو اس کے معانی کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر نہ ہو، محتملات کے تردد کی طرح نہیں اور یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب! تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہو جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت

اوالتروء المانع عن التمسك باحدھا لاسيما الاظهر الانور منها و انما هو تغفن في المرام، اوبيان لبعض ماينتظمه الكلام وذلك ان القرآن ذو وجوه وفنون ولكل حرف منه غصون وشجون و له عجائب لاتنقض ومعان تمد ولا تنتهي فجاز الاحتجاج به على كل وجوهه و هذا من اعظم نعم الله سبحانه وتعالى علينا ومن ابلغ وجوه اعجاز القرآن ولو كان الامر على خلاف ذلك لعادت النعمة بلية والاعجاز عجزا والعياذ بالله تعالى وقد وصف الله سبحانه وتعالى القرآن بالمبين، فليس تنوع معانيه كتذبذب المحتملات في كلام مبهم مختلط لا يستبين المراد منه، ولقد قال الله تبارك وتعالى "قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَقْدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِبِشْرِهِ مَدَدًا" ^۱ وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم على ماخرج ابو نعیم وغیره

^۱ القرآن الكريم ۱۸/۱۰۹

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔ اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی قرآن مختلف معانی و مطالب اور ظاہری و باطنی پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی بلندی تک رسائی نہیں (الحديث)

سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبیح نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں۔

اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں، اور وہ حسن و قیمت میں سمندر کے گہر سے بڑھ کر ہیں تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہو سکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملہ علی احسن وجوہہ^۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا اخرج ابن ابی حاتم عنہ ان القرآن ذو شجون وفنون وظہور وبطون لاتنقض عجائبہ ولا تبلغ غایتہ^۲ الحديث۔

قال السيوطي قال ابن سبيع في شفاء الصدور ورد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال لايفقه الرجل كل الفقه حتى يجعل للقرآن وجوهاً. وقد قال بعض العلماء لكل اية ستون الف فهم^۳ انتهى ملخصاً۔ واللہ در الامام البوصيري حيث يقول۔

لها معان كموج البحر في مدد

وفوق جوهره في الحسن والقيم

فلا تعد ولا تحصى عجائبها

ولا تسام على الاكثار بالسام^۴

^۱ الاتقان في علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۷، ۴۶۸

^۲ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۰

^۳ الاتقان في علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۰

^۴ الكوكب الدرية في مدح خير البرية مركز اہل سنت برکات رضا گجرات، ہند، ص ۴۰

اب بھم اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی معنی دوسرے کے متنافی نہیں اور کوئی وجہ دوسری وجہ کو چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انہیں ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجہ بھی جن کو ان کے مقصد سے تعلق نہیں، اور کا ہے کو باز رکھے حالانکہ انہیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام وجوہ پر حجت ہے اور یہ اختلاف وجوہ تو محض تفنن کلام و تلمون عبارت ہے، ہمیں خبر دی مولیٰ سراج نے مفتی جمال سے انہوں نے سند سندی سے انہوں نے شیخ صالح سے انہوں نے محمد بن السنہ اور سلیمان درعی سے انہوں نے شریف محمد بن عبد اللہ سے انہوں نے سراج بن الالبانی سے انہوں نے بدر کرخی و شمس علمی سے، ان سب نے جلال الملة والدین سیوطی سے روایت کی کہ انہوں نے اتقان میں ابن تیمیہ سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹتا ہے متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں کا اختلاف) دو صنف ہے:

ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جداگانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علماء نے

فثبت بحمد الله ان بعض معانيه لا ينافي بعضاً ولا يوجب وجه لوجه رفضاً من جراء هذا ترى العلماء لم يزلوا محتجين على احد التأويلات، ولم يمنعهم عن ذلك علمهم بأن هناك وجوهاً آخر لا تعلق لها بالمقام، وعلام كان يصددهم وقد علموا ان القرآن حجة بوجهه جليلاً وليس هذا الاتفناً وتنويعاً هذا هو الاصل العظيم الذي يجب المحافظة عليه، انبأنا المولى السراج عن المفتي جمال عن السنة السندی عن الشيخ صالح عن محمد بن السنه وسليمان الدرعي عن الشريف محمد بن عبد الله عن السراج بن الالباني عن البدر الكرخي والشمس العلقمي كلهم عن الامام جلال الملة والدين السيوطي قال في الاتقان ناقلاً عن ابن تيمية الخلاف بين السلف في التفسير قليل وغالب ما يصح عنهم من الخلاف يرجع الى اختلاف تنوع الاختلاف تضاداً وذلك صنفان:

احدهما ان يعبر واحد منهم عن المراد بعبارة غير عبارة صاحبه تدل على معنى في المسمى غير المعنى الاخر من اتحاد المسمى

الصراط المستقیم کی تفسیر کی کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جدا ایک وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات جس نے یہ کہا تھا کہ صراط مستقیم مسلک اہل سنت و جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریق بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے اقوال اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخالف کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا ذات اس کے عموم و خصوص میں ذات کی حد تمام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو وہ جو اللہ تعالیٰ کے قول ثم اور ثنا الكتب الذين اصطفينا الاية کی تفسیر میں منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حرمتوں کو توڑے اور مقتصد

کتفسیر ہم الصراط المستقیم "بعض بالقرآن ای اتباعه وبعض بالاسلام فالقولان متفقان لان دين الاسلام هو اتباع القرآن ولكن كل منها نبه على وصف غير الوصف الاخر كما ان لفظ الصراط يشعر بوصف ثالث، وكذلك قول من قال هو السنة والجماعة وقول من قال هو طريق العبودية وقول من قال هو طاعة الله ورسوله وامثال ذلك، فهؤلاء كلهم اشاروا الى ذات واحدة ولكن وصفها كل منهم بصفة من صفاتها۔

الثاني ان يذكر كل منهم من الاسم العام بعض انواعه على سبيل التمثيل وتنبيه المستمع على النوع، لاعلى سبيل الحد المطابق للمحدود في عمومه و خصوصه مثاله ما نقل في قوله تعالى ثم اور ثنا الكتب الذين اصطفينا الاية فمعلوم ان الظالم لنفسه يتناول المضيع للواجبات والمتهك للحرمت و المقتصد يتناول فاعل

واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقتصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواع عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا: سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقتصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک موخر کر دے، اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقہ نفل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقتصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے۔

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علماء سے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں تو جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے، حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تریا حال سائل کے زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود

الواجبات وتارك المحرمات، والسابق يدخل فيه من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصدون اصحاب اليقين والسابقون السابقون اولئك المقربون، ثم ان كلامهم يذكر هذا في نوع من انواع الطاعات كقول القائل السابق الذي يصلي في اول الوقت، والمقتصد الذي يصلي في اثنا عشر والظالم لنفسه الذي يؤخر العصر الى الاصفر او يقول السابق المحسن بالصدقة مع الزكاة، والمقتصد الذي يؤدي الزكاة المفروضة فقط، والظالم مانع الزكاة^۱ اھ

وعن الزركشى "ربما يحكى عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فيظن من لافهم عنده ان ذلك اختلاف محقق فيحكيه اقوالا وليس كذلك بل يكون كل واحد منهم ذكر معنى من الآية لكونه اظهر عنده او البيق بحال السائل وقد يكون بعضهم يخبر عن الشئ بلازمه ونظيره والاخر بمقصوده

^۱ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربي بيروت ۲ / ۳۳۸

وشرته والکل یؤل الی معنی واحد غالباً^۱ الخ
وعن البغوی والکواشی وغیرہما التاویل صرف الایۃ
الی معنی موافق لما قبلہا وبعدہا تحتملہ الایۃ غیر
مخالف للکتاب والسنة من طریق الاستنباط غیر
محظور علی العلماء بالتفسیر کقولہ تعالیٰ "انفروا
خفافاً وثقالاً" قیل شباباً وشيوخاً، وقیل اغنیاء و
فقراء، قیل عزاباً ومتأهلین، وقیل نشاطاً وغیر
نشاط وقیل اصحاء ومرضى وكل ذلك سائغ والایۃ
تحتملہ^۲ الخ، وهذا فصل عمیق بعید لفصلنا فیہ
الکلام خرج بناء عما نحن بصددہ من المراد، فیما
اوردناه کفاية الاولى الاحلام لاسيما من له اجالة نظر
فی کلمات المفسرين وتمسکات العلماء بالقرآن
الببین۔

وشرہ بتانا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹنا
ہے الخ۔
اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی وکواشی وغیرہما سے نقل کیا
کہ انہوں نے فرمایا کہ تاویل براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی
طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آمد کچھلی آیت کے موافق
ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنی کتاب و سنت کے
مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنہیں تفسیر کا
علم ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے قول "انفروا خفافاً وثقالاً" (یعنی
کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے
کہا: بوڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا غنی و فقیر۔ اور کسی کا
قول ہے۔ شادی شدہ اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے: چست
وسست۔ اور کسی نے کہا: صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ
کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی محتمل ہے اور
یہ فصل وسیع و عریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو
وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کر دے گا جس کے ہم
درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان
کے لئے جن کی نظر کلمات مفسرین اور علماء کے قرآن سے
تمسکات میں رواں ہے، کفایت ہے۔

^۱ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربی بیروت ۲ / ۴۴۴

^۲ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربی بیروت ۲ / ۴۴۸

چوتھا مقدمہ: یہ تاویل جس کے ضعف بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر اتقی سے کرنا) یہ صرف ابو عبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کی ہے، اور یہ ابو عبیدہ ایک آدمی ہے نحو ولغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ پر ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بد زبان علماء کا بد گو تھا، اور اس کے شاگرد ابو عبیدہ قاسم بن سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انہیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔ مجھے مفتی مکہ سیدی عبدالرحمن نے جمال بن عمر سے خبر دی انہوں نے شیخ محمد عابد بن احمد علی عن الفلانی سے روایت کی انہوں نے ابن السنہ سے انہوں نے مولیٰ شریف سے انہوں نے محمد بن ارکماش حنفی سے انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت کی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں فرمایا معمر بن مثنیٰ ابو عبیدہ تیمی بنو تیم کا آزاد کردہ، بصری نحوی، لغوی سچا ہے تاریخ کاراوی ہے، اور خوارج کے مذہب سے متم کیا گیا، طبقہ ہفتم کے علماء سے ہے ۲۰۸ھ میں انتقال ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کے بعد وفات ہوئی اور عمر تقریباً سو سال ہوئی انتہی۔

المقدمة الرابعة: هذا التاويل الذي فتحنا ابواب الكلام على ايها انه اعنى تفسير الاتقى بالتقى انما هو مروي عن ابي عبيدة كما صرح به العلامة النسفي رحمه الله تعالى في مدارك التنزيل¹ وحقائق التاويل وابو عبيدة هذا رجل نحوي لغوي من الطبقة السابعة اسمه معمر بن المثنى كان يرى رأى الخوارج وكان سليط اللسان وقاعاً في العلماء وتلميذه ابو عبيد القاسم بن سلام احسن منه حالاً وابصر منه بالحديث انبأنا مفتي مكة سیدی عبدالرحمن عن جمال بن عمر عن الشيخ محمد عابد بن احمد علی عن الفلانی عن ابن السنہ عن المولى الشرف عن محمد ابن ارکماش الحنفی عن حافظ ابن حجر العسقلانی قال فی التقریب معمر بن المثنی ابو عبیدة التیمی مولاہم البصری النحوی اللغوی صدوق اخباری وقدرمی برای الخوارج من السابعة مات سنة ثمان ومائتين وقيل بعد ذلك وقد قارب المائة² انتہی۔

¹ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الایة ۱۹۲/۱۷ دار الکتب العربی بیروت ۳۶۳

² تقریب التہذیب ترجمہ ۶۸۳۶ معمر بن المثنی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۰۳

اور ابن خلکان نے کہا جیسا کہ فاضل عبدالحی نے مقدمہ ہدایہ میں کہا: ابو عبید بغیر تاء کتاب الحج کے باب الجنایات میں مذکور ہوا ان کا نام قاسم بن سلام ہے ادب کے فنون وفقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ قاضی احمد بن کامل نے فرمایا: ابو عبید اپنے دین میں فاضل مختلف علوم قراءت وفقہ و عربیت و تاریخ کے ماہر تھے ان کی روایت حسن ہے اور نقل صحیح ہے انہوں نے ابو زید و اصمعی و ابو عبیدہ و ابن الاعرابی و کسائی و فراء وغیرہم سے روایت کی اور لوگوں نے ان کی تصنیفات سے حدیث و قراءت و امثال و معنی شعر و احادیث غریبہ وغیرہا میں تئیس سے ائیس تک کتابوں کو روایت کیا، اور کہتے ہیں قاسم بن سلام نے سب سے پہلے غریب الحدیث میں تالیف فرمائی۔ اور ہلال نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے زمانہ میں چار شخصوں سے منت رکھی، شافعی سے فقہ حدیث میں اور احمد بن حنبل سے ان کی آزمائش کے سبب (یعنی وہ آزمائش جس میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانہ مامون میں مخالفت عقیدہ خلق قرآن کے سبب مبتلا ہوئے) اور اگر امام احمد نہ ہوتے تو لوگ

وقد قال ابن خلکان كما نقل الفاضل عبد الحي في مقدمة الهداية ابو عبید بغیر تاء مذکور فی باب الجنایات من کتاب الحج اسمہ القاسم بن سلام ذاباع طویل فی فنون الادب والفقہ قال القاضی احمد بن کامل کان ابو عبید فاضلا فی دینہ متفندا فی اصناف العلوم من القراءات والفقہ العربیة والاخبار حسن الروایة صحیح النقل روى عن ابی زید والاصمعی وابی عبیدہ وابن الاعرابی والكسائی والفراء وغیرهم وروی الناس من کتبه المصنفة بضعة وعشرین فی الحدیث والقراءات والامثال ومعانی الشعر وغریب الحدیث وغیر ذلك ویقال انه اول من صنف فی غریب الحدیث، وقال الهلال من الله تعالى على هذه الامة بأربعة فی زمانهم الشافعی فی فقہ الحدیث وباحمد بن حنبل فی المحنة ولولاه لكفر الناس وبيحيى بن معين فی ذب الكذب عن الاحادیث وبابی عبید القاسم بن

عہ: فی الاصل بیاض وعبارة المقدمة منقولہ من المترجم ۱۲ النعمانی۔

کافر ہو جاتے، اور یحییٰ بن معین سے یوں منت رکھی کہ انہوں نے احادیث سے دروغ کو الگ کر دیا اور ابو عبید بن قاسم بن سلام سے غریب احادیث کو جمع کرنے میں، ان کی وفات مکہ میں ہوئی، اور ایک قول پر مدینہ میں ۲۲۳ھ یا ۲۲۲ھ میں ہوئی اور بخاری نے سن وفات ۲۲۴ھ میں فرمایا، اور ہدایہ کے بعض نسخوں میں یوں ہے موضع مذکور میں ابو عبیدۃ بالتاء اور ان کا نام معمر بن شنی ہے اور ہم نے اس کے حالات اصل میں ذکر کئے اور عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا ابو عبید معمر بن شنی بن تیبی ہے۔ اور بعض نسخوں میں ابو عبیدۃ بالتاء ہے اور ان کا نام قاسم بن سلام بغدادی ہے، اور پہلا قول اصح ہے۔ اور یہ بات اس کے مخالف ہے جو تاریخ ابن خلکان وغیرہ تواریخ معتمدہ میں ہے کہ عبید بغیر تاء قاسم کی کنیت ہے اور تاء کے ساتھ معمر کی کنیت ہے۔

رہے علمائے متقدمین جیسے علم سے بھرے ہوئے ظرف حامل تاج مسلمانان نقش پائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور عالم امت سلطان المفسرین عبد اللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر و شقیقہ عبد اللہ و افضل التابعین سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم

سلام فی غریب الحدیث و کانت وفاتہ بکعة وقیل بالمدينة سنة اثنتين او ثلث وعشرين ومائتين وقال البخاری سنة اربع وعشرين۔ ویوجد فی بعض نسخ الهدایة فی الموضع المذكور ابو عبیدۃ بالتاء واسمہ معمر بن المثنی وقد ذکرنا ترجمته فی الاصل وقال العینی فی شرحه ابو عبید اسمہ معمر بن المثنی التیبی۔ وفی بعض النسخ ابو عبیدۃ بالتاء واسمہ القاسم بن سلام البغدادی، والاول اصح انتھی، وهذا مخالف لما فی تاریخ ابن خلکان وغیرہ من التواریخ المعتمدة من ان ابا عبید بغیر التاء کنیة القاسم وبالتاء کنیة معمر^۱۔

واما قدماء العلماء ککنیف ملعی علما حامل تاج المسلمین نعال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ مسعود و حبر الامۃ سلطان المفسرین عبد اللہ بن عباس و عروہ بن زبیر و شقیقہ عبد اللہ و افضل التابعین سعید

^۱ مذیلۃ الدراية لمقدمة الهدایة لعبد الحی مع الهدایة المكتبة العربیة کراچی ص ۴

بن السیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فقد روينا
لك ما قالوا في الآية۔

المقدمة الخامسة: لعلك يا من يفضل عليا على
الشيخين رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تفرح وترح
ان هؤلاء المفسرين انما عدلوا عن الالتقي الى التقي
كيلا يلزم تفضيل الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ على
من عداه وحاشاهم عن ذلك، الا ترى انهم كما
فسروا الالتقي بالتقي كذلك اولوا الاشقي بالاشقي فاین
هذا من قصدك الذميم الذي تريد لاجله تغيير
القرآن العظيم وانما الباعث لهم على ذلك ما ذكره
ابو عبيدة بنفسه۔

انبا سراج العلماء عن المفتي ابن عمر عن عابد
سندی عن يوسف المزجاجة عن ابيه محمد بن ا
لعلاء عن حسن العجیبي عن خير الدين الرملی عن
العلامة احمد بن امين الدين بن عبد العال عن
ابيه عن جده عن العز عبد الرحيم بن الفرات عن
ضياء الدين محمد بن محمد الصنعاني عن قوام
الدين مسعود بن ابراهيم الكرمانی عن

تو ہم آیت کریمہ کی تفسیر میں ان کے اقوال تمہارے لئے
روایت کر چکے۔

پانچواں مقدمہ: اے تفضیلیہ شاید تو خوش ہو اور فخر کرے یہ
مفسرین اتقی سے اتقی کی طرف اسی لئے پھرے کہ صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ان کے ماسوا دوسرے صحابہ پر
لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ
انہوں نے جس طرح اتقی کی تفسیر اتقی سے کی یونہی اشقی کی
تاویل شقی سے کی تو مفسرین کی اس روش کو تیرے اس بد
ارادے سے کیا علاقہ ہے جس کے لئے تو قرآن عظیم کو بدلنا
چاہتا ہے، ان کے لیے اس تفسیر پر ابو عبیدہ کا قول مذکور باعث
ہوا۔

ہمیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر سے انہوں نے
روایت کی عابد سندی سے انہوں نے یوسف مزجاجة سے
روایت کی انہوں نے اپنے باپ محمد بن علاء سے انہوں نے
حسن العجیبي سے روایت کی انہوں نے خیر الدین رملی سے
انہوں نے علامہ احمد بن امین الدین بن عبد العال سے انہوں
نے اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انہوں نے عز عبد الرحیم
بن فرات سے انہوں نے ضیاء الدین محمد بن محمد صنعانی سے
انہوں نے قوام الدین مسعود بن ابراہیم کرمانی سے انہوں
نے مولیٰ

حافظ الدین ابو البرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابو عبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے، اور اتقی اتقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے، اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محل اثبات میں ہو تو اس سے مراد فرد مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ کی مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کرو گے اس لئے کہ ہر متقی اس نار مخصوص سے دور رکھا جائے گا نہ کہ خاص کر سب سے بڑا متقی۔

مقام تلیخ: یہ ہے کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ کے قول "فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى" لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى" (تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہر معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے

المولى حافظ الدين ابى البركات محمود النسفى قال فى مدارك التنزيل قال ابو عبيدة الاشقى بمعنى الشقى وهو الكافر. والاتقى بمعنى التقى وهو المؤمن لانه لا يختص بالصلى اشقى الاشقياء ولا بآ لنجاة اتقى الاتقياء وان زعمت انه تعالى نكر النار فاراد نارا مخصوصة بالاشقى. فما تصنع لقوله وسيجنبها الاتقى الذى لان الاتقى يجنب تلك النار المخصوصة لا الاتقى منهم خاصة^۱ انتهى۔

وتلخيص المقام: ان قوله سبحانه وتعالى "فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى" لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى" ^۲ لا يمكن اجراءه على ظاهره لانه يقتضى قصر دخول النار على اشقى الاشقياء من الكفار فيلزم ان

^۱ مدارک التنزیل (تفسیر المدارک) تحت الایۃ ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۲۳

^۲ القرآن الکریم ۹۲/۱۳

لايدخلها احد غيره كالفجار والكافرين القاصرين
عنه في الشقاء والاستكبار وهذا باطل قطعاً فاختار
الواحدى والرازى والقاضى المحلى وابو السعود واخرون
ما ملحظه ان ليس المراد بالاشقى رجل مخصوص
يكون اشقى الاشقياء بل المعنى من كان بالغاً في
الشقاء

کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں
سب بد نصیبوں سے بڑا بد نصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و
کفار جو بد نصیبی اور گھمنڈ میں اس سے کم رتبے کے بد نصیب
ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہذا واحدی و
رازى و قاضى و محلى و ابو السعود اور دیگر مفسرین نے یہ اختیار
کیا جن میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو
سب سے بڑا اشقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں
حد کو پہنچا ہوا ہو اور

عہ: قوله بالغاً في الشقاء الخ انت خبير باننا قررنا
كلامهم بحيث يندفع عنه يراد قوى كان يتخالف في
صدرى تقرير الايراد ان المؤمن الفاجر له قسط من
الشقاوة كما ان له قسطاً عظيماً من السعادة. وليس ان
الشقاء يختص بالكفرة. الا ترى ان النبى صلى الله تعالى
عليه وسلم سقى الخبيث الشقى عبدالرحمن بن ملجم
الذى قتل السيد الكريم المرتضى رضى الله تعالى عنه
وخضب الحية الكريمة بدم راسه الا قدس اشقى الاخرين
كما ورد بطريق عديدة عن سيدنا على كرم الله تعالى
وجهه وانما كان هذا الخبيث رجلاً من الخوارج واذا كان
الامر هكذا

(قوله بد بختی میں حد کو پہنچا ہوا الخ) تم خبردار ہو کہ ہم نے ان علماء
کے کلام کی تقریر اس طور پر کی جس سے وہ قوی اعتراض جو میرے
سینے میں متردد تھا دفع ہو جائے۔ اس اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ
مومن فاجر کے لئے بد بختی سے ایک حصہ ہے جیسا کہ اس کے لئے
سعادت سے عظیم بہرہ ہے اور ایسا نہیں کہ بد بختی کافروں کیلئے
خاص ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس
خبیث شقی عبدالرحمن بن ملجم کو جس نے سید کریم مرتضیٰ علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور ان کی ریش مبارک کو ان کے سر
اقدم کے خون سے رنگین کیا پچھلوں کا سب سے بڑا بد بخت
فرمایا، جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے متعدد سندوں سے
روایت ہے اور یہ خبیث (باقی بر صفحہ آئندہ)

متناہیاً فیہ وہم الکفار عن

اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فما لہولاء اولو الاشقی بالشقی ثم خصوصہ بالکافر حتی عاد الاعتراض بخروج الفجار مع ان بعضهم یدخل النار قطعاً، فلوانہم اجروہ علی العموم یسلووا من ذاک و تقریر الجواب انہم لما فطوا الافعل عن معنایہ الحقیقی اعنی الزائد فی الاتصاف بالبدء علی کل من عداہ کرہوا ان یدہوا بہ مذہباً ابعث من حقیقۃ کل البعد، فاردوا بہ البالغ فی الشقاء المتناہی فیہ ابقاء لمعنی الزیادۃ المدلول علیہا بصیغۃ التفضیل، والوجہ فی ذلک ان هناك ثلاثۃ امور، الاول الاتصاف بالبدء وهو مفاد اسم الفاعل، و الثانی الکثرة فیہ و هو مدلول صیغۃ المبالغۃ، و الثالث الزیادۃ فیہ عن غیرہ و

تو خارجیوں میں کا ایک شخص تھا (یعنی کافر نہ تھا بلکہ گمراہ تھا) اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا جنہوں نے اشقی کی تاویل اشقی سے کی پھر اسے کافر کے لئے مخصوص کیا تو اعتراض لونا کہ فاجر مسلمان اس حکم سے نکل گئے حالانکہ بعض فاجر مسلمان یقیناً جہنم میں جائیں گئے تو اگر انہوں نے حکم عام رکھا ہوتا تو اس اعتراض سے بچ جاتے، اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جب انہوں نے افعل (اسم تفضیل) کو اس کے حقیقی معنی سے مجرد کیا یعنی جو مصدر سے متصف ہونے میں اپنے ہر ماسوا سے زائد ہو تو انہیں یہ پسند نہ ہوا کہ اسم تفضیل کو ایسے مذہب پر لے جائیں جو اس کے حقیقی معنی سے بالکل دور ہو لہذا انہوں نے اشقی سے مراد لیا کہ بد بختی میں حد کو پہنچا ہوتا کہ زیادتی کا مفہوم جس پر صیغہ افعل تفضیل دلالت کرتا ہو باقی رکھیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ تین امور ہیں، پہلا مصدر سے موصوف ہونا اور یہ اسم فاعل کا مفاد ہے اور دوسرا امر اس وصف میں کثرت اور یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفہوم ہے، اور تیسرا امر اس وصف میں دوسرے سے بڑھ جانا اور یہ وہ مفہوم ہے جس کے لئے اسم تفضیل (باقی صفحہ آئندہ)

سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ ورنہ مومن فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوت فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف ہے اور وہ سعادت ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بد عمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویل لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحدی نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لا یصلھا" کا معنی حقیقت لغت میں "لا یلزمھا" ہے کہتے ہیں کہ صلی الکافر النار جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے درنحالیکہ اس کی شدت و حرارت کو برداشت کرے، اور ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ملازمت فقط کافر کیلئے ثابت ہے، رہا فاسق تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہوگا یا داخل تو ہوگا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا۔ انتہی	اخرهم لانسلاخهم عن السعادة بالمرّة اما المؤمن الفاجر فان كان له وجه الى الشقاء الزائل فوجهه الاخر الى السعادة الابدية وهي الايمان، و هؤلاء القائلون لبارأوا مادة الايراد لم تنحسم اذ دخل بعض الفجار ايضاً مقطوع فزعوا الى تاويل الصلى باللزوم، وزعم الواحدى انه معناه الحقيقى فقال كما نقل الرازى معنى "لا يصلها" لا يلزمها في حقيقة اللغة يقال صلى الكافر النار اذا لزمها مقاييساً شدتها وحرها، وعندنا ان هذه الملازمة لا تثبت الا الكافر اما الفاسق فاما ان لا يلد خلها وان دخلها تخلص منها¹ انتهى

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کی وضع ہے تو دوسرا جیسے اول و سونم کے درمیان ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف پھرنا ایک کنارے سے درمیان کی طرف مائل ہونے سے زیادہ دور ہے تو میرے گمان میں یہی ان کو اس پر باعث ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔ آمین!

هو الموضوع له اسم التفضيل فالثاني وكالوسط بين الاول والثالث والعدول عن طرف الى طرف ابعد من الميل عن طرف الى الوسط فهذا الذى حملهم على ذلك فيما اظن والله تعالى اعلم منة عفا الله تعالى عنه امين۔

¹ مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت الآية ۹۲/۱۶۱۵ المطبعة البهية المصرية ۲۰۴/۳۱

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کس قدر اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب ذکر کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وہ یہ کہ اس کے ظاہر معنی کا عموم ان آیات کے ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہو۔ میں کہتا ہوں یہ تاویل و تخصیص کو یکجا کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یونہی تمام کافروں کی وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔ الہی! تو مدد فرما، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی، اور ایک فرد پر منحصر کر دینا بہت زیادہ مستبعد ہے یہ لو، اور	اقول: وما احسن هذا تاويلا او اصفاه لو لان يكدره ماسأذكرة قريبا فارتقب وركن الرازي الى وجه اخر من التاويل وهوان يخص عموم هذا الظاهر بالآيات الدالة على وعيد الفساق¹ اقول: هذا جمع بين التاويل والتخصيص وهو مستغنى عنه اذ لو قيل بالتخصيص فكما دلت الآيات على وعيد الفساق كذلك دلت على ايعاد سائر الكفار بدلالة اظهر واجلى۔ اللهم الان يقال فيه تكثير التخصيص جدا والقصر على فرد واحد اشد بعد و هذا^ع ولقد سلك

تمہیں معلوم ہو کہ بندہ ناتواں جب ان پانچ مقدمات کی تحریر سے فارغ ہوا اور پہلے شبہ کے جواب میں جو ہم نے لکھا اس کے آخر تک پہنچا تو ایک دوست سے تفسیر فتح العزیز جو جز عم یتساء لون سے متعلق ہے عاریت لی تو (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: اعلم ان العبد الضعیف لما فرغ من تحریر هذه المقدمات الخمس وبلغ الى اخر ما كتبنا في جواب الشبهة الاولى استعار تفسير فتح العزيز المتعلق بجزء عم یتساء لون من

¹ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاية ۱۵/۹۲، المطبعة البهية المصرية مصر ۲۰۰۳/۳

القاضی الامام ابو بکر کما

قاضی امام ابو بکر نے جیسا کہ امام فخر رازی نے مفتاح الغیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعض الاصدقاء فطالعت فيه من هذا المقام ورايت المولى
الفاضل استاذ استاذى عبدالعزيز ذكر الدفع هذا الايراد
اعنى نقض الحصر فى الكفار بدخول بعض الفجار النار
بوجهين آخرين جديدين الاول ان المراد بالنار نار
مخصوصة بالكفار، والثانى ان دخول بعض المومنين لما
كان تطهيراً، وتأديباً كان كلا دخول وانما الدخول كل
الدخول دخول ليس بعده خروج فالحصر بهذا المعنى
وهو حق صحيح بلا امتراء انتهى۔

بالحاصل اقول: ما انعهما من وجهين وادفعهما لكل
شين لكنك يا عريف انت خبير بانهما يجريان ايضاً
بعد شينى من تغير العبارة فيهما اذا حملنا الاشقى على معناه
الحقيقى كما ستسمع منا ان شاء الله تعالى فيا ليت المولى
الفاضل لما تنبه على هذين كما تنبهنا تجنب التأويل كما
اجتبينا اذ البد اية بتاويل الاشقى بالشقى ثم التحصن
بهذين الحصنين المانعين

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں نے دیکھا کہ مولیٰ
فاضل استاذ استاذی عبدالعزیز نے اس اعتراض کے دفع کے لئے
یعنی اس حصر کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل ہونے
سے منقوض ہونا دو اور بہتر وجہیں ذکر کیں، پہلی یہ کہ نار سے
مراد وہ نار ہے جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ بعض
مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و تہذیب کے لئے
ٹھہرا، تو یہ آگ میں جانا نہ جانے کے مثل ہے اور آگ میں بالکل
جانا وہ جانا ہے جس کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا تو آیت کا حصر کفار
میں اس معنی پر ہے اور بے شک حق و صواب ہے۔

الحاصل میں کہتا ہوں یہ دونوں وجہیں کس قدر اچھی ہیں اور ہر
خرابی کی کیسی دافع ہیں، لیکن اے جاننے والے! تم خبردار کہ یہ
دونوں وجہیں عبارت کی قدرے تفسیر کے بعد اس صورت میں
بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے معنی حقیقی پر رکھیں
جیسا کہ تم ہم سے سناؤ گے ان شاء اللہ تو کاش مولائے فاضل جب
ہماری طرف ان دونوں وجہوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح تاویل سے
بچتے جیسے ہم بچے، اس لئے کہ پہلے اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر
ان دو محکم وجہوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک
(باقی صفحہ آئندہ)

میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے کہ انہوں نے اشتیٰ کو اس کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے کی کوشش کی جن سے دانشمند چین پائے اور دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے:

پہلی وجہ یہ کہ قول خدا تعالیٰ نار اتلظی سے دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں"، اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخصوص آگ میں یہی اشتیٰ جائے گا اور اس کا یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں انتہی۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَىٰ ۝۱ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝۲" (دور رہے گا اس سے وہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا) یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ دلیل ہو گئی

اثر عنه الفخر الرازی فی مفاتیح الغیب مسلکاً حسناً اذ حاول ابقاء الاشقی علی معناه الحقیقی اعنی من لا یدانیه احد فی الشقاء و ذکر لتصحیح الحصر وجهین یرتاح بهما اللیبیب و یندحض کل شک مریب:

الاول ان یکون المراد بقوله تعالیٰ "نار اتلظی" ناراً مخصوصة من النیران لانها درکات بقوله تعالیٰ ان المنفقین فی الدرك الاسفل من النار "فالایة تدل علی ان تلك النار المخصوصة لا یصلها سوى هذا الاشقی، ولا تدل علی ان الفاسق و غیر من هذا صفتة من الکفار لا یدخل سائر النیران^۱ انتھی۔

اقول: فكان كقوله تعالیٰ "وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَىٰ ۝۱ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝۲" ای اعظم النیران جمیعاً علی احد وجوه التاویلات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا جیسے کوئی ایک نشان چاہے اور دوسرے کو مارے تو نشانے پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اس پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

عن اصل التاویل مما یفرض الی العجب فكان کمن تمنی غرضاً ورمی غرضاً فأخطأ بعد کاد ان یصیب، و ماتو فبقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب^۲ امنه عفا الله تعالیٰ عنه امین۔

^۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایة ۹۲ / ۱۵ و ۱۴ المطبعة البهية المصرية مصر ۱۴۰۲ / ۳۱

^۲ القرآن الکریم ۸۷ / ۱۱ و ۱۲

وردہ الرازی بان قوله تعالى "نارا تلظى" يحتل ان يكون ذلك صفة لكل النيران وان يكون صفة لنار مخصوصة لكنه تعالى وصف كل نار جهنم بهذا الوصف في اية اخرى فقال "إِنَّهَا لَطَّى ۖ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَى ۖ" ¹ گرامی ہے: "إِنَّهَا لَطَّى ۖ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَى ۖ" "وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی۔

میں کہتا ہوں اس عبارت سے اعتراض کی دو جہتیں نظر آتی ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا کہ قاضی امام ابو بکر آتش جہنم کے لپٹ مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاء فی زید عاقل میں صفت عقل سے مخصوص ہے اور اس طریقے سے وہ فرماتے ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ ہے، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت ہو دوسری کی نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ مطلقاً آتش جہنم کا وصف بیان فرماتا ہے: "إِنَّهَا لَطَّى ۖ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَى ۖ" (یعنی وہ تو

اقول: يترا أى من هذه العبارة للايراد وجهتان:

الاولى ان المورد كانه ظن ان القاضى الامام يدعى تخصيص النار بصفة التلظى كما يتخصص الغلام في قولنا جاء في غلام عاقل بصفة العقل، ومن هذا الطريق يقول ان المراد نار مخصوصة اعظم النيران فلا يرادح ظاهر الورود اذ الاوصاف انما تخصص اذا كانت خصائص توجد في فرد دون اخر والتلظى لا يختص بنار دون نار۔ الاترى ان الله سبحانه وتعالى وصف النار مطلقاً "إِنَّهَا لَطَّى ۖ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَى ۖ" ² ولكن لم يكن القاضى الامام

¹ القرآن الكريم ۷۰ / ۱۶۱۵

² القرآن الكريم ۷۰ / ۱۶۱۵

بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی) لیکن حضرت قاضی امام یہ معنی مراد لینے والے نہیں ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کیلئے ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان نار کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں، گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پورے دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی کی طرف سبقت کرتے ہیں، تو اس کی شہرت اور اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کر دیا کہ اس کا نام لے کر اسے معین کیا جائے، جس طرح یہی فائدہ لفظ ملک اللہ تعالیٰ کے قول "فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ" (یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ ظلم اللہ تعالیٰ کے قول "أَلَمْ يَنْ أَمْثُوا أَوْ لَمْ يَلْسُوا" (یہاں انہیں ظلم) میں یہ فائدہ دیتا ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور وہ ظلم شرک ہے۔ ہمیں خبر دی مولانا سیدنا حسین جمال اللیل نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں خاتمة المحدثین محمد عابد سندى سے انہوں نے روایت کیا صالح فلانی سے انہوں نے روایت کی

لیرید هذا وانما ملحظه الى ان التنكير للتعظيم
ف قوله تعالى نارا اى نارا عظيما ليس كمثله نار كانه
اشير بالتنكير الى انها بشهرة امرها وشيوع فزعها
واخذ احوالها بجماع القلوب صارت بمثابة لا تسبق
الاذهان الا اليها فاعنت شهرتها وانتشار ذكرها
عن تعريف اسمها كما يفيد ذلك تنكير المليك في
قوله تعالى "فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ" ¹
وتنكير الظلم في قوله تعالى "أَلَمْ يَنْ أَمْثُوا أَوْ لَمْ يَلْسُوا"
إِيَّائِهِمْ يَظْلِمُ" ² اى ظلم لا ظلم كمثله وهو الشرک۔
انبا مولانا السيد حسين جمال الليل امام الشافعية
بسكة المحمية عن خاتمة المحدثين محمد عابد
السندی عن صالح الفلانی عن

¹ القرآن الكريم ۵۴/ ۵۵

² القرآن الكريم ۶/ ۸۲

محمد بن سنہ عن احمد العجلی عن قطب الدین
النہر والی عن ابی الفتوح عن یوسف الهروی عن
محمد بن شاہ بخت عن ابی النعمان الختلائی عن
الفربری عن محمد بن اسمعیل البخاری ثنا
ابوعدی ثنا شعبۃ عن سلیمان عن ابراہیم عن
علقمة عن عبد اللہ لما نزلت الذین امنوا ولم یلبسوا
ایمانہم بظلم اولئک لهم الامن وهم مهتدون^۱ قال
اصحاب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اینا لم یظلم
فنزل اللہ ان الشکر لظلم عظیم۔

انبانا شیخ العلماء مولانا السید زین دحلان المکی
الشافعی عن العلامة عثمان بن حسن الدمیاطی

محمد بن سنہ سے انہوں نے احمد عجلی سے انہوں نے قطب الدین
نہروالی سے انہوں نے ابو الفتوح سے انہوں نے یوسف ہروی
سے انہوں نے محمد بن شاہ بخت سے انہوں نے ابو نعمان
ختلانی سے انہوں نے فربری سے انہوں نے محمد بن اسمعیل
بخاری سے، بخاری نے فرمایا ہم سے ابو عدی نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے
سلیمان سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے علقمہ
نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ آیت کریمہ
"الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم اولئک لهم الامن و
هم مهتدون" (یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے امان میں
کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لئے ایمان ہے اور وہی
راہ پر ہیں) نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
اصحاب بولے ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا، اللہ
تعالیٰ نے آیہ کریمہ "ان الشکر لظلم عظیم" بے شک
شرک بڑا ظلم ہے۔ (ت) نازل فرمائی۔
ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد دحلان مکی شافعی نے خبر دی
انہوں نے علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری سے
انہوں نے امیر کبیر

^۱ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام، باب قول تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۶۶، انوار التنزیل و

اسرار التأویل (تفسیر البیضاوی) ۶/۸۲ دار الفکر بیروت ۲/۴۲۶ و ۴۲۶

علامہ محمد مالکی ازہری اور الشیخ عبد اللہ شرفائی الشافعی اور سیدی محمد الشنوائی الشافعی اور دیگر علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری تک پہنچتی ہیں انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنی سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ نے عرض کی ہم میں کس نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظلم نہیں جو گمان کرتے ہو یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے، اور مسلم کی حدیث کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور خود رازی نے توجیہ اللہ تعالیٰ کے قول "ارایت الذی ینہی عبد اذا صلی" (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔ ت) میں اختیار کی انہوں نے فرمایا کہ عبد اکبر ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں	الشافعی الازہری عن الامیر الکبیر العلامة محمد المالکی الازہری والشیخ عبد اللہ الشرفاء الشافعی و سیدی محمد الشنوائی الشافعی و آخرین باسانیدهم الی الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری بسندہ الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فیہ قالوا اینالا یظلم نفسه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس ہو کما تظنون انما هو کما قال لقمان لابنہ "یا بنی لا تشک باللہ ان الشک لظلم عظیم^۱ وھکذا اخرجه الامام احمد والترمذی وقد اختار الرازی بنفسه عین هذا التوجیہ فی قوله تعالیٰ "ارایت الذی ینہی عبد اذا صلی"^۲ قال التنکیر فی عبد یدل علی کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمالا فی العبودیۃ کانہ تعالیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد لا ینفی العالم بشرح

^۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان و اخلاصہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷، جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الانعام ایمین

کمپنی دہلی ۱۳۲/۲، مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۴

^۲ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایۃ ۹۶/۱۰۹، المطبعة البیہة المصریة مصر ۲۰/۳۳

بیانیہ و صفۃ اخلاصہ فی عبودیتہ^۱ انتہی

والثانیۃ ان توصیفہ بالتلظی ینافی هذا التخصیص لانه وصف مطلق النار لا نار مخصوص۔ اقول و لیس بشبیعی اذ لا یمتنع توصیف فرد عظیم من جنس بوصف عام نشترك فیہ الافراد جیبعا و انما الممتنع عکسہ، اعنی توصیف جیبع الافراد بما یختص به فرد خاص، الاتری الی قوله تعالیٰ "مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ"^۲ مع انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الرسل واکرمهم بالاطلاق، والرسالة وصف عام یشترك فیہ المرسلون جیبعا، و لیس فی الایۃ ما یدل علی القصر ینافی العموم علی ان التلظی مقول بالتشکیک فیجوز ان یراد هنا تلظ خاص لیس کمثله تلظ کما قال اللہ سبحنہ و تعالیٰ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَصْرِكُمْ مَنْ صَلَّى إِذَا هَتَدَيْتُمْ"^۳ اطلق الضلال و

کر سکتا۔

دوسری یہ کہ آگ کو تلظی (بھڑکنے) سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے اس لئے کہ بھڑکنا مطلقاً ہر آگ کی صفت ہے نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد کو ایسے عام وصف سے جس میں سارے افراد شریک موصوف کرنا ممتنع نہیں، ممتنع تو اس کا عکس ہے یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے جو کسی خاص فرد کی صفت ہو گیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف "اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں" حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقاً افضل و اعلیٰ ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلظی (بھڑکنا) کلی مشکک ہے لہذا جائز ہے کہ اس جگہ خاص تلظی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلظی نہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ سبحنہ و تعالیٰ نے فرمایا: "اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہو واجب کہ تم راہ پر ہو

^۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۰۹۶/۹، المطبعة البهیة المصریة مصر ۲۰/۳۲

^۲ القرآن الکریم ۳/۱۳۴

^۳ القرآن الکریم ۵/۱۰۵

"ضلال بولا اور ضلال بعید مراد لیا اور وہ کفر ہے۔ امام احمد و طبرانی وغیرہما نے ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا (یعنی کافر لوگ) جبکہ تم راہ پر ہو۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالیٰ کے قول نار حامیہ کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت گرمی پر متنبہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں جو کھایا جائے اور برا بھی کہا جائے۔ میں کہتا ہوں اور تمہیں پہنچتا ہے کہ تم کہو کہ لظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلظی مزید کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ رحمٰن و رحیم وغیرہ میں علماء نے فرمایا اس کے ساتھ تلظی	اراد الضلال البعید وهو الکفر۔ اخرج الامام احمد و الطبرانی وغیرہما عن ابی عامر الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن هذه الآية فقال لا یضرکم من ضل من الکفار اذا اهتمدیتم¹ والعجب ان الرازی جنح بنفسه الى نحو من هذا فی قوله تعالیٰ "نار حامیة" قال والمعنی ان سائر النيران بالنسبة اليها کأنها لیست حامیة وهذا القدر کاف فی التنبیہ علی قوة سخونتہا نعوذ باللہ منہما² الخ، فمأ للشعیر یوکل ویذمر۔ اقول: لك ان تقول ان لظی من المجرد وتلظی من المزیّد و زیادة اللفظ تدل علی زیادة المعنی، كما قالوا فی الرحمن والرحیم وغیر ذلك مع فیہ من التشدید

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۱۲۹-۲۰۱، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب التفسیر سورة

المائدة دار الکتاب بیروت ۱۹/۷

² مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاية ۱۰۱/۱۱ المطبعة البهية المصرية مصر ۳۲/۷۴

میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے جیسے لفظ قتل اور قتل اور قاتل و قتل میں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا عرف شائع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہے "أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّقُونَ" (یہی لوگ سچے ہیں) اور ممکن کہ تم اللہ تعالیٰ کے قول (بے شک وہی ہے سنتا جانتا ہے) کہ اس قبیل سے قرار دو۔

اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنت المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس میں زیادتی نہیں ہو سکتی کی ہے اور اس توجیہ کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابو عبیدہ کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوچھی جو سوچھی تو وہ اس سے منحرف ہو گیا جیسا کہ ہم تم سے اس کا کلام ذکر کر چکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول نارا تلظی سے مراد تمام آتشیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول لایصلھا الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت) سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا بد بخت ان تمام آزمائشوں کے

لفظ النبئی عن الشدة معنی کہا فی قتل و قتل و قاتل و قاتل مع ان باب الادعاء واسع وقصر الوصف علی اعظم من یوصف شائع قال تعالیٰ فی المہاجرین "أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّقُونَ" ¹ ویسکن ان تجعل من هذا القبیل امثال قوله تعالیٰ "إِنَّهُ هُوَ السَّيِّعُ الْعَلِيمُ" ²۔

وقد حققنا البسالة فی خاتمة رسالتنا سلطنة المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمآلا مزید علیہ هذا وكان قلب ابی عبیدة ركن الى هذا الوجه الذی ذکر القاضی الامام شیئاً قليلاً ثم بدا له مابدا فأنحجم کما حکینا لك کلامه ستسمع منا جوابه ان شاء الله تعالیٰ۔

الثانی من وجهی القاضی "ان المراد بقوله تعالیٰ نارا تلظی النیران اجمع، ویكون المراد بقوله تعالیٰ لا یصلھا الا الاشقی ای هذا الاشقی به احق، وثبوت هذا الزیادة فی الاستحقاق

¹ القرآن الکریم ۵۹/۸

² القرآن الکریم ۳۱/۳۶

غیر حاصل الا لهذا الاشقی^۱ انتھی والی نحو من هذا یبیل ما جزم به الزمخشری فی الکشاف مقتصرًا علیہ ونقلہ الامام النسفی رامزا الیہ من ان الایة واردة فی الموازنة بین حالتی عظیم من المشرکین وعظیم من المؤمنین فارید ان یبالغ فی صفتیہما المتناقضتین، فقیل الاشقی وجعل مختصًا بالصلی کان النار لم تخلق الاله، وقیل الاتقی وجعل مختصًا بالنجاة کان الجنة لم تخلق الاله^۲ انتھی۔

اقول: وهذا هو الحصر الادعائی الذی وصفنا لك ولا شک انه دائر سائر بین البلغاء یشہد بهذا من تتبع دواوین العرب وکلامهم فی المدح والهجاء ومعلوم ان الزمخشری له ید طولی وکعب علیا فی فنون الادب وصنائع الادباء فقول الرازی انه ترک الظاهر من غیر دلیل^۳ انتھی غیر مستحسن

سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بد بخت کو حاصل ہے انتی، اور اس سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زمخشری نے جزم کیا کشف میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے اور زمخشری کی وہ توجیہ امام نسفی نے اسکی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مؤمنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کیلئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اتقی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتھی۔

میں کہتا ہوں یہی وہ حصر ادعائی جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغاء میں دائر و سائر ہے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و ہجو میں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زمخشری کو فنون ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسرس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتی خوب نہیں

^۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایة ۹۲/۱۵-۱۶ المطبعة البهية المصرية مصر ۳۱/۲۰۴

^۲ مدارک التنزیل التفسیر الکبیر تحت الایة ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳

^۳ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایة ۹۲/۱۷ المطبعة البهية المصرية مصر ۳۱/۲۰۴

اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے اور اشقی کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ حصر عرف میں شائع ہے اور نظم و نثر میں بکثرت واقع ہے اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ زید ہی کریم ہے تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤ گے کہ زید جیسا کوئی کریم نہیں نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں اور یہ خوب ظاہر ہے تو یہ حکم اشقی سے متعلق تھا اور یہ کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابو عبیدہ نے شطرنج کے مہروں میں بغلہ (خچر) بڑھادیا پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ پے در پے اس کا کلام بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت کی حکایت کی، اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت بھی جس میں اتقی وارد ہوا تاویل کی حاجت مند ہے اس لئے کہ اس نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا یا لٰہ تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقی کو بمعنی اتقی کے لیا تاکہ آیت ہر مومن کو شامل ہو جائے اور اسی بات میں زمخشری وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل

وای شیعی اکبر دلالة من الاحتیاج الی تصحیح الکلام و لیس تاویل الاشقی بالشقی اقرب الی الظاہر من هذا الحصر من شیوعه و کثرة وقوعه نظماً و نثراً و تصحیح الکلام قرینة کافیة فی امثال هذا المقام الاتری انک اذا سمعت رجلاً یقول زید هو الکریم علمت اول وهلة من دون تأمل و لامهلة ان مراده ان لیس کریم مثله لا ان لا کریم مثله و هذا ظاہر جدا، هذا ما یتعلق بحکم الاشقی، و لاشک ان الکلام ههنا محتاج بظاہره الی تاویل او توجیه لکن ابا عبیدة زاد فی الشطر نج بغلة ثم تتابع فی قوم من المتأخرین ینقلون کلامه من دون تنقیح کما حکینا لک دیر نهم من کلام الامام العلامة السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حملہ علی ذلك ان ظن ان ایه الاتقی ایضاً محتاجة الی التاویل حیث قال و ان زعمت انه تعالیٰ نکر النار الی اخر الخ ما نقلنا عنه فلم یثبت ان اخذ الاتقی بمعنی اتقی لیشمل کل مؤمن و وافقه علی ذلك الزمخشری و غیرہ لکنهم

میں ان لوگوں نے اس کی موافقت نہ کی جیسا کہ تو نے سنا اور یہ کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے قول وسیجنہا الاتقی میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو، اللہ تعالیٰ تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو، یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انہوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشتیٰ میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی شقی کے ہے اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف کی تصریح کی انہوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمک کے طور پر اٹھ۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات ان کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحت اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سبب نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقام مدح و ذم بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے انہوں نے

لم یوافقہ علی التاویل کہا سمعت وهذا کلام لا یقوم علی ساق اذ لیس فی قوله تعالیٰ وسیجنہا الاتقی ما یدل علی الحصر والقصر انما یصف اللہ سبحنہ وتعالیٰ عبدالہ اتقی بانہ یجنب النار و یبعد عنہا لانه لا یجنب النار الا هو و رحم اللہ الرازی حیث تفتن لهذا ف ذکر فی الاشتی قولاً انہ بمعنی الشقی ولم یدکرہ فی الاتقی راسابل صرح بخلافہ حیث قال "هذا لا یدل علی حال غیر الاتقی الا علی سبیل المفہوم والتمسک بدلیل الخطاب¹

اقول: بل ولا یتمشی علی مذہب القائلین بمفہوم الصفة ایضاً فان الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل علیہ سبب النزول ومقام المدح والذم مستثنیٰ عندهم ایضاً کما هو مذکور فی کتب الاصول فیما للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی

¹ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایۃ ۹۲/۱۷ المطبعة البهية المصرية مصر ۱۳۱/ ۲۰۰۲

کیونکہ مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق یہ اس کا محل نہیں، اور سخت تعجب تو قاضی امام ابو بکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے ائمہ کے بالکل مخالف ہیں اور یونہی اللہ ہمیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو اور کوئی ہنسنے والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے سے نہ ہنسنے، اس لئے کہ ہر تلوار اچھلتی ہے اور ہر گھوڑا گرتا ہے تو گھمنڈ کرنیوالا کہے کو گھمنڈ کرے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے کو سیراب کرے جنہوں نے فرمایا اور تمہیں کیا خبر وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے فرمایا سرداران بزرگ امت کے مقتد ابراہیم۔۔۔ و مالک بن انس وغیرہ ائمہ کہ انہوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان کی ہر بات قبول ہے ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے ہیں ابتداء و انتہاء میں، والحمد للہ رب العالمین۔

کیف تمسک ہہنا بالمفہوم، مع انہ لیس محلہ بالاتفاق واشد العجب من القاضی الامام ابی بکر الشافعی اذ زل قلبہ فہال الی افادۃ الحصر مع انہ یخالف ائمہ فی القول بالمفہوم راسا، و ہکذا یرینا اللہ آیاتہ فی الافاق و فی انفسنا کیلا یغتر مغتر بدقۃ نظارہ ولا یسخر ساخر من عاثر فی افکارہ اذ نری کل صارم ینبو وکل جواد یکبو فعلام یزہو من یزہو و سقی اللہ عہد من قالوا و ما ادراک من قالوا سادۃ کرام قادیۃ الامۃ ابراہیم النخعی و مالک بن انس وغیرہما من الائمۃ اذ قالوا و لنعم ما قالوا کل احد ماخوذ من کلامہ و مردود علیہ الا صاحب هذا القبر^۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسال اللہ الوقایۃ فی البدایۃ و النہایۃ، والحمد للہ رب العالمین۔

^۱ البیواقیت و الجواہر المبحث التاسع و الاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۸

اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم ابو عبیدہ کا رد اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وہ مطمئن ہوا تمام کریں، تو میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہی توفیق ہے اس شخص نے پہلے خیال یہ کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مال یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَبَ وَتَوَلَّى (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کفر تو یوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیات اور توفیق الہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے۔

میں کہتا ہوں یہ ہیں ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا جنہوں نے اپنی عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

والان أن نستكمل الرد على أبي عبيدة فيما فرعه وفيما اطمان عليه فأقول وبالله التوفيق زعم الرجل أولا ان تاويل الاشقى بالاشقى ينجيه عما فيه اذ ال الكلام الى ان لا يصلح النار الا كافر وهذا حق لا غبار عليه قلنا نظرت الموصوف وتركت الصفة يقول الله سبحانه وتعالى "لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى" الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى^۱ "و معلوم ان من الكفار من لم يكذب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مدة عمره لا بجنانه ولا بلسانه وانما اكفره ان سبق الكتاب وخذل التوفيق والعياذ بوجه الهوى الكريم۔

اقول: وهذا ابو طالب عمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افنى عمره في حفظه وحمایتہ وبلغ الغاية القصوى

^۱ القرآن الكريم ۹۲/۱۵-۱۶

من مجتہ وولایتہ قد کان حبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخذ ببجامع قبلہ، حتی کان یفضلہ علی الاطفال الصغار من بنی صلبہ، ولما بعث اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدعا المشرکین الی التوحید، وھجم علیہ الاعداء من کل شاء وبعید، قام یناضل عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاعظم برہ ولازم نصرہ وقاسی ما قاسی من شدائد لا تحصی فی مهاجرة المشرکین من عشیرتہ الاقربین۔ وهو الذی لما تمالأت قریش علی المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونفروا عنہ من یرید الاسلام انشاء قصیدۃ تدل علی عظم حبہ المصطفی وشدۃ بغضہ اعدائہ اللیام کما روی ابن اسحق وغیرہ من الثقات ومنہا ہذہ الابیات۔

اعبد مناف انکم خیر قومکم

فلا تشرکوا فی امرکم کل واغل

فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم

تکونوا کما کانت احادیث وائل

اعوذ برب الناس من کل طاعن

علینا بسوء او ملح بباطل

علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلبی کم سن بچوں پر حضور علیہ السلام کو فضیلت دیتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہر سمت دور دراز سے حملہ آور ہوئے ابوطالب ان کی حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد کی اور اپنے قریبی رشتہ دار مشرکوں کی طرف سے کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہ ابوطالب تھے کہ جب سارے قریش مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انہوں نے ایک قصیدہ کہا جو مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی دلیل ہے، جیسا ابن اسحق نے معتمد راویوں سے روایت کیا ہے۔ اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں:

اے عبد مناف کے بیٹو! تم اپنی قوم میں سے بہتر ہو، تو تم اپنے معاملہ میں ہر خسیس کو شریک نہ کرو، بے شک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہارا حال ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤ گے میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے

اور کینہ پرور سے جو ہم پر گھمنڈ کی کوشش کرے اور اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔ اور کوہ ثور سے اور اس سے جس نے کوہ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا اور کوہ حرام میں عبادت کے لئے چڑھنے اور اترنے والے سے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم، بیشک اللہ تعالیٰ بخبر نہیں۔ اللہ کے گھر قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیزوں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کریں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل نہ ہو جائیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم! مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدید محبت ہے اور میں انہیں ایسا چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت ہوتی ہے۔ جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔ حلم والے رشید والے، عقل والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف و بے قدر سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔

ومن كاشح يسعي لنا بعبية
ومن ملحق في الدين مالم يحاول
وثور ومن ارسى ثبيرا مكانه
وراق لبر في حراء ونازل
وبالبيت حق البيت في بطن مكة
وبالله ان الله ليس بغافل
كذبتهم وبيت الله نبي محمد
ولما نطعن دونه ونناضل
ونسلمه حتى نصير حوله
ونذهل عن ابناءنا والحلائل
لعمرى لقد كلفت وجدا باحمد
واجبته داب المحب المواصل
فمن مثله في الناس اى مؤمل
اذا قاسه الحكماء عند التفاضل
حليم رشيد عاقل غير طائش
يوالى الاها ليس عنه بغافل

تو خدا کی قسم اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ملامت کا سبب بنے۔ تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں۔ تو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اندر ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی محبت پانے سے عاجز ہے۔ میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کر دیا اور ان کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے ذریعہ (یا سروں اور سینوں کے ذریعہ) دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برکت طلب کرتے اور دعا میں آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی قحط سالی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے علماء نے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا ہے اور بے شک ابوطالب نے لوگوں کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی	فواللہ لولا ان اہی بسببہ تجر علی اشیا خنا فی المحافل لکنا تبعناہ علی کل حالۃ من الدھر جدا غیر قول التہازل فاصبح فینا احمد فی ارومۃ تقصّر عنہا سورۃ المتطاول حدیث بنفسی دونہ وحبیتہ ودافعت عنہ بالذر او الکلاکل^۱ ولقد کان یتبرک بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یتوسل بہ الی اللہ تعالیٰ فی الدعاء کما یدل علیہ ما روی العلماء من سنۃ قریش و حدیث الاستسقاء^۲ و قد حث الناس علی اتباعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اخبّر عن امور لم تقع فصدق

^۱ السیرۃ النبویۃ سید احمد زینی دحلان باب وفاة عبد المطلب المكتبة الاسلامیہ بیروت ۸۳/۱، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام شعراہی

طالب فی استعطاف قریش دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول والثانی ص ۲۷۲، ۲۸۰

^۲ صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

سبحنہ وتعالیٰ ظنہ ووقع کمثل اخبارہ فوق و لقلدہ
 موقع عظیم فی قلب النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ
 والتسلیم حتیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما جاءہ
 اعرابی فقال یا رسول اللہ اتیناک وما لنا صبی یفط ولا
 بعیر یئط وانشد ابیاتا فقام صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم یجر رداءہ حتیٰ صعد المنبر ورفع یدیه الی
 السماء فواللہ ما ردیدیه بکریمتین حتیٰ التقت
 السماء بأبراقہا وجاءوا یضجون الغرق، فضحك
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتیٰ بدت نواجزہ وتذكر
 قول ابی طالب فی مدحہ حیث یقول۔

او بیض یستسقی الغمام بوجهہ

ثم الی التامی عصبة للارامل¹

فقال للہ درابی طالب لوکان حیالقرت عیناہ من ینشد
 ناقلہ، فقال علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا رسول اللہ

ہوا جیسا انہوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض
 کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضعف
 سے ہمارے بچوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری
 سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ
 اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر اقدس کو گھسیٹتے
 ہوئے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے
 دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بجلیوں سے بھر گیا اور
 اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ پکارتے ہوئے آئے کہ ہم
 ڈوبے، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ
 دندان اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابوطالب کا قول
 یاد آیا جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ۔

سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے
 جو یتیموں کی ٹیک اور یتیموں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابوطالب
 کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں
 کون ہمیں ان کے شعر سنائے گا۔ تو حضرت علی

¹ صحیح البخاری، ابواب استسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷، دلائل النبوة للبیہقی باب

الاستسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۴۱

كانك تريد قوله وابيض يستسقى، وذكر ابیاتاً فقال
 صلى الله تعالى عليه وسلم اجل كما اخرجه البيهقي في
 دلائل النبوة¹ عن سيدنا انس رضى الله تعالى عنه
 فانظر الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "لله در ابى
 طالب" وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم "لو كان حياً
 لقرت عيناه" وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم من
 ينشدنا قوله "ولم ينقل عنه مرة انه رد على النبى
 صلى الله تعالى عليه وسلم وكذب فيه بل هو القائل في
 تلك القصيدة مخاطباً لقریش ے

لقد علموا ان ابننا لا مكذب

لدينا ولا يعنى بقول الاباطل²

ولذا كان اهل

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد ان کا وہ
 قصیدہ ہے جسمیں انہوں نے عرض کی "وہ گورے رنگ
 والے جن کے چہرے کے ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے۔ اور
 سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں میں یہی چاہتا تھا۔ جیسا کہ بیہقی
 نے دلائل النبوة میں سیدنا انس رضى الله تعالى عنه سے
 روایت کیا تو سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "لله در
 ابى طالب" (اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے) کو دیکھو اور
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھو کہ اگر ابو
 طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں، اور حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر نظر کرو کہ ہمیں کون
 ابوطالب کے شعر سنائے گا۔ اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ
 ابو طالب نے سرکار کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو
 جھٹلایا ہو، بلکہ خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر
 کہتے ہیں کہ خدا کی قسم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ہمارے
 نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور نہ اسے جھوٹی باتوں سے
 کام ہے۔

اور اسی وجہ سے ابوطالب پر تمام دوزخیوں

¹ دلائل النبوة للبيهقي باب استسقاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ دار الكتب العلمية بيروت ۱/۱۴۱

² السيرة النبوية لسيد احمد زيني دحلان باب وفاة عبد المطلب المكتبة الاسلامية بيروت ۱/۸۳

النار عذاباً كما في الصحيح و نفعته شفاعۃ الشفيع
 المرتجى صلى الله تعالى عليه وسلم حتى اخرج الى
 ضحضاح^۱ اعلیٰ خلاف من سائر الكافرين الذين لا
 تنفعهم شفاعۃ الشافعين. وياليت له لو اسلم لكان من
 افضل اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولكن
 قضاء الله لا يرد وحكمه لا يعقب والله الحجة السامية
 ولا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم وقد فصلنا
 المسئلة في بعض فتاونا و اظهرنا بطلان قول من قال
 بأسلامه و اذا كان ذلك ظهر ان الحصر في الشقي
 المكذب ايضاً غير مستقيم الى هذا اشار القاضي الامام
 حيث قال لا يمكن اجراء هذه الاية على ظاهرها، و
 يدل على ذلك ثلثة اوجه۔

احداً انه يقتضى ان لا يدخل النار "الا الاشقى الذى
 كذب وتولى" فوجب في الكافر

سے ہلکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا اور شفیع
 مرتجی (امید گاہ عاصیاں) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت
 نے انہیں نے نفع دیا تو ان پر تخفیف کے لئے انہیں جہنم کے
 بالائی سرے پر رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سارے
 کافروں کے برخلاف ہے جنہیں شفیعوں کی شفاعت کام نہ
 دے گی اور کاش وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے افضل صحابہ سے ہوتے۔ لیکن اللہ کا لکھا نہیں ملتا اور اس
 کا حکم نہیں بدلتا اور اللہ ہی کے لئے جت بلند اور معصیت سے
 پھرنے کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عزوجل حکیم کے
 دئے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے بعض فتاویٰ میں
 تفصیل سے بیان کیا اور ابوطالب کے اسلام کے قائل کی رائے
 کا بطلان ظاہر کیا ہے اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہوا کہ حصر
 شقی مکذب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں اسی
 طرف امام ابو بکر نے اشارہ کیا چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ اس
 آیت کو اس کے ظاہری معنی پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر
 تین وجوہ دلالت کرتی ہیں۔
 ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصر اس کا مقتضی ہے کہ جہنم
 میں وہی کافر جائے گا جو سب سے بڑا بد بخت ہو جس نے نبی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام

^۱ صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۸

کی تکذیب کی ہو اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے اعراض کرتا ہو، تو لازم آیا کہ وہ کافر جس سے تکذیب و اعراض سرزد نہ ہو (جیسے ابو طالب) جہنم میں نہ جائے۔

میں کہتا ہوں جس طور پر اپنے مقالہ کی تکذیب کی اس سے امام رازی کے اس قول کا ضعف ظاہر ہو گیا جو انہوں نے امام قاضی پر بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر کا نبی کو اس کے دعویٰ میں جھٹلانا ضروری ہے اور اس نبی کے دلائل صدق میں نظر سے روگردانی اسے لازم ہے، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ تاویل جسے بہت سے متاخرین نے پسند کیا کوئی حاجت پوری نہیں کرتی نہ تشکیک کو اسکا تقی بھاتی ہے اور تم لطافت طبع کو لازم پکڑو۔

اور عجیباً اسے گمان کیا کہ وہ آیت جو اتقی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنے ساتھ والی آیت کی طرح محتاج تاویل ہے، تو اس کا ارتکاب کیا جس سے وہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی۔

اور چنانچہ گمان کیا کہ اس کا اتقی کو تقی کی طرف مؤول کرنا اسے فائدہ دے گا اور غنا بخشے گا اس گمان کی بنا پر کہ اس کے نزدیک

الذی لم یکذب ولم یتول ان لایدخل النار^۱ الخ۔ قلت وبما قررنا المقال بان لك انخساف مقال الرازی متعقباً للامام القاضی ان کل کافر لابد وان یکون مکذبا للنبی فی دعواه ویکون متولیا عن النظر فی دلالة صدق ذلك النبی^۲ الخ وظهر ایضاً ان هذا التاویل الذی ارتضاه کثیر من المتاخرین ولا یسد خلة ولا یشقی غلة وعلیک بتلطیف القریحة۔

وزعم ثانیاً ان ایه الاتقی ایضاً تفتقر الی التاویل لقرینتها فارتکب ما کان فی مندوحة عنه کما حققنا۔

وزعم ثالثاً ان تاویل الاتقی بالتقی مبالغیفة ویغنی زعماً منه ان غیر التقی المذکور

^۱ مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت الایة ۱۵/۹۲-۱۶ المطبعة البهیة المصریة مصر ۳/۲۰۳

^۲ مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت الایة ۱۵/۹۲-۱۶ المطبعة البهیة المصریة مصر ۳/۲۰۳

فی الایة لایجنب النار۔

آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتش دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔

میں کہتا ہوں اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جس کا عنقریب وہ گمان کریگا کہ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کنبہ گاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بد عمل اور گناہوں سے بوجھل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمت عزیز غفار اور شفیع مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتش دوزخ کی بھٹک تک نہ سنیں گے اس لئے کہ تقویٰ کے درجات و اقسام میں ان کا پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے جس مو من برابر ہیں اور ابو عبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کر دی کہ اس نے کہا اتقی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مو من ہے اھ۔

میں کہتا ہوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو بچوں اور پاگلوں سے نقض کے ذریعہ اٹھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مو من ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعاً اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انہیں بہ حکم مسلمان جانیں گے) لیکن میں کہتا ہوں کہ اولاً جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام

اقول: ولا یرد علیہ ماسیطن ان این رحمة الله تعالى علیه العصاة وقد اذنت نصوص قواطع ان كثير امن الفجار والمثقلين بالاوزار والها لكين على الاصرار لا يسمعون حسييس النار بحض رحمة العزيز الغفار و فيض شفاعة الشفييع المختار صلى الله تعالى عليه و سلم اذا التقوى درجات وفنون اولها اتقاء الكفر و هذا يستوى فيه المؤمنون وقد افصح ابو عبيدة عن مراده اذ قال الاتقى بمعنى التقى وهو المؤمن¹ انتهى۔

اقول: وبه اندفع ما يترأى من النقض بالصبيان والمجانين فان المراد بالتقى المؤمن والصبي ان عقل فاسلامه معقول مقبول و الجنون ان طرء فيستصحب الايمان السالف والا فينسحب عليهما حكم الفطرة الاسلامية۔ لکنی اقول: اولاً فح ماذا تصنع بالام الداخلة على الاتقى

¹ مدارك التنزيل التفسير النسفي بحواله ابى عبیده تحت الایة ۹۲ / ۱۷۷ دار الكتاب العربی بیروت ۳۶۳

اذ قد تقرّر فی الاصول انها ان لم تکن للعهد فللاستغراق^۱ ومعلوم ان من المؤمنین من یعذب ولا یجنب، ولا ینفع ارادة اللزوم بالصلى اذا کناية للنار دون الصلى ولقد اغرب من تفتن لبعض من هذا كالقاضي البيضاوی فحمل الكلام على من يتقى الكفر و المعاصی اقول نعم الان یصح الاستغراق ولكن من للحصر المزعم الذي یرتکب لاجله تاویل الاتقی، اذ من الفجار من یجنب ولا یعذب کما ذکرنا وعلى هذا یرد النقص ایضاً بالصبي والمجنون۔

واقول ثانياً اغبضنا هذا كله وترکناکم وشانکم فاذهبوا بالكلام الى ما تشتهيہ انفسکم الا انکم اغفلتم الصفة ههنا ایضاً غفولکم عنها

کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے جو اتنی پر داخل ہے اس لئے کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ لام اگر عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔ اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنہیں عذاب ہوگا اور وہ آتش دوزخ سے نہ بچائے گئے اور یہ مفید نہیں کہ یصلی سے بجائے آگ میں جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے کہ یجنبہا (اس دوزخ سے دور کیا جائیگا میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ صلی مصدر کی طرف) جس کا معنی آگ میں جانا ہے) اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف پہنچا اس نے عجیب و غریب کام کیا جیسے قاضی بیضاوی، تو انہوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصر مزعم کا مدد گار کون جس کی وجہ سے اتنی کی تاویل کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے جو دوزخ کی آگ سے دور رہے گا اور اسے عذاب نہ ہوگا)

اور عجیباً میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان تمام باتوں سے آنکھ پٹی اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائے مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے جس طرح اشتی (جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)

^۱ التوضیح والتلویح نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۳۶

کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اتقی کو مطلع نہ رکھا بلکہ اسے اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال ستھرا ہونے کو راہ خدا میں دے اور یہ معلوم ہے کہ اتقی فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ آتش دوزخ سے بے شک دور رہے گا۔ تو اگر کلام ہر سبیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر پر بناء نہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تکلف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصاً اتقی کو تصرف و تغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور دوسری میں مسلک اسلم سے حاجت مندفع ہو جاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ وہ نہیں کھینچی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چمکیں تو کوئی قائل کھڑا ہو جائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ دو^۱ وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط

فی "الْأَشَقَى" الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى" ^۱ "فَإِنَّ اللَّهَ سَبَحَنَهُ وَتَعَالَى لَمْ يَرْسِلْ الْاِتِّقَى اِرْسَالًا بَلْ خَصَّهُ" الَّذِي يُؤْتِي مَالًا يَتَزَكَّى" ^۲ "وَمَعْلُومٌ أَنَّ اتِّقَى الْفَقِيرِ لَا مَالَ لَهُ وَ أَنَّهُ مُجْتَنَبٌ عَنِ النَّارِ لِأَشَكِّ، فَإِنَّ كَانَ الْكَلَامُ عَلَى الْحَصْرِ كَمَا زَعَمْتُمْ فَالْحَصْرُ لَمْ يَسْتَقِيمْ بَعْدَ وَالْإِفْهَامِ ذَا يُلْجَأُكُمْ إِلَى التَّوْوِيلِ وَالْعُدُولِ عَنْ ظَاهِرِ التَّنْزِيلِ، عَنْ هَذَا نَقُولُ أَنَّ الْوَجْهَ تَرْكُ التَّكْلُفِ وَصَوْنُ اللَّفْظَيْنِ لِاسِيْمَا الْاِتِّقَى عَنِ التَّغْيِيرِ وَ التَّصْرِفِ لِانْعِدَامِ الْحَاجَةِ فِي أَحَدِ الْآيَتَيْنِ وَانْدِفَاعِهَا بِطَرِيقِ اسْلَمٍ فِي الْآخَرَى كَمَا يَفِيدُهُ الْوَجْهَانِ اللَّذَانِ ذَكَرْهُمَا الْقَاضِي الْإِمَامُ مَعَ مَآشَاهِدَ أَنَّ التَّوْوِيلَ يَرَادُ وَلَا مَفَادٌ وَيُقَادُ وَلَا يَنْقَادُ بِيَدِ إِبْنِي لَعْلِ الْجِدَالِ يُوْرِي نَارًا مَوْقِدَةً تَطْلُعُ عَلَى الْإِفْتِدَاءِ فَيَقُومُ قَائِلٌ أَنَّ وَجْهِي الْقَاضِي أَيْضًا يَعْكُرُ عَلَيْهَا بَشَى فَلَا مَنْاصَ مِنْ تَشْدِيدِ الْأَرْكَانِ

^۱ القرآن الكريم ۱۵/۹۲، ۱۶

^۲ القرآن الكريم ۱۸/۹۲

و تجدید الارصان علی حسب الامکان۔ فأقول: وربی ولی الاحسان یستبعد علی الوجه الاول وصف الاتقی بانه یجنب تلك النار الکبری فان مدح اکرم القوم بانه لیس ارذل القوم مبالا یشتملح۔ اقول: والمخلص الاستخدام وهو شائع فی فصیح الکلام بل عدوه والتوریة اشرف انواع البدیع بل منهم من قدمه فی الشرف علی الجمیع كما ذکر الامام العلامة السیوطی^۱ ومنه فی القرآن العظیم قوله تعالیٰ "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِینٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْقَةً ۖ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۖ"^۲ کرنا اور اشیاء کی تجدید بقدر امکان ضروری ہے۔ تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولی نعمت ہے، پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی آگ سے دور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ رذیل ترین نہیں ہے اس میں کوئی ملاحظہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ استخدام ہے اور وہ کلام فصیح میں شائع ہے، بلکہ علماء نے استخدام و توریہ ف کو بدیع کی سب سے عمدہ قسم شمار کیا ہے بلکہ بعض علماء نے استخدام کو شرف میں تمام اقسام بدیع پر مقدم رکھا ہے جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے، اور اس قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں"	ف: توریہ ابہام کو کہتے ہیں، اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کو لیں جس کے دو معنی ہوں ایک قریب دوسرا بعید، اور معنی قریب سے بعید معنی کا توریہ کریں، اور بعید معنی مراد ہو تو معنی قریب کو موڑی بہ اور معنی بعید کو موڑی علیہ کہتے ہیں۔

^۱ الاتقان فی علوم القرآن النور الثامن والخمسون دار الكتاب العربی بیروت ۱۵۳

^۲ القرآن الکریم ۲۳/۱۲ و ۱۳

آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ۔" اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "اتی امر اللہ" میں امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہے، یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے آمین۔

میں کہتا ہوں اب اگر تم کہو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نار سے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اسے ڈرانے کا کیا مقصد ہے، تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا شقی کمال شقاوت اور بری جزا اور سخت بلا کے جس درجہ پر پہنچا اس کا سبب وہی کفر و عناد ہے اور ہر ناہت اور

المراد بالانسان ابو نأدم علیہ السلام وبضمیر ولده، ومنه قوله تعالیٰ "أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ" ^۱۔
المراد بامر اللہ بعثة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی احد الوجوه فی تأویلہ اخرج ابن مردویة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ اتی امر اللہ قال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والمراد بالضمیر قیام الساعة قاله العلامة السيوطی ^۲ نفعلنا اللہ تعالیٰ بعلمہ، آمین۔

اقول: فان قلت اذا اردتم بالنار اعظم النيران المخصوص باشقى الاشقياء فما انذار سائر الناس عنه قلت المعنى ان شاء الله تعالى ان الاشقى انما يبلغ ما بلغ من كمال الشقاء وسوء الجزاء وجهد البلاء بمأثاير عليه من اللدادو

^۱ القرآن الكريم ۱/۱۶

^۲ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتب العربی بیروت ۱۵۳/۲

العناد والاصرار والاستكبار فاحذروا انتم يا ايها الناس ان لم تنيبوا الى الحق ودمتم كدوامه ان تعادلوه في الشقاء فتلقوا اثاما كمثل اثامه فكانت الاية على حد قوله تعالى "فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ طَبْعَةً مِّثْلَ طَبْعَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۚ" ^۱ فانهم انما اصابهم ما اصابهم لمثل هذا الاعراض فماذا يؤمنكم ان مضيتم على دابهم ان تعذبوا بعدا بهم وحصل الانذار بانه تعالى اخبر ان هناك عدوا اشقى من يوجد وله جزاء اسوء مما يكون والناس غير دارين انه من هو. ولم يذكر الله تعالى من صفاته الا التكذيب والتولي، فحق ان تنقطع قلب كل مكذب وينفلق كبدا كل متول خوفا وفرقا ان يكون هو هو فمن هذا الوجه جاء الانذار لسائر الناس فاتقنه فانه من احسن السوانح بتوفيق الملك العليم الفاتح جل جلاله

گھمنڈ ہے جس پر وہ قائم رہا تو اسے لوگو! تم ڈرو کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جسے رہو جیسا کہ وہ بڑبخت جمارہا کہیں تم بد بختی میں اس کے برابر نہ جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول "پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی، کے طور پر ہے اس لئے کہ عاد و ثمود پر جو مصیبت اتری وہ اسی طور کے اعراض (روگردانی) کے سبب اتری تو تمہیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان اگلوں کی عادت پر جسے رہو ان جیسا عذاب پانے سے یا سب کے لئے تنبیہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ایک دشمن نہایت بد بخت ہوگا اور اس کے لئے نہایت بدترین سزا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور، منہ موڑنے کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے کا دل کٹ جائے اور ہر منہ موڑنے والے کا کلیجہ پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہ ہی نہ سب سے بڑا بد بخت ہو جس کی یہ سزا سنائی گئی تو اس وجہ سے یہ تنخوف سے لوگوں کے لئے آئی، اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے عقدہ کھولنے والے جل جلالہ) کی توفیق سے ایک

^۱ القرآن الكريم ۳۱/۱۳

وهذا الكلام يجري بعضه في الوجه الثاني ايضاً لكن
هنا دقيقة غامضة وهي ان امثال هذا الحصر الادعائي
انما تناسب المقام اذا كان سوق الكلام لذم هذا
الاشقي الملام، فكانه قيل انه بلغ من الشقاء مبلغاً
تضحمل دونه سائر الشقاوات فكانه لا يلج النار الا
هو، اما اذا سيق مساق الانذار لجميع الكفار أو قصد
ذلك ايضاً مع قصد الذم فلعله لا يستحسن حينئذ
حصر العقاب في رجل واحد، تأمل فانه موضعه و
العبد الضعيف لهذا يجد نفسه اركان الى الوجه الاول
دون الثاني، وفيه الغنية وحصول البنية، والحمد لله
معطى الاماني، ثم لما بلغت هذا المقام رجعت العزيزي
بعد ما استعرت من بعض الاعزة فرأيت المولى عبد
العزيز تجاوز الله تعالى عنا وعنه تنبيه لهذا
الاستبعاد الذي ذكرته في الوجه الاول وجهي القاضي
وحق له ان يتنبه لانه العلم في الذكاء والفتانة، ثم
اجاب عنه بجوابين:

الاول يقارب ما

اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہ ثانی میں بھی جاری ہے،
لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اویہ کہ ایسے حصر ادعائی
موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاق کلام اس بڑے
بدبخت وقابل ملامت کی مذمت کے لئے ہو، تو گویا یوں
فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے
آگے سب شقاوتیں پیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ
جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تحویف کے لئے ہوا،
مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص
میں منحصر بتانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقام غور ہے اور یہ
بندہ نا تو اس لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی
طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا
حصول ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا
ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیز
اپنے بعض اعزہ سے عاریۃ لے کر دیکھی تو میں نے حضرت
مولانا عبد العزیز کو (اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں معاف فرمائے)
دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اول پر اعلیٰ
حضرت نے فرمایا اور انہیں متنبہ ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ وہ
ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں، پھر اس کے دو جواب دیے:

پہلا تو وہی جو علماء نے اختیار فرمایا یعنی

دنا التوفيق اليه من القول بالاستخدام۔

والثاني ان التجنيب من تلك النار المخصوصة بالكفار
ايضا لها عرض عريض وغاية القصوى مختصة
بالاتقي وسائر المومنين وان كانوا مجنبيين لكن
لا كمثله¹ انتهى معرباً۔

اقول: الوجه الوجه الاول وعليه عندى المعول واما
ما ذكر من الوجه الثاني فليس بشيئ عندى وان كان
هو المرض لدية حتى اورد الاول بصيغة التمرريض
وذلك لان كون التجنيب مقولاً بالتشكيل مسلم في
مطلق النار التي يمكن ان يدخلها بعض المومنين
ومعنى العرض العريض فيه كما يسبق اليه ذهني
القاصر ان الذنوب مقتضاهما الاصل الذي لو خليت هي
وطبائعها ما اقتضت الا اياه انما هو اصابة الجزء
الذي اوعده عليه وهذا ظاهر جداً فكل من

استخدام کا طریقہ۔

دوسرا یہ کہ اس نار سے دور رکھا جانا جو کافروں کے ساتھ خاص
ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس کی آخری حد اتقی کے
لئے خاص ہے اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے
دور رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وجہ تو پہلی ہے اور میرے نزدیک وہی معتد
ہے، اور جو دوسری وجہ ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں
اگرچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی
کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف کی طرف
اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے دور رہنا اس کا کلی مشکل ہونا
مطلق نار میں مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہو سکتے
ہیں اور تجنیب (نار دوزخ سے دور رہنا) میں بڑی وسعت کا
معنی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف سبقت کرتا ہے کہ
گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی کہ اگر گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ
چھوڑ دئے جائیں تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ سزا
ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سنائی گئی، اور یہ بہت ظاہر
ہے، تو ہر وہ شخص جس نے

¹فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیة ۹۲/۱۷ مسلم بکڈ پو لال کواں، دہلی ص ۳۰۴

ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالب و قدیر کو مانع نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالیٰ کو اپنے بھلے کے لئے کیے ہوئے کام کا احسان جمائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیسا تو کرے گا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا، غایت امر یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی مدت اقامت کو نیک و بد ہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبار قدر و کیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدارِ عمل کے برابر ہو اور ہم اہلسنت و جماعت (اللہ ہمیں رحمت و شفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ بندے سے ہر جرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیرہ ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافروں کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو انکی نیت اور مخفی ارادے کا

اذنب ذنباً ولو مرة استحق بذنبه هذا أن يؤاخذ به الملك جل جلاله، ولا تقبض حسناته المكتاترة على العزيز المقتدر اذ نفع الحسنات انما يعود اليه، فكيف يسر على الله تعالى بما عمله لنفع نفسه، فكيف يجعله ذريعة الى ابطال منشور الجزاء عن رأسه وقد قيل له بأفصح بيان ان كما تدين تدان¹ غاية الامر ان يقسم لبثه في الدارين على مقدار لبثه في العبدین کماً وکیفاً، فيجوز ان تسبه النار بما يعدل هذا المقدار، وقد اعتقدنا نحن معشر اهل السنة و الجماعة رزقنا الله سبحانه وتعالى حظ الرحمة و الشفاعة أنه تبارك وتعالى له ان يؤاخذ عبده كل جريرة ولو صغيرة كما ان له ان يتجاوز عن كل كبيرة، فضل و ذلك عدل و ما الله بظالم للعبيد۔

ثم ان المولى جل و علا بغاية عدله وضع الجزاء مشاكلاً للعمل ولذا يديم تنعيم المومن وتعذيب الكافر

¹ کنز العمال حدیث ۴۳۰۳۲ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۵/ ۷۷۲

علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر و ایمان پر قائم و دائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو نہیں دیکھتے" اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے" اور جب ابوطالب کفار سے تمام و کمال جدا ہوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزائینے والے رب سبجئے و تعالیٰ نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مسلط فرمادیا جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے تو عمل و جزا میں مشاکلت کا مقتضی یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور رائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب چکھے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے جدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادۂ گناہ میں لذت کے بمقدار چکھے، یہ حکم عدل ہے اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جود و کرم والے

اذ قد علم من نیتہما ومکنونات طویتہما أنہما عازمان علی ادامة ماہما من الکفر والایمان حتی لو دامو فی الدنیا لداموا علیہ الا تری الی قوله تعالیٰ "وَلَوْ رَدُّوا عَاذُوا الْمَآئِئَةَ عَشْرًا" ^۱ ولذلک لہا انسلخ ابو طالب عن الکفار بشر اشرہ واثبت قدمیہ علی تلک الملة الخبیثۃ نجا الدیان سبخنہ و تعالیٰ سائر بدنہ من النار وسلط العذاب علی قدمیہ کما فی حدیث الشیخین ^۲ وغیرہما فقضیۃ المشاکلة أن من تساوت حسناتہ و سیئاتہ یساوی لبثہ فی العذاب بلبثہ فی دار الثواب ومن اذنب ذنباً واحداً اذیق اثامہ ومن الم بسیئة ثم انقلع عنہا فجزاءہ المشاکل ان یدنی الی النار ثم یبعد عنہا لیزوق من الفزع والغم قدر مذاق من اللذة فی اللہم هذا حکم العدل وحکم العدل هو الاصل لکن المولی الجواد الکریم

^۱ القرآن الکریم ۲۸/۶

^۲ صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۸، صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ

علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۵

مولیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم و احسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت و جاہت والے و پیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام وعام اور دوسرے یہ نبی کریم جو حرم سے فیض جو دو کرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جمیل مہربانیوں اور جلیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہو حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لم (ارادہ گناہ) پر ہمیں معافی دے دی گئی بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک انکو انجام نہ دیں یا انہیں نہ بولیں اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف نہایت سرکش نرانا فرمان ہی ہلاک ہوگا

الذی "کَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" ^۱ وجعل لها السبقة على الغضب منة ونعمة تشفع اليه شفيعان رفيعان وجيهان حبيبان لا يردان ولا يخيبان رحمته الكاملة العامة الشاملة وهذا النبي الكريم المبعوث من الحرم بفيض الجود والكرم صلى الله تعالى عليه وآله وبارك وسلم فوعده بالطف جميله ورحمات جلييلة فضلا من لديه من دون وجوب عليه، وحاشاه أن يجب عليه شئ "وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ" ^۲ وبشر "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِنُ السَّيِّئَاتِ" ^۳ وان اللهم معفو عنا ان شاء الله تعالى "إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ" ^۴ وان الله تجاوز لنا عما هت به انفسنا ما لم نعمل او نتكلم و أن من تعادلت كفتاه لم يدخل النار وان لا يهلك على الله المارد متبرد وهذا كله تفضل وتكرم من المولى الحى جلت

^۱ القرآن الكريم ۱۲ / ۶

^۲ القرآن الكريم ۸۸ / ۲۳

^۳ القرآن الكريم ۱۱۳ / ۱۱

^۴ القرآن الكريم ۳۲ / ۵۱

الاء وتوالت نعماءه وله الحمد كما يحب ويرضى۔
 فكل من اذنب او الم ثم جنبه المولى النار فانما جنبه
 على استحقاق منه لجزاء ما عمله كما قال تبارك و
 تعالى "اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى عُلُوْهِمْ" ^۱ بل لا
 معنى للمغفرة الا تجاوز صاحب الحق عن استيفاء
 حقه كلاً او بعضاً فهذا تجنّب بعد تقرب وأنجاء
 بعد الجاء مع مافيه ايضاً من تفاوت الرتب كما لا
 يخفى. اما الذى بلغ من التقوى غايته القصوى حتى
 تنزه عن كل مايكره وفنى عن الخلق وبقى بالحق و
 ارتفع شأنه عن اتیان عصيان ونظر بالرضى الى ما
 يبغض الرحمن. فهذا محال ان يكون من النار في
 شئى أو النار منه في شئى لاسيما اتقى الاتقياء وأصفي
 الاصفياء

(یعنی کافر) او یہ سب مولائے غنی کریم کا فضل و کرم ہے۔ اس
 کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے احسان عظیم ہیں، اور اسی کے
 لیے حمد ہے۔ جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے،
 تو ہر وہ شخص جس نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جا کر رک گیا پھر
 اللہ تعالیٰ نے اسے نار سے دور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی
 جہت سے اس کے عمل کی جزا دینے کو دور رکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو بخشے والا ہے انکے
 ظلم کے باوجود" بلکہ مغفرت کا معنی یہی ہے کہ صاحب حق
 اپنے حق کو لینے سے کلی یا جزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار
 سے قریب کر کے اس سے دور رکھنا ہے اور نار کی طرف لیجا
 کر اس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس میں رتبوں کا تفاوت
 ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں مگر جو تقویٰ کی سب سے آخری حد
 تک پہنچ گیا، یہاں تک کہ ہر ناپسندیدہ بات سے دور رہا اور
 خلق سے فانی اور حق پر باقی ہو گیا اور اس کی شان معصیت کے
 ارتکاب سے اور رحمن کے مبغوض کو پسندیدگی کی نظر سے
 دیکھنے سے بلند ہو گئی تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علاقہ
 ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ متقیوں کا متقی اور
 سارے اصفیاء سے زیادہ

^۱ القرآن الکریم ۱۱۳/۶

صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشمِ رضا رہی، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کا کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وہ خدا کا بندہ ہے یہی وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں عقلیں گم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی پھریں، پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے پوچھا تو بولیں وہی وہ ہے، تو اس خاص بندہ کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سارے بندوں سے اولیٰ اور خدائے جواد کے قول "بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا" کی پہلی مراد ہے، مطلق نار سے دور رکھنے میں جو بڑی وسعت ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہ معنی ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار سے دور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و ایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ

الذی لم یزل من الحق بعین الرضا فی جمیع احواله، ولم یسوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلۃ من افعاله، فذاک العبد ذاک العبد کلت الالسن عن شرح کماله وتاھت العقول فی تیہ جلاله جالت و عالت، فبقیت تکبوثم رجعت فسلت فقلت ہو هو، فغایۃ القول فیہ اَنہ اُولی العباد وَاُول المراد بقول الجواد "اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۖ لَا یَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۚ وَهُمْ فِی مَا اُنْفُسُهُمْ اَشْتَدَّتْ خَلِدُونَ ۖ لَا یَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِکَةُ ۚ هَٰذَا یَوْمُکُمْ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝" ¹ هذا معنی العرض العریض للتجنبی من مطلق النار علی حسب ما یطبقه البیان، ولا یتأتی مثله فی النار المخصوصة بالكفاراذا انما هی جزاء الکفر والیؤمنون کلهم متساوون فی التباعد عنه اذ الکفر والایمان لا یزیدان ولا ینقصان و

¹ القرآن الکریم ۱۰۳/۱۰۱/۲۱

المسئلة اجماعية والنزاع لفظی فوجب ان يتساووا في البعد عن جزاء الكفر ايضاً. واما قوله تبارك وتعالى "هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ" ¹ فهذا بالنظر الى الظاهر اذ الآية في المنافقين لقوله تعالى "يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ" ² يعنى أنهم كانوا يتظاهرون بالإيمان فيظن الجاهل بها في السرائر انهم مؤمنون، لما كانوا يتباعدون بالسنة عن الكفر ثم لما انخلوا عن عسكر المؤمنين وقالوا "لَوْ نَعْلَمُ قِتَالَ آلِ اللَّهِ لَتَبَعْنَاكُمْ" ³ تخرق الحجاب وغلب على الظنون انهم ليسوا بمؤمنين مع تجويز ان يكون هذا القول منهم تكسلاً واخلاداً الى ارض الدعة. فهذا معنى القرب والبعد والمراد بالكفر والايمان اهلوهما

مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجتماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالیٰ کا قول "اس دن وہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کہیں کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو یہ باعتبار ظاہر کے ہے اسلئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: "اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چھپی بات سے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان چونکہ منافقین کفر سے دوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو گئے اور بولے کہ "اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔" ان کا پردہ فاش ہو گیا اور گمانوں پر غالب ہو گیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنی ہے یا کفر و ایمان سے مراد صاحبان کفر و ایمان ہیں اس لئے

¹ القرآن الکریم ۱۶۷/۳

² القرآن الکریم ۱۶۷/۳

³ القرآن الکریم ۱۶۷/۳

اذتقليلهم سواد المومنين بالانعزال عنهم تقوية
للمشركين كذا قال المفسرون هذا ما عندى، والله
سبحنه وتعالى اعلم۔

وبالجملة فهبت نسائم التحقيق على ان الوجه ابقاء
اللفظين على ظاهرهما، وانما تحتاج الى امرين لا يعد
شيئاً منهما تكلفاً ولا تغييراً۔

الاول ان تنكير ناء التعظيم وهو كما ترى شائع في
الكلام الفصيح قرانا وقديماً وحديثاً واخذ التلظى
بمعنى اشد ما يكون حملاً للمطلق على فردة الكامل
وهو ايضاً منتشر مستطير۔

والثاني الاستخدام وهو كما سمعت اعلیٰ او من اعلیٰ
انواع البديع او ارجاع الضمير الى نفس الموصوف
مجرداً عن الصفة وهذا ليس من التاويل في شيعی
على ان غرضنا يتعلق بأية الاتقى ولا مساع فيه
للتاويل بتاً قطعاً هكذا ينبغي التحقيق والله ولي
التوفيق والحمد لله رب العالمين۔

اذا وعيت هذا ودریت مافیہ

کہ منافقوں کا مسلمان کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر
سے جدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہے مفسرین نے
فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی
ہے کہ دونوں لفظوں کو انکے ظاہر پر رکھا جائے اور تمحیص
حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے کوئی نہ تکلف کے
شمار میں ہے نہ تغیر کی گنتی میں۔

پہلی بات یہ کہ یہاں "ناراً" نکرہ تعظیم کے لیے ہے اور یہ
اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن و حدیث اور قدیم و جدید
کلام فصیح میں شائع ہے اور تلظى (آگ کی بھڑک) مطلق کو
فرد کامل پر محمول کرتے ہوئے سخت ترین بھڑکنے کے معنی
میں لیا جائے اور یہ بھی خوب شائع ہے۔

اور دوسری بات استخدام، اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسام بدیع
میں سب سے اعلیٰ ہے یا منجملہ اعلیٰ اقسام کے ہے یا ضمیر کو
نفس موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل
سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت اتقى
سے ہے، اور اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح
تحقیق چاہیے اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں
اللہ کے لئے جو مالک ہے سب جہانوں کا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی اور تم نے اس کے

وَأَلْقَيْتِ السَّمْعَ وَأَنْتِ نَبِيَّةٌ هَآءُنَ عَلَيْكَ الْجَوَابُ عَنْ هَذِهِ الشَّبَهَةِ الْاُولَى بِوَجْهِهِ۔

الاول ظاهر اللفظ واجب الحفظ الا بضرورة واين الضرورة۔

الثانى ما مالوا اليه لم يزد الا قد حُفِّجَ فوجب ان نضرب عنه صفحاً، وابوعبيدة فيما عانى لا اصاب ولا اغنى فكيف نترك ظاهر قول الله سبحانه وتعالى بقول رجل لم يكن معصوماً ولا صحابياً ولا تابعياً ولا سنياً ولا مصيباً في ما طلب ولا مجدياً في ما ليه هرب۔

ايها الناس اني سائلكم عن شيعي فهل انتم مخبرون ارايتم لو ان الآية وردت بلفظ التقي وفسره بالالتقي ابو عبيدة اللغوي فتعلقناه بقوله وندبناكم الى قبوله ماذا كنتم فاعلين لكن الانصاف شيعي عزيز ولا يؤتى الا اذا حظ عظيم۔

الثالث سلمنا كونه في الآية وجهاً وجيهاً لكن هو الوجه فيها بل وجهنا هو الاوضح والاعلى

مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو تو تمہیں اس پہلے شبہ کا جواب چند وجوہ سے آسان ہے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بہ ضرورت، اور ضرورت کہاں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھیریں، اور ابو عبیدہ نے جو پاڑ پیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالیٰ کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا، نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سنی، نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا، نہ اپنے مقرر میں نفع بخش۔

اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے التقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمہیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے، لیکن

انصاف کیاب شیعہ ہے اور بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں اس کا وجہ وجہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا یہی وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ

روشن ہے تلقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے، اور دو وجہوں میں سے ایک تفضیل کی مقتضی ہے اور دوسری اس کی منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ضروری ہے۔

اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابو عبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے اس مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے اس مسلک کو ناپسند کیا اب ثابت ہو گیا کہ ہمارا مقصد بحمد اللہ حاصل ہے اور تمہارا زعم اللہ کی قدرت سے باطل ہے اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا، ہم اسی سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔

دوسرا شبہ: وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ و مولا فاضل عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی (اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں اپنے لطف خفی اور فضل کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت و جماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نقل فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اتقی بمعنی اتقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے

ولا تنافی بین نجات التقی ونجات الاتقی والقرآن محتج بہ علی کل تاویل واحد الوجهین یوجب التفضیل والوجه الآخر لا ینافیہ فوجب القبول والقول بما فیہ۔
ولذلك ترى علمائنا رحمهم الله تعالى لم يزلوا محتجين بالآية الكريمة على تفضيل العتيق الصديق رضي الله تعالى عنه وهم ادرى منا ومنكم بما قاله أبو عبيدة وغيره ثم هذا لم يقعه هم عن سلوك تلك المسالك ولم ينكر عليهم احد ذلك فثبت ان مقصودنا بحمد الله حاصل ومزعومكم بحول الله باطل، والحمد لله رب العلمين اياك نرجو وبه نستعين۔

الشبهة الثانية: ما نقله المولى الفاضل استاذ استاذى عبد العزيز بن ولي الله الدهلوى سامحنا الله وايهما بلطفه الخفى وفضله الوفى فى تفسير فتح العزيز بعد ما ذكر استدلال اهل السنة والجماعة بالآية الكريمة على الطريق المشهور بين علماء الدهور، قال وقالت اهل التفضيل ان الاتقى محمول على التقى منسلخ عن معنى التفضيل اذ لولا له لشمى باطلاقه النبى صلى الله تعالى

سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئے گا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتقی ہوں اور یہ قطعاً اجتماعی طور پر باطل ہے، شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعت نے جواب دیا کہ اتقی کو اتقی کے معنی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندرج ہے، اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے اور انکرام تہ سب پر بلند ہے تو انہیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائیں گے، تو شریعت کا عرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو امت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عرفی تخصیص ذکر سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گہوں کی روٹی کی فضیلت بادل کی روٹی پر نہ سمجھی جائیگی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لیے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میوؤں کو۔ یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

علیہ وسلم فیلزم ان یکون الصدیق اتقی منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو باطل قطعاً بالاجماع فقال واجاب اهل السنة والجماعة ان حمل الاتقی علی اتقی یخالف اللسان العربی والقرآن انما نزل بها فحملہ علی مالیس منها غیر سدید، وما ذکرنا من الضرورة مندفع بان الکلام فی سائر الناس دون الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لما علم من الشریعة ان الانبیاء اعلی کرامة واشرف مکانة عند اللہ تبارک و تعالیٰ فلا یقاسون بسائر الناس ولا یقاس سائر الناس بهم فعرف الشرع حین جریان الکلام فی مقام التفاضل وتفاوت الدرجة یخص امثال هذا اللفظ بالامة والتخصیص العرفی اقوی من التخصیص الذکری کقول القائل خبز القمح احسن خبز لن یفهم منه تفضیله علی خبز اللؤلؤ لان استعماله غیر متعارف وهو خارج عن المبحث اذ الکلام انما انتظم الحبوب دون الفواکه^۱ هذا کلامه فی التفسیر الفارسی اور دناۃ نقلًا بالمعنی۔

^۱ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بکد پوال کنواں دہلی پ عم ص ۳۰۴

میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ (اتقی بمعنی تقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا قول "اور وہی ہے کہ اول بنانا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیے" حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہیے اور یہ علی و لعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات میں سے ایک تاویل کی بنا پر ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا یہ قول "جنت والوں کا اس دن (سب سے عہ) اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ" حالانکہ غیر کے لئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کیلئے	اقول: وبالله التوفيق اما ما ذكر من ان هذا يخالف اللسان العربية فمنوع ومدفوع، الا ترى الى قوله تعالى "هُوَ الَّذِي يَبْدُؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ" ¹۔ وليس شيعي اھون على الله تعالى من شيعي والمعنى في نظر كم على احد تاويلات في عسى ولعل الواردين في القرآن، والى قوله تعالى "أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا" ² ولا خير للغير ولا حسن لأهل الضير اولاية جارية على سبيل التھكم بهم كما قال المفسرون لكن الأمر أن

عہ: آیت کا ترجمہ ہم نے "کنز الایمان" سے نقل کیا ہے اور رریکٹ میں دو جگہ لفظ "سب سے" بڑھا دیا ہے تاکہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ خیر و احسن کا اسم تفضیل کے لحاظ سے اصل ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے تھا، مگر قرینہ حالیہ کے سبب صحیح وہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا، اور اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خیر و احسن کا حقیقی معنی تفضیل والا نہیں۔ ازہری غفرلہ

¹ القرآن الکریم ۳۰/۲۷

² القرآن الکریم ۲۵/۲۴

الافعل حقیقتہ فی التفضیل ولا یسار الی الانسلاخ
 عنہ الا لضرورة دعت بقریۃ قامت کما فی الایتین
 اللتین تلونا و حیث لا ضرورة ولا قرینۃ کما نحن فیہ
 لانقول بہ والمصیر الیہ اشبه بالتحریف منہ
 بالتفسیر کما قد حققنا وهذا القدر یکنی للرد علیہم
 واما ما ذکر من حدیث التخصیص عرفاً فجری منہ
 علی تسلیم ما ادعی الخصم من أن اللفظ بصیغۃ
 یشمل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وان بغیت
 الحق المرصوص فلا شمول ولا خصوص لأن الاتقی
 ان عم عم افرادہ وهم المفضلون المرجون دون
 المرجون المفضل علیہم۔

وسر المقام بتوفیق الملك العلام ان الافضل لا بد
 له من مفضل علیہ والمفضل علیہ یذکر صریحاً اذا
 استعمل مضافاً او بمن اما اذا استعمل باللام فلا یورد
 فی الکلام

کوئی اچھائی نہیں، یا آیت کفار سے استہزاء کے طور پر جاری
 ہے، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے
 کہ اسم تفضیل کا معنی حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد
 ہونے کی طرف بغیر ضرورت داعیہ بہ سبب قرینہ قائم نہ
 پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے تلاوت کیں اور
 جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد
 ہونے کا قول نہ کریں گے اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ
 نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کیا
 اور اس قدر انکے رد کے لئے کافی ہے، اور رہی وہ تخصیص عرفی
 کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی تو مدعی کا وہ دعوٰی کہ لفظ
 اپنے صیغہ کے سبب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل
 ہے تسلیم کرنے کی تقدیر جاری ہوئی اور اگر تم حق محکم کو
 چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے اس لئے کہ اتقی اسم
 تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام و شامل ہے۔ اور اس
 کے افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت و ترجیح دی گئی ہے نہ کہ وہ
 مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔
 اور اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ
 افضل کے لئے ایک مفضل اور دوسرا مفضل علیہ لازم ہے اور
 جب اسم تفضیل اضافت کے ساتھ یا من کے ساتھ مستعمل
 ہو تو مفضل علیہ صراحۃً مندکور ہوتا ہے،

ولكن اللام تشير اليه على سبيل العهد في ضمن
 الاشارة الى المفضل لان ذات ماله الفضل كما هو مفاد
 لفظ افعل بلا لام لاتتعين الا وقد تتعين المفضل
 عليه فعهد هاستلزم عهده واذلم يكن هناك عهد
 في اللفظ فالمصير الى العهد الحكى وقد عهد في
 الشرع المطهر تفضيل بعض الامة على بعض
 لاتفضيلهم على الانبياء الكرام فلا يقصده المتكلم
 ولا يفهمه السامع فلم يدخلوا حتى يخرجوا تأمل،
 انه دقيق، وقد كنت اظن هكذا من تلقاء نظري الى
 ان رايت علماء النحو صر حواشياً ابدى فكري والله
 الحمد۔

لیکن جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں
 مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لام تعریف بر
 سبیل عہد مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے
 ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے
 پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغہ افعل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے
 اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی
 تعین مفضل علیہ کی تعین کو مستلزم اور جب کہ تعین صراحۃً
 موجود نہیں تو مال کار حکماً تعین مانتا ہے اور شرع مطہر میں
 بعض امتیوں کی تفضیل دوسرے امتیوں پر معروف ہے نہ کہ
 انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد
 ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنی سمجھتا ہے، اب انبیاء کرام
 عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنیٰ کئے جائیں، اس
 کلام میں غور کرے، بیشک یہ دقیق ہے اور میں اپنی سمجھ سے
 یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی
 تصریح اپنے نتیجہ فکر کے مطابق دیکھی واللہ الحمد۔

حضرت بلند مرتبت نور الملة والدين جانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ
 نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شے کی غیر پر فضیلت بتانے کے
 لئے ہے، لہذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کامد کور ہونا ضروری
 ہے اور من اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کامد کور ہونا
 ظاہر ہے۔ رہا لام تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ ظاہراً کامد کور
 کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام

قال المولى السامى نور الملة والدين الجامى قدس الله
 تعالى سره وضعه لتفضيل الشئ على غيره فلا بد فيه
 من ذكر الغير الذي هو المفضل عليه وذكره مع من و
 الاضافة ظاهر، واما مع

تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعین سے متعین ہوتا ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بناء پر صیغہ افعَل التفضیل میں لام عہد (تعین) ہی کے لئے ہوگا انتہی۔

قلت (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (دو لطیفے) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی، ایسی ہی تصریح رضی استرآبادی نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی نیچ و نحو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے، اس کو سمجھا جو سمجھا، پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قدر اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اتنی اس جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقویٰ میں اپنے

اللام فهو في حكم المذكور ظاهرًا لانه يشار باللام الى معين بتعيين المفضل عليه المذكور قبل لفظًا او حكمًا كما اذ طلب شخص افضل من زید، قلت عمرو والأفضل ای الشخص الذی قلنا انه افضل من زید، فعلى هذا لا تكون اللام في افعَل التفضیل الا للعهد انتہی۔

قلت وتنقیح المرام بتحقیق المقام یستدعی بسطاً نحن فی غنی عنه (لطیفتان) ببطل ماصرح المولى الجامی^۱ صرح الرضى الاسترآبادی الذی لم تکن فی مصره عبارة عصره الابنحوه لکننا لم نأثر عنه لان علی قلبه آفة لاحد لها فهم من فهم هذا ثم ان المولى الفاضل نقل فی التفسیر جواباً آخر عن بعض الاجلة الاکابر ولعله یرید به اباه وهو أن الاتقی ههنا

^۱ شرح الجامی الاسماء والوافقها بحث اسم التفضیل مطبع مصطفائی لکھنؤ ص ۲۷۷

ماسوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہوگا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ جب آسمان پر اٹھائے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احوال و اموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہوگا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعاً محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غوثیت و قطبیت ولایت و نبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتداء سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقویٰ میں سب سے افضل ہو، اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی افضلیت کا دعویٰ بے تکلف و تاویل ثابت ہو جاتا ہے، عربی عبات کا ترجمہ ختم ہوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اس کی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

على معناه اعنى من فضل في التقوى على كل من عداه نبيا كان او غيره الا انه يختص بالاحياء الموجودين فالصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوصف بہ فی آخر عمرہ حین خلافتہ بعد ارتحال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیدنا عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ و السلام لما کان مرفوعا الی السماء لم یبق فی حکم الاحیاء، ولا یجب للتقی ان یکون اتقی فی جمیع الاوقات وبالنسبة الی کل احد من الاحیاء والاموات والالہ لم یوجد له فی العلمین مصداق اذ لا یتصور التقوی فی زمن الصبا وکل منصب محمود شرعاً فالعبرة فیہ بأخر العمر کالعدل والصلاح والغوثیة و القطبیة والولاية والنبوة ولهذا یدعی بهذه الاوصاف من تشرف بها فی اواخر عمرہ وان لم یکن له ذلک من بدو امرہ، فالاتقی من فضل بالتقوى من سائر الموجودین فی آخر عمرہ الذی هو وقت اعتبار الاعمال وبه یتثبت المدعی بلا تکلف ولا تاویل^۱ اھ بالتعریف وقد ارتضاه المولی الفاضل جانحاً الیہ وساکتاً علیہ۔

^۱فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیة ۱۷/۹۲ مسلم بک وپولال کنواں دہلی، پارہ عم ص ۵-۳۰۴

اقول: (میں کہتا ہوں) اور اگر اللہ تعالیٰ ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ محکم یقین کر لے گا کہ یہ ملمع سے زیادہ نہیں، مان لو کہ حدیث کا ارشاد ہے "خاتمہ کا اعتبار ہے" حق واجب التسليم ہے لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دنیا میں زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے اس کافی الحال متصف ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہو جائے گا، اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کی دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے معنی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلف و بغیر تاویل درست ہے ہمارے طریقے پر، تو معاملہ خوب ظاہر و باہر ہے، اور شیخ عبدالعزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستی اس لئے ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں مرتکز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی دلالت سے کم رتبہ نہیں، اور اسی لئے عام درجہ قطیعت (یقین) سے نہیں گرتا، جیسا کہ اصول فقہ کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب تزیہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص)

اقول: وان جعل الله الفطنة بمرأى العين من قلب وكيع اتقن وأيقن ان هذا لا يزيد على تلبيع هب ان حديث "العبرة بالخواتيم"¹ حق واجب التسليم لكن اليس العقل السليم شهيداً بانه اذا ذكر أحد من الاحياء الموجودين بنعت من النعوت لا يفهم منه الا اتصافه في الحال لانه يصير هكذا بالمال والتبادر دليل الحقيقة والافتياق الى قرينة تصرف الافهام، وتظهر المرام و امارة المجاز فماذا يحوجنا اليه مع استقامة الحقيقة من دون تكلف ولا تاويل، اما على طريقتنا فالامر أبين واجلى، واما على طريقة الشيخ العزيز عبد العزيز فلان امثال تلك التخصيصات تكون مرتكزة في الازهان من دون حاجة الى البيان، وليس دلالة هذا التلويح أدون من ارشاد التصريح ولهذا لا ينزل العام عن درجة القطعية كما في الكتب الاصولية واعجب من هذا عده تكلفاً وتاويلاً مع شيوعه في

¹ صحيح البخارى كتاب القدر باب العمل بالخواتيم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸، کنز العمال حدیث ۵۹۰ موسسة الرساله بیروت ۱۲۵/۱

النصوص حدیثاً وتنزیلاً فلو كان من باب التكلف فما
اکثر التكلف فی افصح الکلام وکلام من هو افصح
الانام علیه افضل الصلوة واکمل السلام، واغرب
من هذا زعم طریقته بریئة من التكلف مع انها
تحتاج الی ما هو ابرد وابعد فان الصديق رضی الله
تعالی عنه لم یکن بالحقیقة أُنقی لالموجودین فی
حین من الاحیان لحيات سيدنا عیسی علیه الصلوة
والسلام علی أرجح الاقوال وزعم التحاقه بالاموات
لارتفاعه الی السلوت کلمة هو قائلها ما علیها دلیل ولا
برهان، وان سلم فاین انت من سيدنا الخضر علیه
السلام مع أن المعتمد المختار نبوته وحياته^۱ فان
قلت انه مختلف عن الابصار معتزل عن الامصار
فالتحق بالاموات كان عذراً أفسد من الاول فافهم
علی أنا قد اثبتنا اطلاق السفة علی من سیکون کذا
تجوز ولا تجوز الابقرینه ولا قرینه الاتخصیص
الانبیاء

عرفی کو تکلف وتاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن وحدیث
کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح
الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے کلام میں کس قدر تکلف ہوگا۔ اور اس سے زیادہ عجیب یہ
ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری
کہا جب کہ وہ بہت دور کی اور بہت بار دتاویل کا محتاج ہے اس
لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت بھی تمام
موجودین سے حقیقتاً زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ رائج مذہب
پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں
میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونے کے سبب
انھیں اموات سے ملحق بتانا ایسی بات ہے جو انہوں نے کبھی
اور اس پر کوئی دلیل و برهان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم
کر لیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ
معمد و مختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں تو اگر تم
کہو کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ اور شہروں سے جدا ہیں اس بنا پر
اموات سے ملحق ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہوگا تو تم
سمجھ لو، علاوہ ازیں ہم ثابت کر چکے کہ صفت کا اطلاق ایسے
شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہوگا مجاز ہے اور مجاز بغیر
قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص
ہے، تو کلام کو

^۱ شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دارالمعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۳/۱۱۳

شرعاً فباتكائه حمل الكلام على الحقيقة اولى امر
المصير الى التجوز معتدا على تلك القرينة نفسها،
وقد بقي بعد خبايا في زوايا لا نذكرها مخافة للطويل
فحق الجواب والحق في الجواب ما ذكر العبد الذليل
وولي التوفيق ربّ الجليل۔

ثم اقول: وهناك نكتة اخرى اُحق واخرى بقبول
النهي لم ار من تنبه لها وهي ان افعّل التفضيل لا
محيد له من مفضل عليه فالمحلي منه باللام اما ان
يكون مفادة التفضيل على جميع من عهد التفاضل
فيما بينهم في امثال هذا المقام كالحبوب في قولنا
خبز البر هو الاحسن والاكثر فيبا نحن فيه، او على
بعضهم دون بعض اولا ولا بل احتمالا على الاول
حصل المقصود والثاني باطل بالبداهة الاترى الى
قوله تعالى "سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الَّذِى عَلٰى" ^۱ وقوله صلى الله
تعالى عليه وسلم في دعائه دبر الصلوة اسمع و

حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد
کی وجہ سے پھیرنا نسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں
رہ گئی ہیں جنہیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے تو
جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندہ ناتواں نے اپنے
رب جلیل کی توفیق و اعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دوسرا نکتہ
ہے جو عقلوں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ
دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے
کہ فعل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ
پر جب لام تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام
افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرف میں
تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناج کی قسموں میں ہمارے جملہ
"گیہوں کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل
ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں، یا اس
صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت
مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری، بلکہ دونوں کا
احتمال ہوگا۔ پہلی تقدیر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقدیر
پر بدایتاً باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے قول "اپنے
رب اعلیٰ کی پاکی بولو

^۱ القرآن الکریم ۱/۸۷

کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "اے رب! دعا سن لے اور قبول فرما، اللہ اکبر، اللہ اکبر، کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابوداؤد، نسائی اور ابن السنی نے، اور صفوامرہ کے درمیان ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "اے رب بخش دے اور مہر فرما بیشک تو ہی عزت والا کرم والا ہے" کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول "سبحان ربی الاعلیٰ" کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقدیر پر ہر آیت مفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان اگر نہ ہوا تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا، لیکن ہم نے بحمد اللہ اس آیت کا بیان صاحب بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔ امام ابو عمر ابن عبد اللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے انہوں نے شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے:

استجب اللہ اکبر والا کبر علی رواية الرفع، اخرجه ابوداؤد، والنسائی وابن السنی وقول ابن امسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ^۱ بین الصفاء والبروة "رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم، رواه ابن ابی شیبہ^۲ بل الی قول کل مصل فی سجدة سبحن ربی الاعلیٰ" وعلی الثالث كانت الآیة مجملة فی حق المفضل علیہم والمجمل ان لم یبین عد من المتشابہات ولم یعد هأ أحد منها لکننا بحمد اللہ وجدنا البیان من صاحب البیان علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، اخرج الامام ابو عمر بن عبد البر من حدیث مجالد عن شعبی قال سألت ابن عباس او سئل ای الناس اول اسلامًا قال اما سمعت قول حسان بن ثابت۔

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پر لیس لاہور ۱/ ۲۱۱، عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول فی دبر صلوٰۃ الصبح

دائرة المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۲

^۲ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۰۴

اذتذکرت شجواً من اخي ثقة
فاذكر اخاك ابا بكر بفاعلا
خير البرية اتقاها واعد لها
بعد النبي ووافها بما حملا
والثاني التالي المحمود مشهده
واول الناس منهم صدق الرسلا^۱ انتهي

انبأنا عبد الرحمن عن ابن عبد الله المكي عن عابد
الزبيدي المدني عن الفلاني عن ابن السنة عن
الشریف عن ابن اركماش عن ابن حجر العسقلانی
عن الكمال ابي العباس أنا ابو محمد عبد الله بن
الحسين بن محمد بن ابي التائب عن محمد بن ابي
بكر البلخي عن الحافظ السلفی عن ابي عمران موسى
بن ابي تلميذ عن الامام ابي عمر يوسف بن
عبد البر قال في الاستيعاب يروى أن رسول الله

(ترجمہ اشعار) "جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے
بھائی ابو بکر کو انکے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ
تقویٰ اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے
والے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سفر ہجرت میں چلے، جن کا منظر
محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنہوں نے رسولوں کی
تصدیق کی" (صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وسلم)

ہمیں خبر دی عبد الرحمن نے انھوں نے روایت کی ابن عبد
اللہ مکی سے انھوں نے روایت کی عابد زبیدی مدنی سے انھوں
نے روایت کی فلانی سے وہ روایت کرتے ہیں ابن السنة سے وہ
روایت کرتے ہیں شریف سے وہ روایت کرتے ہیں ابن
ارکماش سے وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر عسقلانی سے وہ
راوی ہیں کمال ابو العباس سے انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو
محمد عبد اللہ بن حسین بن محمد بن ابي التائب نے محمد بن ابي بکر
بلخی سے وہ راوی ہیں حافظ سلفی سے وہ راوی ہیں ابو عمران
موسیٰ بن ابي تلميذ سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابو عمر یوسف
بن عبد البر سے، ابن عبد البر نے استيعاب میں فرمایا کہ

^۱ الاستيعاب في معرفة الاصحاب حرف العين ترجمہ ۱۶۵۱ دار الكتب العلمية بیروت ۳/ ۹۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لحسان "هل قلت في ابو بكر شيئا؟ قال نعم، وانشد هذه الابيات وفيها بيت رابع وهي:-"

والثاني اثنين في الغار النيف وقد

طاف العدو به اذ صعد والجبل -

فسر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بذلك فقال احسنت يا حسن¹

وقد روى فيها بيت خامس:-

وكان حب رسول الله قد علموا خير البرية لم يعدل به رجلا² انتهي-

قلت ويروى بدله ع

من الخلائق لم يعدل به بدلا³

وحديث ابن عباس رواه

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کیا تم نے ابو بکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی۔ اور حضرت حسان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے اور ان میں چوتھا شعر ہے وہ یہ ہے: (ترجمہ) "غار شریف میں وہ دوسری جان در انحالیکہ دشمن اس کے گرد چکر لگاتے تھے جبکہ وہ دشمن (صدیق اکبر کی نظروں کے سامنے) پہاڑ پر چڑھے تھے۔" تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: اے حسان! تم نے اچھا کیا۔ اور ان میں پانچواں شعر بھی مروی ہوا:

(ترجمہ) " (شہرت، چمک یا حرارت محبت میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب لوگوں نے انہیں جانا، تمام مخلوق سے بہتر، جس کے برابر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو نہ رکھا۔"

قلت (میں کہتا ہوں) مصرعہ ثانی کے بجائے یوں بھی مروی: (ترجمہ) "مخلوق سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے برابر نہ رکھا۔"

اور حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بھی

¹ الاستيعاب في معرفة الاصحاح ترجمہ ۱۶۵۱ دار الكتب العلمية بیروت ۳/ ۹۳

² الاستيعاب في معرفة الاصحاح ترجمہ ۱۶۵۱ دار الكتب العلمية بیروت ۳/ ۹۳

³ المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفكر بیروت ۳/ ۶۴

روایت کیا مجتم کبیر میں، اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد زہد میں۔ رہی حدیث مرفوع یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت حسان کے اشعار کو سن کر انہیں سراہنا تو اس کی اصل بھی مستدرک حاکم میں غالب بن عبد اللہ کی حدیث میں بطریق غالب بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدم حبیب بن ابی حبیب مروی ہے (یعنی یہ حضرت غالب بن عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ سے سنی انہوں نے اپنے باپ غالب کے دادا حبیب بن ابی حبیب سے سنی) اور طبقات ابن سعد میں اور طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اور نیز حاکم نے مجالد کی حدیث میں بروایت شعبی انکا قول حدیث ابن عباس رضی اللہ کے بلقظم مشابہ روایت کیا، اور اصولی جانتا ہے کہ ایسی جگہ پر موقوف (صحابی کا قول) مرفوع (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول) کی طرح ہے، اس لئے کہ مجمل کا بیان رائے سے نہیں ہوتا لہذا اگر شارع نے بیان نہ کیا اور قرآن کا نزول بند ہو گیا	الطبرانی ایضاً فی المعجم الکبیر^۱ و عبد اللہ بن احمد فی زوائد الزہد، واما الحدیث المرفوع اعنی بہ استماع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشعارہ وتحسینہ علیہا فاصلہ مروی ایضاً عند الحاکم من حدیث غالب بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ حبیب بن^۲ ابی حبیب وعند ابی سعد فی الطبقات وعند الطبرانی عن الزہری ورواہ الحاکم ایضاً من حدیث مجالد عن الشعبی من قوله کمثل حدیث^۳ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والاصولی یعرف ان الموقوف فی مثل هذا کالمرفوع اذ المجمل لا یبین بالرأی ولهذا ان لم یبین وانقطع عہ نزول القرآن عادم متشابهاً، ثم ان

عہ: یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ ہے ۱۲ھ۔

^۱ المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۶۲ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸۹/۲

^۲ المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۳/۶۲ و ۸، کنز العمال حدیث ۳۵۶۷۳ و ۳۵۶۸۵ مؤسسة الرسالہ

بیروت ۵۲۳ و ۵۱۳، الدر المنثور بحوالہ ابن عدی وابن عساکر مکتبة آية الله العظمیٰ قمیہ ان ۳/۲۴۱

^۳ المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۳/۶۲

البيان يلتحق بالمبين اذ لا يفيد الرفع التشكيك
وتعيين احد المحتملات فكان حكمه كحكم القرينة
والمفاد انما ينسب الى الكلام كما اوضحته الاصول
فثبت بالاية تفضيله رضى الله تعالى عنه على كل من
عداه في التقوى والحمد لله على ما ولى۔

اقول: واخذ الافعل بمعنى كثير الفعل فطام له عما
يحتاج اليه في اصل وضعه اعنى المفضل عليه فيكون
صرفاً عن المعنى الحقيقي المتبادر فلا بد منه قرينة
واين القرينة ولتكن حاجة وماذا الحاجة نعم هذا
مفاد صيغة المبالغة وشتان مهماً فليتنبه لهذا والله
تعالى الموفق۔

الشبهة الثالثة: وهي تتعلق بالكبرى من قياس اهل
السنة والجماعة ان المحمول في قوله تعالى "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ" ^۱ هو الاتقى فكان حاصل المقدمتين ان

تو مجمل متشابہ ہو جائے گا پھر بیان مبین (مجمل) سے ملحق ہوگا
اس لئے کہ بیان کا یہی فائدہ ہے کہ شک دور کرے اور محتمل
معانی میں سے کوئی ایک معین کر دے تو بیان کا حکم وہی ہے جو
قرینہ کا ہے اور کلام کا مفاد کلام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے
جیسا کہ اصول فقہ نے واضح کیا تو اس آیت سے صدیق اکبر کی
فضیلت تقویٰ میں ہر امتی پر ثابت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کیلئے اس
کی نعمتوں پر حمد ہے۔

میں کہتا ہوں اور افعل کو بمعنی كثير الفعل لینا اس کو اس شے
سے الگ رکھنا ہے جس وہ اصل وضع کے لحاظ سے محتاج ہے
یعنی مفضل علیہ تو یہ معنی حقیقی متبادر سے پھیرنا ہوگا اب تو
قرینہ ضروری ہے اور قرینہ کہاں، اور اس کے لئے حاجت بھی
چاہیے اور حاجت کیا ہے، ہاں یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفاد ہے
اور اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق ہے۔

تیسرا شبہ: اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبریٰ
کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ
أَتْقَىٰ" ^۱ میں محمول الاتقی ہے۔ تو دونوں مقدموں کا حاصل
یہ ہے ہوا کہ صدیق اتقی ہیں اور

^۱ القرآن الکریم ۱۳/۱۳۹

ہر اکرم اتقی ہے، اور یہ کسی طرح شکل اول کے قبیل سے نہیں اور شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبریٰ کا عکس کر دیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اول کے کبریٰ بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد ہمیں مضر نہیں اور تمہیں مفید نہیں، اور یہ وہی شبہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل و عاقل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ وجوہ سے توفیق بخشی ان بارہ کی اصل تین وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے۔

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن وحدیث کے محاورات یا شان نزول میں علماء کی روایات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب و مرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہوتا یا نظم قرآن کی سمجھ اور مفاد و معنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی ہوا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم

الصديق اتقى وكل اكرم اتقى وهذا ليس من الشكل الاول في شيء ولا ثانياً ايضاً لعدم الاختلاف في الكيف وان عكستم الكبرى جاءت جزئية لاتصلح لكبروية الشكل الاول فمفاد الايتين لا يضرنا ولا ينفعكم ومن الشبهة هي التي بلغتني عن بعض المفضلة عرضها على بعض المتكلمين منا۔

وانا اقول: وبالله التوفيق ما استخفه تشكيكا واضعفه دخلاً ركيكاً غلط ساقط باطل عاقل لا يستحق الجواب ولكن اذا قيل وسئل فلا بد من ابانة الصواب فاعلم ان اللطيف الخفي وفقني لازهاق هذا التلبيس الفلسفي باثني عشر وجهاً امهاتها ثلاثة وجوه كل منها يكفي ويشفي۔

الاول لو كان لهذا القائل علم بمحاورات القرآن او الحديث او بما روى العلماء في شان النزول او التفسير المرفوع الى جناب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم او كلمات العلماء والائمة الفحول او رزق حظاً من فهم الخطاب ودرک المفاد و

کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعوٰی چند لیلیوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اپنے احسان اور لطف عام سے مطلع کیا۔

فاقول: (میں کہتا ہوں) اوّل اہل جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رد کرتا ہوا آیا "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ" (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے کہ الذّاہا اخلاہا (کھاسب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رد کرنے کے کوتم یوں کہو: نہیں بلکہ الذّاہا اخلاہا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے، اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتّقی تمارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کیلئے یہ آئینہ ہے" میں احلی کی مثل ہے اور اکرم

تنزیل الکلام علی الغرض المراد لعلم ان حمل الاکرم هو المعتبر و صدر الکلام بتصدیر الخبر و ذلك لوجه اوقفنی اللہ تعالیٰ علیہا بمنہ و عیم کرمہ۔

فاقول اوّل: كانت الجاهلية تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب هو الافضل فجاءت كلمة الاسلام برد كلمة الجاهلية "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ" ¹ فالنزاع انما وقع في موصوف الافضل لاني صفتته وهذا كما اذا سأل سائل عن الذ الاطعمة فقال قائل الحامض الذ فنقول رد اعليه ابل الذها اخلاها فانما تريد ان الاحلى هو اللذ والوجه ان الاتقى في الآية كالا حلى في قولك هذه مراة لملاحظة الذات والاكرم حكم عليه كاللذ وانما الخبر ما حكم به

¹ القرآن الكريم ۴۹ / ۱۳

محکوم علیہ ہے جیسے الذ۔ اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وہ سمجھتا ہے جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقویٰ کی رغبت دلاتا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت و کرامت والا ہوگا۔ اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زرخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمھاری ترتیب کتبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو اپنے آباء و اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعوٰی کر و پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم اور ایک قراءت ان فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسبت پر فخر کیوں نہ کیا جائے، تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ

لا ما حکم علیہ ولقد درى من له قليل ممارسة بكلام العرب ان الذهن اول ما تلقى اليه امثال هذا الكلام لا يسبق الا الى ان المراد مدح الاتقياء والترغيب في التقوى والوعد الجليل بان من يتقى يکن كريماً علينا عظيماً لدينا وهكذا فهم المفسرون فهذا الزمخشري النكتة في الادب الشامة في معرفة كلام العرب يقول في تفسيره "المعنى ان الحكمة التي من اجلها رتبكم على شعوب وقبائل هي ان يعرف بعضكم نسب بعض فلا يعتزى الى غير آبائه. لان تتفاخروا بالآباء والاجداد وتدعو التفات و التفاضل في الانساب. ثم بين الخصلة التي بها يفضل الانسان غيره ويكتسب الشرف والكرم عند الله تعالى فقال ان اکرمکم عند الله اتقا کم "وقرئ ان بالفتح كانه قيل لا يتفاخر بالانساب فقيل لان اکرمکم عند الله اتقا کم لا انسبکم¹ الخ وبمثله قال الامام

¹ الكشف تحت الآية ۹/۱۳ دار الكتب بيروت ۳/۷۵

النسفی فی المدارک^۱۔

واقول ثانیاً القرآن انما نزل لبيان الاحكام التي لا يطلع عليها الا اطلاع الله سبحانه وتعالى كالنجاة و الهلاك والكرامة والهوان والرد والقبول والغضب و الرضوان واللبیان الامور الحسبیه وكون الرجل تقياً او فاجراً مما يدرك بالحس ففي جعل الاكرم موضوعاً كقلب الموضوع ولقد كان هذا الوجه من اول ما سبق اليه فكري حين استباعد الشبهة ثم في اثناء تحرير الرسالة لما راجعت مفاتيح الغيب رأيت الفاضل المدقق تنبه للشبهة ودندن في الجواب حول ما او مانا اليه حيث يقول "فان قيل الآية دلت على ان كل من كان اكرم كان اتقى" وذلك لا يقتضي ان كل من كان اتقى كان اكرم. قلنا وصف كون الانسان اتقى معلوم مشاهد

اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

اقول ثالثاً: قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا جیسے کہ نجات و ہلاکت، عزت و ذلت اور مردود و مقبول ہونا اور غضب و رضائے الہی، یہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اترا اور آدمی کا پرہیزگار یا مددگار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہ کو سن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر "مفاتیح الغیب" دیکھی تو میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا، اتقی (بڑا پرہیزگار) ہوگا، اور یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقی ہونا وصف معلوم و محسوس ہے

^۱ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآية ۱۳۹/۳ دارالکتب العربی بیروت ۱۴۳/۳

ووصف كونه افضل غير معلوم ولا مشاهد والاخبار
عن المعلوم بغير المعلوم هو الطريق الحسن. اما
عكسه فغير مفيد، فتقدير الآية كانه وقعت الشبهة
في ان الاكرم عند الله من هو؟ فقبيل هو الاتقى، واذا
كان كذلك كان التقدير اتقاكم اكرمكم عند الله
انتهى¹.

اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور
معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا،
یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس، تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت
میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہ ہوا کہ اللہ
کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے، اور
جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی اتقوا اکرمکم
عند اللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم
سب میں عزت والا ہے)

قلت ولعلك لا يخفى عليك ما بين التقديرين من
الفرق وما بين هذا الوجه ووجهنا الباقية من
التفاوت العظيم "ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ"² و
لحمد لله رب العالمين۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو
دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں
اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے
چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب
ہے جہاں والوں کا۔

ثم اقول على ان يزعمك الوهم الصؤل فيلجئك ان
تقوم تقول اليس التقوى من افعال القلوب. قال الله
سبحانه و

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم بے
چین کرے پھر تمہیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ
کیا تقویٰ افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد

¹ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآية ۹۲/۷۷ المطبعة البهية المصرية ۳/۲۰۵

² القرآن الکریم ۵/۵۴

تَعَالَى "أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِيَتَّقُوا" ¹ وَقَالَ تَعَالَى "وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ" ² وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "التَّقْوَى هُنَا، التَّقْوَى هُنَا، التَّقْوَى هُنَا، التَّقْوَى هُنَا، يَشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ³ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَنْهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْكُلُّ شَيْءٌ مَعْدُنٌ وَمَعْدُنُ التَّقْوَى قُلُوبُ الْعَارِفِينَ" أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ ⁴ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ الْفَارُوقِ أَكْبَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، فَكَيْفَ قَلْتُمْ أَنَّهَا مِنَ الْمَحْسُوسَاتِ۔

قُلْتُ بَلَى إِنَّ التَّقْوَى مَقَامُهَا الْقَلْبُ وَعَنْ هَذَا قُلْنَا إِنَّ الصَّدِيقَ لَمَّا كَانَ اتَّقَى الْأَمَةَ بِأَسْرَها وَجِبَ أَنْ يَكُونَ أَعْرِفَهَا بِاللَّهِ تَعَالَى

ہے: "یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔" اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے: "ہر شے کے لئے کان ہے اور تقویٰ کی کان اولیاء کے دل ہیں۔" اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقویٰ محسوسات سے ہے۔

قُلْتُ (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بے شک تقویٰ کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں

¹ القرآن الکریم ۳۹/۳

² القرآن الکریم ۲۲/۳۲

³ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم وخذله الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۳۱۷

⁴ المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المكتبة الفیصلیة بیروت ۱۲/۳۰۳

لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف جھلکتے ہیں اور حیاء و غم، خوشی و غضب وغیرہ صفات قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لو تھڑا ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھر جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سنتے ہو وہ قلب ہے۔" اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔" اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم و بیہقی نے ابوسعید	لكن القلب امير الجوارح فاذا استولى عليه سلطان شيعي اذعنت له الجوارح طرًا ولعت عليها آثاره جهراً وهذا مشاهد في الحياء والحزن والفرح والغضب وغير ذلك من صفات القلب قال المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم "الا وان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهي القلب" اخرجہ الشيخان¹ عن نعمان ابن بشير رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقال صلى الله تعالى عليه وسلم "اذا رايتم الرجل يعتاد المسجد فاشهدوا له بالايمان" اخرجہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن خزيمه وابن حبان والحاكم والبيهقي² عن ابی سعيد

¹ صحيح البخارى كتاب الايمان باب فضل من استبرأ لدينه قد روي في كتب خاتمة كراچی ۱/۱۳، صحيح مسلم كتاب المساقات باب اخذ الحلال

وترك الشبهات قد روي في كتب خاتمة ۲/۲۸

² جامع الترمذی كتاب التفسير تحت الآية ۹/۱۱۸ میں کہنی دہلی ۲/۱۳۵، سنن ابن ماجة كتاب المساجد والجماعات باب لزوم المساجد الخ

ابن ماجہ سعید کہنی کراچی ص ۵۸، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المكتبة الاسلامی بیروت ۳/۶۸، المستدرک للحاکم كتاب

الصلوة بشر المشائين في الظلم الى المساجد الخ دار الفكر بیروت ۱/۲۱۲، السنن الكبرى كتاب الصلوة باب فضل المساجد الخ دار صادر

بیروت ۳/۶۶، موارد الظمان الى زوائد الظمان باب الجلوس في المسجد بالخیر حدیث ۳۱۰، المطبعة السلفية ص ۹۹

الخدري رضي الله تعالى عنه۔

اقول ثالثاً: ما ذكر في شان النزول فانما يستقيم ويطابق التنزيل اذا كان الموضوع هو الاتقي۔ اما اذا عكس فلا يتأتى ولا ياتي الرمي على المرمي، اما رواية يزيد بن شجرة فطريق الاستدلال فيها انكم استحققتم هذا العبد لانه عبد اسود فقلتم عاد ذليلاً وحضر جنازة ذليل لكنه عندنا كريم جليل اذا كان متقياً والفضل عندنا بالتقوى فمن كان تقياً كان كريماً عندنا وان كان عبد اسود اجدع۔ وهذا الطريق هو المفهوم من الآية عند كل من له ذوق سليم، اما على ما زعمتم فيكون حاصل استدلال الله سبحانه وتعالى انه كان كريماً وكل كريم متق فلذا اعاده نبيناً صلى الله تعالى عليه وسلم وحضر دفنه، وهذا الطريق كما ترى اذا كان ينبغى الاستدلال الاستدلال بأمر مسلم عندهم يستلزم ما لم يسلموه كالتقوى على تقريرنا۔

خدري رضي الله تعالى عنه سے روایت کیا۔

اقول ثالثاً: جو کچھ آیت کریم کے شان نزول میں مسطور ہوا وہ تو اسی وقت راس آتا ہے اور تنزیل کے مطابق ہوتا ہے جب آیت کریمہ میں اتقی ہی موضوع ہو۔ رہی وہ صورت جب اس کا عکس کر دیں تو بات نہیں بنتی، ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا۔ رہی یزید ابن شجرہ کی روایت تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ سیاہ فام غلام ہے تو تم نے اعتراض کیا کہ ذلیل کی عیادت کی ذلیل کے جنازہ میں حاضر ہوئے، لیکن وہ غلام ہمارے نزدیک باعزت جلیل القدر ہے اس لئے کہ وہ متقی تھا اور ہمارے یہاں بزرگی تقویٰ سے ہے تو جو متقی ہوگا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہوگا اگرچہ کالا نکلا غلام ہو۔ اور آیت سے ہر ذوق سلیم والے سے یہی طریق استدلال مفہوم ہوتا ہے، اور تمہارے زعم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے استدلال کا حاصل یوں ہوگا کہ وہ بے شک عزت والا تھا اور ہر عزت والا متقی ہے اسی لئے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی عیادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔ اور یہ طریق استدلال جیسا ہے تمہیں معلوم ہے اس لئے کہ دلیل لانا ایسے امر سے چاہئے تھا جو کفار کو مسلم ہوا اور جو اس کو مستلزم ہو جس کو وہ تسلیم نہیں کرتے جیسے تقویٰ ہماری تقریر پر۔

واما الكرامة فلم تكن ثابتة عندهم والالهأ قالو ما قالو. على ان المقدمة المذكورة في الآية تبقى ح عبثاً والعياذ بالله تعالى فان الرد عليهم تم بالمطوية القائلة انه رجل كريم عند الله تعالى وبعد ذلك اى حاجة الى ان يقال كل كريم متق. اذ لم يكن نزاعهم في التقوى بل في الكرم. وبالجمله يلزم اخذ المدعى صغرى واستنتاج ماليس بمدعى وهكذا يجرى الكلام في رواية مقاتل واستحقاق قریش سيدنا عتيق العتيق اعتقنا الله بهما من عذاب الحريق، آمين۔

رہی عزت (اس سیاہ فام غلام کی) کافروں کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافر وہ کچھ نہ کہتے جو انہوں نے کیا۔ علاوہ ازیں وہ مقدمہ جو اس آیت میں ذکر ہوا اس تقدیر پر عبث ٹھہرے گا والعیاذ باللہ، اس لئے کہ کفار پر رد تو اس قضیہ مطوعیہ (پوشیدہ) سے تام ہو لیا جس میں یہ دعوٰی ہے کہ وہ غلام، اللہ کے نزدیک باعزت ہے۔ اس کے بعد کون سی حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کریم، متقی ہے اس لئے کہ کافروں کا نزاع تقویٰ میں نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا۔ بالجملہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مدعا صغریٰ ہو اور نتیجہ وہ نکلے جو مدعا نہیں اور یونہی کلام روایت مقاتل میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تحقیر میں جاری ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے صدقے میں جہنم کے عذاب سے آزاد فرمائے آمین۔

اور ہم بلفظ دیگر تقریر کریں اس لئے کہ "کل جدید لذیذ" کان، کفار کا طریق استدلال حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقارت پر بایں طور تھا کہ وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں ہوتا، تو عزت والے نہیں، اور یہ آیت کفار کے رد میں اُتری لہذا ان کے قیاس میں دو مقدموں میں سے ایک کا نقض ضروری ہے لیکن صغریٰ کا رد نہیں ہو سکتا۔ اب متعین ہوا کہ آیت کبریٰ کا ہی ابطال کرتی ہے اس کی نقیض

ولنقرر بعبارة أخرى قال "كل جديد لذیذ" کان طریق استدلالهم على حقارته رضى الله تعالى عنه بأنه عبد ولا شيء من العبد كريمة فهو ليس بكريم و الآية نزل في الرد عليهم فلا بد من نقض احدى المقدماتين من قياسهم لكن الصغرى لا مرد لها، فتعين ان الآية انما تبطل الكبرى باثبات

کے اثبات کے ذریعہ اور کفار کے کبریٰ کی نفیض یہ ہے کہ بعض غلام باعزت ہیں اور اس کا ثبوت کرنا ممکن نہیں مگر ہمارے طریقے پر بایں طور کہ ہم کہیں بعض غلام، اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہی عزت والا ہے۔ رہا اصل مقدمتین میں تمہارے طریقے پر یہ قیاس کہ بعض غلام متقی ہیں اور ہر عزت والا متقی ہے تو یہ وہی قیاس ہے جس کو تم دفع کر چکے۔ اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں دونوں وجوہ کے ساتھ یہ تقریر چلے گی۔

اور ہم تقریر مدعا تیسری عبارت سے کریں حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض اہل مجلس کی تحقیر انہیں، "یا ابن فلانہ" (اے فلانی کے بیٹے) کہہ کر کی یعنی اے نسب میں کمتر، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا ردیوں فرمایا کہ تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا؟ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ان بعض میں سے نہ ہو اور اگر تمہاری مراد سلب کلی ہے تو یہ قطعاً باطل ہے اس لئے

نقیضہا، وهو ان بعض العبيد كريم ولا يمكن اثباته الا على طريقتنا بان نقول بعض العبيد يتقى الله تعالى ومن يتقى الله تعالى فهو كريم، اما على طريقتم في اصل المقدمتين ان بعض العبيد متق وكل كريم متق وهذا هو القياس الذي انتم دفعتموه وهكذا يتمشى التقرير في رواية ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بكلا الوجهين۔

ولنقرر بعبارۃ ثالثة استحققر ثابت بن قيس رضي الله تعالى عنه بعض اهل المجلس بقوله يا ابن فلانة اي يادنى النسب فرد الله سبحانه وتعالى عليه بانك ان زعمت ان بعض الاداني في النسب لا يكون كريماً فقولك هذا صادق لكن علام استحققرت هذا بخصوصه اذ يجوز ان لا يكون هذا من ذلك البعض وان اردت السلب الكلي فباطل قطعاً، اذ لو صدق لصدق ان بعض المتقين ليس كريماً لان بعضهم دنى النسب فلم يكن كريماً عندك لكن التالى باطل

کہ اگر یہ صادق ہو تو یقیناً یہ صادق ہوگا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں کے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک شریف نہ ہوں گے لیکن تالی باطل ہے اس لئے کہ اس کی نفی صادق ہے اور وہ یہ کہ ہر متقی کریم ہے تو مقدم بھی اس کی طرح باطل ہے یہ ہمارے طریقے پر ہے لیکن تمہارے طریقے پر تو مقدمہ استثنائیہ^ع یہ ہے کہ ہر شریف متقی ہے اور یہ لازم کو مرتفع نہیں کرتا تو ملزوم کو بھی مرتفع نہ کرے گا۔ اس تقریر کو خوف ضبط کر لو اس لئے کہ فیض (کا دریا) زوروں پر ہے، اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔

اقول رابعاً الاحادیث التي جأت تفسيرا الآية اوترد مورد مشرعها وتلحظ ملحظ منزعها انما تعطى ما ذكرنا من المفاد وتأتي عما بغيتكم من الفساد ومنها ما انبأنا المولى السراج عن الجمال عن عبد الله السراج وعالي بدرجة عن ابيه عبد الله السراج عن محمد بن هاشم ح ومساويا للعالي عن الجمال عن السندی ح وشافعهني عالي بدرجتين

اقول رابعاً الاحادیث التي جأت تفسيرا الآية اوترد مورد مشرعها وتلحظ ملحظ منزعها انما تعطى ما ذكرنا من المفاد وتأتي عما بغيتكم من الفساد ومنها ما انبأنا المولى السراج عن الجمال عن عبد الله السراج وعالي بدرجة عن ابيه عبد الله السراج عن محمد بن هاشم ح ومساويا للعالي عن الجمال عن السندی ح وشافعهني عالي بدرجتين

نیز اس سند سے اس روایت کی جو سند عالی کے

لصدق نقيضه وهو ان كل متق كريم فالمقدم مثله، هذا على طريقتنا اما على طريقتهكم فالمقدمة الاستثنائية ان كل كريم متق وهو لا يرفع اللازم فلا يرفع الملزوم اتقن هذا فان الفيض مدرار۔ والحمد لله۔

اقول رابعاً الاحادیث التي جأت تفسيرا الآية اوترد مورد مشرعها وتلحظ ملحظ منزعها انما تعطى ما ذكرنا من المفاد وتأتي عما بغيتكم من الفساد ومنها ما انبأنا المولى السراج عن الجمال عن عبد الله السراج وعالي بدرجة عن ابيه عبد الله السراج عن محمد بن هاشم ح ومساويا للعالي عن الجمال عن السندی ح وشافعهني عالي بدرجتين

عہ: مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے، اور قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا اس کی نفیض بالفعل مذکور ہو جیسے ہمارا یہ کہنا کہ "یہ اگر جسم ہے تو متحیز ہے" لیکن وہ جسم ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ متحیز ہے اور یہی یعنی قیاس یعنی مقدمہ میں مذکور ہے اور نفیض کی مثال یہ کہ وہ متحیز نہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ جسم نہیں اور اس کی نفیض کہ وہ جسم ہے مقدمہ میں مذکور ہے۔ (تعریفات جرجانی ص ۱۵۹)

سیدی جمل اللیل عن السندی کلاهما عن صالح
العمری باسانیدہ الامامین الجلیلین بسندھما الی
سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای الناس اکرم، فقال
اکرمہم عند اللہ اتقیہم^۱۔

مساوی ہے انہوں نے روایت کی جمالی سے وہ روایت کرتے
ہیں سندی سے اور میرے اوپر دو درجہ عالی سند سے اس
حدیث کو مجھ سے روایت کیا سیدی جمل اللیل نے وہ روایت
کرتے ہیں سندی سے دونوں نے روایت کی صالح عمری سے
ان امامین جلیلین (بخاری و مسلم) کی اسانید کے ساتھ ان
دونوں اماموں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا:
لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے
فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے
جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اقول: انظر الی آثار رحمة اللہ کیف یوضح المحجة ولا
یدع لاحد حجة انما سئل المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بان ای الناس اکرم ای من الموصوف بہ
لان الاکرم ماہو بای نعت یزہو فاجاب الایة الکریمۃ
فلو لان الاتقی هو الموضوع لما طبق الجواب

اقول: (میں کہتا ہوں) اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کے آثار
دیکھو راستہ کو کس طرح واضح کرتا ہے یہ کسی کے لئے حجت
نہیں چھوڑتا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یوں سوال
ہوا تھا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ عزت والا ہے یعنی اس
وصف سے کون موصوف ہے یہ سوال نہ ہوا تھا کہ "اکرم کی
ماہیت کیا ہے۔" "اکرم" (سب سے زیادہ عزت والا) اور کون
سے وصف پر ناز کرتا ہے، تو سرکار نے

^۱ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۹، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ

السلام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۸

السؤال وعليك بتزكية الخيال ومن تمام نعمة الله تعالى ان فسر الشراح الحديث بما يعين المراد ويقطع كل وهم يراد-

قال العلامة المناوي "اكرم الناس اتقهم لان اصل الكرم كثرة الخير" فلما كان المتقى كثير الخير في الدنيا وله الدرجات العلى في الآخرة كان اعم الناس كرمًا فهو اتقهم¹، انتهى-

انظر اين ذهبت شبهتك الواهية فهل ترى لها من باقية، ومنها ما نبأنا المولى عبد الرحمن عن الشريف محمد بن عبد الله كما مضى عن علي بن يحيى الزیادی عن الشهاب احمد بن محمد الرملی عن الامام ابی الخير السخاوی عن

آیہ کریمہ سے جواب دیا تو اگر بات یہ نہ ہوتی کہ اتقی (سب سے بڑا پرہیزگار) ہی موضوع ہے تو جواب سوال کے مطابق نہ ہوتا اس پر خیال کا تزکیہ ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمت کی تمامی سے یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے اس کی تفسیر اس جملہ سے کردی جو مراد کو متعین کر دیتا ہے اور وہم کا قاطع ہے۔

اس میں علامہ مناوی کا ارشاد ہے: اكرم الناس اتقاهم (سب لوگوں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) اس لئے کہ کرم اصل میں کثرت خیر ہے، تو جب متقی دنیا میں خیر کثیر والا ہے اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے، تو سب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا، انتہی۔

دیکھو تمہارا وہی شبہ کہاں گیا، اب اس کا کچھ نشان دیکھتے ہو۔ اور از انجملہ وہ حدیث ہے جس کی ہمیں خبر دی مولیٰ عبد الرحمن نے، انہوں نے روایت کی سید محمد بن عبد اللہ سے، جیسا کہ گزرا، اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن یحییٰ زیادی سے، وہ روایت کرتے ہیں شہاب احمد بن محمد رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابوالخیر سخاوی سے، وہ روایت کرتے ہیں،

¹ التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث اكرم الناس اتقاهم مكتبة الامام الشافعي ۲۰۳/۱

العز عبد الرحیم بن فرات عن الصلاح بن ابی عمر
عن الفخر بن البخاری عن فضل اللہ ابی سعید
التوقانی عن الامام محی السنۃ البغوی انا ابوبکر بن
ابی الہیثم انا عبد اللہ بن احمد بن حمویۃ انا ابراہیم
بن خزیم ثنا عبد اللہ بن حمید انا الضحاک بن
مخلد عن موسیٰ بن عبیدۃ عن عبد اللہ بن دینار
عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف یوم
الفتح علی راحلته یستلم الارکان بحجته فلما خرج
لم یجد مناحاً فنزل علی ایدی الرجال ثم قام
فخطبہم فحمد اللہ واثنی علیہ، وقال الحمد للہ الذی
اذہب عنکم غیبۃ الجاہلیۃ وتکبرہا بآبائہا انما
الناس رجلان بر تقی کریم علی اللہ وفاجر شقی ھین
علی اللہ ثم تلا "یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و
انثی" ثم قال اقول قولی هذا واستغفر اللہ

عز عبد الرحیم بن فرات سے، وہ روایت کرتے ہیں صلاح بن
ابی عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں فخر ابن بخاری سے، وہ
روایت کرتے ہیں فضل اللہ ابو سعید توقانی سے، وہ روایت
کرتے ہیں امام ابی السنۃ بغوی سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی
ابو بکر ابن ابی ہیشم نے عبد اللہ ابن احمد ابن حمویہ سے، وہ
فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابراہیم ابن خزیم نے، ہم سے
حدیث بیان کی عبد اللہ ابن حمید نے، ہمیں خبر دی ضحاک ابن
مخلد نے، وہ روایت کرتے ہیں اس کو موسیٰ ابن عبیدہ سے، وہ
روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن دینار سے، وہ روایت کرتے ہیں
حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ
کے دن اپنی سواری پر طواف کیا، ارکان کعبہ کا بوسہ اپنے
عصائے مبارک سے لیتے تھے، تو جب باہر تشریف لائے تو
سواری کو ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اتر
گئے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء
کی اور فرمایا: اللہ کے لئے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ
اور آباؤ اجداد کا غرور دور کیا۔ لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں،
ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت والا، دوسرا بدکار، بد بخت،
اللہ کی بارگاہ میں ذلیل، پھر یہ آیت پڑھی: "اے لوگو! ہم نے
تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"، پھر فرمایا: "میں
یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے

لی ولکم^۱۔

اقول: انظر كيف قسم المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم الخلق الى قسمين برتقى ووصفهم بالكرم وفاجر شقى ووصفهم بالهوان وهذا صريح فيما قلنا۔ ومنها ما اخرج ابن النجار والرافعي عن ابن عمر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من دعائه: "اللهم اغنني بالعلم وزيني بالحلم واكرمني بالتقوى وجعلني بالعافية" ^۲ قال المناوى اكرمني بالتقوى لا كون من اكرم الناس عليك ان اكرمكم عند الله اتقكم^۳ اهـ

اقول: والوجه حذف

لئے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔"

اقول: دیکھو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخلوق کو دو قسم کیا، ایک نیک، پرہیزگار، اور ان کو عزت سے موصوف کیا۔ اور دوسرے بدکار، بد بخت، اور انہیں ذلیل بتایا۔ اور یہ ہمارے دعوٰی کی صریح دلیل ہے۔ ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جس کی تحریر ابن نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا کے یہ کلمات مروی ہے ہیں: "اے اللہ! مجھ علم کے ساتھ غنا، حلم کے ساتھ زینت، تقویٰ کے ساتھ اکرام اور عافیت کے ساتھ جمال عطا فرما۔" مناوی نے (دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے) کہا: "مجھے تقویٰ کے ساتھ اکرام عطا فرما تاکہ میں تیرے یہاں سب سے زیادہ عزت پانے والے لوگوں میں سے ہو جاؤں (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) اھ میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ لفظ من

^۱ معالم التنزيل (تفسير البغوي) تحت الآية ۱۳/۲۹ دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۶

^۲ كنز العمال بحواله ابن النجار حديث ۳۶۶۳ مؤسسة الرسالة بيروت ۲/۱۸۵، ۲۰۲، الجامع الصغير حديث ۱۵۳۲ دار الكتب العلمية

بيروت ۹۶/۱

^۳ التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث اللهم اغنني بالعلم الخ مكتبة الامام الشافعي رياض ۲۲۱/۱

کو حذف کیا جائے۔ گویا اس کی مراد وہ ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں دعا کرتے ہوئے امت کرتی ہے۔

من جملہ ان حدیثوں میں سے یہ حدیث ہے جسے زمخشری نے کشاف میں پھر امام نسفی نے مدارک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا: جس کی یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اور یہ ظاہر تر ہے۔

اقول خامساً: العلماء مأفہوا من الآية الا مدح المتقين ولم يزالوا محتجين بها على فضيلة التقوى واهلها فلو كان الامر كما زعمتم لا ندحض هذه التمسكات بحذاقها، اذ لما كان المعنى ان كل كريم متق وهو لا يستلزم ان كل متق كريم فای مدح فيه للمتقين وبمذايغ فضلون على الباقيين، الاترى ان كل كريم انسان وحيوان وجسمان

من وکانه اراد ما تريد الامة عند الدعاء به تاسياً بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ومنها ما اورد الزمخشري في الكشف ثم الامام النسفی في المدارك عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سره ان يكون اکرم الناس فليتنق الله^۱ وهذا البين واجلي۔

واقول خامساً: العلماء مأفہوا من الآية الا مدح المتقين ولم يزالوا محتجين بها على فضيلة التقوى واهلها فلو كان الامر كما زعمتم لا ندحض هذه التمسكات بحذاقها، اذ لما كان المعنى ان كل كريم متق وهو لا يستلزم ان كل متق كريم فای مدح فيه للمتقين وبمذايغ فضلون على الباقيين، الاترى ان كل كريم انسان وحيوان وجسمان

^۱ الكشف تحت الآية ۳۹/۱۳ دار الكتاب العربي بیروت ۳/۷۵ مدارك التنزيل (تفسير النسفی) تحت الآية ۳۹/۱۳ دار الكتاب العربي

اور جسم ہے اور اس کے ساتھ ان تینوں میں سے ہر فرد محمود نہیں ہوتا۔

فان قلت (تو اگر تم کہو کہ) بے شک تقویٰ کریموں کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ وصف تعریف کا مستحق ہے بخلاف ان اوصاف کے جو آپ نے ذکر کئے۔

قلت (میں کہوں گا) اب تم اسی بات پر آگئے جس کا تم نے انکار کیا تھا اس لئے کہ تقویٰ جب کریموں کے ساتھ خاص ہے دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کریم ہو اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ مولیٰ فاضل ناصح محمد آفندی رومی برکلی طریقہ محمدیہ میں تقویٰ کی فضیلت میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو ان آیات کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کریم ٹھہرا۔

کتاب مذکور کے شارح مولانا عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں مصنف کا اشارہ پہلی آیت یعنی اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی طرف ہے۔

واقول سادساً: اے توفیق والے میری طرف آ، یہ ایک تحقیق ہے جو قبول کی

ولایکون بهذا کل فرد من هؤلاء محموداً فی الدین۔

فان قلت ان التقوی وصف خاص بالکرماء فلهذا استحق الثناء بخلاف ما ذکرتم من الاوصاف۔

قلت الان اتیت الی ابیت فان التقوی اذا اختص بهم ولم یوجد فی غیرهم وجب ان یکون کل متقی کریماً وفیه المقصود قال المولی الفاضل الناصح محمد آفندی الرومی البرکلی فی الطریقة المحمدیة بعد ماسرد الآیات فی فضیلة التقوی فتأمل فیما کتبنا من الآیات الکریمة کیف کان المتقی عند اللہ تعالیٰ اکرم¹ انتھی۔

قال المولی الشارح العارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی فی شرحها الحدیقة الندیة اشارة الی الایة الاولی من قوله تعالیٰ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم"² انتھی۔

واقول سادساً: الی یا موفق تحقیق بالقبول احق اخرج

¹ الطریقة المحمدیة الباب الثانی الفصل الثالث مکتبہ خفییہ کونستنبول ۱۲۹

² الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة الفصل الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۴۱۰

سزاوار ہے، امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا: "آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا خلق۔" اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں یحییٰ بن ابی کثیر سے بسند مرسل روایت کیا درآئیکہ اس حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے کہ فرمایا: "کرم، تقویٰ ہے اور شرف تواضع ہے۔" اور ترمذی محمد ابن علی الحکیم نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا درآئیکہ اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے کہ فرمایا: "حیاء زینت ہے اور تقویٰ کرم ہے۔" احادیث کو دیکھو کس قدر روشن اور کتنی فصیح ہیں اور کیسی شیریں اور کیسی ملیح ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول کہ آدمی کی مروت اس

الامام احمد والحاکم والبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرم المرء دینہ ومروته عقله وحسبه خلقه¹ واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب الیقین عن یحییٰ بن ابی کثیر مرسلًا ینمیہ الی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الکرم التقویٰ و الشرف التواضع"² واخرج الترمذی محمد بن علی الحکیم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الحیاء زینۃ والتقی کرم"³ انظر الی الاحادیث ما اجلاها و افصحها واحلها واملحاً انظر الی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مروته

¹ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۵، المستدرک للحاکم کتاب العلم کرم المؤمن دینہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۳، المستدرک للحاکم کتاب النکاح الحسب والمال والکرم الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۳، السنن الکبریٰ کتاب النکاح باب اعتبار الیسار فی الکفاۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۶، السنن الکبریٰ کتاب الشهادات باب بیان مکارم الاخلاق الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۵

² کتاب الیقین من رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۲۲ مؤسسة الكتب الثقافیۃ بیروت ۱/ ۲۸

³ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل السادس والخمسون والمائة دار صادر بیروت ص ۲۰۰

کی عقل ہے۔ دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل ہی کو مروت سے موصوف کیا اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول "آدمی کا حسب اس کا خلق ہے اور شرف تواضع ہے" تو اس لئے کہ خلق پر حکم لگایا کہ وہ حسب ہے اور تواضع پر حکم فرمایا کہ وہی شرف ہے مدعیوں کے دعوے کو رد کرنے کے لئے کہ مال ہی شرف ہے اسی لئے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ بے شک حسب خلق ہے اور مروت عقل ہے اور شرف تواضع ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر اس کا عکس کر دے تو قبول کیا جائے گا تو اسی طرح دونوں حدیثوں میں اپنے بعد فقروں سے ملے ہوئے فقروں میں یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کرم تقویٰ ہے اور آدمی کی عزت اس کا دین ہے (یعنی ان جملوں کا عکس مقبول نہ ہوگا۔) اور میں تم کو اس کے لئے ایک ضابطہ دیتا ہوں جب کبھی تم ایسے مقامات میں دو اسم معرف باللام دیکھو کہ ان میں کا ایک دوسرے پر محمول ہوتا ہے تو اگر دوسرے کا پہلے کے لئے محمول بننا بغیر لام کے صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس قضيے میں بھی محمول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، اسکی نظیر شاعر کا شعر ہے:

عقله فأنما وصف العقل بالبروة لا البروة بالعقل و
كذا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "حسبه خلقه و
الشرف التواضع" فأنما حكم على الخلق بأنه الحسب
وعلى التواضع بأنه الشرف حسبا لما يدعيه المدعون
من أن المال هو الشرف، ولذا إن قال قائل إن الحسب
خلق والبروة عقل والشرف تواضع لم يقبل قوله
منه، وإن عكس قبل فهكذا في الفقرتين اعنى قوله
صلى الله تعالى عليه وسلم الكرم التقوى وكرم البرء
دينه۔

وانا اعطيك ضابطة لهذا كلما رأيت في امثال عه هذا
المقام اسبين معرفين باللام محمولا احدهما على
الأخر فان صح ان يحمل الآخر على الاول مجردا عن
اللام فأعلم انه يجوز ان يكون محمولا في تلك القضية
ايضا والا لانظيرة قول الشاعر

ع: اشارة الى انك تقول الخ

(المصنف)

بنونا بنوا ابناءنا وبنو

بنائنا ابناء الرجال

فأنك ان قلت احفادنا ابناء لنا صدقت وان قلت
ابنائنا احفادنا كذبت فكان بنونا هو المحكوم به و
السر في ذلك ان المحمول يجوز تنكيره ابداً وافادة
القصر على تسليبه ^ع كلياً امر زائد على نفس الحكم
و الموضوع لا ينكر تنكيراً محضاً فلذلك لا يقال
الكرم تقوى او الكرم دين وانما تقول بالتعريف
لان الآخر هو الموضوع حقيقة لا جل هذا ان عكست
ونكرت صح اما رايك ان النبي صلى الله تعالى عليه و
سلم لما قدم التقوى في حديث الحكيم نكر الكرم و
لما عكس في الحديث الآخر عرف التقوى اللهم لك
الحمد على تواتر الالئك ولا اخالك يا هذا مغبوراً في
غيابات الغباوت بحيث يعسر عليك الانتباه لما في
تلك الاحاديث

"یعنی ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں
کے بیٹے اور مردوں کے بیٹے ہیں۔" اس لئے کہ اگر تم یوں کہو
کہ ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں تو یہ صادق ہوگا، اور اگر یوں
کہو کہ ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں تو یہ کاذب ہوگا تو شعر
میں "بنونا" ہی محکوم بہ ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ ہمیشہ
محمول کو نکرہ لانا جائز ہے اور افادہ قصر اگر اس کو امر کلی تسلیم
کر لیں نفس حکم پر ایک زائد بات ہے، اور موضوع کبھی نکرہ
محضہ نہیں لایا جاتا ہے تو اس لئے یوں نہ کہا جائے گا کہ الکرم
تقویٰ یا الکرم دین یعنی جبکہ جملے کا جز ثانی مبتدا ٹھہرائیں تو اس
کو نکرہ لانا جائز نہیں بلکہ تم یہ جملہ دوسرے جز کی تعریف کے
ساتھ بولو گے اس لئے کہ حقیقت میں دوسرا جز ہی موضوع
ہے اسی وجہ سے اگر اس جملے کا عکس کر دو اور پہلے جز کو نکرہ
کر دو تو صحیح ہوگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے جب تقویٰ کو مقدم کیا حکیم ترمذی کی گزشتہ حدیث
میں تو "کرم" کو نکرہ لائے، اور دوسری حدیث میں جب اس کا
عکس کیا تو "تقویٰ" کو معرفہ لائے۔ الٰہی! تیری پیہم نعمتوں
پر تیرے لئے حمد اے شخص میں گمان نہیں کرتا کہ تو کم فہمی کی
اندھیروں

(المصنف)

عہ: اشارہ الی انہ مع اشتہارہ فی کثیر من الناس الخ

میں ایسا بھٹکا ہو کہ تیرے اوپر ان چسکتی تجلیوں سے تنبیہ ہونا دشوار ہو جن کی روشنی لگتا ہے کہ شبہات کی آنکھوں کو اچک لے گی جو ان احادیث میں ہیں جن میں کبھی کرم کو مقدم فرمایا اور کبھی تقویٰ کو صدر کلام میں لائے بالخصوص حدیث ترمذی باوجودیکہ اصول میں مقرر ہو چکا کہ لام جبکہ عہد کے لئے نہ ہو تو استغراق کے لئے ہو گا بلکہ جنس بھی مفید استغراق ہے اس لئے کہ ضروری ہے کہ جنس کے حکم میں سب افراد برابر ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول: سابعاً ان قیل لك اكرم الناس اتقاهم ثم من دونه في التقوى وهكذا يأتي ينزل تدريجاً لاجرم ان تسلمه وتقول هذا لاريب فيه لكنك لم تدر ان قد انصرفت عما اقترفت وقد اعترفت بما انحرفت، قل لي ماذا محصل قولك ان اكرم الناس يوصف اولاً بأنه اتقى وثانياً بأنه قليل التقوى وثالثاً بأنه اقل، هل هذا الاكلام مجنون تفوه بلفظ في الجنون وما درى وما عقل وهذه الشناعة

اقول: سابعاً اگر تم سے کہا جائے کہ سب لوگوں سے زیادہ باعزت سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقویٰ میں اس سے کم ہے اور اسی طرح سے تدریجاً کم سے کم ترکی طرف نازل ہو، لا محالہ تم اس کو تسلیم کرو گے اور کہو گے کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے۔ جس کا تم نے ارتکاب کیا تھا۔ اور انحراف کا اعتراف کر لیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا حاصل کیا ہے کہ اكرم الناس اولاً اتقى سے موصوف ہوتا ہے (سب سے زیادہ پرہیزگار) اور ثانياً قليل التقوى کے ساتھ اور ثالثاً اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس صورت میں جب کہ جز ثانی یعنی اتقى کو محمول مانیں کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں۔ جو جنون میں لفظ

التي جاءت مرة بتقديم الكرم واخرى بتصدير التقوى من لمعات بوارق يكاد سناها يختلف ابصار الشبهات ولا سيما حديث الترمذی مع ما تقرر في الاصول ان اللام ان لا عهد فللاستغراق بال الجنس ايضاً مفيد اذ حكمه لا بد وان يسوى فيه الافراد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول: سابعاً اگر تم سے کہا جائے کہ سب لوگوں سے زیادہ باعزت سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقویٰ میں اس سے کم ہے اور اسی طرح سے تدریجاً کم سے کم ترکی طرف نازل ہو، لا محالہ تم اس کو تسلیم کرو گے اور کہو گے کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے۔ جس کا تم نے ارتکاب کیا تھا۔ اور انحراف کا اعتراف کر لیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا حاصل کیا ہے کہ اكرم الناس اولاً اتقى سے موصوف ہوتا ہے (سب سے زیادہ پرہیزگار) اور ثانياً قليل التقوى کے ساتھ اور ثالثاً اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس صورت میں جب کہ جز ثانی یعنی اتقى کو محمول مانیں کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں۔ جو جنون میں لفظ

بولتا ہے اور سمجھتا ہے ورنہ اسے خبر ہوتی، اور یہ شاعت تمہارے زعم عجیب میں ان تمام احادیث کو مکرر کر دے گی جن میں ترتیب کے ساتھ اعمال کی فضیلت بیان ہوئی اور یہ مضمون احادیث میں بہت ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کو سب کاموں سے زیادہ پیاری نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔ پھر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" اس حدیث کو روایت کیا احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو تمہارے زعم پر معنی یہ ہوگا کہ سب سے زیادہ محبوب کام پہلے صلوٰۃ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر حسن سلوک بن جاتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر جہاد ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ عجیب باتوں میں سے ہے جو سننے والوں نے سنی۔

تکدر عليك زعمك العجيب في كل ما جاء على الترتيب وهو كثير في الاحاديث. قال صلى الله تعالى عليه وسلم "احب الاعمال الى الله الصلوة لوقتها ثم بر الوالدين ثم الجهاد في سبيل الله" اخرجہ الائمة احمد¹ والبخارى ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فالمعنى على زعمك ان احب الاعمال يوصف اولاً بأنه صلوة ثم ييكث فيصير برا ثم يلبث فيعود جهاداً وهذا من اعجب ما سمع السامعون،

¹ صحيح البخارى كتاب مواقيت الصلوة باب فضل الصلوة لوقتها قديمي كتب خانہ كراچی / ۷۶، صحيح البخارى كتاب الجهاد باب فضل الجهاد لوقتها قديمي كتب خانہ كراچی / ۳۹۰، صحيح البخارى كتاب الادب باب قوله تعالى ووصينا الانسان بوالديه قديمي كتب خانہ كراچی / ۸۸۲، صحيح مسلم كتاب الايمان باب كون الايمان بالله افضل الاعمال قديمي كتب خانہ كراچی / ۶۲، مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المكتب الاسلامي بيروت / ۴۱۰ و ۴۱۸ و ۴۲۱ و ۴۳۹ و ۴۴۲ و ۴۴۸ و ۴۵۱، جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء في الوقت الاول من الفضل امين كيني دہلي / ۲۴، جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء في بر الوالدين امين كيني دہلي / ۳، سنن النسائي كتاب المواقيت فضل الصلوة لمواقيتها نور محمد كار خانہ تجارت كتب كراچی / ۱۰۰، سنن ابی داؤد كتاب الصلوة باب المحافظة على الصلوات آفتاب عالم پريس لاہور / ۶۱

تذئیل ایک وان تظن ان تقدیم الخبر فی امثال هذا
 المقام قليل فی فصیح الکلام حتی یعد تاویلا للبرام
 بل هو شائع تکثر بل هو اکثر الاوفر، ولو سرد
 نالك من الاحادیث الواردة علی هذا المنوال لنافت
 علی مئاتٍ ورمیتنی بالاملال، ثم منها ما فی نفس
 الحدیث دلیل علی مانرید کتقدیم الصفات و
 تأخیر الذوات وغیر ذلك ومنها ما شرح الشارحون
 بعکس الترتیب من دون حاجة الی ما هنالك فعلم
 انه طریق شائع، کثیراً ما یجری الکلام علیه وتتبادر
 الافهام الیه بلا احتیاج الی صوارف ولا توقف علی
 موقف ولو لا انا علی حذر من الاطناب لاریناک منها
 العجب العجائب، لکن لا بأس ان تذکر طرفاً من احادیث
 اکثرها من القسم الثانی لانها اوضح فی المقصود
 وضوحاً جلیلاً و نقدہ علیها حدیثاً ذکر فیہ المصطفیٰ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقدمتین فاستنتج منها
 العلماء کمثل صنیعنا فی الایتین

مذئیل خبردار یہ گمان نہ کرنا کہ ایسے مقامات میں خبر کو
 مقدم رکھنا کلام فصیح میں نادر ہے۔ یہاں تک کہ مقصود کے
 لیے تاویل کرنا ٹھہرے، بلکہ وہ بکثرت شائع ہے بلکہ یہی اکثر و
 اوفر ہے اور اگر ہم تم سے ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کریں
 جو اس طریقے پر وارد ہوئیں تو گنتی میں سینکڑوں سے زیادہ
 ہوں گی اور تم مجھے اکتا دینے پر تہمت لگاؤ گے۔ پھر ان میں
 سے وہ بھی ہے جو نفس حدیث میں ہمارے مدعا کی دلیل ہے
 جیسے صفات کو مقدم کرنا اور ذوات کو مؤخر کرنا اور اس کے
 علاوہ ان میں شارحین حدیث کا حدیث کی شرح میں ترتیب
 الٹ دینا بلا ضرورت، تو اس سے معلوم ہوا کہ خبر کو مقدم
 کرنا شائع ہے اور بسا اوقات کلام اس ڈھنگ پر چلتا ہے اور
 قرائن صارفہ کی حاجت کے بغیر لوگوں کی فہم اس کی طرف
 سبقت کرتی ہے اور کسی بتانے والے پر موقوف نہیں ہوتی
 اور اگر ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہو تو ہم تمہیں ان احادیث کا عجیب
 و غریب نمونہ دکھاتے لیکن اس میں حرج نہیں کہ ہم ان
 احادیث کا ایک حصہ ذکر کریں جن میں اکثر قسم ثانی کے قبیل
 سے ہیں۔ اس لیے کہ وہ مقصود میں خوب واضح ہیں اور ہم
 پہلے ایک حدیث ذکر کریں جس میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے دو مقدمے ذکر کیے تو اس سے علماء نے نتیجہ نکالا،
 جس طرح دو آیتوں میں

ہم نے کیا تاکہ قید سخت ہو۔ ہم سے حدیث بیان کی حسین فاطمی نے، وہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے، وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درعی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن عبد القادر ابن طریف سے، ہمیں خبر دی ابو اسحق تنوخی نے۔ ہمیں خبر دی یوسف ابن بخاری نے۔ سماعاً ابو حفص عمر بن طبرزد انا ابو الفتح عبد الملك ابن قاسم الكروخی، انا القاضي ابو عامر محبوب بن القاسم الازدی وابوبکر احمد بن عبد الصمد الغورجی انا ابو محمد عبد الجبار الجراحی المروزی انا ابو العباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبي المروزی، انا الترمذی ثنا محمد بن یحیی نامحمد بن یوسف ناسفین عن هشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خير کم خير کم لا هله

ہم نے کیا تاکہ قید سخت ہو۔ ہم سے حدیث بیان کی حسین فاطمی نے، وہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے، وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درعی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن عبد القادر ابن طریف سے، ہمیں خبر دی ابو اسحق تنوخی نے۔ ہمیں خبر دی یوسف ابن بخاری نے۔ سماعاً ابو حفص عمر بن طبرزد سے سن کر۔ ہمیں خبر دی ابو الفتح عبد الملك ابن قاسم کروخی نے۔ ہمیں خبر دی قاضی ابو عامر محمود ابن قاسم ازدی اور ابو بکر احمد بن عبد الصمد غورجی نے۔ ہمیں خبر دی ابو محمد عبد الجبار جراحی مروزی نے، ہمیں خبر دی ترمذی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن یحیی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، انہوں نے روایت کی ہشام بن عروہ سے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے۔ انہوں نے روایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لیکون هذا اشد تنكيلا. انبأنا حسين الفاطمي عن عابد بن احمد عن صالح الفاروق عن سليمان الدرعي عن محمد الشريف، عن الشمس العلقمي عن الامام السيوطي عن احمد بن عبد القادر بن طريف انا ابو اسحاق التنوخي انا ابو الحجاج يوسف بن الزكي المزي انا الفخر بن البخاري سماعاً بسماعه عن ابي حفص عمر بن طبرزد انا ابو الفتح عبد الملك ابن قاسم الكروخي، انا القاضي ابو عامر محبوب بن القاسم الازدي وابوبكر احمد بن عبد الصمد الغورجي انا ابو محمد عبد الجبار الجراحی المروزی انا ابو العباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبي المروزی، انا الترمذی ثنا محمد بن یحیی نامحمد بن یوسف ناسفین عن هشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خير کم خير کم لا هله

وانا خیر کم لاهلی واذا مات صاحبکم فدعوہ۔ هذا
حدیث حسن صحیح^۱

قلت ومروی ایضاً عند ابن ماجہ^۲ من حدیث ابن
عباس وعند الطبرانی فی معجمہ^۳ الکبیر عن معویة
بن ابی سفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین قال
الامام العلامة الشارح عبدالرؤف المناوی فی
التیسیر شرح الجامع الصغیر اللامام المولیٰ جلال
الحق والدين السيوطي رحمة الله تعالى عليهما فاننا
خير کم مطلقاً وکان احسن الناس عشرة لهم^۴ انتھی۔
اقول: یا هذا ان ابدیت فرقاً بین هذا القیاس والقیاس

نے "تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے
بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لیے تم سب سے بہتر ہوں جب
تمہارا کوئی ساتھی مر جائے تو اسے چھوڑ دو" (یعنی اس کا ذکر
برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قلت (میں کہوں گا کہ) یہ حدیث ابن ماجہ کے یہاں منجملہ
حدیث ابن عباس سے مروی ہے اور طبرانی کے یہاں ان کے
معجم کبیر میں معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
سے امام علامہ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر
مصنفہ امام مولیٰ جلال الحق والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ
میں فرمایا "تو میں مطلقاً تم سب سے بہتر ہوں۔ اور حضور علیہ
الصلوة والسلام اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر سلوک فرماتے
تھے۔"

اقول: (میں کہتا ہوں) اے شخص اگر تو اس قیاس میں اور اس
قیاس میں جس کی صحت کا

^۱ جامع الترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۹، موارد الظمان الی زوائد ابن حبان
حدیث ۱۳۱۲، المكتبة السلفية ص ۳۱۸، الفردوس بما ثور الخطاب حدیث ۲۸۵۳ دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۷۰، الجامع الصغیر حدیث
۲۴۹۰ دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۲۴۹

^۲ سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء، بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۳

^۳ المعجم الکبیر حدیث ۸۵۳، مكتبة الفيصلية بیروت ۱۹/ ۳۶۳

^۴ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر کم خیر کم لاهلہ، مكتبة الامام الشافعي ریاض ۱/ ۵۳۳

تو منکر ہے فرق نمایاں کر دے تو تفضیلیہ عمر بھر تیرے شکر گزار ہوں گے، لیکن ہیہات ہیہات تجھ سے کیونکر ایسا ممکن ہے۔ امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ سے راوی، انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا۔ اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں۔

فاضل شارح نے فرمایا تو جن کے لیے سب سے بہتر ہونے کا حکم فرمایا گیا وہ قریشی عورتوں میں نیک عورتیں ہیں اور یہ حکم اپنے عموم پر نہیں دیکھو کس طرح شارح نے خیر کو محکوم بہ قرار دیا۔ امام احمد۔ ترمذی اور حاکم بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

الذی تنکر صحتہ لشکرک المفضلة ابدًا ما كانوا و لكن هيہات هيہات انی لك ذلک اخرج احمد و الشیخان عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خیر نساء رکن الابل صالح نساء قریش¹

قال الفاضل الشارح فالحکوم له بالخیرية الصالحة منهن لا على العموم² اه انظر كيف جعل الخیر محکومًا به اخرج احمد و الترمذی و الحاکم باسناد صحیح عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر الاصحاب عند اللہ خیر هم لصاحبه و خیر الجیران عند اللہ خیر هم لجاره³ قال الفاضل الشارح "فکل

¹ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۵ و ۳۹۳، صحیح البخاری کتاب النکاح باب الی من ینکح وائی

النساء خیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل نساء قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۸

² التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث خیر نساء رکن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۴۲

³ مسند امام احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۸، المستدرک للحاکم کتاب المناسک خیر

الاصحاب عند اللہ الخ دار الفکر ۱/ ۴۴۳، الجامع الترمذی ابواب البر و الصلة باب ما جاء فی حق الجوار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶

ہمسایوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔ فاضل شارح نے کہا تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لیے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے۔ اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس ہے انتہی۔ امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند صحیح روایت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ سرکار نے فرمایا "سب سے بہتر ذکر ذکر خفی ہے" فاضل شارح نے کہا یعنی وہ ذکر جسے ذکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے وہ ذکر جس سے افضل ہے انتہی، طبرانی، ابن ماجہ، ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا، "سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو دیا جائے" فاضل شارح نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَأِنْ تُخْفُوها وَتُؤْتُوها الْفَقْرَ آءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ"۔ انتہی

من كان اكثر خيراً لصاحبه و جاره فهو افضل عند الله والعكس بالعكس¹ اخرج احمد وابن حبان والبيهقي عن سعيد بن ابى وقاص رضى الله تعالى عنه باسناد صحيح عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم خير الذكر الخفى² قال الفاضل الشارح "اى ما اخفاه اذا كره واستره عن الناس فهو افضل من الجهر³ اخرج الطبرانى عن ابى امامة الباهلى رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الصدقة سرالى فقير⁴ قال الفاضل الشارح "قال تعالى "وَأِنْ تُخْفُوها وَتُؤْتُوها الْفَقْرَ آءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ"۔⁵ اھ"

¹ التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث خير الاصحاب الخ مكتبة الامام الشافعى رياض ۱/ ۵۲۵

² مسند احمد بن حنبل عن سعيد بن ابى وقاص المكتب الاسلامى بيروت ۱/ ۱۷۲، موارد الطمان الى زوائد ابن حبان حديث ۲۳۲۳

المكتبة السلفية ص ۵۷۷، شعب الايمان حديث ۵۵۲ دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۰۷

³ التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث خير الذكر مكتبة الامام الشافعى رياض ۱/ ۵۲۶

⁴ المعجم الكبير حديث ۷۸۷۱ المكتبة الفيصلية بيروت ۸/ ۲۵۹، الجامع الصغير حديث ۱۲۷۰ دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۸۰

⁵ التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث افضل الصدقة مكتبة الامام الشافعى رياض ۱/ ۱۸۵

اقول: دیکھو آیت کریمہ نے خیر کو (جو موضوع ہے) موخر کیا اور حدیث نے اس کو مقدم کیا۔ امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے دریافت کیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا "قربانی کے جانوروں میں سب سے بہتر سب سے قیمتی سب سے فربہ ہے۔" فاضل شارح نے کہا تو جو سب سے فربہ ہے وہ عدد سے افضل ہے اھ امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا "سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا ہے پھر جہاد۔ پھر حج مقبول تمام اعمال سے افضل ہے۔" اقول: (میں کہتا ہوں) اس کلمہ میں دیکھو، پہلے افضل کو مقدم کیا پھر اس کو موخر لائے۔ ابوالحسن قزوینی اپنے امالی حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی	اقول: انظر فقد اخرت الآية وقدم الحديث. اخرج احمد والحاكم عن رجل من الصحابة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان افضل الضحايا اغلاها واسننها¹ قال الفاضل الشارح فالاسمن افضل من العدد² اھ اخرج احمد والطبراني في الكبير عن ماعز رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الاعمال الايمان بالله ثم الجهاد ثم حجة برة تفضل سائر العمل³۔ اقول: انظر الى هذه الكلمة الاخرة صدر بالافضل ثم اخره۔ اخرج ابو الحسن القزويني في اماليه الحديثية عن ابى امامة

¹ مسند احمد حنبل حديث جداني الاشد السلي المكتب الاسلامي بيروت ۳/ ۲۲۴، المستدرک کتاب الاضاحی باب افضل الضحايا الخ

دار الفكر بيروت ۲۳۱/ ۴

² التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث ان افضل الضحايا مكتبة الامام الشافعي رياض ۱/ ۳۱۲

³ مسند احمد بن حنبل حديث ماعز رضي الله عنه المكتب الاسلامي بيروت ۴/ ۳۲۲، المعجم الكبير حديث ۸۰۹ المكتبة الفيصلية

بيروت ۳۴۵/ ۳۰

وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ "سب سے زیادہ لوگوں کی تصدیق کرنے والا وہ ہے جس کی بات سب سے زیادہ سچی اور لوگوں کو سب سے زیادہ جھوٹا بتانے والا وہ ہے جو اپنی بات میں سب سے بڑا جھوٹا ہو،" فاضل شارح نے فرمایا وہ سچا دوسرے کے کلام کو سچائی پر محمول کرتا ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ کو بُرا جانتا ہے۔ اور جھوٹا ہر مخبر کو جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے اس لیے کہ جھوٹ بولنا اس کا کام ہے، اھ امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت سلیمان فارسی سے حدیث موقوف روایت کی اور ابن لال اور ابن نجار نے ابو ہریرہ سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن ابی اوفیٰ سے، ان سب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا "سب لوگوں سے زیادہ قیامت کے دن اس کے گناہ ہوں گے۔ جو سب سے زیادہ لایعنی باتیں کرے۔" فاضل شارح نے فرمایا اس لیے کہ	عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ان اشد الناس تصدیقاً للناس اصدقہم حدیثاً وان اشد الناس تکذیباً اکذبہم حدیثاً"¹ قال الفاضل الشارح فالصدق یحمل کلام غیرہ علی الصدق لاعتقاد قبح الکذب والکذوب یتہم کل مخبر بالکذب لکونہ شانہ۔² اخرج احمد فی کتاب الزہد عن سلیمان الفارسی واقفاً علیہ و ابن لال وابن النجار عن ابی ہریرۃ والسجزی فی الابانۃ عن ابن ابی اوفیٰ ورافعین الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر الناس ذنوباً یوم القیمة اکثرہم کلاماً فیما لایعنیہ³ قال الفاضل الشارح "لان

¹ کنز العمال حدیث نمبر ۶۸۵۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۴۴، الجامع الصغیر حدیث نمبر ۲۲۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۴

² التیسیر شرح الجامع الصغیر تحدیث حدیث ان اشد الناس تصدیقاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۱۱

³ الجامع الصغیر بحوالہ ابن لال و ابن نجار حدیث نمبر ۱۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۶، کتاب الزہد ۸۱۱ دار الکتب العربی

دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۹

جس کا کلام کثیر ہوگا تو اس میں مہمل خلاف شرع باتیں زیادہ ہوں گی تو اس کے گناہ بڑھیں گے اور اس کو شعور نہ ہوگا۔ امام بخاری تاریخ میں اور ترمذی اور ابن حبان بہ سند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا "قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔" فاضل شارح نے فرمایا یعنی قیامت میں سب سے مجھ سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کی کثرت سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے۔ تو لوگوں کے مدارج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قُرب میں اس امر میں لوگوں کے تفاوت کے حساب سے ہوں گے۔ اقول: دیکھو پہلے لفظ حدیث کی شرح	من کثر کلامہ کثر سقطہ فتکثر ذنوبہ من حیث لا یشعر^۱ اھ اخرج البخاری فی التاریخ والترمذی و ابن حبان بسند صحیح عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اولی الناس بیوم القیمة اکثرهم علی صلوٰۃ^۲۔ قال الفاضل الشارح "ای اقربهم منی فی القیمة و احقهم بشفاعتی اکثرهم علی صلاۃ فی الدنیا لان کثرة الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تدل علی صدق المحبة و کمال الوصلة فتكون منازلهم فی الآخرة منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحسب تفاوتهم فی ذلک^۳ اھ اقول: انظر شرح اولاً لفظ الحدیث

^۱ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اکثر الناس ذنوباً یوم القیمة مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۰۰

^۲ جامع الترمذی ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی امین کبھی دہلی ۱/ ۶۴، الجامع الصغیر حدیث ۲۲۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۶

^۳ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اولی الناس بی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۶

کی پھر علت وہ بیان کی جو اسی صورت میں ٹھیک بیٹھتی ہے جب کہ حدیث میں (وارد) لفظ اولیٰ کو محکوم بہ ٹھہرائیں اور اس سے روشن تر یہ ہے کہ علماء محدثین نے (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے اوپر ان کی برکتیں برسائے) اس حدیث سے علماء حدیث کی فضیلت پر استدلال کیا۔ اور اس پر دلیل پکڑی کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہیں اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے۔ والحمد للہ۔

مجھے بتاؤ کیا استدلال ان دونوں آیتوں سے ہمارے استدلال کے بالکل مطابق نہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمامی نعمت سے یہ ہے کہ ایک حدیث بیہقی میں ثقہ راویوں کی روایت سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آئی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن بکثرت درود بھیجو اس لیے کہ تمہارا درود ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درجے

ثم علل بما لا يستقيم الا على جعل الاولى محكوماً به، وابين من هذا ان العلماء المحدثين افاض الله علينا من بركاتهم استدلو بهذا الحديث على فضل اهل الحديث، وانهم اولى الناس برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لانهم اكثر الناس صلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم لا يذكرون حديثاً الا ويصلون فيه على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عشراً وخمساً او مرتين او مرة لا اقل كما هو معلوم مشاهد والحمد للہ۔

ارایتك هذا الاستدلال اليس على طبق احتجاجنا بالآيتين حذوا بحذو وسواء بسواء۔ ثم من تمام نعمة الله ان جاء حديث عند البيهقي برجال ثقات عن ابي امامة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم "اكثروا من الصلوة على في كل يوم جمعة فان صلوة امتي تعرض على في كل يوم جمعة فمن كان اكثرهم على

صلوة كان اقربهم منى منزلة^۱ فعلم انه لا يبالي في امثال المقام بتقديم ولا تاخير لعدم الالتباس والسرفيه ما القينا عليك ان هذه احكام شرعية لا يطلع عليها الا باطلاع الشارع فهي التي تليق ان تجعل محمولات، ولا تسبق الاذهان الا الى ذلك مقدمة جاءت او مؤخرة وهذا كله واضح جلي كاد ان يقال بدیهی واولی لا یسوغ انکاره الا لجاهل خرف او متجاهل متعسف، ونخشی ان یعد اکثرنا هذا من اقامة الدلائل علیه شبیهاً بالعبث عند العلماء لان اذ انهم ممتلئة بالوف الاف من امثال تلك المحاورات، وهم العارفون بأساليب الكلام ومجاری البیان فی مناهج البرام، فحاشاهم ان یتعسر علیهم تمییز محمول من (هنا سقط ظاهر ولعل العبارة هكذا ان یخطر ببالهم) یحط ببالهم نحو هذه الخدشات، لکنی، اتصل الیهم وعذری ان شاء الله تعالی واضح لدیهم

میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ ایسے مقامات میں تقدیم و تاخیر کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لیے کہ اشتباہ نہیں ہوتا اور اس میں سر وہی ہے جو ہم نے بتایا۔ تو یہ احکام شرعیہ ہیں جن پر بغیر شارع کے بتائے اطلاع نہیں ہوتی۔ تو یہی اس کے لائق ہیں کہ محمول بنائے جائیں۔ اور اذہان کی سبقت انہیں کی طرف ہوتی ہے خواہ مقدم آئیں یا مؤخر، اور یہ سب واضح و روشن ہے۔ قریب ہے کہ اس کو بدیہی و اولی کہا جائے اس کا انکار جاہل بے خرد یا جاہل بننے والے معاند کے سوا کسی کو نہ بن پڑے گا اور ہم کو ڈر ہے کہ ہمارا اس پر بکثرت دلائل قائم کرنا علماء کے نزدیک عبث کے مشابہ قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ ان کے کان اسی قسم کے ہزاروں محاورات سے بھرے پڑے ہیں اور وہ کلام کے اسالیب سے اور مقصود کے طریقوں میں بیان کی راہوں سے آگاہ ہیں۔ تو وہ اس سے منزہ ہیں کہ انہیں محمول کی تمیز موضوع سے دشوار ہو اور یہ ان کے ذہن میں ایسے خدشات جگہ پائیں۔ لیکن میں ان کی طرف معذرت کرتا ہوں اور میرا عذر ان کے نزدیک ظاہر ہے اس لیے کہ میری مثال اور ان لوگوں کی مثال جو میری نہیں مانتے

^۱ السنن الکبریٰ کتاب الجمعة باب ما یؤمر به فی لیلة الجمعة الخ دائرة المعارف حیدر آباد کن ۳/ ۲۴۹

ان اونٹوں کی سی ہے جو اپنے مالک کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کا مالک ان کو پکڑنے کا قصد کرے اور ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ کسی بلندی پر نہ چڑھیں اور نہ کسی گھاٹی میں اتریں مگر یہ کہ وہ ان کا پیچھا کرتا ہو۔

میکمیل: یہاں سے تمہیں ظاہر ہو گیا کہ نحویوں نے جو یہ کہا کہ مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے۔ جب دونوں معرفہ ہوں یا تنکیر و تعریف میں دونوں برابر ہوں یہ اکثری قاعدہ ہے کلی قاعدہ نہیں اور معنی یہی ہے کہ مبتداء کی تقدیم ایسی صورت میں اس وقت واجب ہے۔ جب کہ التباس کا اندیشہ ہو اور جب التباس کا اندیشہ نہ ہو تو واجب نہیں۔ شارحین نے اس کی تصریح کی تو ہر گز تمہیں متون کا اس مسئلہ کو مطلق کرنا دھوکا میں نہ ڈالے اس لیے کہ متون تو بسا اوقات اطلاق کی راہ پر چلتے ہیں مسئلہ کو مقید رکھنے کے مقام میں علم فقہ میں تو تمہارا کیا گمان ہے فقہ کے سوا دوسرے فنون میں،

ہمیں خبر دی مفتی حرم نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں زبیدی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں یوسف مزجاجی سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن علاء الدین سے۔ وہ روایت کرتے ہیں حسن عجمی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں خیر الدین رملی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی تمر تاشی مصنف تنویر الابصار سے، انہوں نے منح الغفار میں فرمایا اصحاب متون سے تعجب ہے اس لیے کہ وہ اپنے

فانہا مثلی ومثل الذین لاینقادون لی کجمال شردت عن صاحبها فهو یقصد اسرها ویقتفی اثرها لا تعلو شرفا ولا تهبط وادیا الا اتباعها۔

تکمیل: ومن ههنا بان لك ان ما قالت النحاة من وجوب تقديم المبتداء على الخبر اذا كان معرفتين او متساويين امر اكثرى لاهلک وانما المعنى على اللبس واذ ليس فليس، بذلك صرح الشراح ولا یغرنک اطلاق المتون فانها ربما تمشی على الاطلاق فی مقام التقیید فی علم الفقہ فکیف بغیرہ من الفنون۔

انبأ مفتی الحرم عن ابن عمر عن الزبیدی عن یوسف المزجاجی عن ابیه محمد بن علاء الدین عن حسن العجمی عن العلامة خیر الدین الرملی عن ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الغزی التمر تاشی مصنف تنویر الابصار قال فی منح الغفار "ان العجب من اصحاب المتون

فأنهم يتركون في متونهم قيوداً لا بد منها وهي
موضوعة لنقل المذهب فيظن من يقف على مسائله
الاطلاق فيجری الحكم على اطلاقه وهو مقيد فيرتكب
الخطأ في كثير من الاحكام في الافتاء والقضاء¹
انتہی

انبأ السراج بالسند المذكور الى العلامة الغزى
عن العلامة زين بن نجيم المصري قال في البحر
الرائق "قصد هم بذلك ان لا يدعى عليهم الا من
زاحمهم عليه بالركب وليعلم انه لا يحصل الا بكثرة
المراجعة وتتبع عباراتهم و الاخذ عن الاشياخ²۔
انتہی

متون میں ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ متون
نقل مذہب کے لیے وضع کیے گئے ہیں کہ جو متن کے مسائل
سے واقف ہوتا ہے وہ حکم کو مطلق گمان کرتا ہے تو اس حکم کو
اس کے اطلاق پر جاری کرتا ہے حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے تو وہ خطا
کر جاتا ہے فتویٰ اور قضا کے دوران بہت سارے احکام میں۔
انتہی۔

ہمیں خبر دی سراج نے علامہ غزوی تک اسی سند مذکور سے۔
انہوں نے روایت کیا علامہ زین ابن نجیم مصری سے۔ انہوں
نے بحر الرائق میں فرمایا کہ اس طریقے سے ان کا قصد یہ ہے
کہ ان کے علم کا دغوی وہی کرے جو زانوؤں سے ان کا مزاحم ہو
اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ علم کثرت مراجعت اور فقہاء کی عبارات
کی تلاش اور مشائخ فن سے حاصل کیے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔
انتہی۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اور بے شک بخدا میں نے اس کی
تصدیق آج کل کے ان لوگوں میں وہ پائی جو زبانی دغوی سے
خود صدر بن بیٹھے اور فتویٰ دینے کے درپے ہوئے حالانکہ ان
کے پاس وہ علم نہیں جو انہیں حد سے گزر جانے سے باز رکھے
ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے نکاح فاسد سے بیاہی گئی عورت
کے وارث ہونے کا فتویٰ دیا تو ان میں سے کسی دوسرے نے
یہ فتویٰ دیا کہ چچا کی

اقول: وقد والله رأينا تصديق هذا في كثير من ابناء
الزمان ممن تصدر بالدعوى وتصدى للفتوى. وما
عنده ما يرد عن الطغوى فمنهم من افتي بتوريث
المنكوحة بالنكاح الفاسد و آخر بطلان تزويج الام
الصغيرة من دون حضرة العم

¹ ردالمحتار كتاب الجهاد فصل في كيفية القسمة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۵

² ردالمحتار بحوالہ البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة العربی بیروت ۱/ ۳۰۳

منع انه متوقف لا باطل، و آخر باعطاء المسقى من نكحت في عدة اختها و آخر بتحريم بيع هذه القراطيس الا فرنجية المقدرة بقدر معلوم من الدراهم بما يزيد على هذا المقدار او ينقص ظنا منه انه ربو مع عدم الاتحاد جنسا ولا قدرًا، و آخر بتجوز اخذ الربو من كفار الهند زعمًا منه انه هادر الحرب مع عدم الانقطاع عن دار الاسلام من كل جانب و شيوع بعض الشعائر الاسلامية قطعًا و آخر بحل ما قطع من حيوان حي اخذ من قول الهداية و ما ابين من الحي وان كان ميتا فينته حلال¹ حتى انتهت رئاسة الفتوى و انتهت السيادة الكبرى الى من اباح بنت الاخ رضاعًا، و تقدمه مجتهد آخر فجزو نكاح العمة النسبية فالى الله المشتكى من فساد الزمان و لاحول و لا قوة الا بالله العلي العظيم و سيعلم هذا من جرب

غير موجودگی میں ماں کو صغیرہ (نا بالغہ) کا عقد کر دینا باطل ہے حالانکہ یہ متوقف ہے نہ کہ باطل ہے۔ اور کسی دوسرے نے فتویٰ دیا کہ اس عورت کو جو اپنی بہن کی عدت میں شادی کرے مہر مسمیٰ دیا جائے گا۔ اور دوسرے نے ان فرنگی کا غدوں کو جن پر روپوں کی ایک معین مقدار سے زائد یا کم پر بیچنے کو حرام ہونے کا فتویٰ دیا اپنی طرف سے اس گمان کی بناء پر کہ یہ تبادلہ سود ہے حالانکہ نہ جنس میں اتحاد ہے نہ مقدار میں۔ اور ایک اور نے فتویٰ دیا کہ ہندی کافروں سے سود لینا جائز ہے اس زعم پر کہ ہندوستان دار الحرب ہے۔ حالانکہ یہ ملک دار الاسلام ہے ہر جانب سے کٹا ہوا نہیں اور بعض اسلامی شعائر یقیناً جاری ہیں۔ اور ایک نے فتویٰ دیا کہ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے حلال ہے۔ ہدایہ کی اس عبارت سے "اور اگر مردہ ہو تو اس کا مردار حلال ہے۔" اس مسئلہ کو اخذ کیا یہاں تک کہ ریاست اسی فتویٰ تک پہنچی اور سیادت کبریٰ اس سے منسوب ہوئی جس نے رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح حلال ٹھہرایا۔ اور ایک دوسرا مجتہد اس سے آگے بڑھا تو اس نے حقیقی پھوپھی کا نکاح جائز ٹھہرایا تو فسادِ زمانہ کی شکایت اللہ ہی سے ہے۔ و لاحول و لا قوة الا بالله العلي العظيم۔ تو عنقریب اس کو وہ جان لے گا جو میرے جیسے تجربہ کرے گا،

¹ الهداية كتاب الذبائح فصل فيما يحل اكله وما لا يحل مطبع يوسف بن كهنو ۱۴۰۱/۲۴۱

مثل تجربتی، اسأل الله تطهير جناني و تقويم لسانی
وتسديد بنائي فبه اعتصامي وعليه كلاني آمين.

تسجیل: ولعلك تقول لقد كشفت النقاب ورفعت
الحجاب فبين لي ما النكتة في تقديم الخبر وانما
حقه ان يواخر، قلت نعم فيه نكت بدیعة منها ان
المحكوم به لما كان خفياً والمحكوم عليه مدرگا جلیاً
اشبه الاول بالمعرف والاخر بالتعريف فاستحسن
تقديمه ليكون الاخير كالتعريف له - ومنها تشويق
السامع لان النفوس متطلعة الى علم ما لا تعلم فاذا
سمعت بما هو خفي لديها ورجت ان يذكر بعده ما
يظهره عليها توجهت للاستماع وتفرغت للاطلاع
فكان الكلام اوقع وامكن والنفس اليه اميل و
اسكن - ومنها ان الاعمال لا تقصد في الشرع لذواتها
بل لما يترتب عليها

اللہ سے میں اپنے قلب کی پاکی اور زبان کی درستی اور ہاتھ کی
صلاح طلب کرتا ہوں تو اسی سے میری حفاظت ہے اور اسی پر
میرا بھروسہ ہے۔ یا الہی۔ قبول فرما،

تسجیل: اور شاید تم کہو بے شک تم نے نقاب اٹھادیا اور
حجاب کو دور کر دیا تو مجھ سے بیان کرو کہ خبر کو مقدم کرنے
میں کیا نکتہ ہے حالانکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو موخر رکھا
جائے۔ میں کہوں گا ہاں اس میں بدیع نکتے ہیں ان میں سے
ایک یہ کہ محکوم بہ (خبر) جب کہ پوشیدہ ہو اور محکوم علیہ
(مبتدا) ادراک میں ظاہر ہو تو پہلا (خبر) معرف کے مشابہ
ہوگا اور دوسرا (مبتدا) تعریف کے مشابہ ہوگا۔ لہذا اس کو مقدم
کرنا مستحسن ہے تاکہ لفظ اخیر اس کے لیے تعریف کے مانند ہو
جائے اور انہیں نکتوں میں سے سننے والوں کو شوق دلانا ہے
اس لیے کہ نفوس انجانی بات کو جاننے کے لیے ہمکتے ہیں تو
جب کسی ایسی چیز کو سنیں گے جو ان کے نزدیک پوشیدہ ہے
اور امید رکھیں گے کہ اس کے بعد وہ ذکر کیا جائے جو ان پر ظاہر
ہے۔ تو سننے کے لیے متوجہ ہوں گے اور جاننے کے لیے فارغ
ہوں گے تو اس صورت میں کلام زیادہ دلنشین اور راسخ ہوگا
اور نفس کو اس کی طرف زیادہ میلان اور سکون ہوگا۔ اور ان
میں سے یہ ہے کہ شریعت میں اعمال اپنی ذات کے لیے
مقصود نہیں ہوتے۔

بلکہ ان ثمرات کے لیے مقصود ہوتے ہیں جو ان پر مرتب ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے لہذا وہ ثمرات ہی مقاصد ہیں اور مقاصد کا حق یہ ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی نکلتے ہیں جو عقل والوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ان میں تطویل سے بے نیازی ہے۔ یہ سب ان عنایتوں سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے عطا کی۔ اب تمہیں میری سچائی ظاہر ہو گئی میری اس بات میں کہ اس زعم والے شخص کو نصوص میں کلام کے طریقوں کی خبر نہیں نہ ان نصوص میں اسباب نزول کو جانتا ہے۔ اور نہ جناب رفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی تفسیر مرفوع سے خبر ہے اور نہ رہنمایان شریعت کی ان کے کلام بلغ میں تصریحات کی واقفیت ہے اور نہ ان چیزوں سے جن کا ذکر گزرا اس کے پاس کچھ نہیں۔ والحمد للہ جل و علا۔

اس شبہ کے جواب میں دوسری وجہ۔ میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت اتقی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی۔ اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیت میں اکرم ہی

من ثمراتها فضلا من المولى سبحانه وتعالى۔ فكانت الثمرات هي المقاصد وحق المقاصدان تقدم الى غير ذلك مما لا يخفى على اولى الالباب وفيما ذكرنا ما يغنى عن الاطناب والحمد لله رب العالمين هذا كله مما حباني الملك الجواد تبارك وتعالى فقد بان لك صدق في قولي ان هذا الزاعم لا خبرة له بمنهاج الكلام في النصوص ولا باسباب النزول في هذا الخصوص ولا بالتفسير المرفوع الى الجناب الرفيع ولا بتصريح القادة في كلامهم البديع ولا بشيئ مما خلا والحمد لله جل و علا۔

من وجوه الجواب عن هذا الارتياب اقول: بتوفيق الوهاب لئن جئنا على المباعدة والاستقصاء لما تركناكم ان تزعموا ان الآية لا تقتضى باكرمية الاتقى وان سلمنا الموضوع

موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ اتقان اور اکرم صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات واحد پر صادق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی اس پر صادق ہوں کہ جب ان کا وجود میں اتحاد ثابت ہو گیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری ہو اس لیے کہ جب دونوں کا مصداق ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان لیا تو یہ دنوں ایک ذات واحد کے دو علم کی مثال ہوئے تمہیں اختیار ہے کہ جن کو چاہو ذات کے لیے مراملاحظہ بناؤ۔ اور جن کو چاہو محمول علیہ بناؤ اور اس کی بہت ساری مثالیں ہیں تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب سے زیادہ عرش سے قریب ہے۔ اور جنت میں سب سے بڑا پیڑ طویٰ ہے۔ اور جبریل کا منتہی سدرۃ المنتہی ہے اور سب نمازوں سے بہتر بیچ کی نماز (عصر) ہے۔ اور تمہارا باپ اس کا باپ ہے اور تمہاری ماں اس کی ماں ہے۔ اور سب سے پہلے داخل ہونے والا سب کے بعد نکلنے والا ہے۔ اور عدد میں سب سے کمتر پہلا عدد ہے۔ اور سورج نیر اعظم ہے

هو الاكرم وذلك لان اتقاكم واكرمكم لا يصدقان بل لا يصلحان لان يصدق الا على واحد ولا يجوز تعددهما بمعنى الصدق مرة على هذا واخرى على ذلك فاذا ثبت اتحادهما في الوجود كما هو مقتضى الحمل وجب التعاكس اذ لمّا اتحد مصداقهما وقد علمنا بطلان التعدد كانا كعلمين لجزئي واحد، لك ان تجعل ايها شئت مرآة لملاحظة وايها شئت محبوباً عليه وله نظائر جمة تقول افضل الانبياء اولهم خلقاً واكرم الرسل اخرهم بعثاً واحسن الجنّت اقربها الى العرش واعظم شجرة في الجنة طوي۔ ومنتهى جبريل سدرۃ المنتهى، وافضل الصلوة الصلوة والوسطى، وابوك ابوه وامك امه، واول من دخل اخر من خرج، واول الاعداد اول الاعداد، و الشمس النير الاعظم۔ واعلى

اور سب سے اونچا فلک حجم میں سب سے بڑا ہے۔ اور خاص تر کلی سب سے کم افراد والی ہے اور فلک جو فلک قمر ہے۔ اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ سیاہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اُلٹے پھرنے والا اور غائب ہو جانے والا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں۔ اور محال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں افعول التفضیل مضاف ہو کر دوسرے افضل التفضیل پر محمول ہو درانحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ موجبہ قضیے کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جب کہ دو مفہوم وہاں ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعوٰی ہو کہ بے شک یہ شخص وہی ہے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ

الافلاك اكبرها حجماً، واخص الكليات اقلها افراداً و فلک جو هو فلک القبر و سیارة لا تدوير لها ذكاء و المتحيرة السوداء زحل، والخاتس الكانس الاحمر مریخ الى غير ذلك مما لا يعد ولا يحصى ومحال ان تبدی مثلاً لا يحمل فيه افعول مضافاً على افضل مضافاً الى اضيف اليه الاول مع جریاً نهماً على معناهما الحقیقی ثم لا یصح العکس، فإذا صدقت القضية بالنظر الى الواقع كفأنا هذا الانتظام القیاس واستنتاج المدعی، والسرفی ذلك ان الموجبات انما تنعکس الى مالا یصلح لكبرویة الاول لجواز عموم المحمول و اذا كان هناك مفهومان ليس لكل منهما الا مصداق واحد بحسب ظرف الخارج او الذهن ایضاً بطل عمومهما بحسب ذلك الظرف (فلا يجوز ان يكون احدهما اعم من الآخر بمعنى شموله له ولغيره في ذلك الظرف) فلم یبق باعتبارها الا التساوی، او التباین ولا ثالث لهما، فان صدقت الحملية القائلة ان هذا ذاك

وجب صدق القائلة ان ذاك هذا والالجاز السلب
فيتباينان فتبطل الاولى هف فاذا بلغنا مثلاً عن
رجل قولان احدهما قوله لعمر و زيد ابوك والاخر
قوله ابى ابوك امكن لنا ان نعمل من قوليه شكلاً ينتج
ان زيدا ابى لانه اذا صدق قوله ابى ابوك لزم صدق
ابوك ابى والا لتعدد ابواهما فبطل الاول واذا صدقت
هذه انتظم الشكل بان زيد ابوك وابوك ابى فزيد
ابى، وافعل التفضيل مضاعفاً الى جماعة اذا كان باقياً على
معناه الحقيقي المتبادر منه شأنه هذا، اذ لا يكون
الفرد الاكمل من جماعة الا واحدا ولن يصدقن ابدا
قضيتان قائلتان بان هذا اكلهم و ذلك اكلهم معاً
وهذا ظاهر جدا بل شان هذا انور من شان الشمس
واخواتها فان العقل

حمله صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا سلب جائز ہوگا
تو آپس میں دونوں متباين ہوں گے تو پہلا قضیہ باطل ہو جائے گا
اور یہ خلاف مفروض ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو
باتیں پہنچیں ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہو
کر کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ میرا باپ تیرا
باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اس کے دونوں قول سے ایک
شکل بنائیں تو یہ نتیجہ دیں کہ زید میرا باپ ہے اس لیے کہ
جب اس کا یہ قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم
ہے کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ ان
دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول باطل ہو جائے گا
اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید
تیرا باپ ہے اور تیرا باپ میرا باپ ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ زید
میرا باپ ہے۔ اور افعل التفضیل جو ایک جماعت کی طرف
مضاف ہو جب وہ اپنے اس معنی حقیقی پر باقی ہو جو اس سے
متبادر ہوتے ہیں تو اس کی شان یہی ہوتی ہے اس لیے کہ کسی
جماعت سے فرد اکمل ہوگا اور ہر گز کبھی ایسے دو قضیے
صادق نہ آئیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ یہ شخص ساری
جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص ساری جماعت سے افضل
ہے۔ اور یہ سب ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے
امثال کے ظہور سے روشن تر ہے اس لیے کہ عقل

یجیز صدقہا علی افراد کثیرة ثبيرة واذا وجدلها في الخارج فرد لم يستبعد وجود آخر بخلاف افعلمهم فانما يقبل الاشتراك على سبيل البدلية واذا صدق في الخارج على فرد حال العقل صدقه على آخر منحاذا عنه كدأب اسماء الاشارة سواء بسواء فصدق العكس ههنا ابين واجلي، واما قول اهل الميزان لا تنعكس الموجبة الاجزئية معناه ان كلبا جعلت موضوع موجبة كلية محبولا و محبولا موضوعا و اتيت بسورا الكلية كانت القضية كاذبة. فان الواقع يكذبه بل المعنى عدم الاطراد. وهم لا يقتصر نظرهم على الكليات لا يعتدون الا بالمطرود المضبوط الذي لا يتخلف في مادة من المواد. وعدم الاطراد لا يستلزم المراد عدم. ولا اقول: انه عكس منطقي. و لانها تلزم القضية لزوماً عاماً لکنها تلزم في امثال المقام لاشك. فتصدق القضية بالنظر الى الواقع

شس وغیرہ کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی۔ بخلاف افعلمہم کہ یہ تو اشتراک کو برسمیل بدلیت قبول کرتا ہے اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے تو عقل محال جانتی ہے کہ افضل التفضیل کا مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس سے منفرد ہو اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطق والوں کا یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جزئیہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کاذب ہوگا اس لیے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں اور منطقیوں کی نظر چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط ہو مواد میں سے کسی مادہ میں جس کا حکم مختلف نہ ہو اور عدم اطراد عدم کو مستلزم نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے۔ نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن اس مقام کے امثال میں بلاشبہ عکس لازم ہوتا ہے تو قضیہ منعکس واقعہ پر نظر کرتے ہوئے

سبھا المیزانیون عکسًا اولًا وهذا القدر يكفي لانتظام الشكل فان صادقتين مستجمعتين للشرائط لا تنتجان الاصادقة ولا يلزم اثبات الصدق على انها عكس منطقي لقضية صادقة وانكار هذا من اخي المبكرات۔ ثم هذا العكس لم يرشدنا اليه الا الآية الكريمة اذ هي التي دلتنا على اتحادهما في الوجود فاذا كان هذا في مفهومين لا تعدد لمصادق شيئي منهما ان ارشادًا الى التعاكس قطعًا كما اذا سمعت رجلاً يقول ابي زيد جائز لك ان تقول كان الرجل يقول زيداً بي لان زيداً لا يتعدو ابو الرجل لا يتعدو فاذا كان ابوه زيداً كان زيداً اباً كذا هذا من دون شك ولا اشتباه الحمد لله على نعمائه وعليك بتسكين الهوا جس يا فلسفياء۔

الثالث من وجوه الجواب اقول: وربي هادي الصواب اخترنا عن هذا كله وسلمنا ان مفاد الآية الاولى قولنا

صادق ہے اہل منطق نے اس کا نام عکس اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لیے کافی ہے اس لیے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے مکبرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی کہ اس لیے کہ اس نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدد نہیں تو یہ یقیناً دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ تم جب کسی شخص کو کہتے سنو کہ میرا باپ زید ہے تو تمہیں جائز ہے کہ تم کہو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لیے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کے باپ متعدد نہیں۔ تو جب اس کا باپ زید ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے۔ اسی طور پر بلا شک و شبہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لیے اس کی نعمتوں پر حمد۔ اور اے فلسفی تجھے لازم ہے کہ وساوس کو ساکن رکھ،

وجوہ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولیٰ کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ

کل اکرم اتقی (یعنی ہر اکرم سب سی بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نفیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس باتقی لیس باکرم (جو اتقی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرش تحقیق کو ثابت کر دیا کہ مراد اتقی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول "وَسَيَجْزِيهَا الْأَتَقَىٰ" میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور نہ تقویٰ میں اس کے کوئی مساوی ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابو بکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صحابی ابو بکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور اس قیاس کا صغریٰ معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اداتِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کر کے اشارہ کیا اور تمہیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبہ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمہاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمہارے وہم کو دور کر دے سلب کو کبریٰ میں افرادِ اوسط کے لیے مرآۃ ملاحظہ بنانے سے ہوگی۔ اور اگر تم چاہو تو آیتِ اولیٰ کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیتِ ثانیہ کے طرز پر منتظم کرو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابو بکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں۔ اور شاید تم اس کو قیاس استثنائی کے طور پر

کل اکرم اتقی وینعکس بعکس النقیض الی قولنا "من لیس باتقی لیس باکرم" وقد اثبتنا فیما اسلفنا عرش التحقيق علی ان المراد بالاتقی فی الایة الثانیة اعنی قوله تعالیٰ "وَسَيَجْزِيهَا الْأَتَقَىٰ" ^۱ اتقی الصحابة جميعاً فوجب ان لا یكون احد من الصحابة اتقی منه۔ ولا مساویاً له فی التقویٰ اذا ثبت هذا فنقول کل صحابة فهو لیس باتقی من ابی بکر ومن لیس باتقی منه لیس باکرم منه۔ انتج ان کل صحابة فهو لیس باکرم من ابی بکر وصغری القیاس معدولة کما لوحنا الیه بتقدیم اداة الربط علی حرف السلب ولک ان تجعلها موجبة سالبة المحمول اعنی علی قول قوم من المتأخرین ویرشدک الی ما یزیح وهک جعل السلب فی الکبریٰ مرآة الملاحظة افراد الاوسط۔ وان شئت لم تعکس الایة الاولیٰ ایضاً ونسجت الشكل

^۱ القرآن الکریم ۹۲/۱۷

مقرر رکھو جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کر دے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لیے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت ثانیہ۔ تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔

تنبیہ: اب کہیں گے بے وقوف لوگ اس دغوی سے جس پر تم قائم تھے کس چیز نے تمہیں پھیر دیا اس لیے کہ ان تین تقاریر اخیرہ پر جو ثابت ہوتا ہے وہ صدیق سے زیادہ عزت والے کی نفی ہے اور اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (اولویت) سب پر لازم نہیں آتی اس لیے کہ تساوی کا احتمال ہے۔

اقول: کیا ان بے وقوفوں نے یہ بات کبھی اگر انہوں نے ایسا کہا تو بے شک وہ منحرف ہوگا۔
اوپر نصوص شرع اور اہل بلاغت کے محاورے اس ڈھنگ سے بھرے ہیں کہ کلام کو علی الاطلاق فضیلت بتانے کی غرض سے اس طور پر لایا جاتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی فلاں سے افضل نہیں ہے اور مراد لیتے ہیں کہ وہ سب سے افضل ہے اور یہ اس لیے کہ تساوی حقیقی عادتاً گویا

على منوال الثاني بان تقول لاشيئ من الصحابة اكرم من ابى بكر وكل اكرم من ابى بكر اتقى منه انتج ان لاشيئ من الصحابة اكرم من ابى بكر و لعلك ان تقرره قياساً استثنائياً يرفع المقدم لرفع التالى فتقول لو كان احد من الامة اكرم من الصديق لكان اتقى منه لان كل اكرم اتقى لكنهم ليسوا باتقى منه للاية الثانية فليسوا باكرم منه وفيه المقصود۔

تنبيه: سيقول السفهاء من الناس ماولكم عن دعوائكم التى كنتم عليها فان الثابت على هذه التقارير الثلاثة الاخيرة انما هو نفى اكرم من الصديق وهو لا يستلزم اكرميته رضى الله تعالى عنه اذ يحتمل التساوى۔

اقول: او قد قالوا فلئن قالوا فلقد زاعوا۔
اما اولاً فنصوص الشرع و محاورات البلغاء طافحة بسوق الكلام الى غرض التفضيل على الاطلاق على هذا المساق يقولون ليس احد افضل من فلان ويريدون انه افضل الكل وذلك لان التساوى

الحقیقی کا بحال عادتہ وعلیک بکلام شراح الحدیث۔
واما ثانیاً: فلک ان تضم الیہ اجماع الامة علی وجود
التفاضل والحق لایخرج عن اقوالهم۔

واما ثالثاً: هو الطراز المعلم ان العارف بالسلیب
الکلام یفهم من الایة الاولی تسبب التقوی لایراث
الکرامة وقصر حصولها علی حصوله وبه صرح
الاحادیث الناشئة عن ارشاد الایة اللاحظة الی ملحظ
الکریمۃ انبأنا سراج الحنیفة بالسند عن الشریف
عن محمد بن ارکماش عن العلامة ابن حجر
عسقلانی عن عبدالرحمن بن احمد بن المبارک
الغزی عن احمد بن ابی طالب الحجار عن علی بن
اسعیل بن قریش عن الحافظ المنذری قال فی
کتاب الترغیب والترہیب عن عقبہ بن عامر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قال ان انسابکم هذه لیست بسبب علی احد وانما
انتم ولد آدم طف الصاع لم تملؤہ لیس لاحد فضل
علی احد الا بالدين او

محال ہے اور تم شراح حدیث کے کلام کو لازم پکڑو۔
ثانیاً: تمہیں یہ اختیار ہے کہ اس کے ساتھ وجود تفاضل پر
امت کا اجماع ضم کرو اور حق اقوال امت سے باہر نہ ہوگا۔
ثالثاً: اور وہ وجہ طراز معلم یہ کہ اسالیب کلام کا واقف آیت
اولیٰ سے سمجھتا ہے کہ تقویٰ عزت حاصل ہونے کا سبب ہے
اور عزت کا حصول تقویٰ کے حصول پر منحصر ہے اسی کی
تصریح ان احادیث نے کی کہ جو ارشاد آیت سے ناشی ہیں اور
آیت کریمہ کے مطمح نظر کی طرف دیکھتی ہیں۔ ہمیں سراج
الحنفیہ نے خبر دی اپنی سند سے۔ وہ روایت کرتے ہیں شریف
سے۔ وہ روایت کرتے ہیں محمد ابن ارکماش سے۔ وہ روایت
کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں
عبدالرحمن ابن احمد ابن مبارک غزی سے۔ وہ روایت کرتے
ہیں احمد ابن ابی طالب حجار سے۔ وہ روایت کرتے ہیں علی ابن
اسعیل ابن قریش سے۔ وہ روایت کرتے ہیں حافظ منذری
سے۔ انہوں نے فرمایا، کتاب الترغیب والترہیب میں کہ
عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا یہ
نسب کسی کے لیے گالی نہیں ہے تم تو آدم کی اولاد ہو پیمانہ کی
طرح جو تم نے نہیں بھرا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین
یا عمل صالح کے سبب۔ اس

حدیث کو روایت کیا احمد اور بیہقی دونوں نے ابن لہیعہ کی روایت سے۔ اور بیہقی کے لفظ یوں ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح سے۔ اور آدمی کے بُرا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ بد زبان کنجوس ہو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا تقویٰ سے۔ اور آدمی کے لیے کافی برائی ہے کہ وہ بد گو بے حیاء کنجوس ہو۔ حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "طف الصاع" اضافت کے ساتھ کا معنی یہ ہے یعنی تم میں سے بعض بعض کے قریب ہے۔ انتہی۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور طبرانی میں اس کی تخریج کی ایک حدیث طویل میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طریق سے، اور ان کے لفظ یہ ہیں۔ تم لوگ ایک مرد اور عورت سے ہو جام صاع کی طرح۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے انتہی۔ حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول "جُمام صاع" جام بضم جیم وہ چیز ہے جو پیانہ میں بھری جاتی ہے اور معنی یہ ہے کہ تم قدر میں ایک دوسرے سے برابر ہو پیانہ کے جوں کی طرح جس کو پیانہ میں بھرا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور ان کے مثل کے ساتھ

عمل صالح۔ رواہ احمد والبیہقی کلاهما من رواية ابن لهيعة ولفظ البيهقي قال ليس لاحد على احد فضل الا بالدين او عمل صالح حسب للرجل ان يكون بذيا بخيلا۔ وفي رواية ليس لاحد على احد فضل الا بالدين او تقوىٰ وكفى بالرجل ان يكون بذيا فاحشا بخيلا، قوله صلى الله تعالى عليه وسلم طف الصاع بالاضافة اى قريب بعضكم من بعض^۱ اه قلت واخرجه الطبراني في حديث طويل من طريق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولفظه انما انتم من رجل وامرأة كجُمام الصاع ليس لاحد على احد فضل الا بالتقوىٰ^۲ اه قوله صلى الله تعالى ليه وسلم كجُمام الصاع جُمام بالضم ما يبلأ والمعنى انكم متساوون في القدر كحبات الصاع تكال فيعرف مقدارها و استواءها بثلها كيلا من

^۱ الترغيب والترہیب من احقار المسلم وانه لا فضل لاحد الخ حدیث ۶ و ۷ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

^۲ الجامع لاحکام القرآن تحت الایۃ ۳۳/ ۴۴ دار الکتب العربی بیروت ۱۶/ ۸۲

ان کی برابری پیمانہ میں معلوم ہوتی ہے اور انہیں تولنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے کہ بوجھ اور موٹائی میں وہ برابر ہوتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو منذری نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "بے شک تم سیاہ فام سے اور سُرخ سے بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے۔ مگر یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقویٰ کی وجہ سے۔" اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔ اور اس کے راوی ثقہ معروف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبد اللہ مزی نے اس حدیث کو ابوذر سے نہیں سنا۔ انتہی،

قلت (میں کہتا ہوں) اور مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت کی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے درمیانی دن میں خطبہ الوداع دیا کہ فرمایا "اے لوگو۔ بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ سنتے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقویٰ سے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے

دون حاجة الى الوزن لتساويها ثقلاً واكتناً^۱ وبه قال المنذري عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه "ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال له انظر فان لست بخير من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقوى" رواه احمد و رواه ثقاة مشهورون الا ان بكر بن عبد الله المزني لم يسمع من أبي ذر۔^۱ اھ

قلت والمرسل مقبول عندنا وعند الجمہور۔ وبه قال عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما قال خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في اوسط ايام التشریق خطبة الوداع فقال۔ يا ايها الناس ان ربكم واحد وان اباكم واحد۔ الا لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا احمر على اسود ولا لا سود على احمر الا بالتقوى ان اكرمكم عند الله اتقكم الاهل

^۱ الترغيب والترهيب من احقار المسلم وانه لا فضل لاحد الخ حديث ۸ مصطفى البابی مصر ۱۳/ ۶۱۲

بلغت. قالوا بلى يا رسول الله. قال فليبلغ الشاهد الغيب. ثم ذكر الحديث في تحريم الدماء والاموال والاعراض رواه البيهقي وقال في اسناده بعض من يجهل¹ انتهى

سننے ہو کیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچادیں۔ پھر حدیث ذکر کی جو لوگوں کے خون۔ مال اور آبرو کی حرمت میں ارشاد ہوئی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا اس کی سند میں بعض مجہول ہیں۔

قلت ولا يضرنا في الشواهد واخرج الطبراني في الكبير عن حبيب بن خراش رضى الله عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المسلمون اخوة لا فضل لاحد على احدا الا بالتقوى² وبالجملۃ قال احاديث كثيرة في هذا المعنى ثم ان الكرامة والتقوى كلاهما مقولان بالتشكيك فكلاً زاد زادت وكلما نقص نقصت والمتساويان فيه يتساويان فيها كالعصيان سبب للهوان فيزداد بزيادته وينتقص بانتقاصه وهكذا فاذا ثبت هذا كان معنى قولنا كل اكرم اتقى منحل الى ثلث قضاياء احدها هذه والثانية كل ناقص في الكرم عن غيره ناقص عنه في التقوى

قلت (میں کہتا ہوں) شواہد میں ہم کو راوی کی جہالت مضر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حبيب بن خراش رضى الله تعالى عنه سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے۔ بالجملہ اس معنی کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں مگر کرامت اور تقویٰ دونوں تشکیک کے ساتھ بولے جاتے ہیں تو جب تقویٰ زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی اور جب تقویٰ کم ہوگا کرامت کم ہوگی۔ اور تقویٰ میں متساوی کرامت میں متساوی ہوں گے جیسے کہ عصیان سبب ذلت کا۔ تو ذلت عصیان کی زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے۔ اور یوں جب یہ بات ثابت ہے تو ہمارے قول "کل اكرم اتقى" کے معنی کی تحلیل تین قضیوں کی طرف ہوگی ان کا ایک تو یہی ہے اور دوسرا

عہ: ای فی اصل قضیۃ المجازاة امتداد رک الرحمة بفضل الہی یختص به من یشاء ما اسلفنا تحقیقہ (۱۲) منہ) غفرلہ۔

یعنی اصل مقتضائے مجازات میں رہا تدارک رحمت تو یہ فضل الہی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ جسے چاہے اس کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق گزشتہ میں کی ۱۲ منہ غفرلہ

¹ الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانه لا فضل لاحد الخ حدیث: مصطفی البابی مصر ۱۳/ ۶۱۲ تا ۶۱۳

² المعجم الکبیر حدیث ۳۵۴۷ المكتبة الفيصلية بیروت ۲/ ۲۵

والثالث كل متساويين فيها متساويان فيه والاية الثانية ايضا تنحل الى ثلث مقدمات "ابوبكر اتقى الكل" وهو المنطوق ولا يزيد عليه احد في التقوى و لا يساوية احديه و عندهذا ليسهل عليك دفع الاشكال ونظم الاشكال لقطع الاحتمال والحمد لله المهيمن المتعال هذا ما الهمننا المولى تبارك وتعالى بمنيع فضله ورفيع كرمه ومنحنا من عظام الائه وحسان نعمه في تقرير دليل اهل السنة والجماعة ودفع شبهات (اهل) البطالة والخلاعة وارجوان تكون عامة ما في تلك الخيام من عرائس بيض تجلو الظلام وبسائم تكشر عن برد الغمام - اكون انا ابا عذرتها وما ذون الدخول في حجرتها وان قال الاول ليس على الله بمستنكر ان يجمع العالم في واحد - فقلت انا قد قدر الله فلا تنكر - ان لحق العاجز بالقادر كيف وقد فاز بافضاله ال - كل فما ظنك بالقادري -

یہ ہے کل ناقص فی الکرم عن غیرہ ناقص عنه فی التقویٰ
(عزت میں دوسرے سے کم تر اس سے تقویٰ میں کمتر ہے)
اور تیسرا کل متساویین فیہا متساویان فیہ (ہر وہ شخص جو
تقویٰ میں برابر ہیں وہ عزت میں برابر ہیں) اور اس صورت
میں تمہیں اشکال کا دفع کرنا قطع احتمال کے سبب آسان ہے
اور سب تعریفیں اللہ کے لیے جو نگہبان و برتر ہے۔۔۔۔۔ یہ
وہ ہے جو ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے الہام فرمایا اپنے فضل
عظیم اور کرم رفیع سے۔ اور بخشش ہمیں اپنے عظیم احسانوں
سے۔ اور حسین نعمتوں سے اہل سنت و جماعت کی دلیل کی
تقریر میں تائید اور اہل بطالت و ضلالت کے شبہات کے دفع
کرنے کے لیے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ان خیموں میں جو
خوبصورت دلہنیں ہیں وہ اندھیروں کو دور کریں اور مسکراتی
صورتیں جو بارش کے اولے دکھائیں ان میں سے اکثر کامیں
ہی صاحب ہوں۔ اور ان کے حجرے میں دخول کا مجاز ہوں۔
اور مجھ سے پہلے نہ کہا تھا کہ اللہ پر مستبعد نہیں کہ عالم کو ایک
میں جمع کر دے۔ تو میں نے کہا بے شک اللہ نے مقدر کیا تو
اس کا انکار نہ کرنا کہ اللہ نے عاجز کو قادر سے ملحق کر دیا۔ یوں
نہ ہو حالانکہ اللہ کے فضل سے سب بہرہ مند ہیں تو تیرا کیا
گمان ہے۔ قادری کے ساتھ۔

خاتمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں حسن خاتمہ نصیب کرے۔ اب اگر تم کہو بے شک اللہ نے اے کمترین۔ تیرے اوپر احسان فرمایا تو تونے وہ کلمات بولے جو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ گئے۔ اب مجھے اس مسئلہ میں کیا حکم دیتا ہے۔ آیا میں فصیلت صدیق کا یقین لاؤں، اس استدلال پر نظر کرتے ہوئے باوجود یہ کہ اس آیت میں تاویل و احتمال ہے اس لیے کہ جانے والے اس طرف گئے کہ اتقی بمعنی اتقی ہے اگرچہ تونے ان کا قول ستھری تحقیق سے غلط ثابت کر دیا۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہاں یقین کر اور قیل و قال کی پرواہ نہ کر۔ اس لیے کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا۔ اور تم سن چکے کہ صدیق ہی مراد ہیں اتقی سے ساری امت کے اجماع کے بموجب اور اس میں کسی نادر کی رائے شاذ بھی منقول نہیں۔ تو یہ اجماع قطعی ہوا۔ اور دوسری آیت مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ رہی وہ بات جو تم نے اس رائے کی کہی جس کی طرف جانے والے گئے۔ تو تم سُن چکے کہ آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے نازل نہیں کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نص تاویل کی محتمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقیناً قطعی ہے جیسا کہ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی۔

خاتمہ: رزقنا اللہ تعالیٰ حسنہا امین فان قلت لقد تفضل اللہ علیک یا ضیع القدر فنطقت بکلمات بلغن قاموس البحر فماذا تأمرنی فی المسئلة اقطع بتفضیل الصدیق نظراً الی هذا الاستدلال۔ مع مافی الایة من تاویل واحتمال۔ اذ ذهب ذاهبون الی ان الا اتقی بمعنی التقی وان زیفت قولهم بتحقیق نقی۔

قلت نعم اقطع ولا تبال بما قیل او ما یقال اذ قاطعان لایأتیان قط الا بقطع وقد سمعت ان الصدیق هو المراد بالاتقی باجماع الامة قاطبة ولم ینقل فی ذلك شذوذ شاذ فکان قطعياً والایة الأخری نص فی المراد لا شک اماماً ذکر من حدیث من ذهب الی ما ذهب فقد سمعت ان الایة لا مساغ فیها للتاویل واحتمال بلا دلیل لاینزل التنزیل عن درجۃ برهان قاطع جلیل، الا تری ان کل نص یحتمل التاویل ومع ذلك هو قطعی قطعاً کما صرح به ائمة الاصول۔

اور مقام کی تحقیق اس طور پر جو مجھے اللہ ملک العلام نے الہام کیا یہ ہے کہ علم قطعی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

ایک تو یہ کہ احتمال جڑ سے منقطع ہو جائے بایں طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور یہ اخص اعلیٰ ہے جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے۔ اور اصول دین میں یہی مطلوب ہے۔ تو اس میں نص مشہور پر کفایت نہیں ہوتی۔

دوسرا: یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے ناشی ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو۔ جیسے کہ مجاز اور تخصیص۔ اور باقی وجوہ تاویل۔ جیسا کہ ظواہر اور نصوص اور احادیث مشہورہ میں ہے۔ اور پہلی قسم کا نام علم یقین ہے اور اس کا مخالف کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقاً۔ جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے یا ضروریات دین کی قید کے ساتھ یہ حکم مخصوص ہے جیسا کہ علمائے متکلمین کا مشرب ہے اور دوسرے کا نام علم طمانیت ہی اور اس کا مخالف بدعتی و گمراہ ہے اور اس کو کافر کہنے کی مجال نہیں۔ جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولد کا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اور قیامت کے دن تولد ہونا برحق ہے" اور یہ آیت نقد (پرکھ) کا ایسا احتمال رکھتی ہے۔

وتحقیق المقام علی ما الہمنی الملک العلام ان العلم القطعی یستعمل فی معنیین۔

احدہما: قطع الاحتمال علی وجہ الاستیصال بحیث لا یبقی منہ خبر ولا اثر و ہذا هو الاخص الاعلیٰ کما فی المحکم والمتواتر و هو المطلوب فی اصول الدین فلا یکتفی فیہا بالنص المشہور۔

والثانی: ان لا یكون هناك احتمال ناش من دلیل وان کان نفس الاحتمال باقیًا التجوز والتخصیص وسائر انحاء التاویل کما فی الظواہر والنصوص والاحادیث المشہورۃ والاول یسسی علم الیقین و مخالفہ کافر علی الاختلاف فی الاطلاق کما ہو مذہب فقہاء الافاق، والتخصیص بضروریات الدین ما ہو مشرب العلماء المتکلمین۔ والثانی علم الطمانیۃ و مخالفہ مبتدع ضال ولا مجال الی اکفارہ کمسئلۃ وزن الاعمال یوم القیمة قال تعالیٰ

"وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذٍ الْحَقُّ" ^۱ و یحتمل النقد احتمالاً لا اصارف

^۱ القرآن الکریم ۸/۷

جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ اصلاً اس پر کوئی دلیل ہے۔ اب آیت کا معنی تمہارے قول "میں نے اس کو میزانِ عقل سے تولّا" کے مثل ہوگا۔ اور یہ عجم میں رائج ہے۔ تم کہتے ہو "خن سخ" یعنی کلام کو پر کھنے والا۔

اور مومنین کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ۔ مولائے کریم اپنے فضل عظیم سے نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے" احتمال رکھتا ہے اسی طرح اُمید و رجاء کے ارادے کا۔ اور یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر اب عرب و عجم سب متفق ہیں۔ تم کہتے ہو "دست نگر من ست" یعنی میری عطا کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے۔ اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کبریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کہ یہ تمام باتیں دوسرے معنی پر نصوصِ قطعی سے ثابت ہیں۔ اور اسی لیے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے۔ اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں اس لیے کہ اعم کا مقابلِ اخص ہے اور اعم اخص ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارا یہ مسئلہ اگر اس میں قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ

الیہ ولا دلیل اصلا علیہ فیکون کقولک "وزنتہ بمیزان العقل" وھو رائج فی العجم ایضاً تقول "سخن سنح" ای ناقد الکلام۔ و مسئلہ رؤیۃ الوجہ الکریم للمؤمنین۔ رزقنا المولیٰ بفضلہ العمیم۔ قال تعالیٰ "وَجُودَ یَوْمَئِذٍ مُّصَرِّفًا ۚ اِلٰی رَیِّبَاتِنَا لَخَشِیۃٌ ۙ" ^۱ و یحتمل احتمالاً كذلك ارادة الامل و الرجاء وھو ایضاً مما توافق علیہ العرب و العجم تقول "دست نگر من ست" ای یرجو عطائی و یحتاج الی نوالی وھکذا مسئلۃ الاسراء الی السبلت العلی و الشفاعۃ الکبریٰ للسیّد المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ و الثناء فکل ذل ثابت بنصوص قواطع بالمعنی الثانی۔ ولذا لا نقول بالكفار المعتزلۃ و الروافض اولالین المأولین۔ وھکذا الظن لہ معینان اذ مقابل الاعم اخص والا عم اخص کما لا یخفی۔ اذا عرفت هذا فیسئلنا هذه ان ارید فیہا القطع بالمعنی الاخص فھذا

^۱ القرآن الکریم ۷۵/۲۳، ۲۲

پہاڑ ہے سخت دشوار گزار چڑھائی والا۔ اس لیے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ البعد اضعف سہی۔ جیسے کہ ہمارے اسی مسئلہ میں جس میں ہمیں بحث ہے جیسے کہ اتقی، تقویٰ اور خیر میں بالغیت کے معنی مجازی کا احتمال رکھتا ہے اور احادیث میں لفظ افضل کے مقدر ہونے کا احتمال رکھتا ہے جیسے کوئی کہے "فلان اعقل الناس" (فلاس شخص لوگوں سے زیادہ عاقل ہے) اور جو احادیث مفسر محکم آئیں تو وہ خبر واحد ہیں جن میں روایت کی طرف سے احتمال راہ پاتا ہے لیکن ہمیں اس طرز کے قطعی سے کیا کام۔ اس لیے کہ ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں۔ لیکن اُن کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر تو وہ بلا شک حاصل ہے جس کا انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لیے کہ اسپر واضح کثرت کے ساتھ نصوص آئیں اور احادیث تو اتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور رریک کمزور احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی نہیں ہوتے اس معنی پر قطعی میں اثر انداز نہ ہوں گے۔ جیسا کہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے لیے نور پر نور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور

جبل وعر صعب المرتقى۔ اذما ورد فيها فامانص او ظاهر وكلاهما يقبلان التاويل ولو قبولا ضعيفا بعيدا او ابعد اضعف ما يكون كالاتقى فيما نحن فيه يحتمل التجوز بالبالغ في التقوى والخير والافضل في الاحاديث يحتمل تقدير من كقول القائل "فلان اعقل الناس" وما جاء من الاحاديث مفسرا محكما فاحاد تطرق اليها الاحتمال من قبل النقل لكننا مالنا ولهذا القطع، اذلا نقول باكفار المفضلة ومعاذ الله ان نقول اما الا بتداع فيثبت بخلاف القطع بالمعنى الثاني وهو حاصل لا شك فيه لايسوغ انكاره الا لغافل او متغافل فقد تظافرت عليه النصوص تظافرا جليا وبلغت الاخبار تواترا معنويا والاحتمالات الركيكة السخيفة الناشية من غير دليل لا تقدر في القطع بهذا المعنى كما صرح به علماء الاصول وزادنا نورا الى نور ورشادا الى رشاد اجماع الصحابة الكرام و

التابعین العظام ما نقله جهور الائمة الاعلامه،
 منهم سيدنا عبد الله بن عمر وابو هريرة من الصحابة
 وميمون بن مهران من التابعين والامام الشافعي
 من الاتباع وغيرهم من لايحصون لكثرتهم۔ و
 حكاية ابن عبد البر لا معقولة في الدراية ولا مقبولة
 في الرواية كما حققناه في مطلع القميرين مع ما ارشدنا
 القرآن العظيم واحاديث المصطفى الكريم عليه
 افضل الصلوة والتسليم الى دلائل جمة توخذ منها
 بالاستنباط ووفق لها هذا الفقير الضعيف كما عقدنا
 لها الباب الثاني من الكتاب البير فلولا الواحد من
 هذه لشفى وكفى ودفع كل ريب ونفى، فكيف اذا كثرت
 وجلت وعقدت وحلت وورعدت وبرقت واضاءت
 واشرفت فلا وربك لم يبق للشك محل ولا للريب
 مدخل والحمد لله الاعلى الاجل۔ اما قول من قال انا
 وجدنا النصوص متعارضة فهذا اخبار عن نفسه
 فكيف يحتج به على من نظر وابصر ونقد واختبر
 فقتلها خبرا واحاط بما لديهما علما على

تالعين عظام کے اجماع نے۔ جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے جہور
 آئمہ اعلام نے۔ ان میں عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ صحابہ میں
 سے۔ اور ميمون ابن مهران تابعین میں سے۔ اور امام شافعی
 تبع تابعین میں سے۔ اور ان کے سوا جن کی گنتی نہیں بوجہ ان
 کی کثرت کے۔ اور ابن عبد البر کی حکایت نہ تو ازراہِ درایت
 معقول ہے اور نہ روایت مقبول ہے جیسا کہ ہم نے اس کی
 تحقیق کی ہے مطلع القمیرین میں مع ان دلائل کثیرہ کے جن کی
 طرف ہماری رہنمائی قرآن عظیم اور احادیث مصطفیٰ کریمہ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی۔ یہ دلائل قرآن و حدیث سے
 استنباط کے ذریعہ ماخوذ ہیں اور ان کے لیے اس فقیر ناتواں کو
 توفیق ہوئی جیسا کہ ہم نے اس کے لیے اپنی کتاب کبیر کا باب
 دوم باندھا ہے تو اگر ان دلائل میں سے نہ ہوتی مگر ایک
 دلیل تو وہ بھی ثانی و کافی ہوتی اور ہر شک کی دافع و نافی ہوتی تو
 کیا گمان ہے جب کہ یہ دلائل کثیر و جلیل ہوں اور دین کی
 گرہیں باندھیں اور شبہوں کی رسیاں کھولیں اور گر جیں اور
 چمکیں اور روشن اور بلند ہوں تو تیرے رب کی قسم شک کا محل
 باقی رہا نہ شبہ کا مدخل۔ والحمد لله الاعلى الاجل۔ رہی اس
 کی بات جس نے ہا ہم نے نصوص کو متعارض پایا تو یہ اس کی
 اپنی حالت کی خبر ہے۔ تو وہ کیسے حجت لاتا ہے اس سے اس پر
 جس نے دیکھا اور غور کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصوص کو خوب
 پرکھ کے جان لیا اور انکے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ

کیا۔ علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری مراد لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی آتا ہے جیسے اصولی کہتے ہیں کہ محکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہ ضعیف کا قوی کے ساتھ اصلاً تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا اور اگر اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو ہم کہیں گے یہ معنی غفلت سے ناشی ہے اور اس کے قائل پر یا جو اس کے طریقے پر چلے لازم ہے کہ اپنے دعوٰی کو روشن دلیل سے منور کرے اور ان کو یہ کیونکر بن پڑے گا۔ اور کاش میں سمجھتا کہ کہ بندش کی تنگی کا انجام یا ہوگا جبکہ وہ یہ حدیثیں دیکھتے کہ انبیاء میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اور مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو، اور آدم افضل انبیاء ہیں۔ اور ابراہیم خلق میں سب سے بہتر ہیں۔ کیا وہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انہ ان ارادا التعارض الصوری وقد يطلق عليه ايضاً كقول الاصوليين يقدم المحكم على المفسر والمفسر على النص والنص على الظاهر عند التعارض مع انه لا تعارض لضعيف مع قوی فهذا لا يضرنا ولا ينفعه وان اراد الحقيقي اعني تزاحم الحجتين على حد سواء فنقول معنا ناش عن غفول وعلى قائله او من يمشى بمشيه ان ينور دعواه ببينة مبينة واني لهم ذالك وليت شعري الام يودی ضيق العطن اذا رأى احاديث لاتخير وابين الانبياء¹ ولا تفضلوني على يونس بن متي² وافضل الانبياء آدم³ وذالك (اي) خير البرية ابراهيم⁴ ايقول بتعارض النصوص في تفضيل المصطفى

¹ صحيح البخاری کتاب الخصومات باب ما يذكر في الاشخاص قديمي كتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۵، صحيح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل

موسی عليه السلام قديمي كتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۸

² اتحاف السادة المتقين کتاب قواعد العقائد "الاصل السابع" دار الفكر بيروت ۲/ ۱۰۵

³ المعجم الكبير حديث ۱۳۶۱ المكتبة الفيصلية بيروت ۱۱/ ۱۶۰،

⁴ صحيح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراهيم عليه السلام قديمي كتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۵

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العالمین جمیعاً ام یرجع الی نفسه فیدری ان التعارض شیعی ومجرد وجود النفی والاثبات شیعی اخر۔

وبهذا التحقیق البدیع الانیق الذی خصنا به المولی تبارک وتعالیٰ امکن لنا التوفیق بین کلمات الائمة الکرام فمن قال بالقطع ونفی الظن فانما اراد القطع بالمعنی الا عم والظن بالمعنی الاخص وهو حق لا مرية فيه ومن عکس فقد عکس وهو صدق لا غبار علیه۔ فان تخالغ فی صدرك ان المسئلة من الاعتقادات فكيف اکتفیتهم بالقطع بالمعنی الثانی۔

قلت هذا اشد وروداً علی القائلین بالظن ان ارادوا الظن بالمعنی الاخص والحل ان المسئلة لیست من اصول الاسلام حتی یکفر جاحداً کمسئلة امامة الخلفاء الراشدين رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وبهذا المثال ینقطع قلب من قال من بطله الزمان انها اذا لم تکن من الاصول کما صریح به السید الشریف فی شرح المواقف¹

کی سب جہان پر فضیلت میں تعارض نصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے گا تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شے ہے اور مجرد وجود نفی واثبات دوسری شے ہے۔ اور اس تحقیق انیق و بے نظیر سے جو خاص اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو عنایت کی ہم کو آئمہ کرام کے کلمات میں مطابقت ممکن ہے تو جس نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور ظن کی نفی کی تو اس نے قطعی بالمعنی الاعم ہی کو مراد لیا اور ظن بالمعنی الاخص۔ اور حق یہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اور جس نے عکس کیا تو اس نے عکس کیا اور وہ سچ ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔ اب اگر تمہارے سینے میں یہ خلش ہو کہ یہ مسئلہ تو اعتقادات سے ہے تو تم نے معنی ثانی میں قطعی پر کیسے اکتفا کر لیا۔

قلت (میں کہتا ہوں) یہ اعتراض ان لوگوں پر جو ظنی کے قائل ہیں زیادہ سختی کے ساتھ وارد ہوتا ہے جب کہ وہ ظن بالمعنی الاخص مراد لیں۔ اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصول اسلام سے نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے۔ جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا مسئلہ۔ اور اس مثال سے اس کا دل ٹکڑے ہو جائے گا جو اس زمانہ کے اہل باطل میں سے کہتا ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں جیسا کہ سید شریف نے شرح مواقف

¹ شرح الموقف المبرصد الرابع فی الامامة منشورات الرضی قم ایران ۱۳۸۳/۳۳۳۳۳۳

میں اور دوسرے علماء متکلمین نے اس کی تصریح کی اور یونہی مناسب جہل و حماقت میں اپنی زعمت کبریٰ پر گواہی دی اس نے جس نے یہ کہا کہ جب یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم اسے تسلیم کرنے سے پہلو تہی کریں۔ ان سے ہو سارے واجبات کو چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہارے پاس شریعت کی کیسی وعید اور تمہارے گنہ گار ہونے کی تہدید آتی ہے۔ جب تم نے جان لیا کہ یہ تحقیق خلاف کو اٹھاتی اور کلمات علماء میں مطابق پیدا کرتی ہے تو تم اس کو لازم پکڑو اقوال متفق ہوں یا مختلف اس لیے کہ ایک جامع بات باہم ٹکراتی باتوں سے بہتر ہے تو اگر تم دیکھو کلمات متاخرین میں کوئی عبارت اس نور مبین سے ابا کرتی ہے تو جان لو کہ اس بعض کو خاٹی جاننا بہتر ہے اس سے کہ آئمہ دین میں کسی فریق کو خاٹی ٹھہرایا جائے خصوصاً وہ آئمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں اس لیے کہ وہی دین حنیف کے بڑے ستون ہیں اور انہیں سے شرع بلند و برتر کے ستون قائم ہیں۔ تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے زیادہ اول و اولیٰ اور ان سب کے سید و مولیٰ اور مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا خوف دلانے والے سیدنا علی مرتضیٰ اللہ بلند و بالا کے شیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس لیے کہ ان کے ایام خلافت اور کرسی زعامت میں

وغيره من المتكلمين الفحول وكذا قد شهد على نفسه بالرسالة الكبرى في مناصب الجهل والسفاهة من قال اذ لم تكن قطعية قلنا ان نطوى الكشح عن تسليمها قل لهم اتركوا واجبات باسرها ثم انظروا ما يأتاكم من وعيد الشريعة وتأثيها واذ قد علمت ان هذا التحقيق يرفع الخلاف ويورث التطبيق فعليك به اتفقت الاقوال واختلفت اذ كلمة جامعة خير من آراء متدافعة فان رأيت شيئاً من كلمات المتأخرين تأبى هذا النور المبين فأعلم ان تخطية هذا البعض خير من تخطية احد الفريقين من آئمه الدين. لاسباب القائلين بالقطع فهم العمدة الكبار للدين الحنيف. وبهم تشيد اركان الشرع المبين. فمنهم من هو اولهم واولهم سيدهم وموليهم اكثرهم للتفضيل تفصيلاً واشد هم على المخالف تنكيلاً سيدنا المرتضى اسد الله العلى الاعلى كرم الله تعالى وجهه الكريم اذ قد تواتر عنه في ايام امامته وكرسى زعامته

تفضیل الشیخین علی نفسہ وعلی سائر الامۃ۔ ورفی بہابین اکتاف الناس و ظهورہم حتی جلی ظلام شکوک مدلہمۃ۔ روی الدارقطنی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا اجد احداً فضلی علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتزی^۱۔

ان کا شیخین ابو بکر و عمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تو اتر سے ثابت ہوا اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ و تار شبہات کی اندھیری کو دور کر دیا۔ دارقطنی نے اسی جناب سے روایت کیا۔ فرمایا میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفتزی کی حد مار دوں گا۔

عہ: وقد کان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یبوح بهذا فی المجمع الشاملة والمحافل الحافلة والمساجد الجامعة وفيهم من فيهم من الصحابة والتابعين لهم باحسان ثم لم ينقل عن احد منهم انه رد قوله هذا ولقد كانوا اتقى الله تعالى من ان يسكنوا عن حق او يقرؤا على خطأ هم الذين وصف الله سبحانه وتعالى في القرآن العظيم بانهم "خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ"

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام مجموعوں میں اور بھری محفلوں میں اور جامع مسجدوں میں اس بات کا اعلان فرماتے تھے اور لوگوں میں صحابہ اور تابعین کرام موجود ہوتے تھے پھر ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو رد کیا ہو اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے اور اس بات سے دور تھے کہ حق بتانے سے خاموش رہیں یا کسی خطا کو مقرر رکھیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں یوں بیان فرمایا "اور تم بہترین امت ہیں جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی کہ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

^۱ الصواعق المحرقة بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱

اس فن کے سلطان ابو عبد اللہ الذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اس وعید شدید و دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کرو گے پناہ بخدا اللہ تبارک و تعالیٰ پر جرات کرنے والا حدود کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے حالانکہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ فرمایا "حدود کو دفع کرو۔ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیہقی و دارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو جب تک تم کو استطاعت ہے۔ تم اگر تم مسلمان کے لیے کوئی راہِ خلاص پاؤ	قال سلطان الشان ابو عبد الله الذهبي حديث صحيح۔ قلت انظر الى هذا الوعيد الشديد افتراه معاذ الله مجترأ على الله تعالى في اجراء الحدود مع تعارض الظنون وهو الراوى عن النبي صلى الله تعالى على وسلم ادرؤا الحدود¹ اخرجه عنه الدارقطني والبيهقي۔ وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم

بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہو" اور اس گروہ کے آئمہ کرام ان سے زیادہ متقی اور ہدایت و صواب پر ان سے زیادہ حریص تھے اور علماء کو حق ظاہر کرنے پر اکساتے تھے اگر ان سے خطا ہو اور کجی کو درست کرنے کی ترغیب دیتے تھے اگر وہ منحرف ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ² وَالسُّلُوكِ الْكَرَامِ كَانُوا اتَّقَى وَمِنْهُمْ اِحْرَصَ عَلَى الرَّشَدِ وَالصَّوَابِ وَ قَدْ كَانُوا يَحْثُونَ الْعُلَمَاءَ عَلَى ابَانَةِ الْحَقِّ اِنْ خَطَا وَتَقْوِيَةِ الْاَوْدَانِ مَالُوا۔

¹ سنن الدارقطنی کتاب الحدود والدیات حدیث ۹/۳۰۶۲ دار المفرة بیروت ۶/۳، سنن الکبزی کتاب الحدود باب ما جاء فی درء الحدود

بالشبهات دار صادر بیروت ۸/۲۳۸

² القرآن الکریم ۱۱۰/۳

فان وجدتم للمسلم مخرجاً فخلوا سبيله فان
الامام ان يخطى في العفو خير من ان يخطى في
العقوبة رواه ابن شيبه والترمذى¹ والحاكم و
البيهقى عن أم المؤمنين الصديقة رضى الله تعالى
عنهما ومنهم ميبون ابن مهر ان من فقهاء التابعين
سُئل ابوبكر و عمر افضل ام على فقف شعرة و
ارتعدت فرائصه حتى سقطت عصاه من يده وقال ما
كنت اظن ان اعيش الى زمان يفضل الناس فيه احداً
على ابى بكر و عمر او كما قال رواه ابو نعيم² عن فرات
بن السائب ومنهم عالم المدينة الامام مال بن
انس رضى الله تعالى عنه سُئل عن افضل الناس بعد
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لیے کہ امام کا در گزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت میں خطا کرے " اس حدیث کو ابن ابی شیبہ - ترمذی - حاکم اور بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور انہیں میں سے حضرت میمون ابن مہران ہیں جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابو بکر و عمر افضل ہیں یا علی تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انہوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک جیوں گا۔ جس میں لوگ ابو بکر و عمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔ یا جیسا انہوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت کیا ابو نعیم نے فرات بن سائب سے۔ اور انہیں میں سے عالم مدینہ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے سوال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل کے بارے میں۔ تو فرمایا ابو بکر و عمر۔ پھر

¹المستدرک للحاکم کتاب الحدود باب ان وجدتم لمسلم مر جاً الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴، جامع الترمذی ابواب الحدود باب

مأجاء في درء الحدود المبنى على الكبري كتاب الحدود باب مأجاء في درء الحدود بالشبهات دار صادر بيروت ٨

٢٣٨/ المصنف لابن أبي شيبة كتاب الحدود باب في درء الحدود بالشبهات حديث ٢٨٢٩٣ دار الكتب العلمية بيروت ٥/ ٥٠٨/

² حلية الاولياء ترجمه ۲۵۱ میمون بن مهران دارالکتب العربی بیروت ۹۲/۴ و ۹۳

فقال ابو بكر وعمر - ثم قال اوفى ذلك شك¹ ومنهم الامام الاعظم الاقدم الاعلم الاكرم سيدنا ابو حنيفه رضى الله تعالى عنه سئل عن علامات اهل السنة فقال ان تفضل الشيخين وتحب الختتين وتسح على الخفين² ومنهم عالم قریش مالئ طباق الارض علمًا سيدنا الامام محمد بن ادريس الشافعي المطلبى نقل اجماع الصحابة والتابعين على تفضيل الشيخين ولم يحك خلافاً³ ومنهم امام اهل السنة والجماعة صاحب الحكمة اليمانية سيدنا الامام ابو الحسن الاشعري رحمة الله تعالى عليه كما نقل عنه العلماء الثقات ومنهم الامام الهمام حجة الاسلام ذكر في قواعد عقائد الاما جد وذر فيها مسئلة التفضيل وقال في آخرها ان فضل

فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے۔ اور انہیں میں سے امام اعظم اقدم سب سے زیادہ علم رکھنے والے سب سے زیادہ مکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے سوال ہوا اہلسنت کی علامات کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا اہلسنت کی پہچان یہ ہے کہ تو شیخین ابوبکر و عمر کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل جانے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں دامادوں سے محبت کرے اور خفین پر مسح کرے۔ انہیں میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو علم سے بھرنے والے سیدنا امام محمد ابن ادريس شافعی مطلبی انہوں نے صحابہ اور تابعین افضلیت شیخین پر اجماع نقل کیا۔ اور انہیں میں امام اہلسنت و جماعت حکمت یمانیہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جیسا کہ ان سے علمائے ثقات نے نقل کیا اور انہیں میں امام ہمام حجة الاسلام (غزالی) انہوں نے قواعد العقائد میں مجر والے آئمہ کے عقائد کو ذکر کیا اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

¹ شرح الزرقانی علی البواب الدینیة المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۸

² تمہید ابی الشکور السالسی الباب الحادی عشر القول السادس دار العلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۲۵ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الفاظ

الکفر الفضل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۳۸۱

³ شرح الزرقانی علی البواب الدینیة المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۳۹، تدریب الراوی شرح تقریب النوادی

النوع التاسع والثلاثون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۶

فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے اس لیے کہ حقیقتِ فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضل ہو اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ یا آدمی صحابہ رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور انہیں میں امام حفظ کے پہاڑ علامہ جہاں سیدنا امام حجر عسقلانی اور امام علام احمد بن محمد قسطلانی اور مولیٰ فاضل عبدالباقی زرقانی اور قصیدہ بدء الامالی کے ناظم اور فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ہم سے حدیث بیان کی مولیٰ ثقہ ثبت سلالۃ العارفین سید شریف فاطمی سیدنا ابوالحسین نوری نے انہوں نے فرمایا میں نے سنا اپنے شیخ اور مرشد آل رسول احمدی سے انہوں نے فرمایا میں نے سنا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے وہ فرماتے تھے شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے۔	الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی حسب ترتیبہم فی الخلافة اذ حقیقة الفضل ما ہو فضل عند اللہ عزوجل وذلك لا یطلع علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم¹ وان یعتقد فضل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ترتیبہم وان افضل الناس بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم² ومنہم الامام جبل الحفظ علامۃ الوزی سیدنا ابن حجر العسقلانی والامام العلام احمد بن محمد القسطلانی و المولیٰ الفاضل عبدالباقی الزرقانی و ناظم قصیدۃ بدء الامالی والفاضل الجلیل مولانا علی القاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حدثنا المولیٰ الثقہ الثبت سلالۃ العارفین السید الشریف الفاطمی سیدنا ابوالحسین احمد النوری قال سمعت شیخی و مرشدی سیدنا و مولانا الی الرسول الاحدی قال سمعت الشاہ عبدالعزیز الدہلوی یقول تفضیل الشیخین قطعی واکالقطعی۔

¹ احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث مطبعة المشهد الحسين القاهرة ۱۵/ ۱۱۵

² احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الاول مطبعة المشهد الحسين القاهرة ۱۵/ ۹۳

اقول: ولك ان تحمل التردد على التنويع دون التردد۔
 فالمعنى قطعى بالمعنى الثانى والقطعى بالمعنى
 الاول۔ ومن ههنا بان لك ان من قال رأينا المجيعين
 ايضاً ظانين غير قاطعين فقد صدق ان اراد الظن
 بالمعنى الا عم والقطع بالمعنى الاخص۔ ولا يضرنا
 ولا ينفعه وان عكس فقد غلط وهو محجوج بدلائل
 لا قبل له بها والله تعالى اعلم۔ هذا جملة القول في
 هذا المقام وقد اشرنا الى نكت تجلو بها الظلام اما
 التفصيل فقد فرغنا عنه في كتاب التفضيل بتوفيق
 الملك الجليل۔ ولا حول ولا قوة الا بالله

لطيفة: قال الامام الرازى في مفاتيح الغيب سورة و
 الليل سورة ابى بكر۔ و سورة والضحى سورة محمد عليه
 الصلوة والسلام ثم ما جعل بينهما واسطة ليعلم انه
 لا واسطة بين محمد صلى الله تعالى عليه وسلم و ابى
 بكر فان ذكرت الليل اولاً وهو ابوبكر

اقول: (میں کہتا ہوں) اور تمہیں اختیار ہے کہ تردد کو تقسیم
 پر محمول کرو نہ کہ تردد پر۔ تو معنی یہ ہے کہ معنی ثانی پر فضیلت
 تشخیص قطعی ہے اور معنی اول پر قطعی جیسی ہے اور یہاں سے
 تمہیں ظاہر ہو گیا کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اس مسئلہ میں
 اجماع کرنے والوں کو دیکھا کہ وہ بھی ظن پر قائم ہیں قطعی
 فیصلہ نہیں کرتے تو وہ سچا ہے اگر اس نے ظن بالمعنی الا عام
 مراد لیا اور قطعی بالمعنی الاخص کا قصد کیا۔ اور یہ کہ ہم کو
 نقصان دہ نہیں اور اس کو سود مند نہیں اور اگر وہ اس کا عکس
 مراد لے تو اس نے غلط کہا اور اس پر ان دلائل سے حجت قائم
 ہے جن کے مقابل کی اس کو طاقت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 اس مقام میں یہ مختصر قول ہے اور ہم نے تمہیں اشارہ کیا ان
 نکتوں کی طرف جن سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ رہی تفصیل
 تو ہم اس سے فارغ ہو چکے ہیں۔ کتاب تفصیل میں اللہ ملک
 جلیل کی توفیق سے۔ اور برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت
 نہیں مگر اللہ سے۔

لطیفہ: فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب میں کہ سورہ واللیل
 ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورہ والضحیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی سورت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کے درمیان
 واسطہ نہ رکھا تا کہ معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
 ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں تو اگر تم پہلے واللیل کا
 ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر

ثم صعدت وجدت بعده النهار وهو محمد صلى الله تعالى عليه وسلم وان ذكرت والضحي اولاً وهو محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ثم نزلت وجدت بعده والليل وهو ابو بكر ليعلم انه لا واسطة بينهما¹ انتهى

اقول: وكان تقديم والليل على هذا التقدير لا نها جواب عن طعن الكفار في جناب الصديق والضحي جواب عن طعنهم في سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم وتبرئة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا تستلزم تبرئة الصديق لانه صلى الله تعالى عليه وسلم اعلى وبراءة الاعلى لا توجب براءة الادنى وتبرئة الصديق رضى الله تعالى عنه يحكم تبرئة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالطريق الاولى اذ انما برى لانه عبد بذاك البرى النقى صلى الله تعالى عليه وسلم فكان في تقديم والليل استعجالاً الى الجواب عن الطعنين معاً ولو اخرلتاً آخر الجواب عن طعن الصديق-

اقول: تسية سورة الصديق

چڑھو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ہیں اور اگر تم پہلے والضحی کا ذکر کرو اور وہ محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ہیں۔ پھر اترو تو اس کے بعد واللیل کو پاؤ گے اور وہ ابو بکر ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اقول: اور واللیل کو تقدیم اس تقدیر پر اس لیے ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے طعن کا جواب ہے اور والضحی ان کے طعن کا جواب ہے سید المرسلین صلى الله تعالى عليه وسلم کے بارے میں۔ اور نبی صلى الله تعالى عليه وسلم کی براءت صدیق کی براءت کو مستلزم نہیں اس لیے کہ حضور صلى الله تعالى عليه وسلم اعلیٰ ہیں اور اعلیٰ کی براءت ادنیٰ کی براءت کو لازم نہیں کرتی اور صدیق رضى الله تعالى عنه کی براءت بدرجہ اولے نبی صلى الله تعالى عليه وسلم کی براءت کا حکم کرتی ہے اس لیے کہ صدیق رضى الله تعالى عنه اس لیے بری ہوئے کہ اس بری نقی صلى الله تعالى عليه وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب کی حجت ہوئی اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو صدیق کے طعن کا جواب مؤخر ہو جاتا،

اقول: سیدنا ابو بکر صدیق رضى الله

¹ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۹۳/۳۱ المطبعة البهیة المصریة مصر ۲۰۹

بِالْبَلِيلِ وَسُورَةُ الْمَصْطَفَىٰ بِالضُّحَىٰ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَهُ إِشَارَةً إِلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُورُ الصِّدِّيقِ وَهَدَاهُ وَوَسَّيْلَةً إِلَى اللَّهِ بِهِ يَبْتَغِي فَضْلَهُ وَرِضَاهُ وَالصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَاحَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجْهٌ أَنَسَهُ وَسَكُونُهُ وَاطْمِينَانُ نَفْسِهِ وَمَوْضِعُ سِرِّهِ وَلِبَاسُ خَاصَّتِهِ فَقَدْ قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى "وَجَعَلْنَا لَيَالِيَّهَا سَآئِلًا" ¹ وَ قَالَ تَعَالَى "جَعَلَ لَكُمْ لَيْلِيَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" ² وَ تَلْسِيحٌ إِلَى أَنَّ نِظَامَ عَالَمِ الدِّينِ أَيْ قَوْمِ بَهْمَا كَمَا أَنَّ نِظَامَ عَالَمِ الدُّنْيَا يَقُومُ بِالْمَلُوكِ فَلَوْلَا النَّهَارُ لَمَا كَانَ ابْصَارُ لَوْلَا اللَّيْلُ لَمَا حَصَلَ قَرَارُ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ۔

لطيفة: استنباط القاضی الامام ابوبکر الباقلائی من
الایات

تعالیٰ عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سورت کا نام ضحیٰ رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کا نور اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راحت اور ان کے انس و سکون اور اطمینان نفس کی وجہ ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملات سے وابستہ رہنے والے اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے "اور رات کو پردہ پوش کیا" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم حق مانو" اور یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام دن رات سے قائم ہے تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو۔ تو اللہ عزیز غفار ہی کے لیے حمد ہے۔

لطیفہ: قاضی امام ابوبکر باقلانی نے اس آیت کریمہ سے حضرت سید نامر تفضی پر فضیلت

¹ القرآن الکریم ۷۸/۱۰

² القرآن الکریم ۲۸/۷۳

الکریمۃ وجہاً آخر لتفضیل سیدنا الصدیق علی
سیدنا المرتضیٰ لقابہما اللہ تعالیٰ باحسن الرضا۔
انبأنا السراج عن الجبال عن السندی عن الفلانی
عن محمد سعید عن محمد طاهر عن ابیہ ابراہیم
الکردی عن القشاشی عن الرملی عن الزین زکریا
عن ابن حجر عن مجد الدین الفیروز آبادی عن
الحافظ سراج الدین القزوینی عن القاضی ابی بکر
التفتازانی عن شرف الدین محمد بن محمد الہروی
عن محمد بن عمر الرازی قال فی مفتاح الغیب
" ذکر القاضی ابوبکر الباقلائی فی کتاب الامامة فقال
ایة الواردة فی حق علی کرم اللہ وجہہ الکریم:
" إِنَّمَا نَطَعُكُمْ بِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا
نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمَ عَبُوسًا قَتَطِيرًا ۝ " والایة الواردة فی
حق ابی بکر " إِلَّا ابْتِغَاءً وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝ "
فدلت الایتان

صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کو
اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے۔ ہمیں خبر دی سراج نے وہ
روایت کرتے ہیں جمال سے۔ وہ روایت کرتے ہیں سندی
سے۔ وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے۔ وہ روایت کرتے
ہیں محمد طاهر سے۔ وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابراہیم
ردی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں قشاشی سے۔ وہ روایت کرتے
ہیں رملی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے۔ وہ
روایت کرتے ہیں ابن حجر سے۔ وہ روایت کرتے ہیں
مجد الدین فیروز آبادی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں حافظ سراج
الدین قزوینی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی
سے۔ وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد الہروی
سے۔ وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عمر رازی سے۔ انہوں نے
مفتاح الغیب میں فرمایا قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامة
میں ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ
الکریم کے حق میں وارد ہے "ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں
خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر
گزاری نہیں مانگتے بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے
دن اڑ رہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے" اور وہ آیت جو ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئی "صرف
اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب

ان کل احد منها انما فعل ما فعل لوجه الله الا ان اية على تدل على انه فعل ما فعل لوجه الله وللخوف من يوم القيامة على ما قال "انا نخاف من ربنا يومًا عيسا قبطيرا" واما اية ابى بكر فانها دلت على انه فعل ما فعل لمحض وجه الله تعالى من غير ان يشوبه طمع فيما يرجع الى رغبة في ثواب اور رغبة من عقاب فكان مقام ابى بكر اعلى واجل^۱ انتہی

سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا" یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لیے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اُتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور روزِ قیامت کے ڈر سے کیا اس بناء پر انہوں نے کہا "بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے" اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اترنے والی آیت وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لیے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے۔ تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اعلى اور اجل ہوا انتہی، اقول: (میں کہتا ہوں) اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلہ صحابہ کرام مراتبِ ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاء عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں۔ اور ان کی شان ارفع واعلى ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں۔ لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ

اقول: والتحقيق ان جملة جلة الصحابة الكرام رضى الله تعالى عنهم اجمعين ارقى في مراقى الولاية والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من كل من دونهم من اكابر الاولياء العظام كائنين من كانوا وشانهم رضى الله تعالى عنهم ارفع واعلى من ان يقصدوا

^۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آلیہ ۹۲/۲۰، ۲۱، ۲۲ المطبعة البهتية المصرية مصر ۱۳۱/۲۰۶ و ۲۰۷

ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فض کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہو گئیں اس لیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام القوم سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الزکی کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریح نبوت سے کمتر ہے۔ ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نہیں۔ اور خاتم رسالت کے نام ہم نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ کے لیے حمد ہے جو مالک ہے جلالت کا۔ کتاب رسول ہاشمی کی ثناء پر تمام ہوئی اور اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ فرمائے۔ خاتم النبیین کے نام پر۔ "سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝"

بأعمالهم غير الله سبحانه وتعالى لكن المدارج متفاوتة والمراتب مترتبة وشئى دون شئى وفضل فوق فضل۔ ومقام الصديق حيث انتهت النهايات وانقطعت الغايات ذاهورضى الله تعالى عنه كما صرح به امام القوم سیدی محی الملة والدين ابن عربی قدس الله تعالى سره الزکی امام الائمة ومالك الازمة ومقامه فوق الصديقية ودون النبوة التشريعية وليس احد بينه وبين مولاه الاكرم محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى اسم خاتم الرسالة ختمنا الرسالة. والحمد لله مولى الجلالة۔

تم الكتاب على ثناء الهاشمي

ختم الاله لنا على اسم الخاتم

"سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝" ¹۔

رسالہ الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی ختم ہوا

نوٹ

جلد ۲۸ کتاب الشقی حصہ سوم فضائل و مناقب کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی
جلد ۲۹ کتاب الشقی کے حصہ چہارم سے شروع ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

¹ القرآن الکریم ۳۷ / ۱۸۲ تا ۱۸۰

ڈائمند اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✳ - ڈائمند اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✳ - یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✳ - پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✳ - ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✳ - ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✳ - قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✳ - واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمند اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

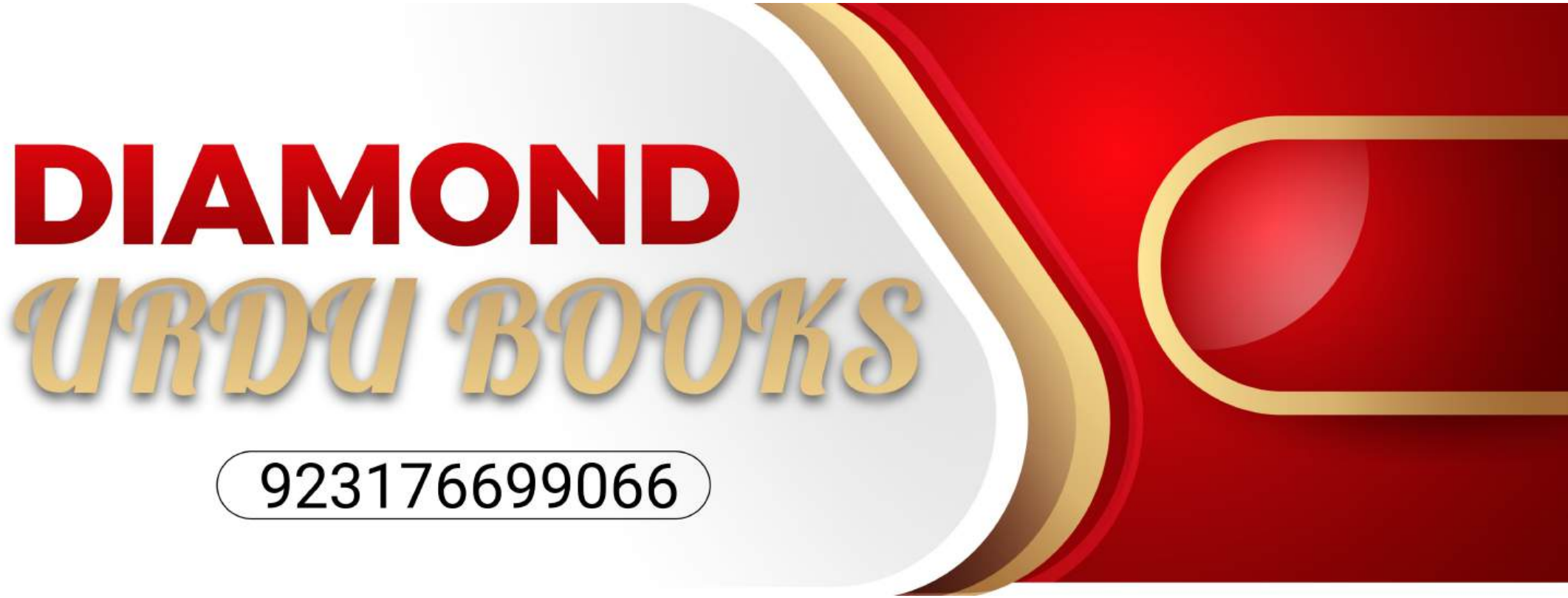
جزاکم اللہ خیرا کثی؟

ڈائمند اردو بکس ٹیم

شاہ زر خانج 03176699066

ایڈمنس cool 03415008107

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے
ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے

The logo features a stylized graphic on the right side consisting of a red rectangle with a white and gold border, and a large gold 'D' shape. The text 'DIAMOND' is in bold red capital letters, and 'URDU BOOKS' is in a gold, italicized serif font.

DIAMOND

URDU BOOKS

923176699066